5

سورۃ الفاطر تا سورۃ الواقعۃ

مولانا محمد آصف قاسمی
امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن
4-S-T بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان

فہرست

فہرست

پارہ نمبر ۲۲

ومن یقنت

سورۃ نمبر ۳۵

فَاطِر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

ع

تعارف سورۃ الفاطر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	35
کل رکوع	5
آیات	45
الفاظ وکلمات	792
حروف	3289
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمین کے اندر سے پانی کے ایسے چشمے بہادیئے ہیں کہ جن میں کوئی میٹھا اور پسندیدہ پانی ہے اور کوئی کڑوا، کسیلا، کھارا اور نمکین پانی ہے اگرچہ پانی کڑوا ہی کیوں نہ ہو اس میں پیدا ہونے والی مچھلیوں میں پانی کی کوئی کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ جب مچھلی پکا کر کھائی جاتی ہے تو اس پر نمک چھڑک کر کھایا جاتا ہے۔ نہ صرف اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے ہر چیز کی تاثیر کو اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے۔ وہی ہر چیز میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ زمین، آسمان اور فرشتوں کا خالق و مالک اللہ ہی ہے۔

☆ وہ جس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے تو کسی کو یہ جرات و طاقت نہیں کہ اس کو روک سکے اور جس پر وہ اپنی رحمتوں اور کرم کے دروازے بند کر دے اس کو کوئی کھلوانے والا نہیں ہے۔

☆ انسان پر اللہ نے ہزاروں نعمتیں نازل فرمائی ہیں ان کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ کی ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرتا رہے کیونکہ اللہ کو بندے کا جذبہ شکر بہت پسند ہے۔ شکر سے نعمتوں میں اضافہ اور ترقی نصیب ہوتی ہے صرف ایک اللہ ہی شکر کا حق دار ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں کو یہ کہہ کر تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ کفار و مشرکین اور بت پرست اللہ کے نبی اور اس کی آیات کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے کیونکہ ہر دور میں جب بھی انبیاء کرامؑ نے دنیا کے لالچ میں ڈوبے ہوئے رسم پرستوں اور بت پرستوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا تو انہوں نے نہ صرف اس کا انکار کیا بلکہ شدید مزاحمت بھی کی۔

انبیاء کرامؑ نے ہر طرح کے مصائب پر صبر کیا جس پر انہیں اور ان کی امتوں کو دنیا اور آخرت کی خیر، بھلائی اور نعمتوں سے نوازا گیا۔

☆ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے اس کا فیصلہ انسان نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی ایک بات کو بہت پسند کرتا ہو مگر وہی بات اللہ کو ناپسند ہو تو اس بات کا فیصلہ دنیا میں

فرمایا کہ وہ لوگ جو کتاب الٰہی کو پڑھ کر اس کے مطابق ایمان اور عمل صالح کا پیکر بن جاتے ہیں، نمازوں کا اہتمام اور اللہ کے بندوں پر مال خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں کسی نقصان کا اندیشہ یا خوف نہیں ہے۔

اللہ کا کلام کردے گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ خود فرمادیں گے کہ ان کو انسانوں کے کون کون سے اعمال پسند یا ناپسند تھے۔

☆ حضرت آدمؑ اور ان کے ذریعہ نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا اور لوگوں کی اصلاح کے لیے انبیاء کرامؑ جیسے منتخب بندوں کو بھیجا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بھیج کر اس سلسلہ نبوت کو مکمل فرمایا۔

اب صرف نبی مکرم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ہی انسانوں کی کامیابی کی ضمانت ہے جو بھی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے ڈگر سے ہٹے گا وہ راہ ہدایت سے بھٹک جائے گا اور جو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں اور نجات اس کو عطا کی جائیں گی۔

☆ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمین سے میٹھے، کڑوے، کھارے اور نمکین پانی کے سوتے جاری کردیئے ہیں جو ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں آپس میں نہیں ملتے۔

اسی کڑوے اور نمکین پانی میں جب کوئی مچھلی اپنا رزق حاصل کرتی ہے تو اس میں پانی کی کوئی کڑواہٹ نہیں آتی اسی کڑوے اور کسیلے پانی میں بہترین سچے موتی اور مونگے پیدا ہوتے ہیں اور اپنی چمک دمک سے وہ لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کردیتے ہیں یہ سب اللہ کی قدرت سے ہے۔

اللہ نے دریا، چشمے اور سمندر بنائے اس میں کشتیاں جہاز چلتے ہیں اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لوگوں کو اور ان کی ضرورت کے سامان کو لے کر دن رات سفر کرتے ہیں۔ ہوائیں ان جہازوں کو سہارا دیتی ہیں اس طرح ہر شخص اس کی نعمت سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔

چاند، سورج، ستارے، حیوانات سب اللہ نے انسان کے خادم بنا دیئے ہیں۔ وہ اللہ کی قدرت سے انسانوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

فرمایا کہ آدمی یہ نہیں سوچتا کہ ان تمام چیزوں کو صرف ایک اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہ ان کا خالق ہے اور وہی ان سب چیزوں کا مالک ہے وہی اس نظام کائنات کو اپنے حکم سے چلا رہا ہے۔

☆ انسان ان میں سے ہر چیز کا محتاج ہے لیکن ان چیزوں کا خالق کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ساری قدرتیں اس کے

ہاتھ میں ہیں وہ اگر چاہے تو دنیا کے سارے لوگوں کو ختم کر کے ایک دوسری مخلوق کو لے آئے کوئی چیز اس کے دست قدرت سے باہر نہیں ہے بلکہ اس کے قبضے اور اختیار میں ہے۔

☆ اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور کرم کرنے والا ہے مگر انسان ناشکری کر کے اپنے لیے تباہی کے گڑھے اپنے ہاتھوں سے کھود لیتا ہے اور اس میں فرق نہیں کرتا کہ کون سی چیز بہتر ہے اور کون سی بدتر۔ فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

☆ جس طرح اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور روشنی، دھوپ اور سایہ برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح زندہ اور مردہ بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ کفار درحقیقت اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں اور زندگی کے اندھیروں میں اس طرح ڈوب چکے ہیں کہ انہیں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ان کو واضح دلائل، کھلے معجزات، صحیفے اور روشن کتابیں دی گئیں لیکن کفار نے ان سب کو دیکھنے، سمجھنے اور سننے کے باوجود انکار کر دیا۔ ان کو مہلت بھی دی گئی لیکن جب وہ حد سے گزر گئے تو ان پر اللہ کا قہر نازل ہو کر رہا۔

☆ اللہ نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ آسمانی بلندیوں سے پانی برستا ہے جس سے مختلف قسم کے پھل، پھول، سبزی ترکاری اور میوے نکلتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں کے رنگ بھی مختلف ہیں کوئی سفید کوئی سیاہ کوئی سرخ اور کوئی زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ جانوروں میں بھی مختلف رنگ روپ ہوتے ہیں ان سب چیزوں کو سوائے اللہ کے اور کس نے پیدا کیا؟ یہ سب اسی کی قدرت کے شاہکار ہیں۔

منکرین کو اللہ سے ڈرنا اور توبہ کرنا چاہیے لیکن اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم و فہم رکھنے والے ہیں جو ہر سچائی سے منہ پھیر کر چلنے کو اپنی شان سمجھتے ہیں وہ کبھی اس سچائی کو قبول نہ کریں گے۔

☆ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کو پڑھ کر اس کے مطابق ایمان و عمل صالح اختیار کرتے ہیں، اپنی عبادات میں خاص طور پر نمازوں کا اہتمام اور ادائیگی کرتے ہیں اور مالی عبادت میں وہ کھلم کھلا یا چھپ کر اپنا مال خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں نقصان کا کوئی اندیشہ یا خوف نہیں ہے۔

اس پر انہیں اتنا عظیم صلہ اور بدلہ ملے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن جو کفر پر جمے بیٹھے ہیں ان کے لیے جہنم کی آگ تیار کی گئی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اس میں جانے کے بعد روئیں گے، فریاد کریں گے، چلائیں گے مگر یہ

سب چیزیں ان کے کام نہ آسکیں گی۔

☆ اللہ ہی ہر غیب اور چھپے ہوئے کا جاننے والا اور دلوں کے بھید سے واقف ہے۔ وہ ہر شخص کو ایک خاص مہلت دیتا ہے تا کہ وہ اچھی طرح سوچ کر اپنے حق میں بہتر فیصلہ کرے۔

یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کے ہر عمل پر اسی وقت سزا نہیں دیتا بلکہ اس کو پھر ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے لیکن وہ ڈینگیں مارنے والے بدقسمت اپنے گناہوں پر شرمندہ نہیں ہوتے اس لیے مدت گزرنے کے بعد ان کو سخت سزا دی جاتی ہے جو دوسروں کے لیے بھی عبرت و نصیحت بن جاتے ہیں۔

سُورَةُ فَاطِر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ② يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑥ ۭ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ڛ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦

۱/۴۷/۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۷

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے فرشتوں

کو پیغام پہنچانے والا بنایا ہے جو دو دو تین تین اور چار چار بازو (پر) رکھتے ہیں۔ وہ اللہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اگر وہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دے تو ان کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور جس کو بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اس کو کھولنے والا نہیں ہے۔ وہی غالب حکمت والا ہے۔

اے لوگو! تم پر جو بھی اللہ کے احسانات ہیں (نعمتیں ہیں) ان کو یاد رکھو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا ایسا ہے جو ان (نعمتوں) کو پیدا کرنے والا ہے۔ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے۔ جب اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پھر تم کہاں الٹے پھرے جا رہے ہو۔ اور اے نبی ﷺ! اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو (ایسی کوئی نئی بات نہیں ہے) آپ سے پہلے بھی وہ رسولوں کو اسی طرح جھٹلاتے رہے ہیں۔ لیکن سارے معاملات آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔ دنیا کی زندگی کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور (کہیں ایسا نہ ہو) کہ دھوکے باز شیطان تمہیں کسی فریب میں مبتلا کر دے۔

بلا شک وشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اس کو اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیچھے چلنے والوں کو بلا رہا ہے تاکہ وہ جہنم والے بن جائیں۔ (یاد رکھو) جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے شدید ترین عذاب ہے۔ اور جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ان کے لئے سامان مغفرت اور بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

فَاطِرٌ	پیدا کرنے والا
جَاعِلٌ	بنانے والا
اَجْنِحَةٌ (جَنَاحٌ)	پر۔ بازو
مَثْنٰی	دو دو

ثُلٰثَ	تین تین
رُبٰعَ	چار چار
لَا یَفْتَحُ	وہ نہیں کھولتا ہے
مُمْسِکٌ	روکنے والا
اَنّٰی	کہاں
تُؤْفَکُوْنَ	الٹے پھرے جارہے ہو
لَا تَغُرَّنَّ	ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے
اَلْغَرُوْرُ	دھوکا۔ فریب
حِزْبٌ	جماعت
مَغْفِرَۃٌ	معافی

تشریح: آیت نمبر ا تا ۷

اس کائنات میں جتنی بھی قابل تعریف خوبیاں ہیں وہ اس اللہ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں جو ارض و سما کا مالک اور سب کا رازق ہے۔ کائنات میں ہر طرف اس کی عظمت کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے گی کہ اللہ نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان جتنی بھی چیزیں اور مخلوق کو پیدا کیا ہے اس میں ایک خاص توازن اور اعتدال رکھا ہے۔ اگر یہ توازن (Balance) نہ ہوتا تو زمین و آسمان کی ہر چیز ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا ہو جاتی اس نے اس نظام کو اپنی قدرت سے چلانے کے لئے بے شمار فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اگرچہ نظر نہیں آتے لیکن وہ اللہ کے حکم سے ہر کام کو اسی طرح انجام دیتے ہیں جیسا ان سے کہا جاتا ہے۔ وہ اللہ کے ہر حکم اور فیصلے کو بندوں تک اور ان کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچانے کے فرائض سر انجام دیتے ہیں۔ اللہ نے ان فرشتوں کو پوری قوت و طاقت سے نوازا ہے جس سے وہ ہر کام کو احسن طریقے پر انجام دیتے ہیں۔

جس طرح اللہ نے ہر جان دار کو ہاتھ پیر اور بازو عطا کئے ہیں کوئی پیٹ کے بل رینگ رہا ہے، کسی کے دو پاؤں ہیں، کوئی چار ہاتھ پاؤں رکھتا ہے اسی طرح اللہ نے اپنی نورانی مخلوق فرشتوں کو دو دو تین تین اور چار چار بازو عطا فرمائے ہیں بلکہ حضرت عبد اللہ ابن

مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے جبرئیل کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ اسی طرح کی ایک روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی نقل کی گئی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو اس طرح دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو (اور پر) تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے بھی انسان اور جنات کی طرح ایک نورانی مخلوق ہیں جو نہایت فرماں برداری کا مظاہرہ کرتے اور اپنے فرائض کو احسن طریقے پر ادا کرتے ہیں۔ حضرت جبرئیل کے ذمے یہ ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبروں کے پاس اللہ کا کلام اور پیغام لے کر پہنچاتے ہیں تا کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت نصیب ہو سکے اسی طرح حضرت اسرافیلؑ بارشیں برسانے اور اللہ کا رزق اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری پر مقرر ہیں حضرت اسرافیلؑ قیامت میں صور پھونکنے اور حضرت عزرائیلؑ اللہ کے حکم سے موت دینے کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے لاتعداد فرشتے مختلف کاموں پر مقرر کئے گئے ہیں، بادلوں سے بارش برستی ہے، سورج اپنی گرمی سے حرارت اور روشنی پیدا کرتا ہے، ہوائیں بادلوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے بارش برسنے کے بعد ہر طرح کا سبزہ، سبزی، پھل، میوے، غلے پیدا ہوتے ہیں جن سے انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ایک مومن کا یہ اعتقاد اور یقین ہوتا ہے کہ اس کائنات کے نظام اور پیداوار کے پیچھے اللہ کا حکم چلتا ہے اور وہ اپنے فرشتوں کے ذریعہ کائنات میں تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔ اللہ اپنی قوت وطاقت کے اظہار کے لئے دنیا کے ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے لہذا اگر وہ کسی پر اپنی رحمتیں نازل کرنا چاہے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے اور اگر وہ روک لے تو کوئی زبردستی اس سے کسی کو دلوانے والا نہیں ہے۔

دینے والی ذات صرف اسی ایک اللہ کی ہے اس کے سوا کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے لہذا اللہ کو چھوڑ کر اپنی مرادوں کے لئے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور ان سے توقع رکھنا شرک ہے جو اللہ کے ہاں ناقابل معافی جرم ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کفار مکہ سے جو اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا مشکل کشا مانتے تھے اور ان سے اپنی مرادوں کے پورا ہونے کی توقع رکھتے تھے یہ فرمایا کہ اس کائنات میں ساری قوت وطاقت صرف ایک اللہ کی ہے اور جن بتوں کو وہ اپنا مشکل کشا مان رہے ہیں ان میں کوئی طاقت وقوت نہیں ہے۔ اس پر کفار بھڑک اٹھے اور انہوں نے آپ کی شدید مخالفت کی اور پھر وہ جاہلانہ مزاحمت ومخالفت پر اتر آئے۔ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر آج یہ لوگ آپ کو اور آپ کی لائی تعلیمات کو جھٹلا رہے ہیں اور شدید مخالفت پر اتر آئے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کو اسی طرح جھٹلایا گیا اور ان کی تعلیمات کو ماننے کے بجائے ان کا مذاق اڑایا گیا۔ لیکن اس مخالفت اور مزاحمت کا انجام یہ ہوا کہ ان کی بستیوں اور تہذیب وتمدن کو اس طرح ملیامیٹ کر دیا گیا کہ ان کے شہروں کے کھنڈرات اور منکرین کی زندگیاں نشان عبرت بن چکی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو یہی بات ان کی ہدایت کے لئے کافی ہے لیکن جو اللہ کے سچے وعدے کے برخلاف دنیا کی زندگی اور عیش وعشرت کے دھوکے میں پڑ گئے اور شیطان کے جھانسے اور فریب میں آ گئے انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر ڈالا۔ اصل

میں شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے وہ اپنی پوری قوت و طاقت اس بات پر لگا دیتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جہنم میں اس کے ساتھی بن جائیں لیکن جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں ان کے لئے نہ صرف مغفرت کا سامان کیا جاتا ہے بلکہ ان کو آخرت میں بہت بڑا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٨﴾ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ ﴿٩﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ ﴿١٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

(اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا) جس کے (برے اور بدترین) اعمال اس کی اپنی نظروں میں خوبصورت بنا دیئے گئے ہوں اور وہ خود بھی ان کو اچھا سمجھتا ہو؟ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ حسرت و افسوس میں اپنی جان نہ گھلایئے۔ اللہ ان کی حرکتوں سے واقف ہے۔ اللہ تو وہ ہے جو ان ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ (اللہ نے فرمایا کہ) پھر ہم ان بادلوں کو ایک خشک اور بنجر شہر کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر ان کے ذریعہ مردہ زمین کو دوبارہ زندگی دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم (قیامت کے دن) مردوں کو دوبارہ اٹھا کر کھڑا کریں گے۔

جوکوئی عزت چاہتا ہے تو وہ (یاد رکھے کہ) ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔ اسی کی طرف اچھے اور پاکیزہ اعمال اٹھائے (پہنچائے) جاتے ہیں۔ اور جو لوگ بری تدبیر (برے اعمال) کرتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے۔ اور ان کا مکر وفریب خود ہی غارت ہو جانے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۰

زُیِّنَ	خوبصورت بنادیا گیا
سُوْءٌ	برائی
رَاٰ	اس نے دیکھا
یَصْنَعُوْنَ	وہ بناتے ہیں
تُثِیْرُ	اٹھاتی ہے
سُقْنَا	ہم نے سیراب کردیا
بَلَدٌ	شہر۔ بستی (ب۔ ل۔ د)
اَلنُّشُوْرُ	(قیامت میں) دوبارہ اٹھایا جانا
یَصْعَدُ	وہ چڑھتا ہے
اَلْکَلِمُ	باتیں۔ اعمال
یَرْفَعُ	وہ بلند کرتا ہے
یَمْکُرُوْنَ	وہ فریب دیتے ہیں
یَبُوْرُ	برباد ہوتا ہے۔ اکارت جائے گی

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ نے اپنے بندوں سے جو بھی وعدے کئے ہیں وہ سچے ہیں اور پورے ہو کر رہیں گے لیکن شیطان اپنے جھوٹے وعدوں میں لوگوں کو پھنسا کر اپنے ساتھ جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس کی تدبیریں اس قدر پر فریب ہوتی ہیں کہ انسان ان کو مشکل کشا سمجھنے لگتا ہے لہذا اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہیے۔ شیطان کا سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ وہ انسان کو برے اعمال پر اکسا کر یہ سمجھاتا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہی سب سے بہتر اور نیک کام ہے۔ وہ آدمی ان کاموں کو کرتے کرتے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ واقعی وہی صحیح راستے پر ہے اور اس کا ہر عمل برحق ہے یہ وہ دھوکہ ہے کہ جو بھی اس میں پھنس جاتا ہے وہ گمراہی کو ہدایت، اندھیرے کو روشنی اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے اور بھٹک کر اللہ کی رحمتوں سے بہت دور نکل جاتا ہے لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کر لیتے ہیں وہ دنیا اور آخرت کی ہر کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب ہدایت و گمراہی، حق و باطل ایک جیسے نہیں ہو سکتے تو ان دونوں کا انجام بھی یکساں نہیں ہو سکتا لہذا آپ اس حسرت اور افسوس میں اپنی جان نہ گھلائیں کہ لوگ راہ مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کی دلدل میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کو ان جیسے لوگوں کے سارے کرتوت اچھی طرح معلوم ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور اس کا انجام کیا ہے؟ فرمایا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا انہیں کائنات کے اس نظام پر غور کرنا چاہیے کہ جب زمین خشک، بنجر اور بے رونق ہو کر رہ جاتی ہے اور ہر طرف دھول اڑنے لگتی ہے تو اللہ سمندروں میں ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ اس سے مون سون اٹھتا ہے اور وہ بادلوں کی شکل اختیار کر کے ایک خشک زمین پر برستا ہے تو اس مردہ زمین میں دوبارہ ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور خشک زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح جب تمام کائنات کے جان دار مر چکے ہوں گے تو اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ تمام لوگوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرے گا اور ان سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔ اس بات پر یقین کامل رکھنے والوں کو آخرت کی عزت نصیب ہوگی کیونکہ ساری عزت و عظمت اللہ ہی کے پاس ہے۔ فرمایا کہ انسان اچھے یا برے جیسے بھی اعمال کرتا ہے وہ اللہ کی طرف بلند کئے جاتے ہیں اور فیصلے بھی وہیں سے آتے ہیں۔ گناہ گاروں کو شدید عذاب دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور نیکو کاروں کو ان کا بہترین بدلہ دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ برائیاں اختیار کرنے والے فوری برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهٖ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۚ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنا دیا۔ کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی عورت کسی بچے کو جنم دیتی ہے مگر یہ کہ وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی بڑی عمر پاتا ہے یا کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے وہ سب کچھ کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔ بے شک یہ سب کچھ اللہ کے لئے آسان ہے۔ اور دو سمندر (دریا) یکساں نہیں ہوتے۔ ان

میں سے ایک میٹھا اور شیریں ہے جس سے پیاس بجھتی ہے اور پینے میں بھی خوش گوار ہے۔ اور دوسرا پانی سخت کڑوا ہے۔ مگر دونوں (پانیوں) سے تمہیں ترو تازہ گوشت کھانے کو ملتا ہے۔ اور ان میں سے تم زیور (موتی وغیرہ) نکال کر (زیور کے طور پر) پہنتے ہو۔ اور تم اسی پانی میں کشتیوں (جہازوں) کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کر سکو اور امید ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو گے۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے (مسخر کر دیا ہے) جو ایک مقرر مدت تک چلتے رہیں گے۔ یہی تو اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور یہ ساری سلطنت اسی کی ملکیت ہے۔ اور اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو وہ گٹھلی کے چھلکے کو پیدا کرنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ سن بھی لیں تو وہ تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور (وہ دن کتنا حسرت ناک ہو گا) جب قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ اور ایسی صحیح خبر تمہیں اس خبر رکھنے والے اللہ کے سوا اور کون دے سکتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

نُطْفَةٌ	نطفہ۔ پانی کی حقیر بوند
اُنْثٰی	عورت
لَا تَضَعُ	پیدا نہیں کرتی۔ جنم نہیں دیتی
يُعَمَّرُ	وہ عمر کو بڑھاتا ہے
لَا يُنْقَصُ	وہ کمی نہیں کرتا
يَسِيْرٌ	آسان کرتا ہے
لَا يَسْتَوِیْ	برابر نہیں ہے
عَذْبٌ فُرَاتٌ	میٹھا پانی۔ پیاس بجھانے والا

سَائِغٌ	خوش گوار
شَرَابٌ	پینے کی چیز
مِلْحٌ	کھارا۔نمکین
اُجَاجٌ	کڑوا
طَرِیٌّ	تازہ
حِلْیَةٌ	زیور
تَلْبَسُوْنَ	تم پہنتے ہو
مَوَاخِرُ	پانی پھاڑنے والا
یُوْلِجُ	داخل کرتا ہے
مُسَمًّی	مقرر مدت۔متعین
قِطْمِیْرٌ	چھلکا۔کھجور کی گٹھلی پر لگی جھلی
لَا یُنَبِّئُ	وہ خبر نہیں دیتا
خَبِیْرٌ	بہت خبر رکھنے والا۔نگہبان

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی بعض نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہی اس ساری کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا خالق و مالک ہے اور اس کو ہر بات کا پوری طرح علم ہے۔اس نے انسانوں کو بنا کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس نے رزق کے تمام اسباب مہیا فرما کر آزمایا ہے کہ اپنے اختیار سے کوئی شخص کیا عمل کرتا ہے اور اپنے لئے جنت یا جہنم میں سے کون سا راستہ منتخب کرتا ہے۔

۱۔اللہ نے انسانی نسل کی ابتداء حضرت آدمؑ سے فرمائی جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا تھا پھر اس نے پانی کی ایک حقیر بوند (نطفہ) سے انسانی نسل کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔اور ہر ایک کے لئے اس کے جوڑے اور ساتھی کو بھی پیدا کیا تا کہ اس کے ذریعہ

سکون قلب حاصل ہو سکے۔

۲۔ اپنی ساری مخلوق کے متعلق اس کا علم اس قدر وسیع ہے کہ جو بچہ بھی اس دنیا میں قدم رکھ رہا ہے اس کے متعلق اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کیا ہے؟ کیسا ہے؟ اس کی عمر کتنی ہوگی؟ اور اس کو کتنا رزق دیا جائے گا؟ ان تمام باتوں کا حساب اور علم رکھنا انتہائی آسان ہے اور اس میں اس ذات پاک کے لئے کوئی دشواری نہیں ہے کیونکہ ایک ایک بات لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے۔

۳۔ یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ جس نے ایک ہی زمین کے سوتوں سے نکلنے والے پانی کی خصوصیات کو اس طرح کنٹرول کیا ہوا ہے کہ اگر ایک طرف صاف ستھرا اور میٹھا پانی ہے جس سے دریا، نہریں اور چشمے جاری ہیں تو دوسری طرف اس نے کھارے، کڑوے اور تلخ پانی کو پیدا کر کے بے انتہا گہرے اور عظیم سمندر بنا دیئے اور کنوؤں سے کھارے پانی کو پیدا کیا لیکن یہ اس کی ایک عظیم قدرت ہے کہ سمندر کے انتہائی کڑوے اور نمکین پانی میں پلنے اور بڑھنے والی مچھلیوں کے گوشت کو نمک اور کڑواہٹ سے محفوظ فرما دیا جو انسانوں کی بہترین غذا ہے اس میں نمک اور کڑواہٹ محسوس تک نہیں ہوتی بلکہ مچھلیوں کو پکانے کے بعد ہر انسان اپنی مرضی سے اس پر نمک چھڑک کر لطف اور لذت حاصل کرتا ہے۔ اسی کڑوے اور کسیلے پانی میں اس نے نہایت خوبصورت اور قیمتی موتی، مونگے اور مرجان کو پیدا کیا جن کو زیب و زینت کے لئے زیور بنا کر پہنا جاتا ہے۔ ان ہی پانیوں میں کشتیاں اور بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں جو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک انسانی ضرورت کا سامان پہنچاتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں ایسی نعمتیں ہیں جن پر جس قدر شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

۴۔ اسی نے اپنی قدرت سے رات اور دن، اندھیرے اور اجالے کو نعمت کے طور پر پیدا کیا۔ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں، موسم بدلتے رہتے ہیں، کبھی سردی، گرمی، جاڑا اور برسات ہے کبھی خوش گوار ہوائیں، کبھی خشک موسم، ان کو اس لئے تبدیل کیا جاتا ہے کہ انسان زندگی اور موسموں کی یکسانیت سے اکتا نہ جائے۔

۵۔ وہی ایک اللہ ہے جس نے اپنی قدرت سے چاند، سورج اور ستاروں کو پیدا کر کے ان کو انسانوں کے لئے مسخر اور تابع کر دیا یہ تمام چیزیں خادم کی حیثیت سے ان کے کاموں میں لگا دی گئی ہیں جن سے انسان بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اور ہر طرف اس کی قدرت کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں تو پھر اس کے سوا عبادت و بندگی کے لائق اور کون ہو سکتا ہے؟ یقیناً وہی ایک اللہ سب چیزوں کا خالق ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ایک بڑی جہالت اور نادانی میں مبتلا ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو "قطمیر" کو بھی پیدا کر سکے یعنی کھجور تو بڑی چیز ہے یہ جھوٹے معبود تو کھجور پر جو ہلکی سی ایک جھلی ہوتی ہے اس کو پیدا کرنے کی اہلیت اور صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔ وہ کسی کو نفع اور نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ان کو پکارا جائے تو وہ کسی کی پکار کو سن نہیں سکتے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ سن بھی لیں تو وہ سن کر کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ وہ تو خود اپنے وجود میں دوسروں کے ہاتھوں کے محتاج ہیں۔ ان کو اگر توڑ پھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے اور اگر ان سے کسی حاجت کے لئے سوال کیا جائے تو وہ اس کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور فرمایا

کہ وہ دن کتنا حسرت ناک ہوگا جب یہ جھوٹے معبود خود اپنے ماننے والوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ دیں گے کہ الٰہی! ہم نے ان سے نہیں کہا تھا کہ وہ ہماری عبادت کریں یہ ان کے اپنے تصورات تھے جن کی وہ عبادت و بندگی کرتے تھے۔ فرمایا کہ یہ ایک ایسی سچی اور صحیح خبر ہے جو تمہیں اس ذات کی طرف سے دی جارہی ہے جو ہر چیز اور ہر بات کا جاننے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾

۳ ع ۱۲ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ تو بے نیاز اور تمام تعریفوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسری مخلوق کو لے آئے اور ایسا کرنا اللہ کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں ہے اور کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور اگر کوئی اپنا بوجھ دوسرے سے اٹھانے کے لئے کہے گا تو اگر چہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو وہ ذرا بھی بوجھ نہ اٹھا سکے گا۔ آپ تو صرف ان ہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں جو شخص بھی پاکیزگی حاصل کرے گا وہ اس کے اپنے لئے ہے اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور اجالا جھلسا دینے والی دھوپ اور سایہ، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔ بے شک وہ اللہ جس کو سنوانا چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔ اور تم ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے (برے انجام سے آگاہ کرنے والے) ہیں۔ اور بے شک ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور (آپ سے پہلے) کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ (اے نبی ﷺ!) اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو (کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے) کیونکہ آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کو بھی اسی طرح جھٹلایا گیا ہے۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلوں، صحیفوں اور روشن کتاب کے ساتھ آئے تھے۔ پھر جن لوگوں نے (میری بات کو) نہ مانا تو میں نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر دیکھو ان پر میرا کیسا عذاب آیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

فُقَرَاءُ	محتاج۔ ضرورت مند
اَلْغَنِیُّ	بے نیاز۔ جو کسی کا محتاج نہ ہو
اَلْحَمِیْدُ	جس کی ذات میں ہر طرح کی خوبیاں موجود ہوں
لَا تَزِرُ	بوجھ نہیں اٹھاتا ہے
مُثْقَلَةٌ	لدا ہوا بوجھ

حِمْلٌ	بوجھ
مُسْمِعٌ	سنانے والا
خَلَا	گذر گیا
زُبُرٌ	صحیفے۔ کتابیں
نَكِيْرٌ	عذاب

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

انسان کی سب سے بڑی بھول اور نادانی یہ ہے کہ وہ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے لئے ایک اللہ کو چھوڑ کر بہت سے ایسے کمزور اور نا قابل اعتبار سہاروں میں زندگی گذارنے کی کوشش کرتا ہے جن کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہوتی اور اس طرح وہ زندگی بھر گمراہی کے اسی دائرے میں گھومتا رہتا ہے۔ ایسے نادانوں سے فرمایا گیا ہے کہ انسان اور دنیا کی تمام چیزیں اسی ایک اللہ کی محتاج ہیں اس بے نیاز اور تمام تعریفوں کی مستحق ذات نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لئے زندگی گذارنے کے اسباب عطا فرمائے ہیں۔ اب اگر وہ ان کفار و مشرکین کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹا کر کسی دوسری ایسی مخلوق کو لے آئے جو ہر طرح اس کی اطاعت گذار اور فرماں بردار ہو تو یہ اس کے لئے کوئی مشکل اور دشوار کام نہیں ہے۔ ارشاد ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال و کردار کا خود ذمہ دار ہے اور قیامت کے ہولناک دن کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ رشتہ دار، دوست احباب یہاں تک کہ مشفق و مہربان ماں باپ بھی اس کو سہارا دینے سے انکار کر دیں گے اور ہر ایک اس طرح اپنی فکر میں لگا ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے اور اس طرح وہ اپنی بدعملیوں کے سبب جہنم کے ابدی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس کے برخلاف ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو ان کے اعمال کے برے انجام اور عذاب جہنم سے ڈراتے رہیے۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں وہی ان باتوں پر غور و فکر کریں گے اور اس پر دھیان دیں گے۔ لہذا جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر کے ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل کریں گے وہی آخرت کے تمام فائدے حاصل کر سکیں گے۔ اور جب وہ اللہ کی طرف لوٹیں گے تو کامیاب و بامراد ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ لوگ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ ایک اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور روشنی جھلسا دینے والی گرم ہوا اور درختوں کی ٹھنڈی ہوا اور چھاؤں، مردہ اور زندہ برابر نہیں ہوتے تو وہ لوگ جو گناہوں بھری زندگی گذار رہے ہیں وہ ان کے برابر اور انجام کے اعتبار سے ایک کیسے ہو سکتے ہیں جو ایمان اور عمل صالح اختیار کر کے زندگی گذار رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سچائیوں کو سمجھنے کے باوجود اگر لوگوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور ان پر روحانی موت طاری ہو چکی ہے اور وہ

مردوں کی طرح سن نہیں سکتے تو اگر چہ ان کو سنانا یا نہ سنانا برابر ہے مگر آپ کا کام یہ ہے کہ ان کو برے انجام سے ڈراتے رہیے۔ کیونکہ ہم نے آپ کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر وہ ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت کی وجہ سے آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اس میں پریشان اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں ان کو اسی طرح کے حالات سے واسطہ پڑا ہے حالانکہ وہ صحیفے اور روشن کتابیں بھی لائے تھے لیکن کافروں نے ان کا انکار کیا اور اس طرح وہ اپنے برے انجام سے دوچار ہو کر رہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان (بلندی) سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس سے مختلف پھل پھول نکالے جن کے رنگ جدا جدا ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں میں سرخ وسفید اور گہری سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں جن کے رنگ الگ الگ ہیں۔ اسی طرح انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم وفکر رکھنے والے ہیں۔ بیشک اللہ زبردست مغفرت کرنے والا ہے۔

جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے، نماز قائم کرتے اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے

چھپ کر یا کھلم کھلا اس امید پر خرچ کرتے ہیں کہ وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا یا نقصان نہیں ہے (یہ ان کی بڑی کامیابی ہے)۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ انہیں ان کا بدلہ بہتر بلکہ اس سے بڑھ کر اجر عطا فرمادے۔ بے شک وہ قدر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

جُدَدٌ (جُدَّةٌ)	راستے
بِيضٌ	سفید
حُمُرٌ	سرخ
غَرَابِيبُ	بے انتہا سیاہ
سُودٌ	سیاہ۔ تاریک
دَوَابٌّ	جانور
لَنْ تَبُورَ	ہرگز نقصان نہ ہوگا
شَكُورٌ	قدردان۔ قدر کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

گذشتہ آیات سے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کیا جارہا ہے کہ اگر انسان کائنات میں بکھری ہوئی نعمتوں میں غور و فکر اور تدبر سے کام لے تو وہ اس خالق و مالک کو پہچان سکتا ہے جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

آسمان سے جب بارش برستی ہے تو زمین میں ایک تر و تازگی پیدا ہو جاتی ہے، کھیت لہلہانے لگتے ہیں، درختوں کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے، سبزہ، سبزی، پھل اور طرح طرح کے میوے اگنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس طرف متوجہ فرمارہے ہیں کہ ایک ہی زمین اور ایک ہی آب و ہوا لیکن درخت اور پھل کس قدر الگ الگ ہیں کہ ان کی خوشبو اور رنگ جدا گانہ ہیں۔ اونچے اور بلند و بالا پہاڑوں کے سلسلہ پر غور کیا جائے کہ وہ اپنے اندر کتنے خزانوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں میں ایسے راستے بنادیئے گئے ہیں جن سے مال و اسباب کا لانا لیجانا اور آنا جانا کتنا آسان ہے۔ یہ پہاڑ ایسے پتھروں سے بنادیئے گئے ہیں کہ

ان کے رنگ مختلف ہیں کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی گہرے رنگ کا اور کوئی ہلکے رنگ کا کوئی بالکل سیاہ پتھر۔ فرمایا کہ ذرا اس پر تو غور کرو کہ اس نے چٹانوں اور طرح طرح کے پتھر کس خوبصورتی سے بنائے ہیں۔ اگر کوئی ان چیزوں کو دیکھ کر بھی اس اللہ پر ایمان نہیں لاتا جس نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے تو اس کی عقل پر صرف ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ صرف نباتات اور جمادات تک ہی اس کی قدرت محدود نہیں ہے بلکہ خود آدمی کے وجود کے اندر کتنی نشانیاں موجود ہیں مثلاً ایک ہی گھرانہ، اس کا ماحول ایک جیسا، ایک ہی ماں اور باپ لیکن اولادوں میں کس قدر مختلف ذہن وفکر والے بچے ہوتے ہیں جن کے خیالات، جذبات اور انداز ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ اسی طرح چوپائے، جانور، کیڑے، مکوڑے یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں لیکن کس قدر جدا جدا ہیں سب کی ضروریات اور حاجات مختلف ہیں۔ فرمایا ان باتوں پر وہی غور وفکر کرتے ہیں جو علم وفکر رکھنے والے علماء ہیں۔ یہ علماء کون ہیں؟ فرمایا کہ غور وفکر اور تدبر کرنے والے علماء وہ ہیں جو اللہ کی کتاب کی آیات کی تلاوت کرتے، نماز قائم کرتے اور اللہ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس کو علانیہ یا چھپ کر ہر طرح اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت پر یقین رکھتے ہیں جس میں گھاٹے اور نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا یعنی جو لوگ آخرت کی زندگی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں وہ اللہ سے ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ ان جیسے لوگوں کو ان کی محنت کا پورا پورا صلہ اور بدلہ ملے گا۔ فرمایا کہ اگر نیک نیتی سے کئے جانے والے کاموں میں بھول چوک ہو جائے تو اللہ ان کی خطاؤں کو ان کے نیک اعمال کے بدلے میں معاف فرما دے گا۔

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿۳۷﴾

ع ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کی طرف جو کتاب بھیجی ہے وہی برحق ہے یہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہیں۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (درحقیقت) ہم نے ان ہی لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا ہے جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے۔ پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جو اپنی جان پر ظلم وزیادتی کرنے والے ہیں۔ بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حکم سے نیکیوں اور بھلائیوں میں سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ یہی (اس کا) سب سے بڑا فضل وکرم ہے۔ یہ لوگ ان جنتوں میں داخل ہوں گے جو ہمیشہ کی جنتیں ہیں۔ وہاں انہیں سونے کے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا ریشمی لباس ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے رنج وغم کو دور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور قدردان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے ہمیشگی والے گھروں میں اتارا۔ نہ ان میں ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ (کوئی محنت اور) تھکاوٹ ہوگی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ نہ ان پر موت آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی۔ اور ہم ہر ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ وہ کفار دوزخ میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکالئے تاکہ ہم اس سے مختلف نیک کام کریں جو

ہم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اگر تم نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے جب کہ تمہیں خبردار کرنے والا بھی آ گیا تھا۔ اب تم عذاب کا مزہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

اَوْرَثْنَا ہم نے وارث بنایا

اِصْطَفَيْنَا ہم نے منتخب کر لیا

مُقْتَصِدٌ اعتدال اختیار کرنے والا

سَابِقٌ آگے بڑھنے والا

اَسَاوِرٌ کنگن۔ سونے کا ایک زیور

لُؤْلُؤٌ موتی

حَرِيْرٌ ریشم

اَحَلَّنَا ہم نے بسایا۔ آباد کیا

دَارَ الْمُقَامَةِ رہنے کا گھر

نَصَبٌ محنت۔ مشقت

لُغُوْبٌ کام کے بعد کی تھکاوٹ

لَا يُقْضٰى فیصلہ نہ کیا جائے گا

لَا يُخَفَّفُ کمی نہ کی جائے گی

يَصْطَرِخُوْنَ وہ چیخیں گے۔ چلائیں گے

نُعَمِّرُ — ہم نے عمر دی تھی

نَصِیْرٌ — مددگار

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے امت کو اور ساری دنیا کے لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! جو کتاب قرآن مجید آپ کی طرف نازل کی گئی ہے وہ نہ صرف ''برحق'' ہے بلکہ اس کے ذریعہ ان کتابوں کے سچا ہونے کی تصدیق کی گئی ہے جو آپ سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔ نصاریٰ (عیسائی) اور یہودی (بنی اسرائیل) جن کو اہل کتاب ہونے پر ناز تھا وہ ایک دوسرے کی کتابوں کو ماننے سے انکار کرتے تھے لیکن قرآن کریم کے ذریعہ توریت، زبور اور انجیل کے سچا ہونے کی تصدیق کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اگرچہ لوگوں نے اپنے معمولی اور گھٹیا مقاصد کے لئے ان کتابوں میں بہت سی باتیں خود گھڑ کر شامل کر دی ہیں لیکن وہ کلام جو اللہ نے نازل کیا تھا وہ بالکل سچا کلام تھا اور اسی کی تصدیق قرآن کریم کی طرف سے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب حضور اکرم ﷺ کی اس امت کی طرف نازل کی گئی ہے جو تمام امتوں میں ''خیر امت'' ہے۔ اب وہی اس کے وارث اور ذمہ دار ہیں وہی اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت پر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ بے شک اس قرآن کریم کی ذمہ داریاں اٹھانے والے بعض اعمال کی وجہ سے ذرا مختلف ہوں گے لیکن اس قرآن کریم کی برکت سے ان سب کی نجات ہوگی۔
(۱)۔ بعض تو وہ لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کو پوری طرح ماننے کے باوجود اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے یعنی گناہوں اور خطاؤں میں ملوث ہوں گے لیکن ان کے اندر یہ احساس زندہ رہے گا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ غلط ہے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں اس احساس کے زندہ ہونے سے کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق مل ہی جائے گی کیونکہ جو بالکل بے حس ہو جائے کہ اپنے گناہوں پر بھی شرمندہ نہ ہو اس کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوا کرتی۔ (۲)۔ دوسرے ''مُقْتَصِد'' ہیں یعنی درمیانہ درجہ کے اعمال کرنے والے کچھ اعتدال و توازن رکھنے والے یعنی جو لوگ نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی کوشش بھی کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اگرچہ تقویٰ کا اعلیٰ مقام نہیں ملتا لیکن بہر حال وہ اپنا ایک درجہ اور مقام رکھتے ہیں۔ (۳)۔ لیکن وہ لوگ جو ''سابق بالخیرات'' یعنی ہر نیکی اور بھلائی کے کام کی طرف بے تابانہ دوڑتے اور لپکتے ہیں۔ اللہ کے کامل بندے اور اللہ و رسول کی مکمل اطاعت کرنے والے، فرائض و واجبات کی پابندی کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ کے ہاں بہت اعلیٰ مقام اور جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کیا جائے گا۔

یہ تینوں طبقے جو ''وارثین کتاب'' ہیں سب کے سب جنت میں جائیں گے۔ اسی بنا پر ہمارے علماء اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ایک شخص مومن اور وارث کتاب ہے اور اس سے گناہ بھی ہو جاتے ہیں تو وہ معمولی فرق کے ساتھ جنت میں ضرور جائے

گا۔حضرت ابو درداءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جولوگ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل کئے جائیں گے اور جو مقتصد یعنی درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہیں ان سے ہلکا سا حساب لیا جائے گا۔لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوگا وہ بھی جنت میں جائیں گے مگر بہت طویل انتظار کے بعد۔جب ان کو نجات کا پروانہ ملے گا تو وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں شدید رنج وغم سے نجات عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جنت جس میں ان لوگوں کو داخل کیا جائے گا ان کا شاہانہ انداز ہوگا ریشم کا بہترین لباس، موتیوں اور ہیرے جواہرات کے جڑے ہوئے تاج، سرمئی آنکھیں، بھرپور جوانی اور اس کی لذتیں اور ہم عمر خوبصورت حوریں یہ سب انعام کے طور پر ان کو ہمیشہ کے لئے دی جائیں گی اس پر وہ لوگ اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے بغیر محنت ومشقت کے یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں اسی نے رنج وغم سے ہمیں نجات عطا فرما دی ہے۔اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہوگا ان کو ایسی جہنم میں جھونک دیا جائے گا جہاں وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر اس کی خواہش کریں گے کہ اس سے تو انہیں موت ہی آجاتی لیکن ان کی حسرت کی انتہا یہ ہوگی کہ وہ اس جہنم میں مرنا بھی چاہیں گے تو ان کو موت نہ آئے گی اور ان سے عذاب جہنم کو ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا۔وہ روئیں گے چلائیں گے مگر ان ظالموں کی فریاد تک سننے والا کوئی نہ ہوگا وہ کہیں گے الٰہی ہمیں اس عذاب سے نکالئے اب ہم دنیا میں دوبارہ جا کر وہی کچھ کریں گے جس کا ہمیں اللہ ورسول نے حکم دیا ہے۔اس کے جواب میں فرمایا جائے گا کہ اب رونے چلانے سے کیا فائدہ اور دنیا میں دوبارہ جانے کی تمنا فضول ہے کیونکہ تمہیں زندگی کا ایک طویل عرصہ دیا گیا تھا جب تم نے اس زندگی میں کفر وشرک اختیار کیا تو اب تم سے کیا امید رکھی جا سکتی ہے جب کہ تمہارے پاس اللہ کے وہ رسول بھی آئے جنہوں نے تمہیں اس دن کے عذاب سے آگاہ بھی کر دیا تھا مگر تم نے ان باتوں کی کبھی پرواہ نہیں کی لہٰذا اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو آج تم ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے اور اس طرح ان کو جہنم کی ابدی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٣٨﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝٤٠ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝٤١

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہ تو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں سے بھی واقف ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں (خلیفہ بنایا) آباد کیا۔ جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا (وبال) اسی پر ہے۔ اور کافروں کا انکار ان کے رب کے نزدیک ناراضگی بڑھانے ہی کا سبب رہا ہے۔ اور منکروں کے لئے ان کا انکار سوائے نقصان کے کچھ بھی اضافہ نہیں کر سکتا۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا؟ یا ان کی آسمانوں میں کیا حصہ داری (ساجھا ہے) یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کی وجہ سے وہ (اپنے ہر شرک پر) کوئی سند رکھتے ہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہ ظالم ایک دوسرے کو وعدوں کے جال میں پھنسا رہے ہیں۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اس طرح سنبھال رکھا ہے کہ وہ گر نہ پڑیں۔ اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس اللہ کے سوا کون ہے ان کو تھامنے والا؟ بے شک اللہ بہت برداشت کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

ذَاتَ والا

مَقْتٌ	عذاب
خَسَارٌ	نقصان۔گھاٹا
اَرُوْنِیْ	مجھے دکھاؤ
یُمْسِکُ	وہ سنبھالتا ہے
اَنْ تَزُوْلاً	یہ کہ وہ دونوں ڈھلک نہ جائیں

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کر کے اس کا نظام ایسا بنایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے ہر راز اور بھید سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔

کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے وہ اس زمین و آسمان کی تمام مخلوق کی نیتوں، خواہشوں، اعتقادات اور دلوں کا حال جاننے والا ہے اور وہ قیامت میں ان کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق فیصلہ فرمائے گا۔لیکن وہ لوگ جو اللہ کا قولی یا عملی طور پر انکار کر رہے ہیں اور ان کے پاس اپنی باتوں کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل یا سند بھی نہیں ہے تو ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہے کہ سب کچھ جاننے کے باوجود ان کے کفر اور آخرت کے نقصان میں کوئی کمی نہیں آ رہی ہے بلکہ وہ کفر وشرک میں آگے ہی بڑھتے جا رہے ہیں۔

فرمایا کہ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ وہ کون سے تمہارے معبود ہیں جو تمہاری ہر حاجت اور ضرورت کو پورا کرنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔فرمایا کہ کہئے اللہ نے تو سب کچھ پیدا کیا ہے لیکن تمہارے ان جھوٹے معبودوں نے کائنات کے کس ذرے کو پیدا کیا ہے یا انہوں نے اللہ کے ساتھ مل کر اس کائنات کے بنانے میں کیا شرکت کی ہے؟ یقیناً ان کے دل اور ضمیر چیخ اٹھیں گے کہ واقعی یہ سب کچھ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے جس کی تخلیق میں وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

فرمایا کہ (اے نبی ﷺ) ان سے پوچھئے کہ یہ سب باتیں کہنے کے لئے تمہارے پاس وہ کون سی کتاب نازل کی گئی ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ اللہ کے سوا یہ بے بس اور عاجز و مجبور بت بھی اللہ کے ساتھ شریک رہے ہیں ۔ فرمایا کہ ان ظالموں نے لوگوں کو کتنے بڑے دھوکے میں ڈال رکھا ہے ۔

فرمایا کہ اللہ نے ان آسمانوں اور زمین کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ ان کو سنبھالے ہوئے ہے ۔ اگر وہ اس پورے نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے نہ ہوتا تو زمین و آسمان ایک دوسرے سے ٹکرا کر ختم ہو چکے ہوتے ۔

فرمایا کہ اللہ ان کافروں کی فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنے حلم و برداشت اور معاف کر دینے کی عادت کی وجہ سے نظر انداز کر رہا ہے ۔ اگر اللہ ان کو ہر گناہ پر اسی وقت پکڑ لیا کرتا جب یہ کوئی گناہ یا خطا کرتے تو یہ روئے زمین پر ایک دن بھی نہ ٹھہر سکتے ۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ﴿۴۲﴾ اِ۟سْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ

إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾

ع ۸ ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

اوران (کفار ومشرکین نے) بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آ گیا تو وہ (دنیا کی) ہر قوم سے بڑھ کر زیادہ ہدایت حاصل کرنے والے ہوں گے لیکن جب ان کے پاس خبردار کرنے والا آ گیا تو ان کی نفرت کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا۔

یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والوں اور بدترین چالوں (والے لوگوں کی وجہ سے) ہوا۔

حالانکہ بری چالوں (کا وبال) صرف اس کے کرنے والے پر ہی پڑتا ہے۔

کیا یہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے ساتھ ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں جیسا معاملہ کیا جائے (تو یاد رکھو کہ) تم اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور نہ اللہ کی سنت کو بدلنے والا پاؤ گے۔

کیا یہ لوگ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگ جو قوت وطاقت میں بہت آگے تھے ان کا انجام کتنا بھیانک ہوا۔

(یاد رکھو) زمین اور آسمانوں میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کو (بے بس اور) عاجز کر دے۔

بے شک وہ بہت علم والا اور بہت قدرت والا ہے۔

اور اگر وہ لوگوں کے اعمال پر (ان کو فوراً) ہی پکڑ لیا کرتا تو زمین پر ایک جان دار کو بھی نہ چھوڑتا۔

وہ ان کو ایک مقرر مدت تک (سنبھلنے اور سمجھنے کی) مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب وہ مدت آجائے گی تو اللہ اپنے بندوں کو خود ہی دیکھ لے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

اَقْسَمُوْا — انہوں نے قسم کھائی

جَهْدَ — آگے بڑھ گیا

اَيْمَانٌ (يُمْنٌ) — قسمیں

اِهْدٰى — زیادہ ہدایت والا

اَلسَّيِّئُ — برائی۔ گناہ

لَا يَحِيْقُ — نہیں گھبراتا ہے

عَاقِبَةٌ — انجام

يُؤَاخِذُ — وہ پکڑتا ہے

اَجَلٌ — مدت

بَصِيْرٌ — بہت دیکھنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

یہود و نصاری جو اہل کتاب کہلاتے ہیں اپنی عملی برتری کا اظہار کرنے کے لئے کفار عرب کو طعنے دیتے تھے کہ تم گمراہ ہو اور تمہاری گمراہی کا سبب یہ ہے کہ تمہارے اندر تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا اور نہ تمہیں کوئی کتاب ہدایت دی گئی ہے۔

وہ کہتے تھے کہ ہمارے پیچھے چلو تمہاری نجات اسی میں ہے کیونکہ ہم صاحب کتاب ہیں۔ کفار مکہ یہود و نصاری کے طعنے سن سن کر جب عاجز آ گئے تو بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ اگر ہمارے اندر کوئی نبی اور رسول آیا تو ہم ان کا کہا مان کر حسن عمل کا ایسا پیکر بن کر دکھائیں گے کہ دنیا بھر کی امتیں حیران رہ جائیں گی اور تہذیب و شائستگی میں ساری دنیا سے آگے نکل جائیں گے۔

یہ تو ان کے زبانی دعوے تھے لیکن جب اللہ نے کئی ہزار سال کے بعد ایک ایسے عظیم نبی حضرت محمد ﷺ کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا جن کی عظمت و شان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا تو انہوں نے کہا ماننے کے بجائے نہ صرف ان کی اطاعت و فرماں برداری سے انکار کر دیا بلکہ اپنے آپ کو اعلیٰ و برتر اور بڑا سمجھنے والے متکبرین نے اپنی سازشوں کا جال اس طرح پھیلا دیا کہ جو بھی دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کی طرف قدم بڑھاتا تو اس کو شدید ترین مکر و فریب کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آخری نبی اور رسول اور آخری کتاب (قرآن مجید) دے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کا سامان ہو جائے۔ اب اگر کفار مکہ نے ان کی اطاعت و فرماں برداری اختیار نہ کی تو پھر اللہ کا وہ دستور سامنے آ جائے گا جو نہ تو تبدیل ہوتا ہے اور نہ ٹلتا ہے۔

فرمایا کہ ان نافرمانوں کو ان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنا چاہیے جو ان سے پہلے گذری ہیں جن کے کھنڈرات سے یہ لوگ گذرتے ہیں اور ان گمراہوں کی تاریخ سے اور انجام سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ساری دنیا کی طاقتیں اور قوتیں مل کر بھی اللہ کو بے بس اور مجبور نہیں کر سکتیں وہ جب چاہتا ہے اپنے حکم سے بڑی سے بڑی طاقت و قوت کو کچل کر رکھ دیتا ہے۔

یہ تو اللہ کا حلم و برداشت ہے کہ وہ انسانوں کے گناہوں پر فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کو سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع دیتا ہے اور برداشت سے کام لیتا ہے البتہ اس نے انجام کے لئے ایک مدت مقرر کی ہوئی ہے لیکن جب وہ فیصلے کی گھڑی آجائے گی تو پھر اس کے فیصلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور لوگ اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔

اللہ نے ہر ایک کو اپنی نظروں میں رکھا ہوا ہے وہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

الحمدللہ ان آیات کے ساتھ سورہ فاطر کا ترجمہ وتشریح تکمیل تک پہنچی

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۲ تا ۲۳

• ومن یقنت • ومالی

سورۃ نمبر ۳۶

یٰسٓ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ یٰسٓ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ نمبر	36
کل رکوع	5
آیات	83
الفاظ وکلمات	739
حروف	3090
مقام نزول	مکہ مکرمہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورہ یاسین کو پڑھا جاتا ہے تو اس کے لیے اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔ (دیلمی۔ابن حیان)

سورۂ یاسین کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی قسم کھا کر تصدیق فرمادی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور صراط مستقیم پر قائم ہیں۔

قرآن کریم کے متعلق فرمایا کہ اس کے نازل کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کر دیا جائے جو کفر و شرک اور اللہ کی نافرمانی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسے نافرمانوں کو ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں آپ ان کی نافرمانیوں، ضد اور ہٹ دھرمی کی پروانہ کیجیے آپ ﷺ اپنا مقصد زندگی بیان کرتے جایئے جو بھی اس پر ایمان لا کر عمل صالح کرے گا اس کو آخرت میں اجر عظیم عطا کیا جائے گا اور منکرین جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ کفار و مشرکین جس طرح آپ ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں اور دین کی سچائیوں کو قبول کرنے سے گریز کر رہے ہیں ان کو سمجھاتے رہیے۔ یہی تمام نبیوں اور رسولوں کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اللہ نے مثال کے طور پر ایک بستی کے نافرمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اس بستی میں آباد قوم نے کفر اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان کی اصلاح کے لیے دو پیغمبروں کو بھیجا جنہوں نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اسی دوران اللہ نے ان دونوں پیغمبروں کی حمایت و تصدیق کرنے کے لیے ایک اور پیغمبر کو بھیجا مگر نافرمان قوم نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی آدمی ہو آخر تمہارے اندر وہ کون سی خصوصیت ہے جس کی بنا پر ہم تمہیں اللہ کا پیغمبر سمجھ لیں۔ ان تمام پیغمبروں نے کہا کہ ہم جھوٹے نہیں ہیں بلکہ رب العالمین کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ کفار و منکرین نے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ جب سے تم نے یہ وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا ہے ہمارے گھروں اور خاندانوں میں ہر طرف نحوست پھیل گئی ہے۔ ہم بڑے سکون سے رہتے تھے مگر تمہاری باتوں کی وجہ سے ہمارے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر تم اپنی ان نصیحتوں سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ وہ بستی والے ایمان لانے کے بجائے ان پیغمبروں کے دشمن بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس

۴۰

قرآن کریم میں جتنی باتیں اور احکامات نازل کیے گئے ہیں وہ نہایت متانت، سنجیدگی اور وقار کا تقاضا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی چمک دمک اور رونقوں میں مبتلا ہو کر آخرت کی زندگی کو بھلا دیا ہے اور اپنی زندگیوں کو کھیل کود بنا لیا ہے ان کے مزاج اس طرح الٹ دیئے گئے ہیں کہ انہوں نے ہر سچی بات کو جھٹلانا اپنا مزاج بنا لیا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ایسے لوگوں کی پروا نہ کیجیے اور اپنا نیک مشن اور مقصد جاری رکھیے اور ان بدکرداروں کو سچائی کا شعور، صراط مستقیم کی تڑپ اور اللہ کے سامنے حاضری کا احساس دلاتے رہیے۔ حق و صداقت کی آواز پر تو صرف سعادت مند اور خوش نصیب لوگ ہی دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔

بستی کے آخری کنارے پر ایک نیک آدمی رہتا تھا اس نے ان پیغمبروں کی بات کو سن کر قبول کیا۔ جب اس نے یہ سنا کہ اس کی قوم اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلا رہی ہے اور ہر طرح کی دھمکیاں دے رہی ہے تو وہ بڑی تیزی سے جوش اور اسلامی جذبے سے سرشار ہو کر بستی والوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم اللہ کے پیغمبروں کا کہا مانو ان کی اتباع و پیروی کرو اور ان سے منہ نہ موڑو۔ یہ تمہاری بھلائی کے علاوہ تم سے کوئی معاوضہ اور بدلہ تو نہیں مانگ رہے ہیں۔ اس نیک آدمی نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کے دین و مذہب کو چھوڑ کر اگر اللہ کی عبادت و بندگی نہ کروں جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے تو میری طرف سے یہ سراسر زیادتی اور ظلم ہو گا۔ میں تو ایک اللہ کی بندگی کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم بھی اسی راستے پر چلو۔ جب قوم کے لوگوں نے اس نیک آدمی کی تقریر سنی تو وہ اس کو برداشت نہ کر سکے۔ جوش میں آ کر چاروں طرف سے اس پر لاتوں گھونسوں کی بارش کر دی اور اسے مار مار کر شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس شہید کو جنت کی راحتیں عطا کی گئیں اور اس نے عزت کا اعلیٰ ترین مقام دیکھا تو کہنے لگا کہ کاش میری قوم اس بات کو جان لیتی کہ مجھے رب العالمین نے دین اسلام کی برکت سے کتنا زبردست اعزاز و اکرام عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں یہ پیغمبر اللہ کا پیغام پہنچانے آئے تھے جب منکرین نے نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو پھر اس قوم پر عذاب آ گیا۔ ایک زبردست چنگھاڑ سنائی دی اور وہ سب کے سب وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اس وقت نہ ان کے معبود ان کے کام آئے اور نہ ان کی مال و دولت ان کو سہارا دے سکی۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ نافرمانی نہ کرتے اور ان انبیاء کرام کو نہ جھٹلاتے تو اس طرح صفحہ ہستی سے نہ مٹ جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور و فکر کیا ہے کہ چاند، سورج، ستارے تمہارے سامنے جگمگا رہے ہیں۔ دن اور رات آتے اور جاتے ہیں مگر انہیں کون کنٹرول کر رہا ہے کس کے حکم سے یہ چل رہے ہیں یقیناً ہر شخص کا ضمیر کہہ اٹھے گا کہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے جو کائنات کی ہر چیز کے نظام کو چلا رہی ہے۔ فرمایا کہ تم سمندروں کو دیکھتے ہو کہ اس میں جہاز اور کشتیاں چل رہی ہیں۔ اپنی زندگی گذارنے کے سامان ادھر سے ادھر لے کر جاتے ہو۔ انسان کو یہ طاقت اور صلاحیت کس نے عطا کی ہے۔ تم بھی عجیب ہو کہ دن رات اس کی نشانیوں اور انقلابات کو دیکھ کر بھی یہ جاہلانہ مطالبہ کرتے ہو کہ جس عذاب سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے اس کو آنا ہے تو آ جائے یعنی ان کا گمان تھا کہ اگر عذاب ہم پر آئے گا تو ہمارے جھوٹے معبود ہمیں بچا لیں گے۔ فرمایا کہ یاد رکھو جب اللہ کا عذاب آ جائے گا تو پھر کسی کو ایک لمحہ کی مہلت بھی نہ دی جائے

گی۔ اگر وہ بازاروں میں ہوگا تو اس کو گھر والوں تک پہنچنے کا موقع بھی نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب زندہ ہو کر بدحواسی میں ادھر ادھر دوڑتے ہوئے رب العالمین تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے کہ ہائے! ہماری بدنصیبی کہ ہم اس عذاب کے مقابلے میں اپنی قبروں میں زیادہ آرام سے تھے نہ جانے ہمیں کس نے ہماری قبروں سے اٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہی وہ قیامت کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہمارے پیغمبروں نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل حق اور سچ تھا۔ جن لوگوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے ان کو جنت کی راحتیں دی جائیں گی جن میں وہ خوش و خرم اور عیش و عشرت کی زندگی گزاریں گے۔ انہیں ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہوں گی اور وہ جو بھی نعمت کی تمنا کریں گے وہ فوراً ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ انہیں وہاں دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ اللہ کی طرف سے ان پر سلام آئے گا۔ اس کے برخلاف مجرمین کو اہل ایمان سے الگ کر دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کی آگ ہی میں رہو جنت کی راحتیں تم پر حرام ہیں۔ وہ جھوٹ بولتے ہوئے کہیں گے کہ الٰہی ہم پر جو الزامات ہیں وہ کام ہم نے نہیں کیے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں، پاؤں اور کھالوں تک کو زبان دے دے گا اور وہ ان کے ہر گناہ پر گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا کہ جس طرح گذشتہ قوموں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور طرح طرح کی باتیں کیں اسی طرح جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کو قرآنی آیات سناتے تو کہتے کہ یہ تو کوئی شاعر ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ کس قدر بدنصیب ہیں کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی شروع کر دی اور اپنے خالق و مالک اللہ کو بھول گئے کہنے لگے کہ جب ہم ہڈیاں ہو جائیں گے تو دوبارہ پیدا ہو سکتے ہیں؟ اللہ نے فرمایا کہ جس طرح اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے جو اللہ سبز درختوں سے آگ کو پیدا کر سکتا ہے وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

سُوْرَۃُ یٰسۤ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰسٓ ۞ ۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۞ ۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۞ ۳ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۞ ۴ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۞ ۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۞ ۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۞ ۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۞ ۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۞ ۹ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۞ ۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ۞ ۱۱ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۞ ۱۲

ع ۱ ۱۲ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۲

یٰسین، حکمت سے بھر پور اس قرآن کی قسم بے شک آپ اللہ کے رسولوں میں سے (ایک رسول) اور بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔ (یہ قرآن حکیم) زبردست اور رحم کرنے والے کی طرف

سے اتارا گیا ہے۔ تا کہ آپ (اس کے ذریعہ سے) ان لوگوں کو آگاہ کردیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا تھا۔ اسی لیے وہ غافل و بے خبر ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں پر اللہ کا عذاب ثابت ہو چکا ہے لہذا وہ ایمان نہیں لائیں گے بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جن سے وہ تھوڑیوں تک اس طرح جکڑ دیئے گئے ہیں کہ ان کے سر اوپر کو اُٹھے رہ گئے ہیں اور ہم نے ایک دیوار ان کے سامنے اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر کے (اوپر سے) اس کو ڈھانپ دیا ہے تو ان کو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ان کے لئے یہ بات یکساں ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آپ ﷺ تو صرف ان لوگوں کو ہی خبردار کر سکتے ہیں جو نصیحت کو قبول کرتے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں کو بخشش اور باعزت اجر و ثواب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

یقیناً ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور جو انہوں نے آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا اس سب کو ہم لکھ رہے ہیں اور ہم نے اس کو کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں محفوظ کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۲

اَلْحَكِيْمُ	پختہ اور مستحکم
حَقَّ الْقَوْلُ	بات پکی ہو چکی ہے (عذاب ثابت ہو چکا ہے)
اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ)	گردنیں
اَغْلَالٌ	طوق
اَلْاَذْقَانُ (ذَقَنٌ)	تھوڑیاں
مُقْمَحُوْنَ (مُقْمَحٌ)	سر اونچا کرنے والے (جو آگے نہیں جھکا سکتے)
سَدٌّ	دیوار
اَغْشَيْنَا	ہم نے ڈھانپ دیا
خَشِيَ	ڈرا
نَكْتُبُ	ہم لکھتے ہیں

قَدَّمُوْا	آگے بھیجا
اٰثَارٌ (اَثَرٌ)	پیچھے چھوڑی ہوئی نشانیاں (اعمال)
اَحْصَیْنَا	ہم نے گھیر لیا ہے
اِمَامٌ مُبِیْنٌ	کھلی کتاب

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۲

اس سورت کا آغاز بھی ایسے حروف سے کیا گیا ہے جن کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے یعنی وہ حروف جو معنی سے کٹے ہوئے ہیں اور ان کے معنی کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن اس جگہ بعض علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ''یسین'' کے معنی اے انسان کے ہیں جس سے مراد انسان کامل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں (ابن عباسؓ۔ عکرمہؒ)۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ان کے نام سے پکارا ہے جیسے یا آدمؑ، یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ لیکن اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن کریم میں کسی جگہ ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں کیا بلکہ آپ کی مختلف صفات سے آپ کو پکارا گیا ہے جیسے ''یا ایُّھا الْمُدَّثِرُ، یا ایُّھا الْمُزمّلُ'' وغیرہ اسی طرح آپ کے صحابہؓ نے بھی کبھی آپ کو ''یا محمد ﷺ'' کہہ کر خطاب نہیں کیا بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر کوئی بات عرض کیا کرتے تھے۔ البتہ کفار اور گستاخ منافقین آپ کو ''یا محمد'' کہہ کر اپنے کلام کا آغاز کرتے تھے۔ لہٰذا یا محمد کہنا یا لکھنا دونوں جائز نہیں ہیں۔ اس سورت کو ''یٰسین'' سے شروع کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے حکمت سے بھرپور قرآن کریم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ اس نے آپ کو اپنے رسولوں میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ یہ وہ صراط مستقیم (قرآن حکیم) ہے جس کو ایسے زبردست اور رحم و کرم کرنے والے اللہ نے نازل کیا ہے جس میں کسی شک وشبہ اور وہم کی گنجائش نہیں ہے۔ تا کہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو ان کے برے اعمال کے بدترین نتائج سے آگاہ کردیں اور ان کو اصل کامیابی و کامرانی اور منزل مقصود کی طرف رہنمائی فرمادیں۔ یہ اللہ کا وہ آسان اور سہل کلام ہے جسے ہر شخص سمجھ کر اس پر عمل کرسکتا ہے۔ فرمایا کہ آپ ان لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیجئے جن کے پاس سیکڑوں سال سے کوئی آگاہ اور خبردار کرنے والا نہیں آیا ہے۔ آپ ان کو وہ باتیں بتا دیجئے جن سے وہ خود اور ان کے باپ دادا ناواقف تھے۔ اب بھی اگر وہ خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو یہ ان کی بدنصیبی ہوگی۔ آپ کا کام ہے پیغام حق سنا دینا جو سعادت مند ہے وہ اس کو یقیناً مان لے گا لیکن جس کے مقدر میں بدنصیبی اس کے برے اعمال کے سبب لکھ دی گئی ہے وہ اس حقیقت کو کبھی تسلیم نہ کرے گا۔ لہٰذا آپ ایسے لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ ایسے لوگوں کو جنہیں ان کی دولت اور دنیا کے

اسباب نے غرور وتکبر کا پیکر بنا دیا ہے وہ اپنی بڑائی اور ذات میں اس طرح گم ہیں کہ وہ اپنے سے باہر کی کسی حقیقت کو اہمیت ہی نہیں دیتے اور گردنیں اکڑا کر چلتے ہیں ان کا انجام یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کی گردنوں میں ایسے طوق ڈال دیئے جائیں گے جوان کی گردنوں کو ٹھوڑیوں تک جکڑ دیں گے جن سے ان کا سر اور چہرہ اوپر کو اٹھارہ جائے گا۔ نہ وہ اپنی گردنوں کو ہلاسکیں گے اور نہ نیچے دیکھ سکیں گے یہ ان کی آخرت سے غفلتوں کا نتیجہ ہوگا۔

فرمایا کہ ہم نے ان کے سامنے اور پیچھے دیوار کھڑی کردی ہے جس سے وہ باہر کی ہر حقیقت کو دیکھنے سے محروم ہیں۔ حق و صداقت کو دیکھنے اور سننے کے قابل نہیں رہے۔ ان پر غفلتوں کے ایسے پردے پڑ چکے ہیں کہ ان کو آخرت اور عذاب الٰہی سے ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ جو آدمی کسی سچائی کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہو اس سے ایمان لانے کی توقع کرنا فضول ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار مسلط ہو چکی ہے۔ تاہم اے نبی ﷺ! آپ اپنا مشن جاری رکھئے جو لوگ اپنے دلوں میں خوف الٰہی کی شمعیں روشن کر چکے ہیں ان کا غیب پر کامل یقین ہے اور وہ اللہ و رسول کے ہر حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کو معافی و مغفرت اور ایک بہت بڑے اجر و ثواب کی خوش خبری دے دیجئے۔ فرمایا کہ ساری مخلوق کے مرجانے کے بعد نہ صرف ہم ان سب کو دوبارہ پیدا کریں گے بلکہ ان کے وہ تمام اعمال جو انہوں نے اپنے آگے بھیجے ہیں یا اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب لکھ کر محفوظ کر لئے گئے ہیں جس کے جیسے اعمال ہوں گے اس کو ویسا ہی بدلہ ملے گا۔

ان آیات کی چند باتوں کی وضاحت

یہ سورت جو عام طور پر ”سورہ یٰسین“ کہی جاتی ہے اس کے احادیث میں بہت سے نام آئے ہیں جو اس سورت کی عظمت کی نمایاں دلیل ہے۔ عَظِیْمَه. مُعِمَّه. مُدَافِعَه. قَاضِیَه.

عَظِیْمَه: وہ سورت جو عظمتوں سے بھر پور ہے۔

مُعِمَّه: جو شخص اس سورت کو پڑھتا ہے وہ دنیا و آخرت کی تمام برکات اور رحمتوں کو حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی۔

مُدَافِعَه: جو شخص اس سورت کی تلاوت کا عادی ہوگا وہ بہت سی بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

قَاضِیَه: اس سورت کو پڑھنے سے انسان کی ضروریات اور حاجات پوری کی جاتی ہیں۔ اس لئے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی حاجت کے لئے سورہ یٰسین کو پڑھے گا تو اس کی ہر حاجت پوری ہو جائے گی۔ (المحاملی)

نبی کریم ﷺ سے اور بہت سی احادیث میں اس سورت کے پڑھنے والوں کے لئے بعض سے ارشادات ہیں۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مرنے والے کے پاس اس سورت کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی موت کے وقت آسانی ہو جاتی ہے۔ (دیلمی۔ ابن حیان)

حضرت معقل ابن یسار نے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یٰسین'' قرآن حکیم کا قلب (دل) ہے۔ فرمایا کہ جو شخص سورۂ یٰسین پڑھے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ اس کو تم اپنے مرنے والوں پر پڑھا کرو۔ (نسائی۔ حاکم۔ روح)

حضرت یحییٰ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کو سورۂ یٰسین پڑھے گا وہ شام تک خوشی اور آرام سے رہے گا۔ اور اگر شام کو پڑھے گا تو صبح تک خوش و خرم رہے گا۔ فرمایا کہ مجھے یہ بات اس نے بتائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ (ابن الفریس)

☆ یہ بھی نبی کریم ﷺ کی شان اور عظمت کا ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی ہے اور قسم کھائی ہے۔ یہ مقام کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہیں ہے۔

اہل عرب کا دستور یہ تھا کہ جب وہ کوئی یقینی بات کہتے تھے تو قسم کھا کر کہتے تھے تا کہ دوسرے کو اس بات کی سچائی پر یقین آ جائے۔ دوسرے یہ کہ کلام کی فصاحت و بلاغت کا یہ بھی انداز تھا کہ اس کلام میں مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زمین و آسمان، چاند، سورج، ستاروں، دن رات، گھوڑوں اور نفس انسانی اور اپنی ذات اور قرآن کریم کی قسمیں کھا کر بہت سی ان حقیقتوں کی وضاحت فرمائی ہے جو انسان کو کھلی آنکھ سے نظر آتی ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے سات مقامات ہیں جہاں اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت پر قسم کھاتے ہوئے ان کفار کو جو قسمیں کھا کر آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کیا کرتے تھے آگاہ اور خبردار کیا ہے کہ آپ کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جس میں کسی شک و شبہ اور وھم کی گنجائش نہیں ہے۔ اور آپ کو جو کتاب الٰہی دی گئی ہے وہ علم و حکمت اور دانائی و بینائی کے اصولوں سے بھرپور ہے اور قیامت تک اسی کی روشنی میں زندگی کے اندھیرے دور کئے جا سکیں گے۔

☆ قرآن کریم میں جتنی باتیں اور احکامات نازل کئے گئے ہیں وہ نہایت متانت، سنجیدگی اور وقار کا تقاضا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جنھوں نے دنیا کی چمک دمک اور رونقوں میں مبتلا ہو کر آخرت کی زندگی کو بھلا دیا ہے اور اپنی زندگیوں کو کھیل کود بنا لیا ہے ان کے مزاج اس طرح الٹ دیئے گئے ہیں کہ انہوں نے ہر سچی بات کو جھٹلانا اپنا مزاج بنا لیا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ جو اپنی بدعملی کی انتہاؤں تک پہنچ چکے ہیں آپ ان کی پروا نہ کیجئے کیونکہ ان پر حجت تمام ہو چکی ہے اور اب وہ ان لوگوں میں شامل ہو کر اپنے عقیدے میں پختہ ہو چکے ہیں جن پر اللہ کا عذاب طے ہو چکا ہے لہٰذا آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور آپ پیغام رسالت کو ساری دنیا تک پہنچانے کی جس جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اس مشن کو جاری رکھئے اور ان بدکرداروں کو سچائی کا شعور، صراط مستقیم کی تڑپ اور اللہ کے سامنے حاضری کا احساس دلاتے رہئے۔ ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو حق و صداقت کی آواز کو سن کر اس کی طرف دوڑ کر آئیں گے اور دین اسلام کی سچائیوں کو ساری دنیا میں پھیلانے میں اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپ ان کو پیغام حق پہنچایئے جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کی شمعیں روشن کرنا چاہتے ہیں یہی ایک انعام عظیم کے مستحق ہوں گے اور ان کو ان کی نیکی اور قربانیوں کا پورا پورا بدلہ اور صلہ دیا جائے گا۔

☆اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری سے منہ موڑ کر چلیں گے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ گردنوں میں طوق ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کسی مجرم کی گردن اچھی طرح شکنجے میں اس طرح جکڑ دی جائے جس سے اس کا چہرہ اور سر اوپر کو اٹھا رہ جائے۔ جس سے وہ اپنی گردن کو نہ تو ہلا سکتا ہو اور نہ اپنے سر کو نیچے کر سکتا ہو۔ اگر وہ کسی راستے پر جا رہا ہو اور راستے میں کوئی کھڈ یا گڑھا آ جائے اور وہ اس میں گر کر ہلاک ہو جائے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اسی طرح وہ لوگ جو زندگی کے اسباب کا طوق اپنے گلے میں ڈالے گھوم رہے ہیں وہ کبھی سچائی کو دیکھنے کے قابل نہیں رہ جاتے۔ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ حق و صداقت کو قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نہ وہ حق کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ وہ اللہ کے سامنے اپنی گردن جھکانے کو تیار ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ان کی غفلت کا یہ حال ہے کہ وہ کائنات میں بکھری ہوئی ہزاروں نشانیوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا پیغام دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچاتے رہیے جو سعادت مند اور خوش نصیب ہیں وہ اس کو مان لیں گے لیکن جنہوں نے بد نصیبی اور جہنم کا راستہ اختیار کر لیا ہے اور انہوں نے اپنے دل کو سخت بنا لیا ہے ان کے سامنے ساری حقیقتیں بھی کھول کر رکھ دی جائیں گی وہ ان کو کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دنیا کی رونقوں، چمک دمک، مال و دولت کی کثرت، باپ دادا کی اندھی تقلید، غفلت، جہالت، بد عملی، نادانی اور ان کے اعمال کی شامت نے چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیا ہے کہ جیسے ان کے آگے اور پیچھے ایک دیوار ہے اور اوپر سے اس کو ڈھانپ دیا گیا ہے۔ جس طرح ایسا شخص اردگرد سے بے خبر اور غافل ہوتا ہے اسی طرح اپنی خواہشات کی دیواروں میں یہ اس طرح بند ہیں کہ وہ حق و صداقت کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اللہ نے ایسے لوگوں کے لئے بدترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ ”وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ“ اور ہم اس کو لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا یا اس کو پیچھے چھوڑا۔ عمل کو آگے بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں جو بھی اچھا یا برا عمل کرتا ہے وہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ آخرت میں لکھا لکھایا اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ جس کے اعمال اچھے ہوں گے وہ جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہو گا اور جس کے برے اور بدترین اعمال ہوں گے اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم کے انگاروں پر لوٹنا ہو گا۔ یہ تو وہ اعمال ہیں جو اس نے آگے بھیجے ہیں لیکن وہ نیک اعمال جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہ اس کے لئے ثواب جاریہ ہیں جن کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا جیسے اس نے نیک اولاد چھوڑی یا اس نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس میں اللہ کے بندوں کا بھلا ہو وہ اس کے لئے صدقہ جاریہ ہے جیسے کسی نے مسجد بنوا دی یا اس کے بنوانے میں شرکت کی یا کسی کو حافظ قرآن یا عالم بنا دیا جب تک وہ مسجد رہے گی حافظ قرآن کو سناتا رہے گا عالم اپنے علم کو پھیلاتا رہے گا اس کا ثواب اس کے کرنے والے کو بھی ملے گا اور بغیر کسی کمی کے اس شخص کو بھی ملتا رہے گا جس نے اس کار خیر کا

آغاز کیا تھا۔ اسی طرح اگر کسی نے کوئی ایسا کام کیا جو اللہ و رسول کی نافرمانی کا کام ہے تو اس کا عذاب کرنے والے کو اور جس نے اس کو قائم کیا دونوں کو ملے گا۔

حضرت جریر ابن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا ثواب (قیامت تک) ملتا رہے گا اور اس کے طریقے پر جو عمل کریں گے ان کو بھی ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی کی جائے اور جس نے برا طریقہ جاری کیا تو اس کو (قیامت تک) گناہ ملتا رہے گا اور جتنے لوگ اس برے عمل کو اختیار کریں گے ان کا گناہ اس (جاری کرنے والے) کو بھی ملتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہ میں کمی آئے۔

(ابن کثیر۔ ابن ابی حاتم)

وقف لازم

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ ۙ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔـلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۲﴾ ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿۲۳﴾ إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ﴿۲۵﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿۲۷﴾ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿۲۸﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ﴿۲۹﴾ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۳۰﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾

الجزء ۲۳ — ع ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

(اے نبی ﷺ!) آپ ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال بیان کیجئے۔ جب اس میں کئی رسول آئے پھر ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان کو تائید وقوت دی۔ تینوں نے کہا کہ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ کہنے لگے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر (آدمی) ہو۔ رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ تم محض جھوٹ کہہ رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا رب اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم بے شک (اللہ کی طرف سے) تمہاری (ہدایت کے لئے) بھیجے گئے ہیں۔ ہمارے ذمہ تو کھول کھول کر واضح طریقے پر پہنچا دینا ہے۔ کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس (قدم) سمجھتے ہیں۔ اگر تم (اپنی وعظ ونصیحتوں سے) باز نہ آئے

تو ہم تمہیں سنگسار (پتھر مار کر ہلاک) کردیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا تم اس کو (نحوست کہتے ہو کہ) تمہیں سمجھایا جارہا ہے۔ واقعی تم لوگ حد سے گذر جانے والے ہو۔ اور شہر کی دور کی جگہ سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم رسولوں کی پیروی کرو (ان کا کہا مانو) ان لوگوں کے پیچھے چلو جو تم سے کوئی معاوضہ (صلہ یا بدلہ) نہیں مانگتے۔ جب کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں۔ اور مجھے کیا ہوا کہ میں اس (اللہ کی) عبادت و بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کو چھوڑ کر ایسوں کو معبود بنالوں کہ اگر رحمٰن مجھے نقصان پہنچانا چاہے نہ تو ان (معبودوں) کی سفارش میرے کام آئے۔ اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں۔ اور اگر میں ایسا کروں گا تو کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑوں گا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا۔ تم میری بات (غور سے سنو)۔ (یہ کہتے ہی اس کو شہید کردیا گیا) اسی شہید سے کہا گیا کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ۔ وہ کہنے لگا کاش میری (حالت اور بات) کو میری قوم جان لیتی کہ مجھے تو میرے رب نے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں شامل کردیا۔ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر (آسمان سے فرشتوں کا) لشکر نہیں بھیجا کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی سزا صرف یہ تھی کہ ایک زبردست چنگھاڑ آئی اور وہ اچانک آگ کی طرح بجھ کر رہ گئے (مرگئے)۔ ان لوگوں پر افسوس ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی بستیوں کو (نافرمانی کی وجہ سے) تباہ و برباد کردیا کہ وہ پھر کبھی (ان بستیوں کی طرف) لوٹ کر نہ آئے۔ اور کوئی ایسا نہ ہوگا جسے ہمارے پاس حاضر نہ کیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

اَلْقَرْيَةُ	بستی۔ آبادی
اِثْنَيْنِ	دو
عَزَّزْنَا	ہم نے قوت دی
اَلْبَلٰغُ	پہنچا دینا

تَطَیَّرْنَا	ہم منحوس سمجھتے ہیں
نَرْجُمَنَّ	ہم پتھر مار کر ہلاک کریں گے
یَمَسَّنَّ	ضرور پہنچے گا
مُسْرِفُوْنَ	حد سے بڑھنے والے
اَقْصَا	دور
مَالِیَ	مجھے کیا ہوا؟
فَطَرَ	اس نے پیدا کیا
لَا تُغْنِ	فائدہ نہ دے گا
لَا یُنْقِذُوْنَ	وہ چھڑا نہ سکیں گے
یٰلَیْتَ	اے کاش
اَلْمُکْرَمِیْنَ	عزت دینے والے لوگ
جُنْدٌ	لشکر
صَیْحَۃٌ	چنگھاڑ۔ زوردار آواز۔ دھماکہ
خَامِدُوْنَ	بجھ کر رہ جانے والے
اَلْقُرُوْنُ (قَرْنٌ)	قومیں۔ بستیاں
مُحْضَرُوْنَ	حاضر کئے گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

ان آیات میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین کو بطور مثال ایک ایسی بستی کا واقعہ سنا دیجئے کہ جب اللہ نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے متعدد پیغمبر بھیجے پہلے دو پیغمبروں کو بھیجنے کے بعد ایک اور پیغمبر کو مزید قوت اور تائید کے لئے بھیجا گیا انہوں نے اس بستی کے لوگوں کو اللہ کی ذات اور برے اعمال کے بدترین انجام سے ڈرایا اور کہا کہ اللہ نے

ہمیں تمہاری ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ تم اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور ان بے حقیقت جھوٹے معبودوں کی عبادت وبندگی سے باز آجاؤ تاکہ تم قیامت کے دن ہر طرح کی رسوائیوں سے بچ سکو۔ ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اب ماننا یا نہ ماننا یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ سب کچھ سننے کے بعد کہنے لگے کہ تم اللہ کے پیغمبر کیسے ہو سکتے ہو کیونکہ تم تو ہمارے ہی جیسے ''بشر'' ہو۔ یہ وہ جواب ہے جو قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود نے بھی اپنے پیغمبروں کو دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان آخر وہ کون سا فرق ہے جس کی وجہ سے ہم یہ بات مان لیں کہ واقعی تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ نے کوئی ایسی چیز نازل نہیں کی جس کا تم دعویٰ کر رہے ہو۔ اس طرح انہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلاتے ہوئے ان کے پیغام کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اللہ کے ان پیغمبروں نے نہایت سنجیدگی اور وقار سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ اس نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے۔ ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا اب تم مانتے ہو تو دنیا و آخرت کی ہر کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ کہنے لگے کہ کامیابیاں تو ہمارے قدم کہاں چومیں گی تمہاری ان باتوں کی وجہ سے اور ہمارے بتوں کی برائیاں بیان کرنے سے ہمارے معبود ہم سے ناراض ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے اوپر طرح طرح کی مصیبتیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ بارش نے برسنا چھوڑ دیا، ہمارے کھیت خشک ہو گئے جس سے قحط پڑنا شروع ہو گیا۔ ہم سب عیش و عشرت سے زندگی گذار رہے تھے ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا مگر تمہارے قدموں کی نحوست سے ہمارے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ باتیں جو تم کر رہے ہو ان کو بند کرو ورنہ ہم برداشت نہیں کریں گے اور تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور تمہیں ایسی ایسی اذیتیں دیں گے جن سے تم عاجز و بے بس ہو کر رہ جاؤ گے۔ اللہ کے پیغمبروں نے ان کی جاہلانہ باتوں کا نہایت سنجیدگی اور وقار سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب کچھ جو آفتیں آ رہی ہیں وہ تمہارے اعمال کی شامت کی وجہ سے آ رہی ہیں۔ اگر تم ہماری بات پر غور کرتے اور اللہ کا حکم مان لیتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس میں تم سب کی بھلائی ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابی ہے لیکن تم تو زندگی کے ہر معاملے میں حد سے گذر جانے والے ہو اسی لئے یہ ساری نحوستیں تم پر نازل ہو رہی ہیں۔ ان پیغمبروں کی پوری قوم نے جب اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے کمر کس لی تو اس بستی کے آخری کنارے پر ایک نیک اور متقی شخص رہتا تھا جو رزق حلال کماتا تھا اور اللہ کی عبادت و بندگی میں لگا رہتا تھا جب اسے اپنی قوم کے برے ارادوں اور بے راہ روی کی اطلاع ملی تو وہ بھاگا ہوا دوڑتا چلا آیا اور اس نے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی تاکہ وہ برے ارادے سے باز آجائیں اور اللہ کے عذاب سے بچ جائیں اس شخص نے کہا کہ اللہ کے بندو! یہ پیغمبر اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ جو بھی پیغام لے کر آئے ہیں اس کی اتباع اور پیروی کرو ان کی نصیحتوں پر عمل کرو۔ وہ یہ سب کچھ تمہاری بھلائی کے لئے کہہ رہے ہیں اس میں ان کی کوئی ذاتی غرض اور لالچ نہیں ہے وہ تم سے یہ سب کچھ کرنے پر کوئی صلہ یا بدلہ تو نہیں مانگ رہے ہیں۔ وہ خود بھی سیدھے راستے پر ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے پر چلو۔ اس شخص نے اپنی مثال دیتے ہوئے کہا کہ میں آخر اس ذات کی عبادت و بندگی کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب کو اسی ایک پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں ایسے معبود کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا لوں حالانکہ اگر وہ رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان بتوں کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور وہ سب مل کر مجھے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ اگر میں ایسا کروں گا تو کھلی ہوئی گمراہی

میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا۔ تم بھی اسی طرح ایمان قبول کرلو۔ اس شخص کا آنا اس پوری قوم کو سخت ناگوار گذرا اور انہوں نے اس کو لاتوں اور گھونسوں سے مار مار کر شہید کر دیا۔ اللہ نے اس شخص کے لئے جنت کا فیصلہ کر کے فرمایا کہ تو جنت کی راحتوں میں داخل ہو جا۔ جب اس نے جنت کی راحتوں کو دیکھا تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم یہ دیکھتی کہ اللہ پر ایمان لانے اور اس پر ثابت قدمی کی وجہ سے اللہ نے نہ صرف اس کی مغفرت کر دی ہے بلکہ اس کو اعلیٰ ترین مقام عطا فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس قوم کی نافرمانیوں کی سزا دینے کے لئے کوئی لشکر نہیں اتارا کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت بھی نہ تھی بس یکا یک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور سب بجھ کر رہ گئے۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے کہ ان کے پاس جب بھی کوئی سمجھانے والا آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا اور شدید مخالفت کی۔ حالانکہ اگر غور و فکر سے کام لیتے تو انہیں اللہ کا یہ دستور معلوم ہو جاتا کہ جب اللہ نے کسی قوم کو برباد کیا ہے تو وہ پھر کبھی اپنے گھروں کی طرف پلٹ کر نہیں آئے۔ فرمایا کہ وہ اللہ سے کتنے بھی بھاگ کر دور چلے جائیں آخر کار ان کو ایک دن اس کے سامنے ہی حاضر ہونا ہے۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

(۱)۔ اس پر بحث کرنا کہ یہ کون سی بستی تھی؟ ان پیغمبروں کے نام کیا تھے؟ یہ کب آئے تھے؟ اس موقع پر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک عام واقعہ ہے جس کا مقصد ان قریش مکہ کو بتانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی تعصب، ہٹ دھرمی اور ضد کو نہ چھوڑا تو ان کا انجام بھی اس بستی والوں سے مختلف نہ ہوگا۔

(۲)۔ بشریت انبیاء پر کسی بحث کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہر دور میں کفار نے انبیاء کی بشریت کا انکار کیا ہے وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی ہم جیسا جیتا جاگتا، چلنے پھرنے والا انسان ہو۔ اس کو تو ایسا ہونا چاہیے کہ جو بشریت اور اس کے تقاضوں سے بلند تر ہو۔ حالانکہ تمام انبیاء کرام کا ایک ہی جواب تھا کہ "واقعی ہم تمہاری طرح بشر ہونے کے سوا کچھ نہیں ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے عنایت کرتا ہے (سورۂ ابراہیم ۱۰-۱۱)۔ اگر قوم نوحؑ، قوم عادؑ اور قوم ثمود کے حالات زندگی پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہی وہ بات تھی جس نے ان کو ہدایت سے دور رکھا اور اسی بنیاد پر تباہی آئی۔

(۳)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "لَا طِیَرَةَ فِی الْاِسْلَام" دین اسلام میں کسی چیز کے لئے بدشگونی اور نحوست کوئی چیز نہیں ہے کسی انسان کا قدم منحوس نہیں ہوتا بلکہ جو مصیبتیں آتی ہیں وہ انسان کے اعمال کی وجہ سے آتی ہیں مگر تمام وہ لوگ جو اپنی کمزوریوں پر غور کرنے کے بجائے دوسروں پر یہ کہہ کر ڈال دیتے ہیں کہ یہ سب کام جو خراب ہوتے جا رہے ہیں اس کی وجہ یہ شخص ہے اس کی نحوست سے سارے کام بگڑ رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھئے اسلام نے ہمیں ان باتوں سے روکا ہے۔ ایک مسلمان کی زبان سے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ وہ دوسروں کو منحوس قدم کہے یا سمجھے۔

(۴)۔ اصل میں تمام وہ لوگ جو دین اسلام کی سربلندیوں کے لئے جدوجہد یا کوشش کر رہے ہیں ان کو یہ اصول ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ حق و صداقت کی بات اثر ضرور کرتی ہے اس میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے شاید کوئی ایک شخص حق و

صداقت کی بات سن کر اس کو قبول کر لے اور جب وہ اپنا سب کچھ قربان کر دے تو اس کی قربانیوں کے نتیجے میں حق وصداقت پر چلنے والوں کی نجات ہو جائے۔

(۵)۔ جب قوموں کی نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے غرور وتکبر انتہا کو پہنچ جاتا ہے تب اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے وہ دنیا والوں کی طرح اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ لشکر بھیج کر کسی قوم پر فتح حاصل کی جائے۔ بلکہ اس کا حکم ہی کافی ہوتا ہے۔ ہمیں اس کی ذات اور قوت پر اعتماد کر کے یقین کر لینا چاہیے کہ وہ رب اس قدر طاقت ور ہے کہ اس کے سامنے ساری دنیا کی طاقتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۚ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

مردہ زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے جسے ہم نے (بارش کے ذریعہ) زندہ کیا اور اس سے ہم نے غلہ (اناج) نکالا جسے وہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات لگائے اور ہم نے اس میں پانی کے چشمے بہا دیئے تا کہ وہ اس کے ثمرات (پھلوں) کو کھائیں (حقیقت یہ ہے کہ) ان سب چیزوں کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا پھر کیا وجہ ہے کہ وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ وہ ذات پاک ہے جس نے سب چیزوں کے جوڑے بنائے ان میں سے بھی جنہیں زمین اگاتی ہے۔ خود ان کے اپنے نفسوں (جانوں) میں سے اور ان میں سے بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔ ان کے لئے رات بھی ایک نشانی ہے کہ جب ہم دن (کی روشنی کو) کھینچ نکالتے ہیں تو وہ اچانک اندھیروں میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج (بھی ایک نشانی ہے جو) اپنے مقرر راستے پر چلتا رہتا ہے۔ اور یہ اس اللہ کا لگا بندھا مقرر نظام ہے جو زبردست ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور چاند (بھی ایک نشانی ہے جس کی) ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی شاخ۔ نہ سورج کی طاقت ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ یہ سب (اپنے مرکز کے گرد) اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا۔ اور ہم نے ان کے لئے اس کشتی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔ پھر (وہاں) نہ تو کوئی فریاد سننے والا ہو گا اور نہ وہ بچائے جاسکیں گے سوائے اس کے کہ ہماری رحمت ہو۔ اور یہ (اللہ کا فیصلہ ہے کہ) ایک متعین وقت تک ان کو فائدہ پہنچانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

حَبٌّ دانہ

نَخِيلٌ کھجور

اَعْنَابٌ (عِنَبٌ)	انگور
فَجَّرْنَا	ہم نے پھاڑ دیا
اَلْاَزْوَاجُ (زَوْجٌ)	جوڑے
اَلْعُرْجُوْنَ	کھجور کی ٹہنی۔شاخ
یَرْكَبُوْنَ	وہ سوار ہوتے ہیں
صَرِیْخٌ	چیخ۔فریاد

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی بے شمار نعمتوں کو بکھیر رکھا ہے جو ایک ایسے نظام میں بندھے ہوئے ہیں کہ اپنی مرضی سے ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتے۔ یہ اللہ کی ایسی نشانیاں ہیں جنہیں دن رات آدمی دیکھتا ہے لیکن ان پر غور نہیں کرتا۔ اگر وہ ان تمام نعمتوں پر غور وفکر سے کام لے تو اس کے دل میں اس کائنات کے خالق کی ایسی عظمت چھا جائے کہ پھر اس کے سوا کسی کی عظمت کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ ہر انسان دیکھتا ہے کہ ایک زمین بالکل خشک اور سوکھی پڑی ہے جو ویران سی لگتی ہے لیکن جیسے ہی بارش برستی ہے تو اس سوکھی اور مردہ سی زمین میں زندگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں اور کچھ دنوں میں وہ زمین ہری بھری دکھائی دینے لگتی ہے۔ درختوں پر ایک رونق سی آجاتی ہے، کھجوریں اور انگور اگ آتے ہیں۔ پھر انسانوں اور نباتات کو سرسبز وشاداب رکھنے کے لئے جگہ جگہ پانی کے چشمے بہنے لگتے ہیں جن کے ذریعہ کھیتوں، درختوں اور بیلوں کے ذریعہ انسانوں اور تمام جان داروں کے رزق کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اللہ نے انسان کو یہ طریقہ سکھایا ہے کہ وہ زمین کو تیار کر کے اس میں بیج ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سوال کیا ہے کہ کھیتوں کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ انسان تو کھیتی باڑی میں ایک کام کرتا ہے لیکن ننانوے کام تو اللہ کی قدرت سے ہوتے ہیں انسان اللہ کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو ترتیب دیتا ہے لیکن وہ خود ان چیزوں کا خالق نہیں ہوتا۔ خالق صرف اللہ ہی ہے اسی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک کھلی ہوئی نشانی ہے کہ زمین، ہوا، مٹی، پانی سب ایک ہی فضا میں ہیں لیکن ان سے پیدا ہونے والی چیزیں بالکل مختلف ہیں۔ مزا

مختلف، شکل صورت مختلف، کوئی پھل میٹھا ہے کوئی کھٹا، کوئی نمکین ہے تو کوئی کڑوا۔ اسی طرح انسانوں میں بھی یہی صورت ہے کہ ماں باپ اور گھر کا ماحول ایک جیسا لیکن صورت، شکل اور مختلف ذہنوں اور مزاجوں میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ کوئی گورا کوئی کالا کوئی پیلا تو کوئی سرخ۔ فرمایا کہ اسی طرح اللہ کی نشانیوں میں سے رات اور دن کا آنا جانا ہے۔ جب رات پر دن کی روشنی چھا جاتی ہے تو وہ روشن ہو جاتی ہے اور جب دن کی روشنی پر رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو جاتا ہے۔ سورج اپنے مقرر راستے پر چل رہا ہے اور چاند اپنی رفتار اور انداز سے اپنی منزلیں طے کرتا ہے کبھی وہ گھٹتا ہے اور کبھی بڑھتا ہے کبھی وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی شاخ مڑ کر کمان بن جاتی ہے۔

چاند، سورج اور ستارے سب کے سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح کنٹرول کر رکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے تک نہیں پہنچ سکتے۔ سورج اپنے مدار اور دائرے سے نکل کر چاند کے دائرے میں نہیں جا سکتا اور چاند اپنے مدار کو چھوڑ کر سورج کی طرف نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی جتنے بھی سیارے اور ستارے ہیں اللہ نے ان کے دائرے مقرر کر دیئے ہیں وہ اب اللہ کی حمد و ثنا تسبیح کرتے ہوئے اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہے ہیں۔ کروڑوں سال سے یہ نظام اسی طرح چل رہا ہے جو اللہ کی قدرت کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ فرمایا کہ خود انسان کی اپنی ذات میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ جب حضرت نوحؑ کی قوم پر پانی کا عذاب آیا تو اس وقت کی معلوم دنیا اس پانی میں غرق ہو گئی اور سوائے سفینہ نوحؑ کے جو انسانوں اور جانوروں سے بھرا ہوا تھا ایک جان دار بھی زندہ نہ رہ سکا لیکن اللہ کی قدرت سے حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والے لوگ اور جان داروں کے جوڑے اس کشتی میں سوار کرا دیئے گئے تھے وہی بچ سکے ان کے علاوہ سب کے سب غرق کر دیئے گئے۔ اس طرح نسل انسانی کا سلسلہ باقی رہ سکا۔ پھر وہی نسل انسانی پھیلتی اور بڑھتی چلی گئی۔ فرمایا کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے انسانوں کے لئے ایسی ایسی سواریاں پیدا کیں اور آئندہ زمانے میں انسانی ضرورتوں کے لحاظ سے مختلف سواریاں پیدا کی جاتی رہیں گی۔ سمندر میں ایک جہاز ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ نے پانی اور ہواؤں کو انسان کے اس طرح تابع کر دیا کہ وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اپنی ضرورت کا سامان اور لوگوں کو پہنچانے کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح خشکی میں بھی اس نے طرح طرح کی سواریاں پیدا کی ہیں۔ موجودہ دور میں انسانی ترقی کا راز فضا، ہوا، سمندر اور خشکی پر چلنے والی سواریاں ہی ہیں جن سے ساری دنیا ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے لیکن ان فضاؤں، خشکی اور تری کو انسان کے تابع کس نے کر دیا ہے۔ یقیناً اسی ایک اللہ نے جو کائنات کی ساری چیزوں کا خالق اور بنانے والا ہے۔ وہی شکر اور عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ اگر کوئی شخص ان کھلی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود اور کارساز اور مشکل کشا مانتا ہے تو یہ اس کی سب سے بڑی بھول اور بدنصیبی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ع ۳ ۱۸ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اس عذاب سے) ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو کچھ تمہارے پیچھے ہے۔ تا کہ تم پر رحم و کرم کیا جائے۔ اور ان کے رب کی طرف سے جب بھی کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو وہ کافر ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے ہیں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو ان کو بہتر طریقے سے کھلا دیتا تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

بس یہ تو ایک چنگھاڑ (صور کی آواز) کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ آپس میں جھگڑتے ہی رہ جائیں گے۔ اس وقت وہ نہ تو کوئی وصیت ہی کر پائیں گے اور نہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ سکیں گے۔ اور جب صور پھونکا جائے گا تو وہ اچانک قبروں سے (اٹھ کر) اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔ وہ کہیں گے ہائے ہماری بدنصیبی کہ ہماری قبروں سے ہمیں کس نے اٹھا دیا۔ (اس وقت کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے صحیح کہا تھا۔ وہ چنگھاڑ (ہیبت ناک آواز) ہوگی۔ پھر اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ پس آج کے دن کسی شخص کے ساتھ بے انصافی نہ ہوگی اور تمہیں اس کا (پورا پورا) بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

بَیْنَ اَیْدِی	سامنے
خَلْفٌ	پیچھے
اَنُطْعِمُ	کیا ہم کھلائیں
صَیْحَۃٌ	چنگھاڑ۔ زوردار آواز
یَخِصِّمُوْنَ	وہ جھگڑ رہے ہوں گے
اَ لْاَجْدَاثُ	قبریں
یَنْسِلُوْنَ	وہ دوڑیں گے
لَا تُجْزَوْنَ	بدلہ نہ دیئے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

نبی کریم ﷺ جب کفار و مشرکین سے کہتے کہ میں جن آیات اور کلام الٰہی کو لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ کا خوف اختیار کرو تا کہ تم پر دنیا میں اور آخرت میں رحم و کرم نازل کیا جائے اور اپنے سے غریب، مفلس اور ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کرو۔ تو وہ اللہ کی آیات اور نبی کریم ﷺ کی باتوں کا مذاق اڑاتے اور جاہلانہ اعتراضات کر کے اپنے آپ کو مطمئن ظاہر کر کے بے نیازی دکھایا کرتے تھے۔

جب ان سے یہ کہا جاتا کہ اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس کو جائز طریقے پر خود بھی استعمال کرو اور اپنے ان غریب بھائی، بہنوں، رشتہ داروں اور ضرورت مندوں پر بھی خرچ کرو اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرو جو غریب و مفلس ہیں تو وہ اپنے اوپر سے بات ٹالنے اور مذاق اڑانے کے لئے کہتے کہ جس کو اللہ ہی نے بھوکا رکھا ہے ہم کون ہوتے ہیں کہ اس کو کھلائیں پلائیں۔ وہ جانے اس کا رب جانے ہم سے ایسی گمراہی کی باتیں نہ کرو۔ جب سب کا رازق اللہ ہے تو وہی ان کا پیٹ بھرے گا۔ ان لوگوں نے اتنی بڑی بات کہتے وقت یہ نہ سوچا کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو کچھ دے کر اس کی مدد کرتا ہے یا بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے تو وہ اس کا رازق نہیں بن جاتا بلکہ وہ اللہ کے رزق میں سے دوسروں کو دینے کا واسطہ بن جاتا ہے جس پر اس کو اجر و ثواب ملتا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اس کو براہ راست بھی دے سکتا ہے جس طرح وہ حیوانات کو بغیر کسی واسطے کے دیتا ہے۔ ہر جاندار زمین کے مختلف گوشوں سے اپنا رزق حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنا رزق حاصل کرنے میں کسی کارخانے اور دوکان کا محتاج نہیں ہوتا جب کہ انسان کی ضروریات کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنا رزق روزی حاصل کرنے میں دوسروں کا محتاج ہے۔ اگر غریب اور ضرورت مند آدمی مال داروں کے کارخانوں اور دوکانوں وغیرہ میں کام نہ کرے تو دولت مندوں کو عیش و آرام کے اسباب کہاں سے مل سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر صاحب حیثیت اور مال دار کو غریبوں اور حاجت مندوں کی ضرورت نہ ہو تو وہ غریب اپنا پیٹ کہاں سے بھریں گے۔ اللہ نے ایسا نظام بنا دیا ہے کہ ہر شخص اپنے راحت و آرام کے اسباب اور رزق حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی طرح جب ان سے کہا جاتا تھا کہ لوگو! قیامت تم سے دور نہیں ہے۔ اس کا آنا یقینی ہے جس میں اللہ و رسول کے نافرمانوں کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ تم اس عذاب سے بچنے کی تدبیریں کرو اور تم نے دنیا میں جو کچھ اعمال کئے ہیں ان کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ اس کی تیاری کرو۔ اگر تمہارے اعمال درست ہوئے تو اس دن تم پر رحم و کرم کیا جائے گا ورنہ ابدی جہنم

کے انگاروں پر تڑپنا ہوگا۔ وہ یہ سب باتیں سن کر بے پروائی سے منہ پھیر کر چل دیتے اور کہتے کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ سنتے سنتے ہمارے کان پک گئے ہیں۔ اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو اس کو لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس جاہلانہ جواب پر یہ نہیں فرمایا کہ قیامت کب آئے گی بلکہ یہ فرمایا کہ تم اس مسئلہ میں جھگڑ رہے ہو گے اور قیامت اچانک آ جائے گی تو پھر کسی کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جائے گی۔ فرمایا کہ ایک کرخت، سخت اور ہیبت ناک آواز کے ساتھ اس طرح قیامت تمہارے سروں پر آ پہنچے گی کہ تمہیں اس سے چند لمحے پہلے تک بھی کچھ خبر نہ ہو گی۔ فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ساری دنیا ایک لمحہ میں اس طرح ختم ہو جائے گی کہ نہ کسی کو وصیت کرنے کا موقع ملے گا اور نہ گھر لوٹنے کا اور جب دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو مردے بھی اپنی اپنی قبروں سے نہایت خوف اور بدحواسی کی حالت میں اٹھ کر اللہ کی طرف دوڑنا شروع ہو جائیں گے۔ جب ان کو آخرت کا ہیبت ناک عذاب نظر آئے گا تو وہ اپنی قبروں کے عذاب کو بھی بھول کر کہیں گے کہ وہ عذاب قبر تو کچھ بھی نہ تھا یہ عذاب بڑا سخت ہے اس عذاب کے مقابلے میں اگر ہمیں عذاب قبر ہی میں رہنے دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔ ہمیں ہماری قبروں سے کس نے اٹھا کھڑا کیا۔ اس پر کہا جائے گا کہ یہی وہ میدان حشر ہے جس کا تم سے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور اسی دن کے عذاب سے بچنے کے لئے اللہ کے تمام رسولوں نے خبردار اور آگاہ کیا تھا اور اس سچائی کو بیان کیا تھا۔ دوسرا یہ صور درحقیقت ایک چنگھاڑ یا دھماکہ ہوگا جس کے بعد ہر شخص کو اللہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ یہ وہ انصاف کا دن ہوگا کہ جہاں پر نیکی کرنے والے کو اس کی ہر نیکی پر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا اور جس نے کوئی گناہ یا خطا کیا ہوگا اس کو انصاف کے ساتھ اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

ان آیات کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے اس طرح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگ راستوں پر چل رہے ہوں گے، بازاروں میں خرید و فروخت کی جا رہی ہوگی، لوگ اپنی محفلوں میں بیٹھے گفتگو اور باتیں کر رہے ہوں گے کہ اچانک صور پھونکا جائے گا۔ کوئی کپڑا خرید رہا تھا تو ہاتھ سے کپڑا نیچے رکھنے کی نوبت نہ آئے گی، کوئی جانوروں کو پانی پلانے کے لئے پانی کا حوض بھر رہا ہوگا وہ پانی نہیں پلائے گا کہ اچانک قیامت آ جائے گی۔ کوئی کھانے بیٹھا ہوگا اور لقمہ اٹھا کر منہ تک لے جانے کی بھی اس کو مہلت نہ ملے گی۔ (بروایت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ)

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم ہو جائے گی حالانکہ آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوھ رہا ہوگا برتن اس کے منہ تک پہنچے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے۔ ابھی ان کی گفتگو جاری ہوگی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی اپنا پانی کا حوض درست کر رہا ہوگا اور ابھی ہٹا نہ ہوگا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ (مسلم شریف)

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

بے شک آج کے دن اہل جنت (خوش وخرم) اپنے مشغلوں میں مصروف ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سائے دار مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور ان کے لئے ان جنتوں میں میوے اور ہر وہ چیز موجود ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ مہربان پروردگار کی طرف سے سلام (کہلایا جائے) گا اور کفار و مشرکین سے کہا جائے گا اے مجرمو! آج (تم اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ۔ اے اولاد آدمؑ کیا میں نے تمہیں (اپنے رسولوں کے ذریعہ سے) اس بات کی تاکید نہ کی تھی

کہ تم شیطان کی عبادت (اطاعت) نہ کرنا بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری ہی عبادت و بندگی کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور اس نے (شیطان نے) تم میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ہو؟ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اب اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ۔ آج ہم ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر دیتے پھر وہ راستے کی طرف دوڑتے تو انہیں کہاں سجھائی دیتا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل ڈالیں جن سے نہ وہ چل سکیں گے اور نہ لوٹ سکیں گے۔ اور ہم جس کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں تو اس کو اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

شُغُلٌ	مشغلے
فٰكِهُوْنَ	دل لگی کرنے والے
مُتَّكِئُوْنَ	تکیہ لگا کر بیٹھنے والے
يَدَّعُوْنَ	وہ پکاریں گے۔ خواہش کریں گے
اِمْتَازُوْا	تم الگ ہو جاؤ
جِبِلًّا	جماعت۔ لوگوں کا گروہ
نَخْتِمُ	ہم مہر لگا دیں گے
اَفْوَاهٌ (فُوْهٌ)	منہ
تَشْهَدُ	گواہی دیں گے
طَمَسْنَا	ہم بجھائی دیتے
مُضِيًّا	چلنا
نُعَمِّرْهُ	ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اس کو
نُنَكِّسْهُ	ہم اوندھا کر دیتے ہیں اس کو

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

جہنم والوں کی سزا بیان کرنے کے بعد اب جنت والوں کی جزا اور بدلہ کا بیان کیا جا رہا ہے کہ اہل جنت کس قدر خوش وخرم اور اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ جنت کیا ہے؟ اس دنیا میں رہ کر اس کی خوبصورتی اور حسن کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کیونکہ اس کو کسی محسوس مثال میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے جنت کی خوبصورتی اور راحت وآرام کے متعلق فرمایا ہے کہ جنت اتنی حسین ہوگی کہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ ہوگی، نہ کسی کان نے سنی ہوگی اور نہ کسی کے دل پر اس کا تصور اور گمان بھی گذرا ہوگا۔

جب اہل جنت میدان حشر میں پہنچیں گے تو ان کو روک کر نہیں رکھا جائے گا بلکہ شروع ہی میں ہلکے پھلکے حساب کتاب کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا جہاں ہر طرح کی راحتیں ان کی منتظر ہوں گی۔ تمام پریشانیوں اور مشکلات سے بے غم ہر طرح کے عیش وآرام اور راحت ونعمتوں میں مشغول ہوں گے۔ ان جنتیوں میں نہ عبادت کی مشقتیں ہوں گی نہ پیٹ بھرنے کے لئے بھاگ دوڑ اور محنتیں ہوں گی۔ ان کی بیویاں اور ہم عمر خوبصورت حوریں ہوں گی جو درختوں کے گھنے سائے میں مسہریوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بے غم اور بے فکر اللہ کی مہمان داری سے خوشی اور مسرت محسوس کر رہے ہوں گے۔ ہر طرف سرسبزی وشادابی ہوگی لہلہاتے کھیت، خوبصورت وبلند وبالا عمارتیں ہر طرف بہتی نہریں ہوں گی، اہل جنت کا بہت قیمتی ریشمی لباس ہوگا وہ ایسا سلامتی کا گھر ہوگا جس میں کوئی لغو، فضول اور بے ہودہ بات نہ سنائی دے گی، چھلکتے جام ہوں گے ان جسمانی لذتوں کے ساتھ ساتھ روحانی ترقیاں بھی نصیب ہوں گی اور ان کا سب سے بڑا اعزاز واکرم یہ ہوگا کہ ان کو اللہ کی طرف سے سلام پہنچایا جائے گا یا خود اللہ تعالیٰ اہل جنت کو سلام ارشاد فرمائیں گے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے جنت کی ابدی راحتوں کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسی جنتوں میں جانے کا خواہش مند ہے کیا اس کے لئے تیاریاں کرنے والا ہے؟ جس میں کوئی رنج وغم اور خوف نہ ہوگا۔ رب کعبہ کی قسم وہ جنتیں نور ہی نور ہوں گی جن میں بے حد تازگیاں ہوں گی۔ اس کا سبزہ لہلہا رہا ہوگا۔ اس کے بالا خانے مضبوط ومستحکم اور بلند وبالا ہوں گے۔ اس میں رواں دواں نہریں ہوں گی، اس کے پھل پکے ہوئے ذائقہ دار ہوں گے اور بہت کثرت سے ہوں گے۔ اس میں ان کے لئے خوبصورت حوریں ہوں گی۔ ان کا لباس نہایت قیمتی اور ریشمی ہوگا اور یہ ساری نعمتیں وہ ہوں گی جنہیں کبھی زوال نہ آئے گا۔ جنت سلامتی کا گھر اور سبزہ اور تازہ پھلوں کا باغ ہوگا۔ اس کی نعمتیں بہت کثرت سے اور بہترین ہوں گی۔ اس میں بلند وبالا محل ہوں گے جو زیب وزینت سے آراستہ ہوں گے۔ یہ سن کر تمام صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کے لئے تیار ہیں اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کہو۔ سب نے انشاء اللہ کہا۔ آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی اپنی جنتوں کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ سب لوگ اپنا سر اوپر اٹھا کر دیکھیں گے تو اللہ کا نور دیکھنے کا شرف حاصل کریں گے وہ اللہ کو بغیر کسی حجاب اور پردے کے براہ راست دیکھیں گے اور اللہ ان کو دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "**السلام علیکم یا اھل الجنة**" اس

وقت اہل جنت اس نور کو دیکھنے میں اس طرح محو ہو جائیں گے کہ وہ جنت کی کسی نعمت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور نور و برکت ان اہل جنت کے پاس رہ جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ)

جب کفار و مشرکین اور اللہ کے فرماں بردار مومنین قبروں سے اٹھیں گے تو سب کے سب ایک ساتھ ہوں گے مگر میدان حشر میں ان دونوں کو اور کفار کی گندگیوں اور مومنین کی نیکیوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ یہ دن جہاں اہل جنت کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کی خوش خبری اور راحت و آرام کا پیغام ہوگا وہیں کفار و مشرکین کے لئے حسرت و افسوس کا دن ہوگا جب ان کے بنائے ہوئے گھروندے اور خواب فضا میں بکھر جائیں گے اور انہیں ہر طرف عذاب ہی عذاب نظر آئے گا۔ سب سے پہلے کفار و مشرکین مجرمین سے کہا جائے گا کہ آج تم ہمارے فرماں بردار بندوں سے الگ ہو جاؤ تمہارے اعمال کے مطابق تم سے معاملہ کیا جائے گا اور جنت کی راحتوں اور عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اب تمہیں اپنی ذاتی حیثیت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ بہت سے لوگ مومن و کافر ہوں گے مگر ان میں رشتہ داریاں بھی ہوں گی فرمایا جائے گا کہ تمہارا رشتہ ناطہ اور دوستیوں کا تعلق دنیا تک تھا اب وہ ختم ہو چکا ہے۔ تم ایک دوسرے سے الگ ہو جاؤ تا کہ جنت والے جنت کی راحتوں کا لطف اٹھا سکیں۔

اس کے بعد تمام بنی آدمؑ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اپنے رسولوں کے ذریعہ تمہیں پہلے ہی اس سے آگاہ اور خبردار نہیں کر دیا تھا کہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی اور پھر ہمارے پاس آ کر تمہیں زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ میں نے تمہیں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اس بات سے بھی آگاہ کر دیا تھا کہ تم شیطان کے بہکائے میں آ کر اس کے راستے پر نہ چلنا اور نہ اس کی عبادت (اطاعت) کرنا مگر تم نے ان باتوں کی پرواہ نہیں کی اور ہمیشہ پیغمبروں اور اصلاح کرنے والوں کی طرف سے تم نے منہ پھیرے رکھا لہٰذا آج تم ان ہی نافرمانیوں کی سزا بھگتو۔ جب میدان حشر میں نیک اور صالح لوگوں سے کفار و مشرکین کو الگ کر دیا جائے گا اور وہ کفار و مشرکین اللہ کے خوفناک عذاب کو اپنی طرف آتا ہوا محسوس کریں گے تو کفر و شرک اور جھوٹ کی بھرپور زندگی گذارنے والے اپنی غلط فطرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہیں گے کہ الٰہی! ہم نے شرک نہیں کیا تھا وہ تو ہم وقتی طور پر بہک سے گئے تھے ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کے فرشتوں نے ہمارے اعمال کو کس طرح لکھا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کفار و مشرکین کی زبانوں، کانوں، آنکھوں پر مہریں لگا کر خود ان کے اعضاء کو بولنے کی طاقت عطا فرما دیں گے اور وہی اعضا جو کل تک اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے اس کے دشمن بن جائیں گے اور ایک ایک عضو یہاں تک کہ ان کی کھال بھی بتا دے گی کہ ان لوگوں نے ان اعضا کا کس طرح استعمال کیا تھا۔ بدعمل کفار و مشرکین کو ان کا یہ عذر اور انکار کوئی فائدہ نہ دے گا کیونکہ جن باتوں کو یہ زبان سے جھٹلا رہے تھے ان کے اعضا ایک ایک بات کو بیان کر دیں گے۔

اصل میں یہ تمام اعضاء جو زندگی بھر اس کے کہنے پر چلتے رہے ہیں یہ اس کے نہیں ہیں بلکہ اللہ کی ایک امانت ہیں زندگی بھر جن اعضاء پر وہ بھروسہ کرتا رہا ہے اللہ جب بھی چاہیں گے ان اعضا کو اس کے خلاف استعمال فرمالیں گے چنانچہ قیامت کے دن یہی اعضا انسان کی ایک ایک حرکت کو بیان کر دیں گے۔ اور انسان ان باتوں کا انکار نہ کر سکے گا۔ فرمایا کہ یہ انسان ان اعضا پر بھروسہ اور

اعتماد تو کرتا رہا مگر اس نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اس کے اعضا میں جو انقلابات آ رہے ہیں وہ خود ایک سبق ہے۔ کیونکہ اس کے وہ مضبوط اعضا جو کبھی اس کو بدمست کر دیتے تھے بتدریج کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ انسان بڑھاپے میں پھر اسی طرح کمزور اور دوسروں کے سہاروں کا محتاج ہو جاتا ہے جس طرح بچپن میں تھا لیکن انسان نے ان اعضاء کے مالک اللہ پر بھروسہ کرنے کے بجائے ان آنکھوں، ہاتھوں، پاؤں اور کھالوں پر اعتماد کیا جو قیامت میں خود اس کے خلاف ہو کر اس کے گناہوں کو بیان کر دیں گے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ ﴿۷۹﴾ اِۨلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ع ۵ ۱۶ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

اور ہم نے ان کو (نبی کریم ﷺ کو) شعر نہیں سکھایا کیونکہ وہ ان کی شان کے مطابق نہ تھا۔ یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے اور واضح قرآن ہے۔ تاکہ وہ (اس قرآن کے ذریعہ) ان کو آگاہ کر دے جو زندہ ہو اور کفر کرنے والوں پر بات ثابت ہو جائے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے جو کچھ مویشی پیدا کئے ان کے مالک وہ (بنے بیٹھے) ہیں۔ اور ہم نے ہی (ان مویشیوں کو) ان کا فرماں بردار بنا دیا۔ بعضوں پر وہ سوار ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہیں۔ اور ان کے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ اور پینے کی چیزیں (بھی ہم نے پیدا کی) ہیں۔ کیا پھر بھی وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں (صرف اس امید پر کہ) شاید ان کی مدد کی جائے گی۔ حالانکہ وہ ان کی مدد نہ کر سکیں گے اور وہ (مجرم) لشکر کی شکل میں حاضر کئے جائیں گے۔

(اے نبی ﷺ!) آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کر دیں۔ بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ (ایک بوند) سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ کھلم کھلا جھگڑالو بن گیا۔ اور اس نے ہم پر ایک مثال چسپاں کر دی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہتا ہے کہ جب ہڈیاں بوسیدہ (ریزہ ریزہ) ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟

آپ ان سے کہئے کہ وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح پیدا کرنا جانتا ہے۔ وہی تو ہے جس نے ہرے بھرے درخت سے آگ کو پیدا کیا۔ جس سے تم آگ جلاتے ہو۔ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ ان جیسا پھر پیدا کر دے۔ ہاں کیوں نہیں (وہی قدرت و طاقت والا ہے) وہی پیدا کرنے والا اور (ہر بات کو) جاننے والا ہے۔ اور اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے "ہو جا" پھر وہ ہو جاتی ہے۔ وہ پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

مَا يَنْبَغِيْ	شان نہ تھی۔ لائق نہ تھا
يَحِقُّ	ثابت ہوتا ہے
ذَلَّلْنَا	ہم نے ذلیل کر دیا۔ تابع کر دیا
رَكُوْبٌ	سواریاں
مَشَارِبٌ	پینے کی جگہ
جُنْدٌ	لشکر
خَصِيْمٌ	جھگڑنے والا
نَسِيَ	بھول گیا
اَلْعِظَامُ (عَظْمٌ)	ہڈیاں
رَمِيْمٌ	گلی سڑی
اَلْاَخْضَرُ	ہرا۔ بھرا
تُوْقِدُوْنَ	تم سلگاتے ہو
مَلَكُوْتٌ	سلطنتیں

تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

قرآن کریم کے اعلیٰ اور بلند تر وہ مضامین جو دنیا اور آخرت میں انسانوں کی بھلائی نصیحت اور خیر خواہی کا ذریعہ ہیں جب ان کی تلاوت کی جاتی تو سننے والے کے دل پر ایک گہرا نقش چھوڑ جاتیں۔ قرآنی آیات ہر ایک کو اپنی طرف اس طرح کھینچتی ہیں جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت نے ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔

سرداران قریش اور کفار و مشرکین اس صورت حال سے سخت پریشان تھے کیونکہ ہر ایک قبیلے اور خاندان کا کوئی نہ کوئی فرد دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کر کے ہر طرح کی قربانیاں پیش کر رہا تھا۔ ابتداء میں انہوں نے آپ کا مذاق اڑایا جب اس سے کام نہ چلا تو نبی مکرم ﷺ کو شاعر، ساحر، کاہن اور دیوانہ و مجنوں مشہور کرنا شروع کیا اور قرآن کریم کے اثرات کو کم کرنے کے لئے اس کو شاعرانہ کلام کہا جانے لگا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ایک شاعر ہیں انہوں نے اپنی طرف سے ایک کلام گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف سے منسوب کر دیا ہے۔

عرب معاشرہ میں اگرچہ شعر و شاعری کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی لیکن قرآن کو شاعرانہ کلام کہنے سے ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح ایک شاعر من گھڑت خیالات اور باتوں کو شعر میں ڈھال کر اس سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے یہ کلام بھی اسی طرح کے من گھڑت اور بے حقیقت باتوں کا مجموعہ ہے (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بے تکی اور جاہلانہ باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مکہ والو! تم تو ان کی زندگی سے اچھی طرح واقف ہو کہ وہ نہ تو شاعر ہیں نہ شعروں سے ان کی کوئی دلچسپی ہے اور نہ قرآن کریم شاعری کی کتاب ہے۔

فرمایا کہ نہ ہم نے ان کو شعر و شاعری سکھائی اور نہ آپ کے اعلیٰ رتبے اور مقام کے یہ شایان شان ہے بلکہ آپ اللہ کی طرف سے حق و صداقت کے ترجمان ہیں۔ آپ کی بعثت کا مقصد ساری دنیا کے بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی بے تکی باتوں اور غیر سنجیدہ حرکتوں سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اللہ کے دیئے ہوئے پیغام حق و صداقت کو لوگوں تک پہنچاتے رہیے جو لوگ زندہ ہیں یعنی سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ اس باوقار اور سنجیدہ کلام کو سن کر اللہ کی طرف رجوع کریں گے اور جو زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں سے بدتر ہیں وہ اپنے برے انجام تک پہنچ کر رہیں گے۔

فرمایا کہ یہ قرآن کریم اور اس کی تعلیمات تو من گھڑت اور شعر و شاعری نہیں ہے البتہ کفار و مشرکین نے جن بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور ان سے یہ امید لگائے بیٹھے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ان کے کام نہ آئیں گے اور نہ آخرت میں ان کی مدد کریں گے۔ یہ ان کے من گھڑت اور بے بنیاد خیالات ہیں جو ان کی دنیا اور آخرت کو تباہ کر رہے ہیں۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے اسی ایک اللہ کے دست قدرت کا کرشمہ ہے۔ اللہ نے مویشیوں کو بنا کر اس طرح لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا ہے کہ وہ ان سے جس طرح چاہتے ہیں کام لیتے ہیں ایک جانور جو بہت بڑا اور انتہائی طاقت وقوت والا ہے جیسے ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، گائے بیل وغیرہ اس کو انسان کے بس میں دے کر کیسا تابع کر دیا ہے کہ وہ اس پر سواری بھی کرتا ہے بعض حلال جانوروں کو وہ ذبح کر کے کھاتا ہے اور ان سے طرح طرح کے کام لیتا ہے اور بہت سا نفع حاصل کرتا ہے۔

یہ تو وہ نعمتیں ہیں جن پر انسان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن انسان کی یہ کتنی بڑی بھول ہے کہ وہ اپنے اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو اس امید پر معبود بنائے بیٹھا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کریں گے حالانکہ وہ دنیا اور آخرت میں اس کے کسی کام نہ آئیں گے۔ وہ جھوٹے معبود تو اپنے ماننے اور عبادت کرنے والوں کے ہاتھوں اس طرح مجبور ہیں کہ اگر ان کو کوئی بنانے والا نہ ہو تو خود بن نہیں سکتے اور کوئی ان کو توڑ پھوڑ دے تو وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ یہ گروہ بن کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو اس وقت ان پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے اے نبی ﷺ! یہ لوگ تو اتنے ناشکرے ہیں کہ اللہ کی ہزاروں نعمتیں ملنے کے باوجود اس کا شکر ادا نہیں کرتے تو وہ آپ کی قدر کیا کریں گے۔ اگر یہ آپ کی بات نہیں سنتے اور آپ پر طرح طرح کے بے تکے الزامات لگاتے ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ یہ تو اس بات کو بھی بھول چکے ہیں کہ ہم نے ان کو ایک حقیر بوند (نطفہ) سے پیدا کر کے زندگی کی قوت و طاقت عطا کی اب وہ لوگ اللہ پر مثالیں چست کر کے اللہ کے منہ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گی تو کس طرح ان بے جان ہڈیوں میں جان ڈال کر انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اتنی بات پر غور نہیں کرتے کہ جس اللہ نے آدمی کو اور اس کی ہڈیوں اور جسم کو پہلی مرتبہ بنایا تھا کیا وہ دوبارہ ان ہڈیوں کو جمع کر کے انسانی ڈھانچہ بنا کر اس میں روح نہیں ڈال سکتا۔ کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن دوسری مرتبہ ایسا ہی بنا دینا کیا مشکل ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ہزاروں نظارے روزانہ ان کی نظروں میں آتے ہیں مگر وہ ان پر غور وفکر نہیں کرتے۔ اللہ نے فرمایا کہ دیکھو ہرے اور سرسبز درختوں سے اللہ آگ کو پیدا کرتا ہے حالانکہ آگ اور پانی ایک دوسرے کے مخالف ہیں لیکن اللہ ان ہی ہرے بھرے اور پانی سے بھرپور درختوں سے آگ پیدا کرتا ہے جس سے وہ اپنے کھانے پینے کی چیزیں بنایا کرتے ہیں وہی ان تمام چیزوں کا خالق و مالک اور ہر بات کا پوری طرح علم رکھنے والا ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے اس دنیا میں یہ قانون بنا رکھا ہے کہ ہر کام درجہ بدرجہ اور مناسب آہستگی کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اس کو کسی کام کے کرنے میں دنیاوی اسباب اور ذرائع کی ضرورت اور محتاجی نہیں ہے وہ تو جس کام کو کرنا چاہتا ہے صرف ''کن'' (ہوجا) کہتا ہے اور وہ چیز وجود اختیار کرلیتی ہے۔ ایسی باعظمت اور صاحب اختیار ہستی صرف اللہ کی ہے اور وہ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے اور ساری مخلوق کو ایک دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جہاں ہر ایک کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

مذکورہ آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

☆ اللہ نے ہر چیز کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے۔ بیان یہ کرنا ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے کی تخلیق اس کے دست قدرت کا شاہکار ہے جس کو اس نے انسانی ضرورت کے لئے بنایا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اللہ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے ہاتھ سے مراد اس کی طاقت و قوت ہے۔

☆ فرمایا کہ یہ جھوٹے اور من گھڑت مٹی، پتھر اور لکڑی کے بت جن سے لوگوں نے امیدیں باندھ رکھی ہیں وہ اپنے وجود میں اپنے ماننے والوں کے محتاج ہیں۔ اگر یہ خوش عقیدہ لوگ ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے نہ بنائیں تو دنیا میں ان کا وجود ہی نہ ہوتا۔ ایسے معبودوں سے امیدیں باندھنا اور ان کو اپنا مالک و رازق سمجھنا انسان اور انسانیت کی سب سے بڑی ذلت و رسوائی ہے۔

☆ اللہ کی قدرت سے کوئی کیسے انکار کرسکتا ہے کیونکہ اس نے کائنات میں دو متضاد چیزوں کو پیدا کرکے ان سے وہ کام لیا ہے جس کو انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ مثلاً ہرے اور سبز درختوں سے آگ کا پیدا ہونا، عرب میں دو درخت بہت مشہور تھے مَرُخ اور عِفار۔

عرب کے لوگ ان دونوں درختوں کی شاخوں کو کاٹ لیتے تھے جو تازہ پانی سے بھری ہوئی ہوتی تھیں لیکن جب وہ ایک دوسرے پر رگڑتے تو ان سے آگ جھڑنا شروع ہوجاتی تھی جس کو سوکھی لکڑیوں میں لگا کر آگ پیدا کرتے اور اس پر اپنے کھانے پکایا کرتے تھے۔ اسی طرح برصغیر میں بانس کے ہرے درختوں سے بھی آگ پیدا ہوتی تھی۔

یہ فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ ناممکن کوممکن بنا دیتا ہے اگر وہ ہرے درختوں سے آگ پیدا کرسکتا ہے تو وہ مردہ وہڈیوں میں جان کیوں نہیں ڈال سکتا۔

☆ فرمایا کہ اگر چہ اللہ کا نظام ہے ہر چیز ایک قانون کے تحت چلتی اور بنتی ہے اور اللہ نے انسان کو بھی بہت سی چیزیں بنانے کی صلاحیت عطا کی ہے وہ اسباب اور ذرائع سے اپنی من پسند چیزیں بناتا ہے لیکن اللہ کی قدرت یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ انسانوں کی طرح اسباب کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ ''کن'' کہتا ہے اور وہ چیز وجود اختیار کر لیتی ہے۔اس پوری کائنات میں سارا اختیار واقتدار اللہ ہی کے لئے ہے۔

الحمد اللہ ان آیات کے ترجمہ وتفسیر کے ساتھ ہی سورۂ یٰسین کا ترجمہ وتشریح تکمیل تک پہنچا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۳

ومالی

سورۃ نمبر ۳۷

الصّٰفّٰت

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الصّٰٓفّٰت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	37
کل رکوع	5
آیات	182
الفاظ وکلمات	873
حروف	3951
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت یونسؑ، چھ انبیا کرام کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو بت پرستی اور جاہلانہ رسموں سے روکنے کی کوشش کی مگر قوم نے نافرمانی اختیار کی جس کی وجہ سے ان کی قوموں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

☆ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اور یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بنا رکھا تھا اسی طرح کفار عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے عبادت گزار اور نور سے بنائے گئے بندے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ وہ ہر وقت صفیں باندھے ہوئے اس کے ہر حکم کی تکمیل کے لیے کھڑے رہتے ہیں اور وہ اسی کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات کو بنا کر اور انسانی ضروریات کی تمام چیزوں کو پیدا کر کے ایک خاص نظم وضبط کی لڑی میں پرو رکھا ہے اور اللہ نے کائنات کی تمام چیزوں کو انسانوں کے کام میں لگا رکھا ہے۔ کسی چیز کو ختم کرنا یا باقی رکھنا، زندگی اور موت سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، اسی نے زندگی دی ہے وہی موت دے گا اور وہی دوبارہ پیدا کر کے ہر شخص سے اس کی زندگی کے ہر لمحے کا حساب لے گا۔ فرمایا کہ کفار عرب کا یہ کہنا کہ مرنے کے بعد جب ہماری ہڈیاں چورہ چورہ ہو جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرات بکھر جائیں گے تو ہم اور ہمارے باپ دادا جن کے وجود کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہا کیا وہ دوبارہ پیدا کیے جا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ چاند، سورج، ستارے اور آسمان و زمین کو پیدا کر سکتا ہے تو اس کے لیے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ یقیناً ان چیزوں کے مقابلے میں انسانوں کا دوبارہ پیدا کرنا تو بہت ہی آسان ہے اور وہ پیدا کرے گا۔ کفار مذاق اڑانے کے لیے کہتے تھے کہ انسانوں کا دوبارہ پیدا ہونا ایک شاعرانہ خیال ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو تم اور تمہارے باپ دادا سب اٹھ کر میدان حشر کی طرف دوڑنے لگیں گے اور پھر یہ لوگ اپنے کیے ہوئے اعمال اور غلط خیال وعقیدہ کی وجہ سے پچھتائیں گے۔ فرمایا کہ جب ان کفار اور ان کے سرداروں کو قیامت میں جمع کرنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ اسی طرح شرمندگی کے ساتھ حاضر ہوں گے کہ شرم وندامت سے ان کی گردنیں جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے کے قابل بھی نہ ہوں گے۔ اس

حضرت یونسؑ کی قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو ساری قوم نے اجتماعی معافی مانگی اور عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود اللہ نے ان سے عذاب اس لیے ہٹا لیا تھا کہ پوری قوم نے اللہ کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگی تھی اور پھر حضرت یونسؑ بھی واپس آ گئے اور قوم کی اصلاح میں مشغول ہو گئے۔

قیامت میں مشرکین ایک دوسرے پر لعنت بھیج کر اپنی گمراہی کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہرائیں گے مگر نہ ماننے والے اور گمراہ کرنے والے دونوں کو سخت عذاب دیا جائے گا۔

وقت عام لوگ اپنے سرداروں کو اور سردار اپنے ماننے والوں کو اس عذاب کا سبب بتا کر ایک دوسرے پر لعنتیں بھیجیں گے اور وہ سب کے سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

☆ اس کے برخلاف جنت والوں کا اعزاز و اکرام یہ ہو گا کہ ان کے لیے بہترین جنتیں ہوں گی۔ جن میں بہترین غذائیں، رہنے کے لیے عیش و آرام کے گھر، باغات، سرسبزی و شادابی، پینے کے لیے شراب طہور، جو سفید رنگ کی مزیدار شراب ہو گی۔ نہ اس شراب سے چکر آئیں گے نہ وہ بہکیں گے نہ مستی اور خرافات میں مبتلا ہوں گے۔

اسی دوران ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو ہمیشہ اللہ و رسول کے خلاف باتیں کرتا تھا اور آخرت کا انکار کرتا تھا نجانے وہ کس حال میں ہو گا؟ کہا جائے گا کہ کیا تم اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی کیفیت کو سامنے کر دیں گے کہ وہ جہنم کے بالکل بیچ میں آگ میں جل رہا ہو گا۔ اس وقت یہ شخص اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہے گا کہ اللہ کا کرم ہو گیا ورنہ میں بھی تیری طرح آگ میں جل رہا ہوتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کی بت پرستی کو قابل ملامت ٹھہراتے ہوئے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت لوطؑ، اور حضرت یونسؑ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے پوری زندگی اپنی قوم کو بت پرستی کی لعنت سے چھڑا کر ایک اللہ کا بندہ بننے کی دعوت دی۔ جب انہوں نے انکار کیا تو ان پر اللہ کا قہر ٹوٹ پڑا اور یہ قومیں تباہ ہو کر رہ گئیں۔ حضرت یونسؑ کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھ کر اور حضرت یونسؑ کے چلے جانے کے بعد اجتماعی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کا فیصلہ واپس لے لیا اور حضرت یونسؑ بھی واپس آ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنا مقصد اور مشن جاری رکھیے۔ لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے رہیے۔ کچھ تھوڑا سا انتظار کر لیجیے۔ اللہ بہت جلد اہل ایمان کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ قرآن کریم کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور مکہ فتح ہو گیا اور اللہ نے سارے جزیرۃ العرب پر اہل ایمان کو غلبہ عطا فرما دیا۔ کفار مکہ سے کہا گیا کہ دوسری قوموں کا انجام تمہارے سامنے ہے اگر تم نے توبہ کر لی اور اپنے عقیدوں کی اصلاح کر لی تو سب کچھ درست ہو جائے گا ورنہ تم دوسری قوموں کی طرح اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔

سُوْرَةُ الصَّآفَّات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ﹰالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۱۰

اور قسم ہے صفیں باندھنے والے (فرشتوں کی) پھر بندش ڈالنے والوں کی پھر اس کی تسبیح و تلاوت کرنے والے (فرشتوں کی) کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ ان کا اور مشرقوں کا پروردگار ہے۔ بے شک ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں سے اس کو محفوظ بنایا ہے۔ ملائے اعلیٰ کی طرف وہ کان بھی نہیں لگا سکتے اور (اگر وہ کوشش کریں تو) ہر طرف سے دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ سوائے اس کے جو اچک کر لے بھاگا تو اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اَلزّٰجِرٰتُ	ڈانٹنے والے۔ بندش ڈالنے والے
تٰلِیٰتُ	پڑھنے والے
اَلْکَوَاکِبُ	ستارے
مَارِدٌ	سرکش۔ ضدی
لَا یَسَّمَّعُوْنَ	کان نہیں لگا سکتے
اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی	سب سے اونچی مجلس
یُقْذَفُوْنَ	مارتے ہیں
دُحُوْرٌ	بھگانا
وَاصِبٌ	ہمیشہ۔ دائمی
خَطِفَ	چرا کر لے بھاگا
اَتْبَعَ	اس کے پیچھے لگ گیا
ثَاقِبٌ	دہکنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

سورۃ الصفت کی ابتداء دو باتوں کی تردید سے کی گئی ہے پہلی تردید تو یہ ہے کہ کفار و مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں دوسرے یہ کہ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرما کر گذشتہ قوموں کے واقعات بیان کرنا شروع کئے تو عام رواج کے مطابق آپ کو کاہن کہا جانے لگا یعنی ان لوگوں کا گمان یہ تھا کہ کچھ جنات و شیاطین آسمانوں سے کچھ خبریں لے کر آتے ہیں اور آپ ان کو بیان کر دیتے ہیں۔

پہلی بات کی تردید کرتے ہوئے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ فرشتے اللہ کی فرماں بردار اور اطاعت گذار مخلوق ہیں جن کا کام یہ ہے کہ وہ صفیں باندھے ہر وقت اللہ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں تا کہ جیسے ہی کوئی حکم دیا جائے تو اس کی پوری طرح تعمیل کی جائے کچھ فرشتوں کا کام یہ ہے کہ وہ شیاطین کو عالم بالا تک پہنچنے سے روکتے اور بندش ڈالتے ہیں تا کہ وہ فرشتوں کی آپس کی بات چیت اور اللہ کے احکامات جن کا وہ تذکرہ کرتے ہیں ان کو شیاطین اچک کر نہ لے جائیں کیونکہ شیطانوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اگر غیب کی خبروں سے کچھ سن گن مل جائے تو وہ جا کر کاہنوں کو بتا دیں۔ فرمایا کہ اگر چہ یہ ناممکن ہے کہ وہ غیب کی خبروں کو اچک کر لے بھاگیں کیونکہ جب بھی وہ اس کی کوشش کرتے ہیں تو فرشتے ان پر شہاب اور شعلوں کی بارش کر دیتے ہیں جو اللہ کی حمد و ثنا اور تقدیس و تسبیح میں لگے رہتے ہیں اور اس طرح سارے فرشتے اللہ کے احکامات کے مکمل طور پر تابع فرماں ہوتے ہیں۔ اور وہ کسی نافرمانی کا تصور تک نہیں کر سکتے۔

دوسری بات جس کی تردید کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جو غیب کی خبریں بتاتے ہیں ان کا علم آپ جنات و شیاطین سے حاصل کر کے بیان کرتے ہیں تو فرمایا کہ ان جنات کی رسائی تو عالم بالا تک ممکن ہی نہیں ہے اور وہ جنات اس بات کی قدرت نہیں رکھتے کہ آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی باتیں بھی سن سکیں۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو کاہن کہنا یا سمجھنا اللہ کی قدرت و طاقت کی توہین ہے جو لوگ ایسا کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں ان کو اپنی عاقبت کی فکر ہونا چاہیے کیونکہ ایسے منکرین کے لئے اللہ نے دائمی عذاب تیار کر رکھا ہے جو کسی طرح سے ٹالا نہ جا سکے گا۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿١٥﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٦﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ﴿١٨﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿٢٠﴾ هَٰذَا

يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

ع ۱/۵ الربع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کیا ان کو پیدا کرنا مشکل ہے یا وہ تمام چیزیں جو ہم نے پیدا کی ہیں۔ بے شک ہم نے انہیں (لوگوں کو) چپکتی ہوئی مٹی (گارے) سے پیدا کیا ہے۔ بلکہ آپ تو ان (کے آخرت کے انکار پر) تعجب کرتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ اور جب وہ کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے کیا ہم پھر سے اٹھائے (پیدا کئے) جائیں گے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی؟۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (تم دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے) اور تم ذلیل و خوار کئے جاؤ گے۔ وہ ایک (تیز آواز) جھڑکی ہوگی اور پھر وہ اچانک دیکھنے لگیں گے۔ اور کہیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی کہ یہ تو بدلہ کا دن ہے۔ (اللہ فرمائیں گے کہ ہاں) یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ان ظالموں کو، ان کے ساتھیوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ فیصلے والے دن جمع کر کے ان کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ ابھی انہیں روک کے رکھو ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔ پوچھا جائے گا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ آج تو اپنے آپ کو (سر جھکا کر) سپرد کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

اِسْتَفْتِ	تو پوچھ
لَازِبٌ	چپکنے والا
يَسْتَسْخِرُوْنَ	وہ ہنسی میں اڑا دیتے ہیں
تُرَابٌ	مٹی
عِظَامٌ (عَظْمٌ)	ہڈیاں
دَاخِرُوْنَ	ذلیل وخوار ہونے والے
زَجْرَةٌ	للکار۔ زبردست آواز
يٰوَيْلَنَا	اے ہماری بدنصیبی
اُحْشُرُوْا	تم جمع کرو
اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ)	جوڑے۔ ساتھی
وَقِفُوْا	انہیں ٹھہراؤ۔ روکو
مَسْئُوْلُوْنَ	پوچھے گئے
لَا تَنَاصَرُوْنَ	تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرو گے
مُسْتَسْلِمُوْنَ	سر جھکانے والے۔ سپرد کر دینے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسمیں کھا کر فرمایا تھا کہ لوگو! تم سب کا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے ان سب کا مالک ہے۔ اس نے اتنے زبردست نظام کو اپنے دست قدرت سے بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ جب وہ چاہے گا اس نظام کائنات کو ختم کر کے ایک اور جہان تعمیر فرما دے گا جس میں ابتدائے کائنات سے لے کر قیامت تک پیدا

ہونے والے تمام لوگوں کو ان کے مرجانے کے بعد دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور میدان حشر میں ہر ایک سے اس کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب کتاب کیا جائے گا۔ جب نبی کریم ﷺ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جانے کا ذکر کرتے تو منکرین نہ صرف اس کا انکار کرتے بلکہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ جب ہم مرجائیں گے اور ہمارے جسم کے تمام اجزا مٹی میں مل جائیں گے اور ہمارے اور ہمارے باپ دادا کے جسم کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان تمام انسانی اجزا کو جمع کر کے پھر سے ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ذرا ان سے یہ پوچھئے کہ جس ذات نے آسمان، زمین، چاند، سورج، ستاروں اور خود تمہیں وجود بخشا ہے کیا اس کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ تم جیسی کمزور اور بہت چھوٹی سی مخلوق کو دوبارہ نہ پیدا کر سکے؟ فرمایا کہ ہم نے انسان کو پہلی مرتبہ ایک چپکتی مٹی (گارے) سے پیدا کیا ہے۔ جس میں زمین کے تمام اجزا شامل ہیں وہ اگر انسان کے مرنے کے بعد بکھر جائیں گے تو ان اجزا کو جمع کر کے اور ترتیب دے کر دوبارہ انسان کو پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ تو دین اسلام کی سچائیوں کو نہایت خلوص، محنت، لگن اور سادگی سے بیان کر کے اس تعجب میں ہیں کہ لوگ اتنی صاف اور آسان باتوں کو کیوں نہیں سمجھتے اور جب ان منکرین کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ سمجھنے کے بجائے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب آپ سے کوئی معجزہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب تم سب پر موت کو طاری کر کے دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور بدعملوں کو میدان حشر میں ہر طرح کی ذلت و رسوائی سے واسطہ پڑے گا جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔ فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو وہ ایک ہیبت ناک آواز ہوگی جس کی وجہ سے وہ گرتے پڑتے بھاگتے نظر آئیں گے اور وہ کہہ اٹھیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی یہ تو فیصلے کا دن آگیا ہے فرمایا جائے گا کہ ہاں یہ وہی فیصلے اور انصاف کا دن ہے جس سے ہم نے اپنے رسولوں کے ذریعہ تمہیں آگاہ اور خبردار کیا تھا۔ مگر تم اس کا زندگی بھر انکار کرتے رہے اور جھٹلاتے رہے۔

فرمایا جائے گا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی میں لگے ہوئے تھے ان کو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو آج جمع کر کے جہنم کی طرف دھکیل دو۔ راستہ دکھا دو لیکن ذرا ٹھہرو پہلے ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ آج تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کررہے ہو۔ تم تو دنیا میں ہر وقت ایک دوسرے کا ساتھ دیا کرتے تھے آج کیا ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہو۔ فرمایا کہ وہ اس کا جواب تو کیا دیں گے شرمندگی کے مارے اپنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔

آیات کے سلسلے میں چند وضاحتیں

☆ انسان کو ایک چپکتی مٹی یعنی گارے سے پیدا کیا گیا ہے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ انسانی وجود میں تمام وہ ذرات

موجود ہیں جو زمین پر پائے جاتے ہیں۔ ان ہی اجزا سے انسان کا وجود قائم کیا گیا ہے اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ ان کے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کر کے پھر سے انسان کو وہی شکل وصورت دے گا جو اس کی شکل وصورت دنیا میں تھی۔

☆ پہلے صور پھونکا جائے گا تو ساری دنیا، اس میں بسنے والی مخلوق اور چیزیں سب کی سب ختم ہو جائیں گی لیکن جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو جو جہاں پر دب کر ختم ہو چکا ہو گا اور ان کی قبریں بن چکی ہوں گی وہ ان سے اٹھ کر پروردگار کی طرف دوڑتا چلا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب آپ کے ذریعہ کوئی معجزہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ کفار اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ لوگو! یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ کھلا ہوا جادو ہے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معجزات عطا کئے گئے تھے جس کی تفصیلات سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن دوسری طرف قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب بھی کفار نے کسی معجزے کا مطالبہ کیا ہے تو فرمادیا گیا کہ اگر معجزہ دکھا بھی دیا جائے تو کیا معجزہ کا مطالبہ کرنے والے ایمان لے آئیں گے؟ ان آیات کو سامنے رکھ کر کچھ نادانوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سرے سے کوئی معجزہ دیا ہی نہیں گیا بلکہ قرآن کریم کو ایک معجزہ بنا کر عطا کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سیکڑوں معجزات عطا کئے گئے ہیں جن کو دیکھنے والے ایک دو نہیں ہزاروں صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نقل کیا ہے بلا شبہ قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے جس کے سامنے ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا کہنے والے خود ہی گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ کا ایک قانون ہے کہ اگر کوئی قوم کسی معجزہ کا مطالبہ کرتی ہے اور پھر اس معجزہ کو دیکھ کر اس پر ایمان نہ لائے تو اس قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسی نافرمان قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹادیا گیا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ جس کو ایمان لانا ہے اس کو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں اور جو معجزے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں چونکہ آپ کی امت آخری امت ہے اس لئے اللہ نے کفار کے مطالبہ پر کوئی معجزہ نہیں دکھایا کیونکہ اگر وہ اس معجزے کو دیکھتے اور اس پر ایمان نہ لاتے تو ان کو تباہ کر دیا جاتا اور یہ اللہ کی مصلحت کے خلاف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سیکڑوں معجزات ظاہر ہوئے ہیں مگر کفار کے مطالبے پر کوئی معجزہ نہیں دکھایا گیا تا کہ یہ آخری امت محفوظ رہے۔

☆ انسان جن چیزوں کو اپنا معبود بنا لیتا ہے دنیا کی حد تک تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ اس کے سارے کام ان بے جان اور جھوٹے معبودوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں اور ایسے ہم مزاج لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار بھی بن جاتے ہیں لیکن جب یہ قیامت کے دن میدان حشر میں پہنچیں گے تب ساری حقیقت کھل جائے گی کہ وہ زندگی بھر جن سہاروں پر بھروسہ کرتے رہے ہیں وہ غلط تھے اور اس طرح اپنے کئے پر وہ میدان حشر میں ذلت ورسوائی سے دوچار ہوں گے۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا

قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ

يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ

مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ

لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۴۹

ان میں سے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے اور کہیں گے کہ بے شک تم ہمارے اوپر دائیں طرف سے (قوت و طاقت کے ساتھ) آیا کرتے تھے۔ (کفار کے سردار)

کہیں گے کہ نہیں۔ تم ہی ایمان لانے والے نہ تھے ہمارا تمہارے اوپر کوئی زور زبردستی نہ تھا بلکہ تم ہی نافرمان (سرکش) قوم تھے۔ ہم سب پر ہمارے رب کی ہی بات ثابت ہو چکی تھی کہ ہم سب کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے۔ بے شک ہم نے تمہیں گم راہ کیا اور ہم خود بھی گمراہ تھے۔ بے شک وہ سب اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) بے شک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتے ہیں (ان کا یہ حال تھا کہ) جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کیا ہم ایک شاعر اور دیوانے کے پیچھے لگ کر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں حالانکہ یہ ایک سچائی تھی (جس کو یہ جھٹلا رہے ہیں) اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتی ہے۔ بے شک تم سب دردناک عذاب کا مزہ چکھو گے مگر تمہیں اس کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے مگر اللہ کے مخلص بندے (اس عذاب سے) بچ جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جن کا رزق متعین و مقرر ہے۔ (ان جنتوں میں) میوے اور ہر طرح کا اعزاز و اکرام ہوگا۔ جنت نعمتوں سے بھرپور ہوں گی ایک دوسرے کے سامنے تخت (مسہریوں) پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے آگے بہتے ہوئے مشروب ہوں گے جن کی رنگت صاف و شفاف اور پینے والوں کو لذت دیں گے۔ نہ اس میں دردسر ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی اور بڑی بڑی آنکھوں والی (عورتیں۔ حوریں) ہوں گی وہ حوریں خوبصورتی میں انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی جیسی ہوں گی (یعنی صاف و شفاف نرم و نازک)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۴۹

اَقْبَلَ	ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوا
اَلْيَمِيْنُ	داہنی جانب (طاقت وقوت اور زور)
طٰغِيْنَ	سرکشی کرنے والے
غٰوِيْنَ	بہکنے والے
صَدَّقَ	سچ بتایا
مُكْرَمُوْنَ	عزت دیئے گئے۔ معزز و محترم

یُطَافُ	گھومتا ہے
کَاْسٌ	پیالہ۔جام
مَعِیْنٌ	چشمے
بَیْضَآءُ	صاف شفاف
غَوْلٌ	دردسر
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ	نیچی نظریں رکھنے والیاں
مَکْنُوْنٌ	چھپا ہوا

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۴۹

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ اپنی کمزوریوں کو دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر خوشحالی اور راحت ولذت کا وقت ہوتا ہے تو سب شریک رہتے ہیں لیکن اگر کوئی برا وقت پڑ جائے تو ایک دوسرے پر الزام لگا کر اپنا دامن جھاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میدان حشر میں ٹھیک یہ صورت حال کفار ومشرکین اور ان کے بہکائے میں آ کر غلط راستے اختیار کرنے والوں کے ساتھ پیش آئے گی۔ کفار ومشرکین جب میدان حشر میں پہنچ کر اس بات کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے کہ ان کے کفروشرک کی وجہ سے اب عذاب الٰہی سے بچنا ممکن ہی نہ ہوگا تو وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت شروع کر دیں گے۔ اپنے بڑوں کے کہنے میں آ کر جن لوگوں نے گمراہی اختیار کر لی تھی وہ اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا تم دنیا میں بڑی قوت وطاقت سے گلے پھاڑ کر قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلاتے تھے کہ ہم جس راستے پر چل رہے ہیں وہی صحیح ہے۔ اس کیلئے دھمکیوں اور لالچ کے تمام طریقے اپنا کر ہمیں ہر نیک اور بہتر راستے سے روکتے اور برے کاموں کی طرف رغبت دلایا کرتے تھے۔ ان تمام آفتوں کے تم ہی ذمہ دار ہو کفار ومشرکین کے سردار اپنا دامن جھاڑتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں الزام نہ دو۔ ایمان لانا یا نہ لانا یہ تمہارا کام تھا۔ ہم نے تم پر کوئی زور زبردستی تو نہیں کی تھی بلکہ تم نے اپنی خواہشات کے مطابق ہماری بات سن کر اس گمراہی کے

راستے کو اختیار کیا تھا۔ کیا تمہارے پاس عقل و سمجھ نہ تھی۔ دنیا میں اچھے لوگ بھی تھے تم نے ان کی بات کیوں نہ مانی تم خود ہی ان تمام گمراہیوں اور حالات کے ذمہ دار ہو۔ خواہ مخواہ ہم پر الزام نہ لگاؤ۔ ہم تو خود اس تصور سے پریشان اور شرمندہ ہیں کہ ہم خود ہی گمراہی کے راستے پر چلتے رہے تھے۔ میدان حشر میں جب کمزور اور طاقت ور آپس میں ایک دوسرے کو لعنت ملامت کر رہے ہوں گے تو اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ آج ایک دوسرے کو الزام دینا بیکار اور فضول ہے کیونکہ تم دونوں ہی مجرم ہو لہٰذا سزا بھگتنے اور جہنم کی آگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلائیں گے کہ جب بھی ہمارے پیغمبروں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے وہی تمہارا ''اللہ'' ہے تو تم نے تکبر اور غرور کا پیکر بن کر اپنی گردنوں کو اکڑا لیا تھا اور ان سے منہ پھیر لیا تھا۔ تمہیں اس بات پر بڑا ناز تھا کہ تم معاشرہ کے بڑے باعزت اور محترم لوگ ہو۔ تم نے ہمیشہ انسانی شرافت اور اعلیٰ اخلاق کو مال و دولت کی ترازو سے تولنے کی کوشش کرتے ہوئے ان لوگوں کو بہت ہی حقیر، گھٹیا اور معمولی سمجھا تھا جنہوں نے نیکی اور پرہیز گاری کو اپنا سرمایہ حیات بنا رکھا تھا حالانکہ اللہ کے نزدیک یہی باعزت اور کامیاب و بامراد تھے مگر تم ان کو کسی طرح کی عزت کا مقام دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ فرمایا جائے گا کہ تمہارا ایک بہت بڑا جرم یہ بھی ہے کہ تم نے اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا اور تم نے ان کو ساحر، کاہن، شاعر اور مجنوں تک کہہ ڈالا حالانکہ ان پیغمبروں نے ہمیشہ سنجیدہ، باوقار اور جچی تلی باتوں کے ذریعہ تمہیں راہ ہدایت پر لانے کی بھرپور کوششیں کیں۔ اور تم نے ہمیشہ یہی کہا کہ تم ایک شاعر، دیوانے اور مجنوں شخص کے کہنے سے اپنے باپ دادا کے طریقوں کو کیوں اور کیسے چھوڑ دیں۔ اللہ کے سارے پیغمبر ایک دوسرے کی تصدیق کرتے رہے اور ایک ہی بات کہتے رہے مگر تم کفر و شرک کے راستے ہی میں اپنی کامیابیوں کے طریقے تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب تم جہنم کا بدترین عذاب بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ان کفار و مشرکین کے برخلاف اہل جنت پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوگا۔ وہ اللہ کے مہمانوں کی طرح ہوں گے جن کی ہر طرح مہمان داری کی جا رہی ہوگی۔ ان کے لئے نفیس اور بہترین چیزیں مہیا کی جائیں گی۔ دل کے سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے سرسبز و شاداب باغات ہر طرف بہتی ہوئی نہریں اور شان دار بچھے ہوئے تخت ہوں گے جن پر آرام سے تکیہ لگائے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے باتیں کرتے ہوں گے پاکیزہ اور صاف ستھرے خادم بہتے چشموں کی سفید رنگ کی صاف شفاف شراب کے جام بھر بھر کر دے رہے ہوں گے۔ وہ ایسی لذیذ اور مزے دار شراب ہوگی کہ جس کے پینے سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور اس کو پینے کے بعد نہ وہ بہکیں گے۔ ان کے پاس ایسی خوبصورت حسین و جمیل بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جن کی نرمی اور نزاکت کے لئے فرمایا گیا کہ جس طرح انڈے کے اندر نرم و نازک سفید جھلی ہوتی ہے جس کو ہاتھ لگائیں تو وہ میلی ہو جاتی ہے اسی طرح نرمی و نزاکت میں وہ بے مثال ہوں گی۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کا مفہوم پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان

حوروں کی نرمی اور نزاکت اس جھلی جیسی ہوگی جو انڈے کے چھلکے اور اس کے گودے کے درمیان ہوتی ہے (ابن جریر) غرضیکہ اہل جنت کے لئے ہر طرح کی نعمتیں موجود ہوں گی اور وہ ان سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

☆ رزق معلوم سے مراد وہ یقینی رزق ہے جو اہل جنت کو ہمیشہ ملتا رہے گا اور کبھی ختم نہ ہوگا۔

☆ جنت میں جتنی چیزیں کھانے کے لئے ملیں گی ان کی لذت بے مثال ہوگی کیونکہ وہاں دنیا کی طرح بھوک نہ لگے گی کہ اگر کھانے کو نہیں ملا تو کمزوری پیدا ہو جاتی ہے بلکہ ان کی ہر خواہش ان کے تصور سے وابستہ ہوگی کہ ادھر انہوں نے ایک چیز کا تصور کیا خواہش کی اور وہ اسی وقت فوراً پوری ہوگی۔

☆ جنت اتنی وسیع وعریض اور پھیلی ہوئی ہوگی کہ سب لوگ اپنے اپنے تخت پر بیٹھے ہوں گے نہ تو ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوگی اور نہ بات چیت کرنے میں دشواری بلکہ اللہ تعالیٰ رابطے کے لیے ایسی چیزیں پیدا فرما دیں گے کہ ہر شخص جب دوسرے سے بات کرے گا تو بات کرنے اور سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔

☆ جنت کی شراب میں لذت اور مزہ تو بہت زیادہ ہوگا مگر اس کو پینے کے بعد نہ تو شور شرابہ ہوگا نہ سر میں بھاری پن ہوگا نہ اس کو پی کر کوئی بہکے گا نہ پیٹ میں درد ہوگا نہ اس کے منہ سے بدبو کے بھپکارے آ رہے ہوں گے اور نہ وہ شخص بے عقلی کی بہکی بہکی باتیں کرے گا۔

☆ کفار و مشرکین کے وہ بچے جو بالغ ہونے سے پہلے پہلے مرجائیں گے اللہ ان کو جہنم میں نہیں بھیجے گا بلکہ ان کو جنت کے لوگوں کا خادم بنا دیا جائے گا ان ہی کو "غلمان" کہا جاتا ہے۔

☆ جنت کی حوریں اپنی نگاہیں نیچے کئے رکھیں گی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نہایت شرمیلی ہوں گی دوسرے یہ کہ وہ حوریں جن شوہروں کے لئے بنائی گئی ہیں وہ ان کے علاوہ کسی کی طرف نگاہیں اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ

فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۝٥٥ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ۝٥٦
وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ۝٥٧ اَفَمَا نَحْنُ
بِمَیِّتِیْنَ ۝٥٨ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝٥٩ اِنَّ
هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝٦٠ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝٦١ اَذٰلِكَ
خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝٦٢ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ ۝٦٣
اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ۝٦٤ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ
الشَّیٰطِیْنِ ۝٦٥ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝٦٦
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ۝٦٧ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِالَی
الْجَحِیْمِ ۝٦٨ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ ۝٦٩ فَهُمْ عَلٰۤی اٰثٰرِهِمْ
یُهْرَعُوْنَ ۝٧٠ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝٧١ وَلَقَدْ
اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ۝٧٢ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُنْذَرِیْنَ ۝٧٣ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ۝٧٤

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۷۴

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے (اور گفتگو کریں گے) ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا وہ کہتا تھا کیا تم (قیامت کے دن کو) سچ ماننے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مر کھپ جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں بدلہ اور جزا دی جائے گی (فرمایا جائے گا) کیا تم جھانک کر اس شخص کو دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ جھانک کر دیکھے گا تو وہ جہنم کے بیچ میں (آگ سے جھلس رہا) ہوگا۔ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم تو نے مجھے برباد کر دیا

ہوتا۔ اگر میرے پروردگار کا مجھ پر فضل و کرم نہ ہوتا تو میں بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوتا جو پکڑ کر لائے گئے ہیں۔ تو کیا ہم اب پہلی مرتبہ مرنے کے بعد دوبارہ نہیں مریں گے اور نہ عذاب دیئے جائیں گے۔ بے شک یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ (اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ بتادو) یہ مہمان نوازی بہتر ہے یا ''زقوم'' کا درخت جسے ہم نے ظالموں کے لئے ایک آزمائش بنایا ہے۔ وہ (زقوم) ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ (تہہ) سے نکلتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے شیطان کے سر۔ پھر وہ اس کو کھائیں گے اور اسی سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ پھر بے شک ان کو کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا۔ پھر ان کی واپسی اسی جہنم کی طرف ہوگی۔ حالانکہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہی میں پایا تھا مگر پھر بھی وہ ان ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے بہت سے لوگ گمراہی میں مبتلا ہو چکے تھے اور ہم نے ان میں سے (برے عمل کے برے انجام سے ڈرانے والے) رسول بھیجے تھے تو پھر دیکھو جن کو ڈرایا گیا تھا اور وہ نہیں مانے تو ان کا انجام کیسا ہوا۔ سوائے اللہ کے ان خاص مخلص بندوں کے جنہیں چن لیا گیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۰ تا ۷۴

قَرِيْنٌ	دوست۔ ساتھی۔ ملاقاتی
يَدِيْنُوْنَ	جزا یا سزا دیئے جائیں گے
مُّطَّلِعُوْنَ	جھانکنے والے
اِنْ كِدْتَّ	اگرچہ قریب تھا
لَتُرْدِيْنِ (تُرْدِئٌ)	البتہ تو مجھے ہلاک کر دیتا
اَصْلٌ	جڑ۔ بنیاد
طَلْعٌ	پھل۔ گابھا

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۷۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں پر گذرنے والے حالات اور کیفیات کو بیان کر کے ہر شخص کو غور و فکر

کی دعوت دی ہے کہ ان میں سے کون سی حالت بہتر ہے۔ جب اہل جنت اللہ کی بے شمار نعمتوں کا لطف اٹھا رہے ہوں گے تو اس وقت دنیا کے متعلق بھی کچھ باتیں شروع ہو جائیں گی۔ ان میں سے ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست تھا جو میرے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے بحث کیا کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ بھلا بتاؤ جب ہم مرکھپ جائیں گے، ہمارا بدن گل سڑ جائے گا، ہماری ہڈیوں کے ذرات بکھر کر اپنا وجود کھو دیں گے اور زمین میں رل مل جائیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ہمارے باپ دادا جن کی قبروں تک کا پتہ نہیں ہے وہ کیسے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟۔ لیکن آج ساری سچائی ہمارے سامنے ہے۔ نجانے وہ آخرت کی زندگی اور دوبارہ پیدا کئے جانے کا منکر کس حال میں ہوگا؟۔ یقیناً وہ اپنے عقیدے کی وجہ سے جہنم میں پہنچ چکا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا اس کے دل میں آئے گا کہ اس شخص کو جہنم میں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ چنانچہ جب وہ اس شخص کو دیکھے گا کہ جہنم کے بیچ میں سخت عذاب میں گرفتار ہے تو وہ شخص اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہے گا الٰہی! آپ کا شکر ہے کہ میں اس کے فریب سے بچ گیا ورنہ آج میرا بھی یہی انجام ہوتا۔ یہ تو اللہ نے مجھ پر خاص رحم و کرم فرمایا کہ اس عذاب جہنم سے بچ گیا۔ میرا عقیدہ اور ذہن و فکر صحیح رہا ورنہ جس طرح آج مجرموں اور گناہ گاروں کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں جھونکا جا رہا ہے میں بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوتا۔ پھر وہ جنتی شخص اپنی خوشی اور مسرت سے بے قرار ہو کر کہے گا کہ موت جو ہمیں آچکی ہے اب دوبارہ نہیں آئے گی اور ہم اس جنت میں عیش و آرام اور سکون سے ہمیشہ رہیں گے اور یہاں سے نکالے نہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جنت میں جو بھی لذتیں، راحتیں اور امن و سکون ہے وہ اہل جنت کی زبردست اور بہت بڑی کامیابی ہے۔ درحقیقت دنیا کے کامیاب ترین لوگ وہی ہیں جنہوں نے اللہ و رسول پر ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی۔ اسی جنت کے لئے ہر شخص کو کوشش اور جدوجہد کرنا چاہیے۔ ایک طرف تو یہ خوش نصیب جنت والے ہوں گے جو حقیقی کامیابیوں سے ہم کنار ہو چکے ہوں گے لیکن دوسری طرف اہل جہنم ہوں گے جن کو آگ میں جھونک دیا جائے گا اور جب وہ بھوک سے بے قرار ہو جائیں گے تو ان کو کھانے کے لئے ''زقوم'' کا درخت یا پودا دیا جائے گا جو نہایت کڑوا، کسیلا اور بدذائقہ ہوگا جو جہنم کی آگ سے پیدا کیا گیا ہوگا۔ یہ اتنا سخت اور کڑوا ہوگا کہ اس کو حلق سے نیچے اتارنا اور نگلنا مشکل ہوگا۔ جب پیاس کی طلب ہوگی تو ان کو کھولتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا۔ جب وہ اس کو پئیں گے تو ان کے چہروں کی کھالیں تک جھلس کر رہ جائیں گی۔ ان کی زندگی موت سے بدتر نظر آئے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے گمراہ باپ دادا کے راستے کو اپنا کر ان کی طرح زندگی گذارنے کی کوشش کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے تھے جو ان کے اپنوں میں سے تھے لیکن انہوں نے کسی پیغمبر کی بات پر توجہ نہ کی تھی جس کے نتیجے میں وہ گمراہ ہو گئے تھے اور اسی راستے پر ان کی اولادیں بھی چلیں اور ان سب نے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ ہاں البتہ ان ہی گمراہیوں میں ایسے مخلص بندے بھی تھے جن کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور وہ جہنم کی آگ سے بچ گئے۔

ان ہی آیات سے متعلق چند باتیں۔

☆ گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اہل جنت کو ''رزق معلوم'' دیا جائے گا جو بہترین اور راحت و آرام کا ذریعہ ہوگا لیکن اس کے برخلاف اہل جہنم کو جہنم کی تہہ میں آگ سے پیدا ہونے والا درخت ''زقوم'' کھانے کے لئے دیا جائے گا جو اتنا کڑوا اور بد ذائقہ ہوگا کہ اس کو حلق سے نیچے اتارنا مشکل ہوگا اور ان کو پینے کے لئے گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کو جھلسا کر رکھ دے گا۔

جب قرآن کریم میں ''زقوم'' کا ذکر آیا اور نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ وہ کیسا زہریلا اور کڑوا ہوگا جو جہنم کی تہہ میں سے پیدا ہوگا تو کفار نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ ابوجہل نے تو اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ آگ میں بھی درخت اگائے جائیں گے حالانکہ آگ تو درخت کو بھی کھا جاتی ہے یہ کیسی عقل سے بعید بات کہی گئی ہے۔ اس نے کہا کہ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ زقوم کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں۔ اس نے کھجوریں اور مکھن منگوا کر سب سے کہا کہ آؤ کھاؤ ہمارا زقوم تو یہی ہے۔

☆ اس درخت کے خوشے شیطانوں کے سر جیسے ہوں گے۔ انسان نے تو شیطان کو نہیں دیکھا اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ ایک تشبیہ ہے کہ اس کے پتے اور خوشے بھی بہت بڑے بڑے ہوں گے۔

☆ اللہ نے ہر زمانہ میں گمراہ لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے تا کہ زندگی کی راہوں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا دیا جا سکے۔ جن لوگوں نے ان کی بات مانی وہی کامیاب و بامراد ہوئے اور جنہوں نے ان کی تعلیمات سے منہ موڑا وہی ناکام و نامراد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہزاروں پیغمبر بھیجے اور آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا جن کی نبوت و رسالت قیامت تک جاری رہے گی اور آپ کے بعد اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا اور فریبی ہے جو خود اور اس کے ماننے والے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اگر کچھ لوگ ایسے جھوٹے شخص کے دھوکے میں آ گئے ہوں تو ان کو موت کے فرشتے نظر آنے سے پہلے توبہ کر لینی چاہیے ورنہ ان کا انجام ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا جنہوں نے کفر و شرک کو اپنی زندگی بنا رکھا ہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ

فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

اور جب ہمیں نوحؑ نے پکارا تو ہم بہترین (دعاؤں کو) قبول کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے ان کو (نوحؑ کو) اوران کے گھروالوں (ان کے تمام ماننے والوں) کو بڑی مصیبت سے نجات عطا کی۔ اور ہم نے ان کی اولاد کو (ان کی جگہ) باقی رہنے دیا۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان کے ذکر (خیر) کو چھوڑا کہ سارے جہانوں میں نوحؑ پر سلامتی ہو۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ اور پھر ہم نے دوسروں کو (کفار و مشرکین کو) غرق کردیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

نَادٰی	اس نے پکارا
نِعْمَ	بہترین
مُجِیْبُوْنَ	قبول کرنے والے
کَرْبٌ	مصیبت۔ مشکل
اَلْمُحْسِنِیْنَ	نیک کام کرنے والے
اَغْرَقْنَا	ہم نے ڈبو دیا۔ غرق کردیا

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

ان آیات سے پہلے فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ اور ہر قوم کی ہدایت و رہنمائی اور برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کرنے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا تھا۔ جن لوگوں نے ان کے بتائے ہوئے راستے کو اپنایا اور اس پر پورے خلوص سے چلے تو اللہ نے ان کی دنیا اور آخرت دونوں کو ان کی نجات کا ذریعہ بنا دیا لیکن جن بدنصیبوں نے ان کی اطاعت و فرماں برداری نہیں کی ان کی نہ صرف دنیا اجاڑ دی گئی بلکہ وہ آخرت میں بھی سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اسی بات کو ذہن نشین کرانے کے

لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ پیغمبروں کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ سب سے پہلے حضرت نوحؑ اوران کے ماننے والوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت نوحؑ جو اپنی قوم اور کئی نسلوں کو ساڑھے نوسو سال تک یہ سمجھاتے رہے کہ وہ اپنے غلط رسم ورواج اور بے حقیقت اور جھوٹے معبودوں کی عبادت چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں لیکن ان کی قوم میں سے کچھ لوگوں کے سوا کسی نے ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور مسلسل نافرمانیوں میں لگے رہے آخر کار حضرت نوحؑ نے ایک دن اللہ کی بارگاہ میں یہ درخواست پیش کردی کہ الٰہی! میں نے ان کو ہر طرح سمجھایا، دن رات جدوجہد اور کوشش کی مگر سوائے چند لوگوں کے سب نے نافرمانیوں پر کمر باندھ رکھی ہے (اب یہ اس گلے سڑے عضو کی طرح ہو چکے ہیں جس کا آپریشن کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ پورا جسم بچ سکے)۔ الٰہی! اب آپ ان کے لئے فیصلہ فرما دیجئے اور روئے زمین پر ان کا کوئی ٹھکانا باقی نہ رہنے دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسی کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں اللہ کے فرماں برداروں اور جانوروں میں سے ہر ایک کا ایک ایک جوڑا رکھا جاسکے۔ جب حضرت نوحؑ اور آپ کے ماننے والے کشتی بنا رہے تھے تو کفار و مشرکین نے ان کا مذاق اڑایا۔ ایک وقت مقررہ پر پانی کا طوفان شروع ہوا۔ زمین نے اپنے سوتے اور آسمان نے اپنے دھانے کھول دیئے۔ اتنا شدید طوفان آیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی پانی بلند ہو گیا اور کشتی میں سوار اہل ایمان کے سوا روئے زمین پر کوئی نہ بچ سکا اور اس طرح اللہ کے نافرمانوں کو پانی کے طوفان میں غرق کر دیا گیا اور اللہ نے حضرت نوحؑ، ان کے مومن اہل خانہ اوران کے ماننے والے صاحبان ایمان کو اس "کرب عظیم" سے نجات عطا فرمائی اور پھر حضرت نوحؑ کی اولاد سام حام اور یافث اور تمام باقی رہنے والے اہل ایمان کے ذریعہ نسل انسانی کو باقی رکھا اور انسانوں کی طرح اللہ نے جانوروں کی نسلوں کو بھی باقی رکھا۔ وہ نافرمان لوگ جنہوں نے حضرت نوح کی کسی بات پر کان نہیں دھرا تھا وہ تو دنیا سے اس طرح مٹ گئے کہ آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے لیکن آج حضرت نوحؑ کا نام دنیا کی ہر قوم عزت واحترام سے لیتی ہے۔ وہ ساری دنیا کے لئے اس طرح لائق احترام ٹھہرے کہ قیامت تک حضرت نوحؑ کے لئے سلامتی کی دعائیں کی جاتی رہیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی غالب مذہبی اکثریت مسلمان، عیسائی، یہودی اور بہت سی قومیں ان کا یکساں احترام کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو مٹا کر حضرت نوحؑ کے ماننے والوں کو ان کا وارث بنا دیا۔ حضرت نوحؑ، ان کی اولاد اور محسنین یعنی حسن عمل کرنے والوں کا نام بھی باقی ہے اوران کے نام لیوا بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ کفار مکہ کو اس حقیقت کی طرف لانے کی کوشش کی ہے کہ وہ اس آئینہ میں جھانک کر دیکھ لیں کہ کہیں اس میں ان کو اپنی صورت تو نظر نہیں آرہی ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ فوراً توبہ کر کے ایمان لے آئیں اور نبی مکرم ﷺ کا دامن رحمت تھام لیں ورنہ قوم نوح کی طرح ان کو مٹنے میں بھی دیر نہ لگے گی۔ اور جس طرح قوم نوح کو پانی کے طوفان سے غرق کر دیا گیا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ کفار مکہ بھی ایمان نہ لا کر اپنی شرارتوں اور نافرمانیوں کے سمندر میں غرق کر دیئے جائیں۔

وقف لازم

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًاۢ بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸

اور بے شک ابراہیمؑ (بھی نوحؑ) کے طریقے پر تھے۔ جب وہ قلب سلیم (پاک صاف دل) سے اپنے پروردگار کی طرف آئے۔ جب انہوں نے اپنے والد اور قوم سے کہا کہ تم کن (فضول چیزوں) کی عبادت و بندگی کرتے ہو؟ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ پھر اس نے ستاروں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ پھر وہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر یہ (ابراہیمؑ) ان کے بتوں میں جا گھسے۔ کہنے لگے تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر ان (بتوں) پر پوری قوت و طاقت سے ضربیں لگائیں۔ پھر (ان کی قوم کے لوگ) ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ ابراہیمؑ نے کہا کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود (اپنے ہاتھوں سے) بناتے ہو حالانکہ اللہ نے تمہیں اور تمہارے کاموں کو پیدا کیا ہے۔ کہنے لگے کہ اس کے لئے (آگ سے بھری ہوئی) ایسی چیز بناؤ اور پھر اس کو بھڑکتی آگ میں جھونک دو۔ غرض انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ برائی کرنا چاہی لیکن ہم نے (کفار کی سازشوں کو) نیچا کر دکھایا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸

شِیْعَةٌ	کسی کے طریقے پر چلنے والا
قَلْبٌ سَلِیْمٌ	پاک صاف دل
اَءِ فْكاً	کیا تم گھڑتے ہو
اَلنُّجُومُ (نَجْمٌ)	ستارے
سَقِیْمٌ	بیمار۔ طبعیت کا خراب ہونا
مُدْبِرِیْنَ	پیٹھ پھیرنے والے
رَاغَ	وہ گھس گیا
لَا تَنْطِقُوْنَ	تم بات نہیں کرتے ہو
یَمِیْنٌ	داہنا ہاتھ۔ طاقت وقوت
یَزِفُّوْنَ	وہ دوڑتے ہیں
تَنْحِتُوْنَ	تم تراشتے ہو
بُنْیَانٌ	عمارت۔ جگہ
اَلْقُوْا	ڈالو
اَسْفَلِیْنَ	نیچے ہونے والے

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو کفر و شرک سے بچانے اور خالص توحید پر لانے کی دن رات جدوجہد کی۔ ایک شہر سے دوسرے شہر تک ایک نسل سے دوسری نسل تک آپ نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا کہ وہ کفر و شرک اور خود اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے معبودوں کی عبادت و بندگی نہ کریں۔ لیکن سوائے کچھ لوگوں کے ساری قوم نے ان کا مذاق اڑایا۔ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جمے رہے۔ آخر کار حضرت نوحؑ کے منہ سے اس قوم کے لئے بددعا نکل گئی اور اس پوری قوم کو پانی کے زبردست طوفان

کے ذریعہ غرق کر دیا گیا۔ فرمایا کہ جس طرح حضرت نوحؑ نے پوری زندگی دین کی سچائیوں کو قائم کرنے کی جدوجہد کی اسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی ان ہی کے طریقے پر تھے جنہوں نے ایک خوش حال اور معاشرہ میں ایک باعزت گھرانے میں آنکھ کھولی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے معبودوں اور چاند، سورج اور ستاروں کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں تو ان کے قلب سلیم سے یہی ایک آواز بلند ہوئی کہ یہ سب کچھ جو یہ لوگ کر رہے ہیں وہ غلط ہے۔ ان سب چیزوں کو جس نے پیدا کیا ہے وہی معبود ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ جب یہی بات انہوں نے اپنے والد اور قوم کے لوگوں سے کہی تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ان باتوں کو دیوانگی قرار دیا۔ حضرت ابراہیمؑ اس بات کو اور بتوں کی بے حقیقتی کو ظاہر کرنے کے لئے بے چین رہا کرتے تھے۔ پوری قوم شہر سے باہر جا کر اپنا سالانہ جشن منایا کرتی تھی جب سب لوگ جانے لگے تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے بھی کہا کہ وہ ان کے ساتھ چلے چلیں مگر آپ نے طبیعت کی ناسازی کا بہانہ بنا کر کہا کہ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ جب پوری قوم کے لوگ اپنی بدمستیوں اور میلے کی رنگینیوں میں کھوئے ہوئے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ ایک ہتھوڑا لے کر ان لوگوں کے بت خانے میں پہنچ گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے بتوں کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے ہوئے ہیں انہوں نے ان بتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ پھر ہتھوڑا لے کر بتوں کو توڑنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ تم بولتے کیوں نہیں؟ اور اس طرح تمام چھوٹے بڑے بتوں کو مٹی میں ملا کر بڑے بت کے ہاتھ میں ہتھوڑا دے کر گھر آ گئے۔ جب پوری قوم اپنے میلے اور جشن سے واپس آئی اور انہوں نے اپنے بتوں کا یہ حشر دیکھا تو وہ کانپ اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ان بتوں کی مخالفت کرنے والا تو ایک ہی شخص ہے اور وہ ہے آذر کا بیٹا ابراہیم۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو بلا کر پوچھا گیا کہ اے ابراہیم تم نے ہمارے بتوں کا یہ حال کیا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے مذاق اڑاتے ہوئے فرمایا کہ یہ بڑا بت جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہے اس سے پوچھو ان کا مقصد یہ تھا کہ شاید اس بڑے بت کو چھوٹے بتوں پر کسی بات پر غصہ آ گیا ہوگا۔ اور اس نے چھوٹے بتوں کی گت بنا کر رکھ دی۔ سچ تو سچ ہی ہوتا ہے یہ سن کر کہ ان بتوں سے خود پوچھ لو کہ ان کو کس نے توڑا ہے تو وہ شرمندہ ہو گئے اور انہوں نے ایک ہنگامہ بپا کر دیا اور کہا کہ اس کو پکڑو۔ لکڑیاں جمع کر کے آگ لگاؤ اور ابراہیمؑ کو اس میں جھونک دو تا کہ آئندہ کسی کو ہمارے بتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات و ہمت نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت فرمایا کہ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں سے تم اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود بناتے ہو اور پھر ان کے سامنے جھک جاتے ہو اور اپنی مرادیں پوری ہونے کی توقع رکھتے ہو حالانکہ یہ ساری قدرت اللہ کی ہے وہی سب کو دینے والا ہے۔ پھر پوری قوم نے اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا اور ان کو آگ لگا دی جب آگ خوب دھک اٹھی تو کسی طرح انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اٹھا کر اس آگ کے درمیان میں پھینک دیا۔ ادھر انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا ادھر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ ”اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا“۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ جب ان لوگوں نے مجھے آگ میں پھینکا تو وہ آگ میرے لئے ایک بہترین باغیچہ بن گئی اور مجھے ان سات دنوں میں جتنا آرام، سکون اور دلی اطمینان نصیب ہوا اتنا زندگی میں کبھی حاصل نہ

ہوسکا۔ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام، سورۃ العنکبوت اور سورۃ الشعراء میں بھی بیان فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت نوحؑ نے پوری زندگی ایثار وقربانی کر کے دن رات دین اسلام کی سچائیوں کی جدوجہد کی اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے بھی ہر طرح کی کاوشیں کیں۔ آگ سے خیر وعافیت سے نکل کر آپ نے عراق کو چھوڑ کر فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی اور پھر پوری زندگی اس پورے علاقے کے چپے چپے پر یہاں تک کہ حجاز مقدس تک آپ نے سفر کئے اور دنیا بھر کو توحید خالص کی تعلیم دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ کے نقش قدم پر چلنے اور ساری دنیا میں اسی توحید کے پرچم کو بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ حضرت ابراہیمؑ کے بقیہ واقعہ اور قربانیوں کی تفصیلات اس کے بعد کی آیات میں بیان کی گئی ہیں۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ۚ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ۖ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ؑ

۳ ۳۹ ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

اور ابراہیمؑ نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے میرے رب! مجھے صالح بیٹا عطا فرما۔ پھر ہم نے اس کو حلم و برداشت والے لڑکے کی خوش خبری دی۔ پھر جب وہ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیمؑ نے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ (اس سلسلہ میں) تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ اے میرے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہی کیجئے اور آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے۔ پھر جب (ابراہیمؑ و اسماعیلؑ) دونوں نے حکم الٰہی کو مان لیا باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا۔ تو بے شک ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے ایک (قربانی کے لئے) بڑا ذبیحہ اس کے بدلہ میں عطا کیا۔ اور ہم نے اس کا ذکر خیر بعد میں آنے والوں کے لئے باقی رکھا۔ ابراہیمؑ پر سلام ہو۔ ہم مخلصین کو اسی طرح کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اس کو اسحاق جیسے نبی اور خوش نصیب بیٹے کی بھی خوش خبری دی۔ ہم نے اس پر برکت نازل کی اور اسحاق پر بھی اور ان دونوں کی صالح اولاد پر بھی جن میں سے نیکو کار بھی ہوں گے اور بعض اپنی جانوں پر کھلا ظلم کرنے والے بھی ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

ذَاهِبٌ	جانے والا
هَبْ	عطا کر
غُلَامٌ	بیٹا۔ لڑکا
حَلِيْمٌ	برداشت کرنے والا۔ حلیم الطبع
اَلْمَنَامُ	نیند۔ خواب
اَسْلَمَا	دونوں نے گردن جھکا دی
تَلَّهٗ	اس کو لٹا دیا۔ گرایا

جَبِيْنٌ	پیشانی
اَلرُّءْ يَا	خواب
ذِبْحٌ عَظِيْمٌ	بڑا ذبیحہ۔ (مینڈھا)
مُحْسِنٌ	نیکیاں کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی سب سے بڑی آزمائش یہی تھی کہ جب آپ نے پوری قوم کے سامنے ان کے بتوں کی بے بسی اور حقیقت کھول کر رکھ دی تب ان کو اس زبردست آگ میں پھینکا گیا جس کے شعلوں کی بلندی کا یہ حال تھا کہ اگر اس آگ پر سے کوئی پرندہ بھی گذر جاتا تو وہ جل بھن کر کباب ہو جاتا۔ جب کسی طرح حضرت ابراہیمؑ کو اس آگ مین پھینکا گیا تو اللہ کے حکم سے یہ آگ ان پر گل وگلزار ہوگئی۔ حضرت ابراہیمؑ کی جرات و ہمت اور مزاج کے استقلال کا یہ حال تھا کہ آپ نے آگ میں جل جانا گوارا کیا مگر اپنی طویل دعوتی جدوجہد کو ترک نہیں کیا۔ اسی زبردست ایثار وقربانی کی وجہ سے اللہ نے ان کو ساری دنیا کا امام وپیشوا بنا دیا۔ اللہ نے فرما دیا کہ جو بھی ان کے راستے پر چلے گا اس کو بھی اسی طرح عزت وعظمت سے نوازا جائے گا۔

آگ سے صحیح سلامت نکلنے کے بعد آپ نے اللہ کے بھروسے پر وطن چھوڑنے اور ایک نامعلوم منزل کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ فرما لیا اور کہا میں تو اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر وطن سے نکلا ہوں جس ذات پر بھروسہ ہے وہی مجھے صحیح راستہ دکھائے گا۔ وہ مجھے جہاں بھی پہنچائے گا میں وہیں پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ اپنی بیوی حضرت سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ جو ان پر ایمان لا چکے تھے عراق سے نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ نے آپ کا رخ شام وفلسطین کی طرف کر دیا۔ حضرت سارہ نے جب یہ سمجھ لیا کہ ان کے بطن سے اولاد پیدا ہونے کے کوئی آثار نہیں ہیں تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے درخواست کی کہ وہ حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیں شاید ان سے اولاد پیدا ہو جائے اور آپ جس مشن اور مقصد کو لے کر چل رہے ہیں وہ پروان چڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ آپ کا نکاح حضرت ہاجرہ سے ہوگیا۔ اس وقت انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں یہ عاجزانہ درخواست پیش کی الٰہی! مجھے ایک صالح اور نیک بیٹا عطا فرما۔ مقصد یہ تھا کہ الٰہی میں جس عظیم مقصد کے لئے قربانیاں دے رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں دین اسلام کا سچا پیغام پہنچ جائے اس کے لئے مجھے صالح بیٹا عطا فرما تا کہ اس کے ذریعہ اس مقصد کی تکمیل ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسے بیٹے کی خوش خبری سنائی جو حلیم الطبع یعنی حلم وبرداشت والا اور نبی بھی ہوگا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ جیسا حلیم الطبع بیٹا عطا فرمایا۔ قرآن کریم میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیلؑ کو حجاز یعنی مکہ مکرمہ میں آباد کیا۔ جب حضرت اسماعیل

کی عمر مبارک تیرہ سال کی ہوگئی یعنی جو عمر ماں باپ کے ساتھ بھاگ دوڑ کی ہوتی ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اس بیٹے کو جو بڑی دعاؤں اور ارمانوں سے ملا ہے اس کو ذبح کر رہے ہیں۔آپ نے یہ خواب مسلسل تین راتوں تک دیکھا چونکہ انبیاء کرام کے خواب بھی وحی کی ایک کیفیت کا نام ہے اس لئے آپ کو یقین ہوگیا کہ اللہ کی طرف سے انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کے حکم پر قربان کردیں۔حضرت ابراہیمؑ نے اس خواب کا ذکر اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ سے کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل جانتے تھے کہ اللہ نے ان کے والد حضرت ابراہیمؑ کو نبوت و رسالت کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔عرض کیا ابا جان جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے تو آپ اللہ کے حکم کی تعمیل کیجئے۔انشاء اللہ مجھے آپ انتہائی برداشت کرنے والا اور صبر کرنے والا پائیں گے۔حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو مکہ مکرمہ سے ذرا فاصلے پر منیٰ کے مقام کی طرف لے گئے۔راستہ میں تین جگہ شیطان نے مختلف روپ بدل کر حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو خیر خواہی کے انداز میں بہکانے کی کوشش کی۔حضرت ابراہیمؑ یا حضرت اسماعیلؑ نے ہر مرتبہ سات سات کنکریاں اٹھا کر شیطان کو ماریں جس سے وہ ہر مرتبہ زمین میں دھنس جاتا تھا۔حجاج کرام جب حج کرتے ہیں تو وہ شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یہ اسی کی یادگار ہے اور شیطان سے نفرت کا اظہار ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ الٰہی ہمیں بھی شیطان کے فریب اور بہکائے سے محفوظ فرما جس طرح حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو محفوظ فرمایا تھا۔حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے اس طرح زمین پر لٹایا کہ پیشانی کا ایک کنارہ زمین کو چھونے لگا یعنی کروٹ پر لٹا دیا۔شاید اس لئے کہ کہیں بیٹے کے معصوم چہرے پر نظر پڑ جائے اور محبت کا ایسا غلبہ ہوجائے کہ ان سے حکم کی تعمیل میں کسی طرح کی کمی رہ جائے۔چھری تیز کر کے ان کے گلے پر چلانا شروع کی۔چونکہ ابراہیمؑ نے خواب میں یہی دیکھا تھا کہ وہ ذبح کر رہے ہیں لیکن یہ نہیں تھا کہ انہوں نے ذبح کردیا ہے اور سر کو تن سے جدا کردیا ہے۔اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ اے ابراہیمؑ ہم تمہارا بیٹا ذبح کرانا نہیں چاہتے تھے ہم تو صرف تمہاری محبت کا امتحان لے رہے تھے تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا یہ تمہاری بہت بڑی آزمائش تھی جس پر تم پورے اترے ہو اور اللہ نے اپنے انعامات کی بارش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے نیک اور پرہیزگار بندوں کو ان کا بہترین اجر اسی طرح دیا کرتے ہیں۔اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا عطا فرمایا جس کو حضرت اسماعیلؑ کے بدلے ذبح کیا گیا۔اللہ نے اس کو ''ذبح عظیم'' اس لئے فرمایا کہ یہ مینڈھا جنت سے اللہ کے حکم سے لایا گیا تھا۔اب اس سنت کو زندہ رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور یہ قربانی کرنا منیٰ یا حجاج کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں بھی اہل ایمان موجود ہیں وہ ہر سال جانور ذبح کر کے سنت ابراہیمی کو زندہ کرتے ہیں۔چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہر سال جانوروں کی قربانی دی ہے اور صحابہ کرامؓ نے بھی اسی سنت کو زندہ کیا جس پر آج ساری امت اسی سنت کو زندہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی۔

اس موقع پر یہودیوں کی اس سازش کو بے نقاب کرنا ضروری ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس بیٹے کی قربانی منیٰ کے مقام پر پیش کی تھی وہ حضرت اسماعیلؑ نہیں بلکہ حضرت اسحاقؑ تھے یہ ایک ایسی غلط

بات تھی کہ جس کی تردید خود توریت ہی میں کی گئی ہے۔لیکن یہودی آج بھی اسی بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ وہ حضرت اسحاقؑ تھے حالانکہ حجاز میں تو حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو آباد کیا گیا تھا اور فلسطین میں حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولادوں کو آباد کیا گیا تھا جن کو بنی اسرائیل کہا جاتا تھا۔حضرت اسحاقؑ تو حجاز میں آئے ہی نہیں تھے جب کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی تمام یہود ونصاریٰ اور مشرکین حج کرتے تھے اور منیٰ میں قربانیاں کرتے تھے۔بعض صحابہ اور اکابرین نے جو اس سے اختلاف کیا ہے وہ اسرائیلی روایات کی بنیاد پر کیا ہے کیونکہ حضرت کعب احبارؓ جو نہایت مخلص مسلمان تھے انہوں نے یہودیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا اور وہ اسرائیلی روایات بیان کرتے تھے۔یہی اس کے راوی ہیں اس لئے بعض بزرگوں کی یہ رائے ہوگئی کہ ''ذبح عظیم'' حضرت اسحاقؑ تھے لیکن توریت کی شہادت اور حج کی روایات سے یہی کہنا صحیح ہے کہ وہ ذبح عظیم حضرت اسماعیلؑ تھے۔رہی بات یہودیوں کی رائے کی تو وہ صرف ایک تعصب اور جھوٹ کی بات ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

توریت کی روایات کے مطابق حضرت اسماعیلؑ کے چودہ (یا اٹھارہ) سال بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے اور اللہ نے ان کی پیدائش اور ان کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں برکت کی خوش خبری عطا فرمائی ہے۔اس آیت میں اللہ نے صاف اور واضح طریقے پر بتادیا کہ بے شک حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں بہت سے نیک اور پرہیزگار ہوں گے لیکن بعض وہ بھی ہوں گے جن کو یہ ناز اور گھمنڈ تو ہوگا کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں اور ہمارے اعمال کیسے بھی ہوں آخر ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ان کی اولاد میں ہونا کافی ہے۔فرمایا کہ نیک اور پرہیزگار لوگوں کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں اعمال کو دیکھا جاتا ہے نسب کو نہیں۔انسان کی نجات کا دارومدار اس کے سچے عقیدے، حسن عمل اور احکام الٰہی پر پوری طرح سے عمل کرنے میں ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر احسان کیا کہ ان کو اور ان کی قوم کو ایک شدید اذیت سے نجات عطا فرمائی۔ ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے۔ ہم نے ان دونوں کو ایک واضح اور صاف کتاب عطا کی اور ہم نے ان دونوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی اور ہم نے ان کے ذکر خیر کو آنے والوں میں باقی رکھا۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن (ایمان دار) بندوں میں سے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

مَنَنَّا	ہم نے احسان کیا
اَلْمُسْتَبِيْنَ	واضح اور صاف صاف
هَدَيْنَا	ہم نے ہدایت دی۔ رہنمائی کی
تَرَكْنَا	ہم نے چھوڑا
نَجْزِىْ	ہم بدلہ دیتے ہیں۔ جزا دیتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے واقعات کے بعد حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر بڑے احسان اور کرم فرمائے انہیں اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو جو فرعونوں کے ظلم و ستم کی چکی میں پسے چلے جا رہے تھے نجات عطا فرمائی اور اس طرح ان کی مدد کی کہ وہی جو انتہائی کمزور اور بے بس ہو چکے تھے ان کو فرعونوں اور قبطیوں کی چھوڑی ہوئی سلطنت اور گھر بار کا وارث و مالک بنا دیا۔ فرمایا کہ ان کی ہدایت کے لئے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کے لئے ایک روشن اور واضح کتاب عطا فرمائی تا کہ دنیا کی قوموں میں وہ سر بلند ہو کر جینے کا سلیقہ سیکھ سکیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی دن رات کی جدوجہد اور کاوشیں آنے والی نسلوں کے لئے ایک بہترین مثال اور نمونہ ہیں۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر سلامتی بھیجتے

ہوئے فرمایا کہ ہم نیکو کاروں اور اللہ کی راہ میں سر توڑ کوشش کرنے والوں کو اسی طرح اجر عظیم عطا کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ موسیٰ وہارون دونوں مومن اور ایمان دار بندے تھے اس لئے ان کی ہر کوشش اللہ کے ہاں ایک عظیم مقام رکھتی ہے۔

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۲۵﴾ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲

اور بے شک الیاسؑ بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے ہیں۔ جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ بَعل (نامی بت) کو پکارتے ہو اور اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا معبود ہے جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا تو وہ پکڑ کر لائے جانے والوں (سزا پانے والوں) میں سے ہو گئے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے (جنہیں سزا سے بچا لیا گیا)۔ اور ہم نے ان کا ذکر خیر آنے والوں کے لئے باقی رکھا ہے۔ الیاسین پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن (ایمان دار اور مخلص) بندوں میں سے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲

بَعْلٌ بت، (جس کی وہ عبادت کرتے تھے)

تَذَرُوْنَ	تم چھوڑتے ہو
اَحْسَنُ	بہترین
اَلْخَالِقِیْنَ	پیدا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲

حضرت الیاسؑ جنہیں بائبل میں ایلیا کہا جاتا ہے وہ معتبر روایات کے مطابق نویں صدی قبل مسیحؑ میں ملک شام کے شہر بعلبک کے رہنے والوں کی اصلاح و تربیت کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ جب انہوں نے اعلان نبوت فرمایا تو کچھ یہودیوں نے ان کی تحریک پر لبیک کہا لیکن اکثریت نے ان کی شدید مخالفت بھی کی۔ حضرت الیاسؑ نے قوم کو للکارا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ سے ڈرنے کے بجائے اس ذات کو چھوڑ کر بعل بت کی عبادت و بندگی کر رہے ہو حالانکہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے جو تمام پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ حضرت الیاس کی دعوت پر سوائے اللہ کی اطاعت و بندگی کرنے والوں کے بقیہ سب نے ان کو جھٹلایا اور ان کی بات سننے سے انکار کر دیا۔

حضرت الیاسؑ کی قوم جس بت بعل کی پرستش کرتی تھی اس کے معنی شوہر، مالک، سردار اور زبردست کے تھے۔ بعل کی تاریخ بہت پرانی ہے حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بھی اسی بعل کی پرستش کی جاتی تھی۔ یہ ان کا مقبول ترین بت تھا جس سے وہ اپنی مرادیں مانگا کرتے تھے۔ شام کا شہر بعلبک جس کی اصلاح کے لئے ان کو بھیجا گیا تھا اسی بت کے نام پر رکھا گیا تھا۔ بعض مفسرین کا تو یہ خیال ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو کفار و مشرکین کا سب سے بڑا بت ''ھُبل'' تھا شاید وہ بھی بعل کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔

اسرائیلی روایات یہ ہیں کہ حضرت الیاسؑ زندہ ہیں اور ان کو آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا ہے۔ اب وہ قیامت کے قریب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن اسلامی روایات کے مطابق اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہے کہ حضرت الیاس زندہ آسمانوں میں موجود ہیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس کے متعلق بھی وہی فرمایا جو آپ سے پہلے حضرت انبیاء کرام کے لئے فرمایا تھا کہ اللہ نے آنے والی نسلوں میں ان کے نام کو زندہ رکھا ہے۔ وہ اللہ کے نیک اور مومن بندے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم بعلبک کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ع ۴ ۲۵ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

اور بے شک لوطؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں (ماننے والوں) کو نجات عطا کی سوائے اس بڑھیا کے (حضرت لوط کی بیوی کے) جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے (ان سب کافروں کو) ہلاک کر دیا۔ اور بلا شبہ تم تو صبح وشام ان پر (ان کی بستیوں پر) گذرتے رہتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

عَجُوْزٌ بوڑھی عورت۔ بڑھیا

اَلْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والی

تَمُرُّوْنَ تم گذرتے ہو

مُصْبِحِيْنَ صبح کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے تھے۔ اللہ نے آپ کو سدوم اور عامورہ کی ان بستیوں کے لوگوں کی اصلاح کے لئے نبی بنا کر بھیجا تھا جنہوں نے بے حیائی اور بے غیرتی کے وہ کام کر رکھے تھے جو ان سے پہلے کسی قوم نے نہیں کئے تھے وہ پوری قوم خلاف فطرت فعل کرتی اور اس پر کسی شرمندگی کے بجائے جب حضرت لوطؑ نے ان کو اس فعل بد سے روکنا چاہا تو ان پر طعن و

طنز کے تیر چلانے کے ساتھ ساتھ یہ دھمکیاں بھی دی جانے لگیں کہ اے لوط! اگر تم نے اپنے وعظ و نصیحت کا سلسلہ بند نہیں کیا تو ہم تمہیں نہ صرف اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے بلکہ تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔

آخر کار اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اللہ نے اپنے فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجے۔ حضرت لوطؑ کی بیوی جوان بدکاروں کی سرپرستی کرتی تھی اس نے قوم کے لوگوں کو بتا دیا کہ حضرت لوطؑ کے پاس خوبصورت لڑکے مہمان بن کر آئے ہیں۔ یہ پوری بدکار قوم حضرت لوطؑ کے پاس پہنچی اور مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوطؑ سخت پریشان ہو گئے۔ فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ آپ پریشان نہ ہوں درحقیقت ہم اللہ کے فرشتے ہیں جو اس قوم پر عذاب لانے کے لئے بھیجے گئے ہیں آپ اپنی بیوی کے سوا سارے گھر والوں اور اہل ایمان کو صبح ہی صبح لے کر اپنے گھر سے اس طرح نکل جائیے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھئے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ صبح ہی اہل ایمان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سب سے پہلے ایک زبردست آواز اور چیخ سنائی دی پھر ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا اور ان پر پتھروں کی زبردست بارش کر دی گئی۔ اس کے بعد ان آباد بستیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا اور سمندر کا پانی اس طرح چڑھ کر آ گیا کہ وہی آباد بستیاں پانی کے نیچے چلی گئیں اور وہ بحیرہ مردار بن گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے فرمایا ہے کہ ان تباہ کی ہوئی بستیوں سے کبھی صبح اور کبھی رات کے اندھیروں میں تمہارے قافلے ان کے پاس سے گذرتے ہیں کبھی تم نے یہ نہیں سوچا کہ یہ آباد بستیاں کیوں تباہ کر کے سمندر میں غرق کر دی گئیں۔ اگر تم غور و فکر کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس قوم نے نہ صرف یہ کہ بدکاریوں میں انتہا کر دی تھی بلکہ اللہ کے پیغمبر کی توہین بھی کی تھی اور ان کو جھٹلا دیا تھا۔ فرمایا کہ تمہارے اندر اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اگر تم نے ان کی اطاعت نہ کی اور اپنے کفر و شرک میں مبتلا رہے تو تمہارا انجام بھی گذری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

اور بے شک یونسؑ پیغمبروں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے پھر قرعہ ڈالا گیا تو وہ ملزم ٹھہرے۔ پھر انہیں ایک مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔ پھر اگر وہ (اللہ کی) تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہتے۔ پھر ہم نے ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا حالانکہ وہ بیمار تھے۔ پھر ہم نے ان پر ایک بیل دار (کدو کی بیل) پودا اگا دیا۔ اور ہم نے ان کو ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کی (ہدایت کے لئے) بھیجا تھا۔ پھر (ان کی قوم والے) ایمان لائے اور ایک مدت تک فائدے حاصل کرتے رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

اَبَقَ — وہ بھاگا۔ دوڑا

اَلْمَشْحُوْنُ — بھری ہوئی

سَاهَمَ — قرعہ ڈالا گیا

اَلْمُدْحَضِيْنَ — دھکیلے گئے۔ الزام لگائے گئے

اِلْتَقَمَ — نگل لیا

اَلْحُوْتُ — مچھلی

اَلْعَرَاءُ — چٹیل میدان۔ صاف میدان

سَقِيْمٌ — بیمار

يَقْطِيْنٌ — بیل دار پودا

مِائَةُ اَلْفٍ	ایک لاکھ
مَتَّعْنَا	ہم نے فائدہ پہنچایا
حِيْنَ	زمانہ۔مدت

تشریح: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

سورۃ الصافات میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ، حضرت الیاس اور حضرت لوطؑ کے واقعات کے بعد حضرت یونسؑ کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے۔

حضرت یونسؑ جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے انبیاء میں سے ایک نبی ہیں ان کو بابل ونینوا کے نافرمانوں کی اصلاح و تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت یونسؑ نے نینوا کے لوگوں کو مسلسل سات سال تک تبلیغ دین فرمائی مگر وہ اپنی کافرانہ اور مشرکانہ حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ ایک دن حضرت یونسؑ نے پوری صورت حال اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے عرض کیا اے اللہ یہ قوم اپنے گناہوں پر کسی شرمندگی کا اظہار نہیں کر رہی ہے اور کسی طرح میری بات سننے کے لئے تیار نہیں ہے لہذا اب آپ اس قوم کے لئے اپنا فیصلہ فرما دیجئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی دعا قبول کر لی تھی جس کا انہیں یقین تھا اور اللہ کے حکم کے بغیر ہی حضرت یونسؑ اپنی بیوی اور دو بچوں کو لے کر نینوا سے نکل گئے۔ راستے میں ان کے ایک بیٹے کو بھیڑیا لے گیا۔ تلاش کرنے کے باوجود وہ نہ مل سکا۔ ادھر دوسرا بچہ پانی میں بہہ گیا۔ آپ کی بیوی اپنے بچے کو بچانے کے لئے دوڑیں تو وہ بھی لاپتہ ہو گئیں۔ حضرت یونسؑ تن تنہا دریا کی طرف چلے۔ لوگوں سے بھری ہوئی ایک کشتی میں سوار ہو گئے جب کشتی بیچ دریا میں پہنچی تو وہ بھنور میں پھنس گئی اور سب کے ڈوبنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ ملاح نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بھاگا ہے اور وہ کشتی پر سوار ہے جب تک وہ اس کشتی سے نہیں اترے گا ہم سب کا زندہ بچنا مشکل ہے۔ حضرت یونسؑ کو احساس ہوا کہ میں بھی تو اللہ کا بندہ اور غلام ہوں اور اپنے آقا اللہ کی اجازت کے بغیر گھر سے روانہ ہو گیا ہوں۔ انہوں سے سب سے کہا کہ وہ میں ہی ہوں۔ سب نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ قرعہ اندازی کی جائے۔ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں تین مرتبہ حضرت یونسؑ کا نام نکلا آخر کار حضرت یونسؑ نے خود ہی پانی میں چھلانگ لگا دی ادھر اللہ نے ایک بہت بڑی مچھلی کو حکم دیا کہ وہ یونسؑ کو نگل کر اپنے پیٹ میں ان کی حفاظت کرے۔ چنانچہ حضرت یونسؑ نے جیسے ہی پانی میں چھلانگ لگائی تو وہ مچھلی جو

منہ کھولے ہوئے تیار تھی اس نے حضرت یونسؑ کو نگل لیا۔ حضرت یونسؑ کو ان تمام حالات کا سخت افسوس تھا اور انہوں نے یہ تسبیح پڑھنا شروع کی ''لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین'' انہوں نے اس تسبیح کو اتنی کثرت سے پڑھا کہ اللہ کو ان پر پیار آ گیا۔ مچھلی نے اللہ کے حکم سے ایک طویل عرصہ تک پیٹ میں رکھنے کے بعد ان کو کسی چٹیل میدان میں اگل دیا۔ تقریباً چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے وہ بہت کمزور اور ناتواں ہو گئے تھے اللہ نے ان پر سایہ کرنے کے لئے ایک کدو کی بیل کو اگا دیا اور بعض روایات کے مطابق ایک پہاڑی بکری روزانہ ان کے قریب آتی اور حضرت یونسؑ اس کا دودھ پی لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں اللہ کی تسبیح نہ کرتے یعنی اپنے کئے پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار نہ کرتے تو قیامت تک وہ اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

ادھر جب نینوا کے لوگوں نے دیکھا کہ گھرے سیاہ بادل بڑی تیزی سے ان کی طرف امنڈ امنڈ کر آ رہے ہیں اس میں دھواں اور زبردست گھن گرج ہے تو وہ سب کے سب سہم گئے اور سمجھ گئے کہ اب اللہ کا عذاب نازل ہونے والا ہے۔ حضرت یونسؑ کو تلاش کیا مگر وہ تو جا چکے تھے۔ پوری قوم نے فیصلہ کیا کہ سب بچے بڑے اپنے مویشی جانور لے کر میدان میں نکل جائیں اور اللہ سے دعا کریں اور معافی مانگیں۔ چنانچہ پوری قوم اپنے بیوی بچوں، بوڑھے، جوانوں اور تمام مویشوں کو لے کر کھلے میدان میں جمع ہو گئے اور عرض کیا الٰہی ہم سے بھول ہو گئی ہمیں معاف کر دیجئے۔ عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود اللہ نے پوری قوم کے استغفار کی وجہ سے معافی کا حکم دے دیا اور اس قوم سے اللہ کا عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونسؑ صحت مند ہوتے گئے تو اللہ نے حکم دیا کہ اب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں اور ان کی اصلاح کا کام کریں چنانچہ جب حضرت یونسؑ اپنے شہر میں آئے تو پوری قوم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور حضرت یونسؑ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کا وعدہ کر کے اپنی اصلاح شروع کر دی۔ ادھر حضرت یونسؑ کی بیوی اور دونوں بچوں کو لوگوں نے پانی میں ڈوبنے اور بھیڑیئے سے بچا لیا تھا وہ بھی واپس آ گئے۔ اس طرح اللہ نے حضرت یونسؑ کو ہر طرح کی خوشیاں عطا فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ایک مرتبہ پھر آگاہ کیا ہے کہ موت کے فرشتے اور کسی قوم پر عذاب کا فیصلہ ہونے کے بعد پھر دعا و استغفار کا موقع نہیں دیا جاتا۔ حضرت یونسؑ کی واحد ایسی قوم تھی جس پر عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود ان کو معاف کر دیا گیا تھا۔ فرمایا کہ اے مکہ والو! تمہارے اندر تو وہ اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں کہ تمہارے حق میں ان کی دعا ہی کافی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کی جائے۔ اگر آپ پر ایمان نہ لائے اور نافرمانیوں کا سلسلہ جاری رہا تو پھر اللہ کا وہ فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی جس سے قومیں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنٰتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنٰتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶

پھر آپ ان سے پوچھئے کہ آپ کے رب کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں۔ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں (بیٹیاں) بنایا ہے اور یہ دیکھ رہے تھے۔ سنو! کہ بے شک وہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں الزام لگا رہے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے وہ یہ کہنے میں بالکل جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلے میں پسند کیا ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کس طرح کے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تم ذرا بھی غور نہیں کرتے۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح اور روشن دلیل ہے؟ اگر تم سچے ہو تو وہ کتاب لے آؤ (جس میں یہ لکھا ہے)۔ اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان ایک رشتہ ٹھہرا رکھا ہے۔

بے شک جنات (شیطانوں) نے جان لیا ہے کہ وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے۔ اللہ (ان تمام باتوں سے) پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے وہ بندے جو منتخب ہوئے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ اللہ کے خلاف کسی کو بہکا نہیں سکتے۔ سوائے اس کے جو جہنم میں جانے والا ہے اور (فرشتوں نے کہا) ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا درجہ متعین نہ ہو۔ اور بے شک ہم تو صفیں باندھ کر کھڑے ہونے والوں میں سے ہیں۔ اور بے شک ہم تو تسبیح کرنے والوں میں سے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶

اِسْتَفْتِ	آپ پوچھیے
اَلْبَنَاتُ (بِنْتٌ)	بیٹیاں
اَلْبَنُوْنُ (بِنٌ)	بیٹے
اِنَاثٌ	عورت۔ عورت ذات
شٰھِدُوْنَ	دیکھنے والے
اِفْکٌ	الزام۔ بہتان
اَصْطَفٰی	اس نے پسند کرلیا
مَا لَکُمْ	تمہیں کیا ہو گیا
نَسَبٌ	رشتہ
یَصِفُوْنَ	وہ بیان کرتے ہیں
فٰتِنِیْنَ	بہکانے والے
صَالٌ	جانے والا
اَلْمُسَبِّحُوْنَ	حمد و ثنا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶

جب اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت عرب کے لوگ عقیدوں اور عمل کی ہزاروں گندگیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔انہوں نے اللہ کی مخلوق کو خالق اور بے حقیقت چیزوں کو معبود کا درجہ دے رکھا تھا۔ چنانچہ عرب کے بعض اہم قبیلوں کا یہ عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ فرشتے جو اللہ کی ایک تابع دار مخلوق ہیں اللہ کی بیٹیاں ہیں۔اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ پھران فرشتوں کی مائیں کون ہیں تو کہتے کہ جنات کے سرداروں کی بیٹیاں ان کی مائیں ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے نسبی اور جنات کی بیٹیوں سے زوجیت کا رشتہ ہے (نعوذ باللہ)۔ان کا یہ کہنا تھا کہ فرشتوں کے ہاتھ میں اللہ نے یہ اختیار دے رکھا ہے کہ جو وہ چاہیں بھلائی پہنچائیں اور جس کو جو دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔اس کے برخلاف جنات جو زبردست قوت وطاقت کے مالک ہیں وہ جس جس طرح چاہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جنات شر کے اور فرشتے خیر کے معبود ہیں شاید مجوسی آتش پرستوں نے جو خیر وشر کے معبود بنا رکھے ہیں وہ عربوں کے اسی عقیدہ کی نقل ہو۔آتش پرست کہتے ہیں کہ ہر خیر اور بھلائی پہنچانے کی ذمہ داری یزداں کی ہے اور ہر برائی اور شر کو پہنچانے کا اختیار اھرمن کو حاصل ہے۔ آتش پرستوں نے یہیں سے اس عقیدہ کو لے کر دو معبودوں کا تصور قائم کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان تمام غلط اور بے بنیاد عقیدوں کی تردید کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ ذرا آپ ان بدعقیدہ کفار ومشرکین سے یہ پوچھئے کہ وہ اپنے لئے تو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کے گھر لڑکا پیدا ہو اور لڑکیوں کی پیدائش کو برا سمجھتے ہیں لیکن انہوں نے اللہ کی مخلوق فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بنا دیا۔فرمایا کہ ان سے پوچھئے کہ جب اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو پیدا کر رہا تھا تو کیا یہ لوگ اس وقت وہاں موجود تھے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ نے کس کو نر اور کس کو مادہ بنایا ہے۔ارشاد ہے کہ اللہ پر اس سے بڑا جھوٹ اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ اللہ صاحب اولاد ہے۔یعنی وہ کائنات کا نظام چلانے میں بیٹے، بیٹی اور بیوی کا محتاج ہے (نعوذ باللہ)۔فرمایا کہ وہ کائنات کے نظام کو چلانے میں کسی طرح کا محتاج نہیں ہے۔اور یہ تو بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ وہ اپنے لئے جس چیز کو ناپسند سمجھتے ہیں اسی کو انہوں نے اللہ کی پسند بنا دیا کیا یہ لوگ غور وفکر سے بالکل ہی دور جا چکے ہیں۔اللہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس نہ تو کوئی واضح دلیل موجود ہے اور نہ کوئی ایسی کتاب ہے جس میں اللہ نے یہ فرمایا ہو کہ فرشتے میری بیٹیاں ہیں۔اگر ان کے پاس کوئی ایسی کتاب ہے تو وہ لا کر دکھائیں لیکن یہ اتنے بڑے جھوٹے لوگ ہیں کہ یہ محض اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اللہ پر جھوٹے بہتان لگا رہے ہیں اور کسی دلیل کو پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جنات کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں کہ وہ جس کو جو نقصان پہنچانا چاہیں پہنچا سکتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ شریر جنات تو خود قیامت کے دن مجرموں کی طرح باندھ کر لائے جائیں گے اور جن لوگوں نے ان کی عبادت وبندگی کی ہوگی اس دن ان کو پتہ چلے گا کہ وہ زندگی بھر ایک بہت بڑے دھوکے میں مبتلا رہے ہیں۔فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں

قرار دے کر جس طرح ان کو معبود بنائے ہوئے ہیں اور ان سے اپنی مرادوں کو مانگتے ہیں ان فرشتوں کا یہ حال ہے کہ وہ پوری طرح اللہ کے اختیار میں ہیں وہ اللہ کے تابع دار اور فرماں بردار ہیں وہ ہر وقت صفیں باندھے اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرف سے کیا حکم دیا جا رہا ہے جیسے ہی کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کی حدود، رتبہ اور مقام کیا ہے۔ اس سے وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتے۔ وہ فرشتے ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٢﴾

ع ۵ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۸۲

(قرآن کریم نازل ہونے سے پہلے) کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں جیسی کوئی کتاب (نصیحت) ہوتی تو ہم اللہ کے مخلص (منتخب) بندوں میں سے ہوتے۔ پھر (جب وہ قرآن آ گیا تو) انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ (ایسے لوگ) بہت جلد (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔ اور ہمارا وعدہ اپنے بندوں یعنی رسولوں کے لئے پہلے ہی صادر ہو چکا ہے کہ بے شک وہی کامیاب

ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ پس آپ تھوڑے عرصہ تک ان کو نظر انداز کریں اور انہیں دیکھتے رہیں۔ بہت جلد وہ اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ تو جب وہ ان کے آنگن میں نازل ہوگا تو جن لوگوں کو آگاہ کیا جا چکا ہے ان کی صبح تو بہت بری ہوگی۔ آپ ان سے تھوڑے عرصہ اعراض کریں۔ دیکھتے رہیں۔ وہ خود اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ آپ کا پروردگار ان تمام باتوں سے عزت والا پاک بے عیب ہے جو یہ کہتے ہیں۔ رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۸۲

سَبَقَتْ	گذر چکا۔ صادر ہو چکا
اَلْمَنْصُوْرُوْنَ	فتح حاصل کرنے والے
جُنْدٌ	لشکر
تَوَلَّ	منہ پھیرا
سَاحَةٌ	میدان۔ گھر کا آنگن
سَاءَ	برا ہے
صَبَاحُ	صبح
يَصِفُوْنَ	وہ بناتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۸۲

اصل میں جن لوگوں کو ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرنا ہوتا ہے ان کے لئے کسی معجزہ، دلیل اور بہانے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے ہی حق و صداقت کی روشنی ان کے سامنے آتی ہے وہ اس کو فوراً قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لیتے ہیں لیکن جن لوگوں کو عمل کرنا نہیں ہوتا وہ سو بہانے بنا کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

یہی صورتحال عربوں کی تھی جو لوگ کفر و شرک پر جمے ہوئے تھے جب ان کے سامنے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ گذشتہ قوموں کی نافرمانیوں اور انبیاء کرام کے حالات سناتے تھے تو یہ کفار عرب کہتے تھے کہ وہ لوگ کتنے بدنصیب تھے جن کے پاس اللہ کے نبی اور رسول آئے اور اپنے ساتھ روشن کتابیں بھی لائے تھے اس کے باوجود وہ ایمان اور عمل صالح سے دور رہے اگر ہمارے پاس ایسی کتاب آتی اور نبی آتے تو ہم عمل صالح میں ان سے بہت زیادہ آگے بڑھ جاتے اور ثابت کر دیتے کہ ہم اللہ کے زیادہ فرماں بردار ہیں۔

فرمایا کہ یہ تو ان کا زبانی دعویٰ تھا لیکن جب ان کے پاس ہمارا محبوب رسول آ گیا جس پر نبوت و رسالت کی تکمیل کر دی گئی ہے اور ان کو ایسی کتاب بھی دی گئی ہے جس میں توریت، زبور اور انجیل کی ساری سچائیاں موجود ہیں تو اب ان کے لئے ایمان لانے اور عمل صالح اور آگے بڑھ جانے میں کیا رکاوٹ ہے۔ ان کو تو اس معاملہ میں سب سے آگے بڑھ کر نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن رسالت تھام لینے کی ضرورت تھی۔ اس کے برخلاف انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت اور اس کتاب کا انکار کر دیا۔

فرمایا کہ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے اور اپنے رسولوں کے نافرمانوں کو سخت ترین سزائیں دیتا ہے اور مان لینے اور اطاعت کرنے والوں کو سربلند فرماتا ہے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خیر و عافیت مانگنے کے بجائے وہ اللہ کے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب وہ عذاب الٰہی ان کے گھروں پر پہنچے گا تو وہ صبح ان کے لئے بڑی بھیانک ہوگی اور اس کے سامنے وہ بے بس اور مجبور ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ اور تمام اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ان نافرمانوں پر اللہ کا عذاب آئے گا اور ان کو کسی جگہ سر چھپانے کی جگہ بھی نہ ملے گی۔ تاریخ کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ دس پندرہ سال میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ اور ان کے لشکر کو مکمل غلبہ عطا فرما دیا اور کفار کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہی۔ آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کا پروردگار بڑی عزت والا، پاک اور بے عیب ہے۔ رسولوں پر سلام ہو کہ تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

الحمدللہ ان آیات کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ ہی سورۃ الصافات کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۳

ومالی

سورۃ نمبر ۳۸

صٓ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ ص

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	38
کل رکوع	5
آیات	88
الفاظ وکلمات	738
حروف	3107
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ ص میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ، اور حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک، پرہیزگار اور صبر و شکر کرنے والے پیغمبر تھے جنہوں نے پوری زندگی اور اس کا ہر لمحہ اللہ کے دین کی سربلندی میں لگا کر ساری دنیا کے انسانوں کے لیے ایک بہترین نمونہ عمل پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان لانے والوں کو دین و دنیا کی بھلائیاں اور عظمتیں عطا فرمائیں اور جنہوں نے کفر و انکار کیا ان کو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹادیا کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی سچائیوں کو جھٹلانے اور غرور و تکبر کرنے والوں سے فرمایا ہے کہ وہ جس تعصب، بے جا ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اللہ کے محبوب رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلاتے ہوئے ان کو ساحر، کاہن، مجنوں اور جھوٹا کہہ رہے ہیں ہر سچائی کا انکار کر کے رات دن اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں اور دین پر چلنے کا انکار کر رہے ہیں انہیں قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون، قوم لوط اور قوم ایکہ کے بدترین انجام کو سامنے رکھنا چاہیے کہ جب اللہ نے ان کے مسلسل انکار اور برے اعمال کی سزا کے طور پر تباہ و برباد کیا تو کوئی ان کی مدد کے لیے نہ آسکا اور وہ صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹادیئے گئے کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے فرمایا کہ اصل میں تم نے ابھی تک عذاب الٰہی کا مزہ نہیں چکھا ورنہ ایسی فضول باتیں نہ کرتے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ کفار مکہ جو اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور مال و دولت پر اترا رہے ہیں انہیں حضرت داؤدؑ اور ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کی زندگی، ان کی عبادت، صبر و شکر اور عدل و انصاف کو سامنے رکھنا چاہیے کہ اللہ نے ان کو اتنی زبردست سلطنتیں عطا کی تھیں کہ جو ان سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں لیکن انہوں نے حکومت و سلطنت، مال و دولت اور کائنات کی ہزاروں نعمتوں پر غرور و تکبر اور ناشکری کرنے کے بجائے عاجزی و انکساری اور صبر و شکر کا عظیم مظاہرہ کیا۔ جب ان کا امتحان لیا گیا تو اس میں پورے اترے۔ اللہ نے حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا جس سے وہ زرہیں (جنگی سامان) بنا کر اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے لیے انسان، جنات، چرند، پرند اور ہوا تک کو ان کے تابع کر دیا گیا تھا۔ ہمیشہ وہ عاجزی و انکساری اختیار کرتے اور اپنے ہاتھ کی محنت سے گزارا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب انہیں اپنی سواریوں اور مال و دولت پر کچھ ناز سا ہو گیا تھا اور ان کو اس کا احساس ہوا تو انہوں نے ہر چیز کو ختم کر دیا جو اللہ کی محبت اور اطاعت میں آڑے آرہی تھی۔

حضرت ایوبؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے ہر طرح کی مشکلات، پریشانیوں اور بیماریوں میں گھر جانے کے باوجود صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور اس آزمائش میں وہ پورے اترے۔

حضرت ایوبؑ اور ان کا مشکلات پر صبر اور نعمتوں پر شکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اللہ نے ان کو ایک سخت آزمائش میں ڈالا تو انہوں نے سخت اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کیں لیکن تمام حالات پر آپؑ نے اُف تک نہ کیا اور تکلیفوں پر بھی صبر و تحمل سے کام لیتے رہے۔ جب وہ اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ نے ان پر بہت سی عنایتیں کیں اور ان کو پہلے سے بھی زیادہ نعمتوں سے نواز دیا۔ اس میں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دی گئی ہے کہ اس وقت وہ جن مشکلات میں مبتلا ہیں وہ بہت جلد دور ہو جائیں گی چونکہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور اس کا یہی دستور ہے کہ اس کے راستے میں مصائب برداشت کرنے والوں کو وہ اجر عظیم سے نوازتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ اور حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک اور پرہیز گار لوگوں کی جماعت ہے جس نے ساری زندگی دین اسلام کی سچائیوں کو پھیلانے میں گزار دی۔ پھر اللہ کے راستے میں ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں لیکن صبر و برداشت کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دی اور ان کا انکار کرنے والوں اور ناشکری کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کی بنیادیں کھود کر رکھ دیں اور ان کو اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کی زندگی افسانہ بن کر رہ گئی ہے۔

فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کرامؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ان کو دنیا اور آخرت میں عزت و عظمت اور سربلندیاں عطا کی گئیں اور جن لوگوں نے نافرمانیاں کی ہوں گی ان کو آخرت کی ابدی زندگی میں جہنم اور اس جہنم میں کھانے کے لیے ''زقوم کا درخت''، پینے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی اور لہو، پیپ دیا جائے گا اور جہنمی ایک دوسرے پر لعنت و ملامت کریں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اعلان فرما دیں کہ مجھے تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی اجرت اور بدلہ نہیں چاہیے۔ میں تو صرف آخرت کے عذاب، برے اعمال کے بدترین انجام اور جہنم کی آگ سے آگاہ کرنے اور ڈرانے آیا ہوں اگر تم نے اللہ کے دین سے منہ پھیر کر شیطان کی طرح غرور و تکبر، ہٹ دھرمی اور ضد کا اظہار کیا تو جو انجام شیطان کے غرور و تکبر کا ہوا تھا وہی تمہارا بھی ہوگا اگر تم نے میری بات نہ مانی تو وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے جب ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آجائے گی۔

سورۃ ص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ۝۲
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝۳
وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ
كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵
وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا
لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا
اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ
ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ
رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا
بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ
الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲
وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ
كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ وَ مَا یَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ

ع ۱ ۱۴ ۱۰

إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

صاد۔ قسم ہے نصیحت سے بھرپور قرآن کی۔ یہ کافر اپنے گھمنڈ اور مخالفت میں مبتلا ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ وہ چیختے چلاتے فریاد کرتے رہے لیکن اب (عذاب سے) چھٹکارے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اور وہ تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ اس نے سارے معبودوں کو (ملا کر) ایک ہی معبود بنا دیا۔ ان کے (قریشی) سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بے شک اس میں اس شخص کی ضرور کوئی غرض (لالچ) شامل ہے۔ ہم نے تو اس سے پہلے مذہب وملت میں ایسی بات نہیں سنی تھی (ایسا لگتا ہے کہ) یہ محض ایک من گھڑت بات ہے۔ کہنے لگے کہ کیا ہم میں سے صرف یہی شخص (رہ گیا) تھا جس پر کلام نازل کیا گیا ہے۔ (اے نبی ﷺ!) دراصل یہ میری طرف سے بھیجی گئی نصیحت سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیا آپ کا وہ رب جو زبردست اور بہت عطا کرنے والا ہے اس کی رحمت کے خزانے (ان کفار) کے پاس ہیں۔ اور کیا آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب چیزوں پر ان کو اختیار حاصل ہے تو (وہ آسمانوں) پر چڑھ جائیں۔ ان کا ایک معمولی سا لشکر ہے جو شکست دے دیا جائے گا۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح، قوم عاد، میخوں والے فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور بن کے رہنے والوں نے (انبیاء

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

صاد۔ قسم ہے نصیحت سے بھرپور قرآن کی۔ یہ کافر اپنے گھمنڈ اور مخالفت میں مبتلا ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ وہ چیختے چلاتے فریاد کرتے رہے لیکن اب (عذاب سے) چھٹکارے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اور وہ تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ اس نے سارے معبودوں کو (ملا کر) ایک ہی معبود بنا دیا۔ ان کے (قریشی) سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بے شک اس میں اس شخص کی ضرور کوئی غرض (لالچ) شامل ہے۔ ہم نے تو اس سے پہلے مذہب وملت میں ایسی بات نہیں سنی تھی (ایسا لگتا ہے کہ) یہ محض ایک من گھڑت بات ہے۔ کہنے لگے کہ کیا ہم میں سے صرف یہی شخص (رہ گیا) تھا جس پر کلام نازل کیا گیا ہے۔ (اے نبی ﷺ!) دراصل یہ میری طرف سے بھیجی گئی نصیحت سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیا آپ کا وہ رب جو زبردست اور بہت عطا کرنے والا ہے اس کی رحمت کے خزانے (ان کفار) کے پاس ہیں۔ اور کیا آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب چیزوں پر ان کو اختیار حاصل ہے تو (وہ آسمانوں) پر چڑھ جائیں۔ ان کا ایک معمولی سا لشکر ہے جو شکست دے دیا جائے گا۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح، قوم عاد، میخوں والے فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور بن کے رہنے والوں نے (انبیاء کرام کو) جھٹلایا۔ انبیاء کی مخالف جماعتوں نے ان کو جھٹلایا پھر ان پر عذاب نازل ہوا۔ یہ لوگ بس ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جس میں ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ وہ (مذاق اڑاتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں یوم الحساب (قیامت) سے پہلے ہی ہمارا حصہ دے دیا جائے (عذاب نازل کر دیا جائے)۔ (اے نبی ﷺ!) آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ اور ہمارے بندے داؤد کا ذکر کیجئے جو بہت قوت والا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا جس کے لئے ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا جو صبح وشام اس کے ساتھ تسبیح (حمد وثنا) کرتے رہتے تھے۔ اور پرندے جمع ہو کر سب اس کے ساتھ رجوع کرنے والے (تسبیح پڑھنے والے) تھے۔ ہم نے اس کی سلطنت کو خوب مضبوط کر دیا تھا۔ اس کو حکمت و دانائی اور معاملات کا بہترین فیصلہ کرنے کی

اَلْوَهَّابُ	بہت عطا کرنے والا
مَهْزُوْمٌ	شکست کھائے ہوئے
حَقَّ	ثابت ہوگیا۔ طے ہوگیا
صَيْحَةٌ	چنگھاڑ۔ زوردار آواز
فَوَاقٌ	مہلت۔ ڈھیل
عَجِّلْ	جلدی سے دیدے
قِطٌّ	حصہ
ذُوالْاَيْدِ	قوت والا۔ طاقت والا
اَوَّابٌ	بہت رجوع کرنے والا
مَحْشُوْرَةٌ	جمع کئے ہوئے
فَصْلُ الْخِطَابِ	فیصلہ کرنے کی قوت وصلاحیت

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

سورۃ صاد کی ابتداء بھی حروف مقطعات سے کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی انتیس (29) سورتوں کی ابتداء میں یہ حروف آئے ہیں جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے جو حکمت و دانائی اور نصیحت و عبرت سے بھر پور ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے یاددہانی ہے جو دنیا کے لالچ اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو کر آخرت کی زندگی کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جنہیں اپنی طاقت وقوت پر اس قدر گھمنڈ اور ناز ہے کہ اپنے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے ان کے اس غرور و تکبر اور گھمنڈ نے ان کو قرآن جیسی کتاب کے انکار پر مجبور کر دیا ہے۔

فرمایا گیا کہ یہ کفار جس قوت و طاقت کو بہت کچھ سمجھ رہے ہیں اگر انسانی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان سے پہلی قومیں بہت زبردست طاقت وقوت کی مالک تھیں مگر جب انہوں نے جاہلانہ عقائد، ضد، ہٹ دھرمی اور اللہ

کے رسولوں کی نافرمانی کی تو ان کو ہلاک کر دیا گیا اور اس وقت کا ان کا رونا، چلانا اور چیخنا ان کے کام نہ آسکا اور وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔قوم نوح، قوم عاد، زبردست طاقت وقوت والا فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور بن والے یہ سب کے سب طاقت ور حکومتوں، سلطنتوں، اونچی اونچی بلڈنگوں، مال، اولاد اور تجارتوں کے مالک تھے لیکن جب انہوں نے اللہ ورسول کی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب وہ اپنے غرور وتکبر اور نافرمانیوں کے سمندر میں ڈبو دیئے گئے اور وہ تاریخ کے صفحات پر قصے کہانی بن کر رہ گئے۔چونکہ ان آیات کے پہلے مخاطب کفار عرب تھے اس لئے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اب تمہارے اندر اللہ کے محبوب اور آخری نبی ورسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں اگر تم نے ان کے ساتھ وہی روش اور انداز اختیار کیا جس کی وجہ سے تم سے پہلی قوموں کو تباہ وبرباد کر دیا گیا ہے تو تمہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔

مفسرین نے ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جب مکہ کے تمام سردار مل کر نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس پہنچے اور انہوں نے یہ شکوہ کیا کہ اے ابو طالب تمہارا بھتیجہ ہمارے بتوں اور رسموں کو برا کہتا ہے تم کسی طرح ان کو سمجھاؤ کہ وہ اپنی بات کریں مگر ہمارے بتوں، رسوم اور عبادات اور معاشرہ کی رسموں کی برائی کرنا چھوڑ دیں۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) عرب کے سرداروں نے تمہاری شکایت کی ہے تم اپنا کام کرو کسی سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ میں تو ان سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اس کو مان لیں تو عرب وعجم کی ساری طاقتیں ان کے قدموں میں ہوں گی۔ابو طالب نے تمام سرداروں کو جمع کر کے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) تو صرف ایک بات کہتے ہیں وہ سن لو۔سرداروں نے کہا کہ وہ کون سی بات یا کلمہ ہے جس کی وجہ سے ہم عرب وعجم پر غالب آجائیں گے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک کلمہ یہ ہے "لا الہ الا اللہ" اس کلمہ پر ایمان لے آؤ ساری دنیا پر تمہاری حکومت ہوگی۔سرداروں نے بگڑ کر کہا کہ چلو اٹھو اور اپنے بتوں اور رسم ورواج پر ڈٹے رہو کیونکہ یہ محمد (ﷺ) تو یہ چاہتے ہیں کہ تین سو ساٹھ بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود کی عبادت وبندگی کی جائے۔یہ ایسی انوکھی اور نئی بات ہے جو ہم نے آج تک کسی ملت اور قوم سے نہیں سنی۔سرداروں نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ ان تمام باتوں کے پیچھے کچھ اور بات اور غرض ہے۔ کہنے لگے کہ کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ ایک ایسے شخص کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے جو ہم میں سے ہی ہم جیسا بشر ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے اور جادوگری ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے اتنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود کو مان لیں۔ہم تین سو ساٹھ بت رکھتے ہیں وہ سب مل کر ایک مکہ کا انتظام نہیں سنبھال سکتے وہ ایک معبود کی بات کرتے ہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک اللہ تنہا پورے نظام کائنات کو چلا سکتا ہے۔قریشی سردار اٹھ کر چل دیئے اور کہنے لگے کہ اٹھو اور چلو تم اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو اور کسی بات کی پروا نہ کرو۔ وہ کہتے تھے کہ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر اللہ نے اپنا کلام نازل کیا ہے حالانکہ عرب میں بڑے بڑے صاحب بصیرت سردار لوگ موجود تھے جو اس بات کے مستحق تھے کہ اتنے بڑے کام کے لئے ان کو منتخب کیا جاتا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ اپنے آپ کو خود مختار اور بڑا سمجھتے ہیں تو یہ ایسا کریں کہ کسی ذریعہ سے یہ عرش الٰہی تک پہنچ کر اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہاں سے اپنے من پسند

لوگوں پر رحمتیں نازل کریں۔فرمایا کہ یہ لوگ عرش الٰہی یا آسمانوں کی بلندیوں پر کیا پہنچیں گے یہ تو وہ لوگ ہیں جو اپنی اسی سرزمین پر شکست کھا جائیں گے اور اس وقت کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی۔آج یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس عذاب کی بات کی جاتی ہے وہ جلد از جلد آجائے تا کہ یہ روز روز کی باتیں ختم ہوں فرمایا کہ عذاب کی جلدی کرنے والے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب ایک چنگھاڑ یا دھما کہ ہوگا یعنی صور پھونکے جانے کے بعد قیامت قائم ہوگی تو پھر کسی کو مہلت یا ڈھیل نہیں دی جائے گی۔نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر کیجیے اور اپنی معمولی معمولی سرداریوں پر ناز کر کے سچائیوں کا انکار کرنے والوں کو حضرت داؤدؑ کی زندگی، ان کی سلطنت اور قوت و طاقت کا حال سنائیے اور ان کو بتا دیجیے کہ اتنی بڑی سلطنت کے باوجود وہ اللہ کی عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے اور ہر وقت اللہ کی طرف رجوع رکھتے تھے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اچھی مثال حضرت داؤدؑ کی ہے جو (۱) صبر سے کام لیتے تھے۔(۲) صرف اللہ کی طرف دھیان لگائے رہتے تھے۔(۳) وہ صبح و شام اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح میں لگے رہتے تھے۔جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم آواز ہو جاتے تھے۔(۴) ان کی سلطنت ایک مضبوط اور مستحکم حکومت تھی۔ہر طرف ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور سب پر ان کا حکم چلتا تھا۔(۵) ان کے پاس ایک بہت بڑی فوج تھی۔(۶) وہ نہایت ذہین و ذکی آدمی تھے اور وہ ہر بات کی تہہ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔(۷) جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ اس کا بہترین فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔(۸) وہ ہر بات کو اس طرح سمجھاتے تھے کہ سننے والے کے دل میں شک و شبہ نہ رہتا تھا۔(۹) سلطنت کا کاروبار نہایت دیانت، امانت، دانائی اور ہوشیاری سے کرتے تھے۔(۱۰) وہ ہر وقت اللہ کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ایک اور حدیث میں فرمایا کہ حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ سے اپنی روزی پیدا کرتے تھے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت داؤدؑ کا ذکر آتا تو نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ وہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے شخص تھے۔(بخاری۔مسلم)

تفسیر ابن کثیر میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤدؑ کی ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے بھی حضرت داؤدؑ کے ہیں۔وہ آدھی رات سوتے، ایک تہائی رات کو عبادت کرتے اور پھر رات کے آخری حصے میں آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہوتا تو وہ راہ فرار اختیار نہ کرتے تھے اور بلاشبہ وہ اللہ کی طرف سب سے زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔(بخاری۔مسلم)

ان آیات اور حضرت داؤدؑ کی زندگی کے عظیم پہلوؤں کا ذکر کر کے کفار عرب کو شرم دلائی گئی ہے کہ وہ ذرا سی مال و دولت اور چھوٹی چھوٹی سرداریوں پر اس قدر اچھل کود رہے ہیں جب کہ حضرت داؤدؑ عظیم سلطنت کے فرماں روا ہونے کے باوجود ہر وقت اللہ کی مخلوق کی خدمت اور اللہ کی عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے۔ان کی زندگی کا ہر پہلو اور ان کی عبادت و بندگی کا انداز وہ بہترین نمونہ ہے جس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جاتی ہیں۔لیکن جو لوگ نافرمانیوں میں لگے رہتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کا عبرت ناک انجام ہوا کرتا ہے۔

وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلٰى دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ خَصْمَانِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ هٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۩ ﴿٢٤﴾ فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٢٥﴾ يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾

وقف لازم — السجدة — ع ٢

ترجمہ: آیت نمبر ٢١ تا ٢٦

کیا آپ کے پاس جھگڑنے والے (دو اہل مقدمہ) لوگوں کی خبر پہنچی۔ جب وہ دیوار پھاند کر (حضرت داؤدؑ کی) عبادت گاہ میں داخل ہوئے۔ جب وہ داؤدؑ کے پاس آئے تو وہ انہیں

دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا ڈرو مت۔ ہم دو اہل معاملہ ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے ہمارے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کر دیجئے۔ اور بے انصافی نہ کیجئے اور سیدھے راستے کی طرف ہماری رہنمائی کیجئے۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے (99) دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ وہ اپنی دنبی میرے حوالے کر دے اور اس نے مجھے گفتگو میں دبالیا ہے۔ داؤدؑ نے کہا واقعی اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کی درخواست کر کے بڑی زیادتی کی ہے اور اکثر شرکا (Partners) ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ لیکن ایسے لوگ تھوڑے ہی ہیں۔ اور جب داؤدؑ نے سمجھا کہ یہ تو ہم نے اس کی آزمائش کی ہے تو اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور جھک کر سجدے میں گر پڑے۔ پھر ہم نے اس کو معاف کر دیا۔

اور بے شک اس کے لئے ہمارے پاس بہترین ٹھکانا اور مقام ہے۔ (اللہ نے ارشاد فرمایا کہ) اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ (نائب) بنایا ہے تو لوگوں کے درمیان حق (و انصاف) کے ساتھ فیصلہ کر اور تو اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ وہ خواہش تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بے شک جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

اَلْخَصْمُ جھگڑنے والا۔ فریق

تَسَوَّرُوْا انہوں نے دیوار کو پھاندلیا

اَلْمِحْرَابُ محراب۔ عبادت گاہ

فَزِعَ وہ گھبرا گیا

بَغٰی اس نے زیادتی کی

لَا تُشْطِطْ (اِشْطَاطٌ) بے انصافی نہ کر

تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ ننانوے

نَعْجَةٌ	دنبی (دنبہ کی مونث)
اَكْفِلْنِيْ	میرے حوالے کردے
عَزَّنِيْ	اس نے مجھے دبالیا۔ مغلوب کردیا
اَلْخُلَطَآءُ	شریک۔ شرکاء (تجارتی پارٹنر)
خَرَّ	وہ گر پڑا
اَنَابَ	اس نے رجوع کیا۔ وہ پلٹا
نَسُوْا	انہوں نے بھلا دیا

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے نبی بھی ہیں اور صاحب کتاب رسول بھی۔ جالوت جیسے ظالم بادشاہ کو قتل کرنے کے بعد وہ بنی اسرائیل کی آنکھ کا تارا بن گئے تھے۔ حضرت طالوت جن کی سربراہی میں جالوت کے زبردست لشکر کو مٹھی بھر مسلمانوں نے بدترین شکست دے کر میدان سے بھاگنے پر مجبور کردیا تھا انہوں نے حضرت داؤدؑ کی شجاعت و بہادری، تقویٰ اور پرہیز گاری کو دیکھ کر ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا تھا۔ حضرت طالوت کے انتقال کے بعد حضرت داؤدؑ نے نظام حکومت کو سنبھالا اور بڑی تیزی سے کفار و مشرکین کو شکست پر شکست دے کر بنی اسرائیل کی عظیم مملکت کی بنیاد رکھ دی۔ یہ حضرت داؤدؑ کی عظمت ہے کہ آپ نبی اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انصاف پسند حکمران، بادشاہ اور ایک اصول پسند انسان تھے جن کی نبی کریم ﷺ نے بھی بہت تعریف فرمائی ہے۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک ایسا نظام بنا رکھا تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی ایسا وقت نہ ہوتا تھا جس میں حضرت داؤدؑ اور آل داؤد میں سے کوئی نہ کوئی اللہ کی عبادت و بندگی میں مشغول نہ ہوتا۔ حضرت داؤدؑ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ انہوں نے رات کے اوقات کو بھی اسی طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ جس میں ایک تہائی رات عبادت کرتے اور بہت کم آرام فرماتے تھے۔ حضرت داؤدؑ نے اپنے دنوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ایک دن دربار عام ہوتا دوسرے دن آپ مقدمات کو سن کر عدل و انصاف سے لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے اور ایک دن آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ آپ کے اصول اتنے مضبوط تھے کہ اس کے خلاف کسی بات کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک رات آپ اپنے محل

میں اللہ کی عبادت و بندگی میں مشغول تھے چاروں طرف پہرے دار موجود تھے آپ نے دیکھا کہ دو آدمی دیوار پھاند کر اندر آ گئے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی بڑی بے باکی سے کہا کہ آپ گھبرایئے مت ہم دونوں ایک مسئلہ میں فریق ہیں اگر آپ ہمارے درمیان فیصلہ کرا دیں گے اور ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے دیں گے تو ہماری مشکل حل ہو سکتی ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد ایک اصول پسند، عبادت گذار تھے انہوں نے ان دونوں کے آنے پر حیرت تو کی مگر نہ تو ان دونوں کو سزا دی نہ ان کو برا بھلا کہا بلکہ ان کی بات کو نہایت توجہ سے سن کر جو بھی عدل و انصاف کا تقاضا تھا اس کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ ایک دنبی مجھے دے دو چونکہ یہ طاقت ور ہے تو اس نے مجھے اس بات میں دبا رکھا ہے۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ واقعی اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کی درخواست کر کے بڑی زیادتی کی ہے۔ آپ نے ایک اصول کی بات بھی فرما دی کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ آپس میں شریک لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کر جاتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر رکھا ہے اگر چہ وہ بہت تھوڑے سے ہیں لیکن وہ اس ظلم و زیادتی سے بچے رہتے ہیں۔ حضرت داؤدؑ کے فیصلے کے بعد وہ دونوں جیسے ہی گئے وہ سوچنے لگے کہ اتنے زبردست پہرے کے باوجود دو آدمیوں کا اچانک ان کی خلوت گاہ اور عبادت گاہ میں آ جانا اور بڑی بے باکی سے انصاف کا طلب کرنا بڑا عجیب واقعہ ہے۔ ایک دم حضرت داؤدؑ کو احساس ہوا کہ شاید یہ دونوں اللہ کی طرف سے میری آزمائش کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ممکن ہے مجھے اپنی سلطنت، فوج، مال و دولت اور عبادت پر فخر اور ناز ہو گیا تھا تو اللہ نے مجھے آگاہ کرنے کے لئے ان کو بھیجا ہو گا کہ ہزار پہروں کے باوجود یہ اللہ کی قدرت تھی کہ دو اجنبی اندر داخل ہو گئے تھے۔ جیسے ہی آپ اس نتیجے تک پہنچے تو نہایت عاجزی سے سجدہ میں گر پڑے اور اپنے قصور کی اللہ سے معافی مانگنے لگے اور سب چیزوں کی طرف سے اپنی طبیعت کو ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اللہ جس کو بندوں کی عاجزی و انکساری بہت پسند ہے اس نے حضرت داؤدؑ کی توبہ کو قبول کر لیا ان کے قصور کو معاف فرما دیا اور فرمایا کہ بلاشبہ ہمارے پاس ان کا بہترین مقام اور رتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد بے شک میں نے تمہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنا دیا ہے۔ تم لوگوں کے درمیان حق و انصاف سے فیصلے کرو۔ اپنی خواہشات کی طرف نہ دیکھو کیونکہ اگر تم نے اپنی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تمہیں راستے سے بھٹکا دے گا اور جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کو سخت سزا دی جاتی ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس دن کو بھلا دیا ہے جب تمام لوگوں کو ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہو گا۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ جو دو فریق معاملہ حضرت داؤدؑ کی محراب یعنی عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے وہ کون تھے اور کیا چاہتے تھے؟ تو

عرض ہے کہ غالباً یہ دونوں اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے تھے جوان کو کسی خاص واقعہ یا کسی خاص بات سے آگاہ اور خبردار کرنے آئے تھے۔ اس سلسلہ میں توریت یعنی اسرائیلی روایات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایک افسانے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کیونکہ ایک جلیل القدر پیغمبر اس سطح تک نہیں گر سکتا کہ وہ اپنی ذاتی خواہش کے لئے دوسروں کے گھر برباد کردے۔ یہودیوں کے سازشی ذہن نے یہ قصہ گھڑ کر توریت میں شامل کر دیا ہے کہ حضرت داؤدؑ کسی شادی شدہ عورت پر فریفتہ ہو گئے تھے اور انہوں نے اس کے شوہر سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنی بیوی کو آزاد کر دے تا کہ وہ اس سے نکاح کر سکیں۔ ایسا ممکن تو ہو سکتا تھا کیونکہ بنی اسرائیل میں اس طرح کی خواہش کوئی عیب کی بات نہ تھی بلکہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک شخص دوسرے کی خواہش کے احترام میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر چھوڑ دیتا اور دوسرا اس سے نکاح کر لیا کرتا تھا۔ ممکن ہے کسی درجہ میں حضرت داؤدؑ نے سوچا ہو لیکن ان کے مقام اور رتبہ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اس ارادہ سے رک جانے کے لئے آگاہ کیا گیا ہو اور اسی لئے دو فرشتوں کو آدمیوں کی شکل میں بھیجا گیا ہوتا کہ ان کی آزمائش بھی کی جائے اور ان کو اس ارادے سے روک دیا جائے۔

(۲)۔ ننانوے کے لفظ سے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے گھر میں ننانوے بیویاں تھیں اور ایک اور سے نکاح کرنے کی خواہش تھی۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے کہ ان کے گھر ننانوے بیویاں تھیں بلکہ ان کے گھر میں کثرت سے بیویوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

(۳)۔ انبیاء کرام اور ان کے طریقے پر چلنے والوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر غفلت میں ان سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو وہ فوراً جھک کر عاجزی و انکساری سے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ سے معافی مانگ لیتے ہیں اور اللہ ایسے لوگوں کے قصور کو اسی وقت معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت داؤدؑ جنہیں اللہ نے ایک بڑا مقام عطا کیا تھا جب انہیں اس کا احساس ہوا کہ شاید مجھ سے کوتاہی ہو گئی ہے تو وہ فوراً ہی سجدہ میں گر گئے اور اللہ سے معافی مانگنے لگے۔ اسی لئے سورۂ ص کی اس آیت پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ جس طرح حضرت داؤدؑ نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعید ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ ص کی اس آیت پر سجدہ فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا تھا اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں سورۂ ص کی آیت سجدہ کو پڑھا تو آپ منبر سے نیچے اتر آئے جب آپ نے سجدہ کیا تو حضور ﷺ کو دیکھ کر تمام صحابہ کرامؓ نے بھی سجدہ کیا۔

(۴)۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ دو صاحب معاملہ لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کر جاتے ہیں۔ طاقت ور کمزور کو کچلنے کی کوشش کرتا ہے اور مال دار مفلس اور غریب آدمی کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ پر ایمان لا کر اس کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں وہ دوسروں پر ظلم و زیادتی سے پوری طرح بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر چہ ایسے لوگ دنیا میں بہت تھوڑے سے ہوتے ہیں مگر وہ سچائی کو قائم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

(۵)۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا کہ تم دنیا میں اللہ کے خلیفہ اور نائب ہو تمہارا کام یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لو اور اپنی خواہشات کو بھلا دو کیونکہ اپنی خواہشات کے پیچھے وہی لوگ لگے رہتے ہیں جو گمراہ ہیں اور آخرت میں زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینے پر یقین نہیں رکھتے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اور ہم نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا ایسے انکار کرنے والوں کے لئے بربادی اور جہنم کی آگ ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیئے ان کے برابر کردیں گے جو زمین میں فساد مچانے والے ہیں اور کیا ہم پرہیزگاروں کو اور بدکاروں کو برابر کردیں گے (ہرگز نہیں)۔ (قرآن حکیم) ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے بڑی برکت والی کتاب ہے تاکہ لوگ ان آیات پر غور و فکر کریں اور عقل و دانش رکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

بَاطِلٌ — فضول۔ بے کار

ظَنٌّ — گمان۔ تصور۔ خیال

وَيْلٌ بربادی

اَمْ کیا

لِيَدَّبَّرُوْا تاکہ وہ غوروفکر کریں

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی ہر چیز کو ایک مقصد سے پیدا کیا ہے کوئی چیز بے مقصد اور بے قیمت نہیں ہے۔ جس کا مقصد جتنا اعلیٰ اور بہتر ہے اس کی قیمت اور وزن بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے دنیا کی ہر چیز انسانوں کے لئے بنائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ بے شک دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے لیکن تم آخرت کے لئے بنائے گئے ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے کا مقصد تو یہ ہے کہ وہ انسان کے کام آئے لیکن خود انسان کی زندگی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ صرف دنیا کا ہو کر رہ جائے اور اسی کو مقصد زندگی بنالے بلکہ وہ اس دنیا کو کھیتی سمجھ کر اس میں نیکیوں کے بیج بوتا چلا جائے تاکہ یہ فصل اس کے آخرت میں کام آئے اور جب پیچھے پلٹ کر دیکھے تو وہ ایک لہلہاتا ہوا باغ نظر آئے۔ وہ لوگ بڑے بدقسمت ہیں جو زندگی بھر گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور نیکیوں سے دور دور رہتے ہیں اور اسی کائنات کو سب کچھ سمجھ کر دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ اپنے کفر کے ساتھ جب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو سوائے ذلت و رسوائی کے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا اور آخرت کی بربادی اور جہنم کی آگ ان کا مقدر بن کر رہ جائے گی۔ یقیناً اللہ و رسول پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی گذارنے والے اور زمین میں تباہی و بربادی مچا کر اپنی آخرت کو برباد کرنے والے انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس نے نیکی اور پرہیزگاری کی زندگی گذاری ہو وہ اس شخص کے برابر ہو جائے جس نے پوری زندگی گناہوں میں بسر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی کتاب قرآن کریم جس میں برکتیں اور رحمتیں ہیں اس لئے نازل کی ہے تاکہ ان آیتوں میں غور کیا جائے اور جو بھی علم، عقل اور فہم و دانش رکھنے والے ہیں وہ ان آیات سے نصیحت حاصل کریں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ اصل زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے جو شخص وہاں کامیاب و بامراد ہو گیا وہی خوش نصیب ہے لیکن جس نے یہ سمجھا کہ یہ دنیا، زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے فضول اور بے کار پیدا کئے گئے ہیں یا ان کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے ہم جس طرح چاہیں زندگی بسر کریں نہ کوئی ہمیں دیکھنے والا ہے اور نہ حساب لینے والا ہے تو ایسے لوگ جب مرنے کے بعد آخرت میں پہنچیں گے تو ان کے اعمال کی نحوست ان کو آخرت میں ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گی۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۞۳۰ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۞۳۱ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۞۳۲ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ۞۳۳ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۞۳۴ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۞۳۵ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۞۳۶ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۞۳۷ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۞۳۸ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۞۳۹ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۞۴۰

۳۰ ۱۴ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰

اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا کیا جو (اللہ کے) بہترین بندے اور (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔ جب ایک شام ان کے سامنے تیز رفتار اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو انہوں نے کہا میں اپنے پروردگار کے ذکر سے اس مال کی محبت میں لگ کر غافل ہو گیا تھا یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظروں سے اوجھل ہو گئے (پھر سلیمانؑ نے کہا کہ ذرا) ان کو میرے پاس تو لاؤ۔ پھر سلیمانؑ نے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا (یعنی ان کو پیار سے دیکھا) پھر ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ہم نے ان کے تخت پر ایک (ناقص الخلقت) دھڑ لا ڈالا۔ پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا اور عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے معاف کر دیجئے اور مجھے ایسی سلطنت

عطا کیجئے جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔ بے شک آپ بہت زیادہ دینے والے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا) تو ہم نے اس طرح ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نرم اور خوش گوار رفتار سے چلتی تھی۔ اور اسی طرح ہم نے جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ وہ جنات جو عمارت بنانے والے (سمندروں میں) غوطے لگانے والے اور وہ جنات جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ (اللہ نے فرمایا کہ) یہ تمہارے لئے ہمارا عطیہ ہے آپ جس پر چاہیں احسان کریں یا اپنے ہی پاس روک کر رکھ لیں۔ اس کا کوئی حساب (نہ لیا جائے گا) اور ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور بہترین انجام ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰

نِعْمَ — بہترین

اَلصَّافِنَاتُ (صَافِنَةٌ) — اصیل اور عمدہ گھوڑے

اَلْجِیَادُ — نہایت عمدہ۔ بہترین

اَلْخَیْرُ — مال۔ دولت۔ بھلائی

تَوَارَتْ — چھپ گئی۔ (چھپ گیا)

رُدُّوْا — لوٹاؤ

طَفِقَ — وہ شروع ہو گیا

مَسْحٌ — ہاتھ پھیرنا۔ ہاتھ صاف کرنا

اَلسُّوْقُ — پنڈلیاں

اَلْاَعْنَاقُ (عُنُقٌ) — گردنیں

جَسَدٌ — جسم۔ دھڑ

لَا یَنْبَغِیْ — سزاوار نہ ہو۔ میسر نہ ہو

رُخَاءٌ	نرمی
بَنَّاءٌ	معمار۔تعمیر کرنے والا
غَوَّاصٌ	(پانی میں)غوطہ لگانے والا
مُقَرَّنِيْنَ	جکڑے ہوئے
اَلْاَصْفَادُ	زنجیریں
اُمْنُنْ	تو احسان کر
اَمْسِكْ	روک لے
زُلْفٰى	قرب۔قریب ہونا
حُسْنُ مَاٰبٌ	بہترین ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰

حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں جنہیں اللہ نے ایک عظیم الشان حکومت وسلطنت سے نوازا تھا۔جس کا مقصد ساری دنیا میں اللہ کا دین پہنچانا تھا۔اللہ نے ان کے خلوص کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر انہیں حضرت سلیمانؑ جیسا نیک، پارسا بیٹا عطا فرمایا جو اللہ کے نبی، حسن انتظام کے مالک حکمران، ہر بات میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ ایک دن جہاد کے لئے تیار کئے گئے بہترین پلے ہوئے، سبک رفتار اصیل گھوڑوں کی پریڈ کا معائنہ کر رہے تھے تو آپ نے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے جو تعلق، انسیت اور محبت ہے وہ دنیا کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنے پروردگار کی وجہ سے ہے۔اس ارشاد کے درمیان جب وہ گھوڑے نظروں سے ذرا اوجھل ہوئے تو آپ نے ان کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔جب وہ گھوڑے دوبارہ قریب آئے تو آپ نے آگے بڑھ کر ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے ہاتھ پھیر کر چمکارنا شروع کر دیا۔(ابن جریر طبری۔امام رازی)

حضرت سلیمانؑ نے اللہ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ یہ درخواست پیش کی۔الٰہی مجھے ایک ایسی حکومت و سلطنت عطا فرما جو اس سے پہلے کسی کو نہ دی گئی ہو اور نہ آئندہ دی جائے گی۔چنانچہ اللہ نے ان کی دعا کو قبول کر کے ایسی سلطنت

عطا کی جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھی اور آئندہ بھی نہ دی جائے گی۔ ہوا کو ان کے حکم کے تابع کر دیا۔ طوفانی ہوا جب ان کے تخت کو لے کر اڑتی تو اس تخت پر بیٹھنے والوں کے لئے ایسی نرم اور خوش گوار رفتار سے چلنے والی ہوا ہوتی تھی کہ بیٹھنے والوں کو اس کی برق رفتاری کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام جنات کو ان کے حکم کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم سے بڑی سے بڑی عمارتیں تعمیر کرتے تھے چنانچہ بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمانؑ کی نگرانی میں ان جنات ہی نے کی تھی۔ وہ جنات بھی آپ کے تابع تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر قیمتی موتی اور جواہرات نکالتے تھے۔ اگر ان جنات میں سے کسی سے کوئی غلطی اور کوتاہی ہو جاتی تو وہ ان کو قید کر لیا کرتے تھے اور پھر جب چاہتے ان سے کام لے لیتے تھے۔ غرضیکہ اللہ نے حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کو بے شمار نعمتوں سے نواز کر فرما دیا تھا کہ جو نعمتیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں تمہیں پورا پورا اختیار ہے جس کو جتنا دینا چاہیں دیدیں روکنا چاہیں روک لیں ان سے اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا کیونکہ اللہ نے ان کو اپنا قرب اور ہر کام کے بہترین انجام سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ حضرت داؤدؑ کو حضرت سلیمانؑ جیسا بیٹا عطا کیا لیکن حضرت سلیمانؑ کا بیٹا ان کی جانشینی کا حق ادا نہ کر سکا بلکہ وہ تخت سلیمانی پر ایک بے جان لاشہ کی طرح سے تھا۔ تاریخ بھی اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا بیٹا ان کی جانشینی کا حق ادا نہ کر سکا اور اتنی عظیم سلطنت چند برسوں میں بکھر کر رہ گئی۔

☆ حضرت سلیمانؑ کے واقعات زندگی بیان کرنے کے لئے اسرائیلی روایات کو جس طرح پیش کیا گیا ہے ان کو اس لئے یہاں نقل نہیں کیا گیا کہ جب ان واقعات کے پیچھے قرآن حکیم اور احادیث رسول اللہ ﷺ کی کوئی وضاحت نہیں ہے تو ان اسرائیلی روایات کو نقل کرنا ذہنوں کو منتشر کرنا ہے۔

☆ ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کا ہر کام محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں ان کی اپنی ذاتی غرض نہیں ہوتی۔

☆ جہاد انشا اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاد کے لئے اس کے اسباب کی تیاری اور اس میں دلچسپی کا اظہار حضرت سلیمانؑ اور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ نے جہاد کے لئے تیار کئے گئے گھوڑوں کو ایک دفعہ دیکھنے کے بعد دوبارہ طلب کیا درحقیقت عام لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ وہ بھی جذبہ جہاد زندہ و تابندہ رکھیں۔ بالکل اسی طرح نبی کریم ﷺ گھنٹوں کھڑے ہو کر نیزہ بازی اور جہاد کے لئے تیار کئے گئے گھوڑوں کی دوڑ کو دیکھا کرتے تھے۔ اصل میں جس چیز میں بڑے اور بزرگ دلچسپی لیتے ہیں اس میں ان کے بچے اور نوجوان بھی دلچسپی لیتے ہیں۔ ہمارے دین نے یہ بتایا ہے کہ ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہنا اور اس کی تیاری کرتے رہنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جو قوم جہاد کا راستہ چھوڑ دیتی ہے وہ درحقیقت اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیتی ہے۔ جہاد کے جذبوں کو زندہ رکھنے سے ہی اس امت کی زندگی ہے۔ آج کفار و مشرکین اس خوف سے سخت پریشان ہیں کہ کہیں ان میں پھر سے کوئی خالد بن ولید اور طارق بن زیاد پیدا نہ ہو جائے جو ان کی صفوں کو

الٹ دے اور اپنی کشتیوں کو جلا کر جذبہ جہاد کو زندہ اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھتا چلا جائے۔اس خوف سے انہوں نے جہاد کو دہشت گردی کا نام دے کر اسلامی جہاد کو بدنام کرنے کی بھرپور مہم شروع کر رکھی ہے تا کہ اقتدار سے چمٹی ہوئی طاقتیں خوف کے مارے "دین فروشی" تک پر راضی ہو جائیں اور ہر اس طاقت کو کچل ڈالیں جہاں جذبہ جہاد کا شائبہ بھی موجود ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ کفر کی یہ طاقتیں جہاد کو اور اس کے جذبے کو تو مٹا نہ سکیں گی بلکہ خود ہی مٹ جائیں گی۔اور اللہ کا دین ہر مذہب پر غالب آ کر رہے گا۔انشاءاللہ۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

(اے نبی ﷺ!) ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ (میرے پروردگار) مجھے شیطان نے (وسوسوں کے ذریعہ) ایذا اور دکھ پہنچا رکھا ہے۔(ہم نے کہا کہ) اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارو غسل کرنے اور پینے کے لئے میٹھا اور ٹھنڈا پانی (نکل آئے گا) اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اسی جیسے (اور بھی اہل خانہ) عطا کئے۔یہ ہماری طرف سے خاص رحمت اور عقل و فہم رکھنے والوں کے لئے نصیحت تھی۔اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا (یا کھجور کی ایک شاخ جس میں سو شاخیں ہوں) لے کر اس سے مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا بہت اچھا اور رجوع کرنے والا بندہ پایا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

نُصُبٌ	بیماری۔تکلیف۔مشقت
اُرْكُضْ	ہلاکر زور سے مارو
رِجْلٌ	پاؤں
مُغْتَسَلٌ	نہانے کا پانی
شَرَابٌ	پینے کی چیز۔مشروب
اُولُو الْاَلْبَابِ	عقل وفہم والے
ضِغْثًا	تیلیوں یا سینکوں کا مٹھا
لَا تَحْنَثْ	قسم نہ توڑ

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ "وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ" یعنی جو کچھ لوگ باتیں بناتے ہیں ان پر صبر کیجئے۔ حضرت ایوبؑ جو بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے ان کی مثال بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے خوش حالی کے زمانہ میں شکر اور شدید مشکلات اور بیماریوں میں صبر کا دامن تھامے رکھا۔ شیطان نے ہر طرح وسوسے ڈالنے اور ان کی خدمت گذار بیوی کو گمراہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن اللہ نے اپنی رحمت خاص سے ان کو شیطان کی گمراہیوں سے محفوظ رکھا۔

اسرائیلی روایات سے قطع نظر قرآن کریم میں اس جگہ کے علاوہ تین اور مقامات پر حضرت ایوبؑ اور ان کے صبر وشکر کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ کو اللہ نے خوش حالی، گھر کا سکون، بچوں کی رونق اور مال و دولت سے نواز رکھا تھا لیکن اچانک حالات میں ایسی زبردست تبدیلی آئی کہ ان کا گھر بار، مال و دولت (اور ان کی بیوی کے سوا) ساری اولاد ختم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ شدید بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ تمام رشتہ داروں اور دوستوں نے ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور وہ شہر سے باہر کسی جھونپڑی میں رہنے پر مجبور ہو گئے سوائے ان کی بیوی جن کا نام رحمت تھا وہ ان کے ساتھ رہ گئیں اور انہوں نے دن رات بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ ایک دن شیطان نے انسانی شکل میں آ کر ان کی بیوی سے یہ کہا کہ میں ایک طبیب ہوں تمہارے شوہر کو شفا حاصل کرنے کی دوا دے سکتا ہوں اس پر میں تم سے کوئی اجرت نہیں لیتا بس اتنا چاہتا ہوں کہ جب تمہارے شوہر کو شفا مل جائے تو

یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی۔ چونکہ سخت تنگی اور بدحالی کے زمانہ میں آدمی کے ذہن میں صرف ایک ہی بات رہتی ہے کہ بیمار کو شفا مل جائے۔ جب اس بات کا ذکر انہوں نے حضرت ایوبؑ سے کیا تو انہیں اس سے سخت رنج اور تکلیف پہنچی اور انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب مجھے شفا مل جائے گی تو تمہاری اس حرکت پر تمہیں سولکڑیاں ماروں گا۔ ادھر شیطان نے حضرت ایوبؑ کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ حضرت ایوبؑ صبر وشکر کے پیکر تھے مگر ان تمام حالات کے بعد انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ الٰہی اب تو شیطان نے بھی مجھے تکلیف اور رنج وغم دینا شروع کر دیا ہے مجھے ان حالات سے نکال لئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں آپ موجود ہیں وہاں زمین پر زور سے پاؤں ماریئے آپ دیکھیں گے کہ وہاں سے پانی کا ایک چشمہ ابلنے لگے گا وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا اس سے غسل کیجئے اور پیجئے۔

چنانچہ حضرت ایوبؑ نے ایسا ہی کیا جب ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا تو آپ نے اس سے پیا اور غسل کیا جس سے تمام بیماریاں ختم ہوگئیں اور وہ مکمل طور پر صحت مند ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرا کرم یہ کیا کہ صحت وشفا حاصل ہونے کے بعد ان کے تمام گھر والے جو مر گئے تھے نہ صرف ان کو زندہ کر دیا بلکہ اس سے زیادہ ان کو اولاد اور دولت وحشمت عطا فرمادی جس سے پہلے جیسی چہل پہل شروع ہوگئی۔

بیماری کے دوران حضرت ایوبؑ نے جو اپنی بیوی کو سولکڑیوں سے مارنے کی قسم کھائی تھی اس کے لئے فرمایا کہ آپ اپنی قسم پوری کریں اور اپنی قسم کو نہ توڑیں لیکن ان کی بیوی کی عظیم خدمات تھیں اس لئے فرمایا کہ سوسینکوں کا ایک گٹھا بنالیں یا کھجور کی ایک ایسی شاخ لے لیں جس میں سولکڑیاں ہوں ان کو ایک ہی دفعہ ماریں تو اس سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی قسم پوری ہوگئی۔

اس مرحلہ پر فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ اب ہر شخص کو اس طرح کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت ایوبؑ کے ساتھ خصوصی طور پر معاملہ کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام حالات میں حضرت ایوبؑ نے جس طرح صبر اور برداشت کا دامن تھامے رکھا وہ اپنی جگہ ایک بہترین مثال ہے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ دیکھو حضرت ایوبؑ نے شدید حالات میں بھی صبر، برداشت اور اللہ کا شکر ادا کیا اور اللہ کی بارگاہ میں جھک کر مانگا تو ان کو پہلے سے زیادہ عطا کیا گیا۔ ہر شخص جو اللہ کے دین کی سربلندی اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے صبر وشکر کرتا رہے گا اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابی اور عظمتوں سے ہم کنار کرتا جائے گا لیکن جو بے صبری اور ناشکری کا طریقہ اختیار کرے گا اور شیطان کے بہکائے میں آکر غلط سلط راستہ اختیار کرے گا اس کو دنیا میں اور آخرت میں تو خاص طور پر ذلتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًاۢ بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًاۢ بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِى النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

الثلثة

ع ۴ ۲۴ ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

(اے نبی ﷺ) آپ ہمارے بندے ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کیجئے جو قوت والے اور بصارت رکھنے والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص صفت کے ساتھ مخصوص کیا تھا اور وہ (صفت) آخرت کے گھر کو یاد کرنا تھا۔ اور بے شک وہ سب ہمارے نزدیک بہت اچھے اور چنے ہوئے منتخب لوگوں میں سے تھے۔ اور آپ اسماعیلؑ، الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر بھی کیجئے جو بہترین منتخب لوگوں میں سے تھے۔ یہ (ان کا ذکر) ایک نصیحت ہے۔ اور پرہیز گاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے ہمیشہ کھلے ہوئے ہوں گے۔ ان میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے اور وہاں کھانے کے لئے کثرت سے میوے اور پینے کی چیزیں (مشروبات) طلب کر رہے ہوں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (شرم و حیا کی پیکر) ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ یہ ہیں وہ نعمتیں جن کا حساب والے دن میں دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ بے شک یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ (اس کے برخلاف) وہ لوگ جنہوں نے سرکشی (ضد، ہٹ دھرمی) اختیار کی تھی ان کا بدترین ٹھکانا ہوگا۔ وہ ٹھکانا جہنم ہوگا جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہاں ان کے لئے بہت گھٹیا (بہت بری) آرام کی جگہ ہوگی۔ یہ ہے جہنم جس میں کھولتا ہوا پانی اور بدبودار سڑی ہوئی چیزیں ہوں گی اور کہا جائے گا کہ اس کو چکھو۔ اور ان کے علاوہ عذاب کی اور مختلف شکلیں ہوں گی۔ ایک اور جماعت تمہارے ساتھ عذاب میں شریک اوپر تلے گھسی چلی آ رہی ہوگی۔ ان کے لئے کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔ اور بے شک یہ لوگ بھی جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ جواب دیں گے کہ تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی یہ مصیبت ہمارے آگے لے کر آئے ہو جو بدترین ٹھکانا ہے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو بھی ہمارے آگے مصیبت کو لایا ہے آپ جہنم میں اس کو دوگنا عذاب دیجئے۔ اور وہ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم (اس جہنم میں) ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جنہیں ہم برا سمجھتے تھے۔ اور ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا (یہ سب کچھ صحیح ہے یا) ہماری آنکھیں خطا کر رہی ہیں۔ بے شک جہنم والوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل برحق ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

اُولِی الْاَیْدِیْ	ہاتھوں والے (طاقت ور)
اُولِی الْاَبْصَارِ	آنکھوں والے (صاحب بصیرت لوگ)

اَخلَصنَا	ہم نے منتخب کیا۔ ہم نے چن لیا
اَلْاَخْیَارُ (خَیْرٌ)	انتہائی نیک لوگ
اَلدَّارُ	گھر
مَاٰبٌ	ٹھکانا
مُفَتَّحَۃٌ	کھولی گئی۔ کھلی ہوئی
اَتْرَابٌ	ہم عمر (عورتیں)
نَفَادٌ	ختم ہونے والا
اَلْمِھَادُ	بستر۔ ٹھکانا
حَمِیْمٌ	گرم پانی۔ کھولتا پانی
غَسَّاقٌ	سڑی ہوئی بدبودار چیز
مُقْتَحِمٌ	بے سوچے سمجھے بولنا
لَا مَرْحَباً	خوش خبری نہیں ہے
سِخْرِیٌّ	مذاق بنانا۔ مذاق اڑانا
زَاغَتْ (زَیْغٌ)	خطا ہوگئی۔ بھٹک گئی

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو دی گئی نعمتوں اور کفار ومشرکین کو دی جانے والی سزاؤں کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا ذکر خیر کیجئے جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت وطاقت اور فہم وفراست اور ذہنی بصیرت کی دولت سے مالا مال کیا تھا یہ نہایت اعلیٰ درجہ کے لوگ تھے۔ اللہ نے ان کو جو صلاحیتیں اور عظمتیں عطا کی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ تو دنیا کی حقیر اور عارضی لذتوں کی طرف مائل تھے نہ وہ دنیا کی راحتوں کو زیادہ اہمیت دیتے تھے بلکہ ان کا ہر عمل، کوشش اور جدوجہد اللہ کی رضا وخوشنودی اور ان کی ساری بھاگ دوڑ صرف آخرت کے اس گھر کی طرف تھی جس کی ہر نعمت ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ فرمایا کہ اسی طرح حضرت اسماعیلؑ، حضرت الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر کیجئے جو سب کے سب اللہ کے منتخب بندے تھے جو ہر بات کو حقیقی

نظر سے دیکھ کر فیصلے کیا کرتے تھے جو بالکل صحیح تھے۔ فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والے ایسے لوگوں کے لئے جنت کو بہترین ٹھکانا بنایا گیا ہے۔ وہ ایسی راحتوں سے بھرپور جنتیں ہوں گی جن کے دروازے ان کے لئے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ وہ تکیہ لگائے بہترین مسہریوں پر بیٹھے ہوئے مشروبات اور طرح طرح کے مزیدار میوے اور پھلوں سے دل کو بہلا رہے ہوں گے ان کے چاروں طرف شرم حیا کی پیکر نیچی نگاہیں رکھنے والی ھم عمر نہایت حسین وجمیل حوریں ہوں گی۔ اس حساب والے دن ان کو ہر وہ چیز دی جائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ نعمتیں دنیا کی وقتی اور عارضی نعمتیں نہیں ہوں گی جن کے ختم ہو جانے کا ڈر اور خوف لگا رہتا ہے بلکہ جو چیز بھی دی جائے گی وہ ہمیشہ کے لئے ہوگی جس میں کبھی کسی طرح کی کمی نہیں آئے گی۔ نہ ان کو وہاں کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے کفر وشرک اور گناہوں میں زندگی گذاری ہوگی، جنہوں نے سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے انبیاء کرام کی تعلیمات کو جھٹلایا ہوگا ان کو جہنم جیسی بدترین جگہ کی طرف دھکیل دیا جائے گا جس میں کھولتا ہوا گرم پانی اور لہو پیپ ان کی غذا ہوگی بلکہ اس جیسی بہت سے عذاب کی شکلیں ہوں گی جن میں انہیں جھونک دیا جائے گا۔

جب یہ اہل جہنم دیکھیں گے کہ کچھ لوگوں کی جماعتیں جہنم کی طرف آرہی ہیں تو وہ ان کو پہچان کر کہیں گے کہ یہ تو یہاں بھی پہنچ گئے۔ اور وہ اوپر تلے گھستے ہی چلے آئیں گے۔ وہ آنے والوں کا استقبال کرنے کے بجائے ان پر لعنتیں بھیجتے ہوئے کہیں گے کہ تمہارا ستیاناس ہو جائے تم نے دنیا میں ہمیں گمراہ کیا اور ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ آج ہمیں جو بھی عذاب دیا جا رہا ہے اس میں مبتلا کرنے والے تم لوگ ہو جنہوں نے ہمیں جہنم جیسی بدترین جگہ تک پہنچا دیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے الٰہی! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں غلط راستے پر ڈال دیا تھا ان کو جہنم کی دوگنی سزا دیجئے۔ قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر فرمایا گیا ہے کہ جب وہ دوگنی سزا کا مطالبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو لوگ راستے سے بھٹک گئے ہیں اور جنہوں نے بھٹکایا تھا دونوں کو برابر سزا ملے گی۔

اسی دوران انہیں ان اہل ایمان کا خیال آجائے گا جنہیں وہ دنیا میں ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے گھٹیا اور حقیر شمار کر کے دن رات ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ کہیں گے کہ وہ کہاں ہیں؟ بعد میں انہیں معلوم ہوگا کہ وہ تو جنت کی ابدی راحتوں میں مگن اور خوش ہیں اور اللہ نے ان کو ان کے نیک اعمال کا اجر عظیم عطا فرما دیا ہے۔ اس طرح وہ کفار حسرتوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑتے اور جھگڑتے رہیں گے۔ فرمایا کہ ان دونوں کا فر گروہوں کا آپس میں لڑنا برحق ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ اور اہل جنت ابدی راحتوں میں ہوں گے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى

اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ
خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ
فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ
اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ
اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ
الْعَالِیْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ
مِنْ طِیْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ
لَعْنَتِیْۤ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ
یُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝ اِلٰى یَوْمِ
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ۝
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ قُلْ
مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ۝ اِنْ
هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ۝

ع ۵ ۲۴ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف (برے انجام سے) ڈرانے والا ہوں۔

اللہ جوایک ہے اور ہر چیز پر غالب ہے اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ آسمانوں، زمین اوران کے درمیان جو کچھ ہے وہ اس کا پروردگار ہے۔ زبردست اور بخشنے والا ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک بہت بڑی خبر ہے جس سے تم غفلت برت رہے ہو۔ مجھے عالم بالا کی کچھ خبر نہ تھی جب وہ فرشتے تخلیق آدمؑ پر جھگڑ رہے تھے۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں اللہ کی طرف سے صاف صاف آگاہ کرنے والا ہوں۔

جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے (گارے سے) ایک بشر یعنی آدمی کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اس کو پوری طرح بنا کر اور اپنی طرف سے اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ پھر سب فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے غرور وتکبر کی وجہ سے سجدہ نہیں کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس (شیطان) جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے (اپنی قدرت سے) بنایا ہے اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تو غرور وتکبر میں آ گیا (یا تو یہ سمجھنے لگا کہ) میں بڑے درجے والوں میں سے ہوں۔ کہنے لگا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی سے۔ اللہ نے فرمایا کہ (اے ابلیس) تو یہاں سے دفع ہو جا کیونکہ تو مردود ہو گیا۔ اور بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت مسلط رہے گی۔ کہنے لگا تو پھر مجھے قیامت تک مہلت دے دیجئے۔ ارشاد ہوگا کہ تجھے ایک متعین وقت تک (قیامت کے دن تک) مہلت دے دی گئی۔ شیطان نے کہا مجھے آپ کی عزت کی قسم کہ میں انہیں گمراہ کر کے رہوں گا سوائے آپ کے منتخب بندوں کے (جن پر میں قابو نہ پا سکوں گا)۔ ارشاد ہوگا کہ میں سچا ہوں اور سچ بات ہی کہتا ہوں۔ میں تجھ سے اور جو لوگ تیرا ساتھ دیں گے ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ میں اس قرآن (کا پیغام پہنچانے میں) نہ تو کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ قرآن تو (اللہ کا کلام ہے) دنیا بھر کے لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ (اگر اس سچائی کے باوجود تم نہیں مانتے تو) تھوڑے دن بعد تمہیں ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸

نَبَوٌ	خبر
یَخْتَصِمُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں۔وہ گفتگو کرتے ہیں
طِیْنٌ	مٹی۔گارا
سَوَّیْتُ	میں نے درست کردیا
نَفَخْتُ	میں نے پھونک دیا
رُوْحٌ	جان
اَلْعَالِیْنَ	بلند رتبہ
اَنْظِرْنِیْ	مجھے مہلت دیدے۔ڈھیل دے دے
یُبْعَثُوْن	وہ اٹھائے جائیں گے
اُغْوِیَنَّ	میں ضرور گمراہ کروں گا
اَلْمُخْلَصِیْنَ	خاص لوگ
اَمْلَئَنَّ	میں ضرور بھردوں گا
اَلْمُتَكَلِّفِیْنَ	بناوٹ کرنے والے
تَعْلَمُنَّ	تم ضرور جان لوگے

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸

سورۂ ص میں نبی کریم ﷺ کی رسالت اور اللہ کی توحید کو ثابت کرتے ہوئے کفر وشرک کی سختی سے تردید کی گئی ہے۔ کفار عرب سے کہا گیا ہے کہ آج تمہارے درمیان اللہ کے محبوب رسول اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دین کی تمام سچائیاں لے کر آچکے ہیں ان کی بات سن کر مکمل اطاعت وفرماں برداری کریں۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیوں کے راز پوشیدہ ہیں۔

قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون، قوم لوط اور قوم ایکہ جن کو برے اعمال اور بدکرداریوں کی وجہ سے تباہ وبرباد کیا گیا تھا اس کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اللہ کے نبیوں اور رسولوں کو اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا، منہ پھیرا اور ان کی اطاعت سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ سامنے ہے کہ آج ان کی بلند وبالا عمارتوں کے کھنڈرات اس بات پر گواہی پیش کر رہے ہیں کہ اگر وہ اللہ ورسول کی نافرمانیاں نہ کرتے تو وہ اس طرح دنیا سے مٹا نہ دیئے جاتے۔

فرمایا کہ تم نے ابھی عذاب الٰہی کا مزہ نہیں چکھا ورنہ اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور مال ودولت پر اتنا غرور وتکبر نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ان دونوں کو عظیم سلطنتیں، مال ودولت کے ڈھیر اور راحت وسکون کی ہر چیز عطا کی تھی۔ انسان، جنات، ہوا، پرندے ہر چیز کو ان کے تابع کر دیا گیا تھا لیکن انہوں نے اتنا کچھ ہونے کے باوجود تکبر، غرور اور بڑائی سے کام نہیں لیا بلکہ عاجزی وانکساری، توبہ اور استغفار کی کثرت سے ہمیشہ اللہ کی طرف رجوع کیا۔

حضرت ایوبؑ کی عبادات، صبر وشکر کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ انہیں امتحان میں ڈالا گیا۔ ان کو سب کچھ دے کر سب کچھ چھین لیا گیا مگر انہوں نے صبر وشکر کا دامن نہیں چھوڑا اور آخر کار ان کو توبہ واستغفار کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ مال ودولت اور گھر بار عطا کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ اور حضرت ذوالکفل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے دین اسلام کی سربلندی کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے عاجزی وانکساری کو اختیار کیا تو اللہ نے ان کو اور ان کے ماننے والوں کو نجات عطا فرمادی اور جن لوگوں

نے بے جا ہٹ دھرمی، ضد اور غرور و تکبر، نافرمانی اور کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا ان کو دنیا میں ہر طرح کی ذلت و خواری اور آخرت کی ابدی تکلیفوں کو ان کا مقدر بنا دیا۔

مذکورہ آیات میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے ہمارے پیارے نبی ﷺ! آپ واضح اعلان فرما دیجئے کہ میں تمہیں برے انجام اور عذاب الٰہی سے ڈرانے اور آگاہ کرنے کے لئے آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ جو ہر چیز پر غالب ہیں زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ اس کے مالک ہیں۔ زبردست قوت و طاقت اور بخشنے والے ہیں ان کی طرف بلانے آیا ہوں۔ یہ ایک بہت زبردست خبر اور اطلاع ہے جس کو تم مسلسل نظر انداز کر رہے ہو۔

فرمایا کہ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس رب العالمین کی طرف سے بیان کر رہا ہوں جس نے مجھے وحی کے ذریعہ ان تمام باتوں کا علم عطا فرمایا ہے۔

جب فرشتے اللہ سے پوچھ رہے تھے اور شیطان جھگڑ رہا تھا اس وقت میں وہاں موجود نہیں تھا لیکن مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں بہت جلد مٹی اور گارے سے ایک "بشر" کو پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کو اپنے دست قدرت سے تیار کر کے اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا پھر جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کر کے ان میں جان ڈال دی تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ جب میں نے اپنے دست قدرت سے انسان کو پیدا کر کے سجدے کا حکم دیا تھا تو وہ کون سی چیز تھی جس نے تجھے سجدہ کرنے سے روک دیا تھا۔

ایسا لگتا ہے کہ تو یا تو غرور و تکبر کا شکار ہو گیا ہے یا تو یہ سمجھنے لگا ہے کہ تیرا درجہ سب سے بلند تر ہے۔ کہنے لگا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی گارے سے بنایا گیا ہے۔ یعنی انسان کو میرے سامنے جھکنا چاہیے تھا میں اس کے سامنے جھکوں گا تو یہ میری توہین ہو گی۔

اللہ نے فرمایا تو اس تکبر اور غرور کی وجہ سے میری نظر سے دور ہو جا۔ دفع ہو جا کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے تو ایک لعنتی ہے قیامت تک تیرے اوپر اس غرور و تکبر کی پھٹکار اور لعنت برستی رہے گی۔ کہنے لگا کہ الٰہی میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو میں ثابت کر کے دکھا دوں گا لیکن مجھے اس کی مہلت چاہیے۔

اللہ نے فرمایا کہ تجھے قیامت تک مہلت دی جاتی ہے۔ ابلیس نے کہا اے پروردگار مجھے آپ کی عزت کی قسم میں آپ کے نیک اور مخلص بندوں کو چھوڑ کر ہر ایک کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ اور پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جس انسان کے سر پر آپ

خلافت وذمہ داری کا تاج رکھ رہے ہیں وہ نہایت نافرمان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بھی سچا ہوں، میری ہر بات سچی ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں کہ جو لوگ تیرے بہکائے اور فریب میں آئیں گے میں ان سے جہنم کو بھر دوں گا۔

آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ بر ملا کہہ دیجئے کہ میرا کام یہ تھا کہ میں اللہ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچادوں۔ نہ تو مجھے تم سے کسی صلے اور بدلے کی توقع ہے نہ میری زندگی کا کوئی انداز بناوٹی ہے بلکہ میں تو اس قرآن کو پہنچانے آیا ہوں جو ساری دنیا کے لوگوں کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اگر تم اس کھلی سچائی کے باوجود میری بات نہیں مانتے تو کچھ دن انتظار کرلو پھر ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آجائے گی۔

الحمدللہ سورۂ ص کی ان آیات کا ترجمہ اور اس کی تفسیر وتشریح مکمل ہوئی۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۳ تا ۲۴

• ومالی • فمن اظلم

سورۃ نمبر ۳۹

الزُّمَر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الزمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ نمبر	39
کل رکوع	8
آیات	75
الفاظ وکلمات	1184
حروف	4965
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ سورۃ الزمر ہجرت حبشہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

☆ یہ سورت مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب کفار مکہ کے ظلم وزیادتی اور تشدد کی انتہا ہو چکی تھی۔ اہل ایمان پر چاروں طرف سے ہر طرح کے حملے کیے جارہے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے بعض صحابہ کرامؓ بیت اللہ کی سرزمین چھوڑ کر ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہجرت اپنی جان کی حفاظت کے لیے نہیں بلکہ ایمان کی حفاظت کے لیے کی تھی۔

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب کفار ومشرکین نے تشدد اور ظلم وزیادتی کی انتہا کردی تھی۔ اہل ایمان اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے مکہ کی سرزمین چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کردی تھی۔

☆ اس سورۃ میں قریش مکہ سے کہا گیا ہے کہ وہ گذری ہوئی قوموں کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کریں اور نقصان پہنچنے سے پہلے ایمان لا کر اپنی اصلاح کرلیں۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر سوائے شرمندگی، پچھتاوے اور دین ودنیا کے نقصان کے اور کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اس سورۃ میں اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ وہ صبر سے کام لے کر اللہ کے دین پر مضبوطی سے جمے رہیں۔ دین ودنیا کی ساری بھلائیوں سے ان کا دامن بھر دیا جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کسی کی پروا نہ کریں۔ اللہ کی عبادت وبندگی اس طرح کریں کہ اس میں کسی دوسرے کی عبادت وبندگی کا شائبہ تک نہ ہو۔

اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت وبندگی کریں۔ اسی سے ڈریں اور ساری دنیا سے بے پروا ہو کر اللہ کا دین ساری دنیا میں پھیلانے کی جدوجہد کو اور تیز تر کردیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے توحید کی حقانیت کو بیان کر کے اس کے بہتر نتائج اور شرک کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنے کفر وشرک پر جمے بیٹھے ہیں ان کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ اللہ کے آخری نبی ورسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر اور عمل

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیں کہ کفار کا ظلم وستم ان کو اپنے نیک مقاصد سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹا سکے گا۔

صالح اختیار کر کے صراط مستقیم پر چل پڑیں۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے کفار پر یہ ثابت کر دیں کہ وہ کتنا بھی ظلم وتشدد کر لیں لیکن اہل ایمان ایک قدم بھی توحید خالص سے پیچھے نہ ہٹیں گے اور جو مقصد اور مشن لے کر چلے ہیں اس سے دنیا کے اندھیروں کو دور کر کے رہیں گے۔

☆ فرمایا کہ یہ کفار و مشرکین جن معبودوں پر بھروسہ کر کے ان کی عبادت و بندگی کرتے اور ان کو اپنا مشکل کشا مانتے ہیں جب وہ کسی طوفان، مصیبت یا کسی سمندری بھنور میں پھنس جاتے ہیں تو اس وقت صرف ایک اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور جب وہ اس مصیبت سے نکل جاتے ہیں تو پھر سے اللہ کو بھول کر اپنے کفر وشرک میں لگ جاتے ہیں۔

یہ ان کی زندگیوں کا تضاد ثابت کرتا ہے کہ ان کو بھی اپنے جھوٹے معبودوں پر کسی طرح کا اطمینان اور یقین نہیں ہے بلکہ وہ اپنے باپ دادا کی پیروی میں ان بتوں کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔

فرمایا کہ ان کفار و مشرکین میں سے وہ لوگ جن کے دل اسلام کی عظمت کے لیے کھول دیئے گئے ہیں جن کا ہر قدم اللہ کی عطا کی ہوئی روشنی میں اٹھتا ہے وہ کامیاب و بامراد لوگ ہیں۔

ان کے برخلاف وہ لوگ جو زندگی کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور کفر وشرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے پتھر دل ہو چکے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ناکام ترین لوگ ہیں اور وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو نور ایمانی سے اپنے دلوں کو روشن و منور کر چکے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر طرح کی مثالوں کو بار بار بیان کیا ہے تاکہ ہر شخص اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اتار کر مرنے سے پہلے اپنے کفر وشرک سے توبہ کر لے۔ فرمایا کہ اس کے باوجود اگر یہ کفر وشرک کی وادیوں میں بھٹکنے والے توبہ نہیں کرتے تو اس انجام کو سامنے رکھیں کہ ان کے مال و اسباب ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور آخرت کے شدید نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے ارشاد فرما دیا ہے کہ جو لوگ تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی کو اختیار کرتے ہیں اللہ خود ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ لہٰذا دین حق پر چلنے والوں کو کسی سے ڈرنے یا کسی سے دبنے کی ضرورت نہیں ہے انہیں اللہ پر مکمل بھروسہ کر کے دین اسلام کی عظمت کو ساری دنیا تک پھیلانے کی جدوجہد کو اور تیز کر دینا چاہیے۔

جب اللہ خود محافظ ہے تو پھر کسی نقصان کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے اگر اس راستے میں مشکلات آئیں یا کوئی نقصان پہنچ جائے تو

وہ بھی ان کے درجات کی بلندی کا سبب بن جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کفار و مشرکین کے مسلسل انکار، مذاق اڑانے اور دین کی سچائیوں کو جھٹلانے سے رنجیدہ نہ ہوں، نہ کسی کی پرواہ کریں کیونکہ آپ ﷺ کسی کے برے اعمال کے ذمے دار نہیں ہیں۔ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو شخص بھی ایمان اور صالح زندگی کو اپنائے گا اس کا طرز عمل اس کو فائدہ دے گا لیکن جو کفر و شرک پر اصرار کرے گا اور ایمان و عمل صالح کی طرف نہیں آئے گا وہ برے انجام سے نہیں بچ سکتا اور اس کا وبال اس پر ہی پڑے گا۔

☆ فرمایا کہ زندگی اور موت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی قادر مطلق ہے جو ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے وہی قیامت کے دن کا مالک و مختار ہے۔

فرمایا کہ ان کفار و مشرکین کا وہ حال دیکھنے کے قابل ہوگا جب عذاب ان کے سامنے آجائے گا تو وہ لوگ جو دنیا کی معمولی دولت کو اپنا سب کچھ سمجھ کر کفر و شرک میں مبتلا تھے وہ تمنا کریں گے کہ کاش ساری دنیا اور اس سے بھی زیادہ دنیاؤں کی دولت اگر ان کے پاس ہوتی تو وہ اس کو دے کر اس شدید عذاب سے بچ جاتے لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوگی اور ان کو شدید عذاب دیا جائے گا۔

☆ فرمایا کہ اہل ایمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے یا زمانہ کفر و جہالت میں ان سے کوئی بڑا گناہ ہو گیا ہو گا تو اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ سارے گناہ معاف کر دے گا لیکن اگر کوئی شخص اپنے گناہوں اور کفر و شرک پر جما رہے گا تو آخرت میں اس کو سوائے شرمندگی اور پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

☆ فرمایا کہ قیامت کے دن ساری حاکمیت اور حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو جتنے بھی لوگ ہوں گے ان کے ہوش و حواس اڑ جائیں گے اور سب چیزوں پر فنا چھا جائے گی لیکن دوسرا صور پھونکے جانے کے بعد سب کے سب لوگ زندہ ہو کر حیران و پریشان چاروں طرف دیکھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی تجلی فرمائیں گے تو اس کے نور و تجلی سے ساری کائنات جگمگا اٹھے گی۔ پھر انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ سب کے نامہ اعمال ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور ہر ایک کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا۔ اللہ کسی پر ظلم و زیادتی نہ فرمائیں گے بلکہ ان کے کیے ہوئے اعمال کے مطابق ہر ایک کے درمیان صحیح صحیح فیصلے فرمادیں گے۔

☆ آخر میں فرمایا کہ آخرت میں دو گروہ بن جائیں گے ایک اہل ایمان جنت والوں کا اور ایک اہل کفر جہنم والوں کا۔ سب سے پہلے کفار کو (جانوروں کی طرح) فرشتے جہنم کی طرف گروہ در گروہ گھسیٹ کر لے جائیں گے اور ان پر طنز کرتے ہوئے پوچھیں گے کہ

☆ کیا تمہارے پاس اللہ کے نبی اور رسول نہیں آئے تھے؟

☆ کیا وہ اللہ کا پیغام نہیں لائے تھے؟

☆ کیا تمہیں راہ ہدایت کی طرف انہوں نے متوجہ نہیں کیا تھا؟

وہ کہیں گے کہ بے شک وہ پیغمبر آئے تھے انہوں نے ہمیں راہ ہدایت کی تلقین کی تھی مگر ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم نے ان کی بات نہیں مانی۔ اس اقرار کے بعد فرشتے ان کفار کی جماعتوں کو لے کر چلیں گے۔ جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ وہ اس جہنم میں داخل ہو جائیں جہاں ان کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔

فرمایا کہ دوسری طرف اہل تقویٰ مومنین کے گروہ ہوں گے فرشتے ان کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ بہترین سواریوں پر سوار کر کے لے کر چلیں گے تو جنت کے دروازے ان پر کھول دیئے جائیں گے فرشتے ان کو سلام کریں گے اور مبارک باد پیش کریں گے اور کہیں گے کہ اب تم سب اس جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تم سب کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ اس پر وہ اہل جنت اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ الحمد للہ ہمارے پروردگار نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔ اب ہمیں وہ تمام نعمتیں حاصل ہو گئی ہیں جن کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس دن تمام فرشتے حلقہ باندھے ہوئے اللہ کی اور تسبیح و حمد کرتے ہوں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلے فرما دیں گے اور ہر طرف سے ایک ہی صدا بلند ہو رہی ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔

سُوْرَةُ الزُّمَر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۗ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۗ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

اللہ جو زبردست اور غالب حکمت والا ہے اسی نے اس کتاب (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے۔

اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف ''حق'' کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اسی اللہ کی عبادت و بندگی۔ دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے کیجئے۔

یادرکھو! عبادت خالص اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ان (غیر اللہ) کی عبادت و بندگی صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

بے شک اللہ ہی ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں اختلاف کر رہے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور ناشکرے کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔

اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب کر لیتا (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) اس اللہ کی ذات ان عیبوں سے پاک ہے۔ وہ اللہ ایک ہے اور زبردست (طاقتوں کا مالک) ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے (گھٹاتا بڑھاتا ہے)۔ اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے جو ہر ایک اپنی مقرر مدت تک چلتا رہے گا۔

سنو! کہ وہی غالب ہے اور معاف کرنے والا ہے۔ اسی نے تمہیں ایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا ہے پھر اس نے اس جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس نے چوپائے جانوروں میں سے آٹھ جوڑے (نر اور مادہ) پیدا کئے وہی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تخلیق کرتا ہے۔ تین اندھیروں کے اندر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لے جاتا ہے۔ (لوگو!) یہ ہے تمہارا رب، اسی کی بادشاہت ہے، اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر تم کہاں پھرے جا رہے ہو (یعنی بھٹک رہے ہو)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

تَنْزِیْلٌ — آہستہ آہستہ اتارتا ہے

اُعْبُدْ	عبادت و بندگی کر
خَالِصٌ	جس میں کوئی ملاوٹ نہ ہو
يُقَرِّبُ	وہ قریب کرتا ہے
زُلْفٰى	قریب ہونا
اِصْطَفٰى	اس نے چن لیا۔منتخب کرلیا
ثَمٰنِيَةٌ	آٹھ
اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ)	جوڑے۔نر اور مادہ
بُطُوْنٌ (بَطْنٌ)	پیٹ
ظُلُمٰتٌ (ظُلْمَةٌ)	اندھیرے
ذٰلِكُمْ	اسی میں
اَنّٰى	کہاں
تُصْرَفُوْنَ	تم پلٹتے ہو۔بھٹکتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہر رات کو سورۂ زمر اور سورۂ بنی اسرائیل کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔(بخاری۔مسلم۔ ترمذی) مذکورہ حدیث سے سورۂ زمر کی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔اس سورت میں ان مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے جو دین اسلام کی وجہ سے کفار کے ہاتھوں شدید تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور کفار مکہ کے ظلم و ستم نے انہیں بیت اللہ کی سرزمین چھوڑ کر حبش اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت پر مجبور کر دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے پوری امت کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جس قرآن حکیم کو نازل کیا ہے وہ اس اللہ کی طرف سے ہے جو ہر طرح کی طاقتیں اور قوتیں رکھتا ہے اور ہر بات اور ہر چیز کی مصلحت کو اچھی طرح جانتا ہے۔پوری انسانیت سے اس قرآن مجید کا مطالبہ ہے کہ

ا۔اس ذات کی عبادت و بندگی اس طرح کی جائے کہ اس میں کسی دوسرے کی عبادت کا شائبہ یا ملاوٹ تک نہ ہو۔

عبادت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی مقصود ہو۔

۲۔ اہل ایمان کا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ اللہ ہی کو طاقت و قوت مان کر اس کی عبادت کریں اور ان کفار عرب کی طرح نہ ہو جائیں جو اس بات کو تو مانتے ہیں کہ ساری قوت و طاقت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے لیکن وہ عبادت و بندگی میں دوسروں کو شریک کر کے ان بے حقیقت بتوں کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں جو کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کی کوئی اہلیت نہیں رکھتے۔ وہ ان بتوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور جو اہل ایمان اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ اس دنیا میں شاید اس کا فیصلہ نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فیصلہ فرما دیں گے۔ بہر حال اللہ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا جو کفر و انکار کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔

۳۔ اسی طرح وہ لوگ بھی راہ ہدایت سے بہت دور ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا سمجھ رکھا ہے۔ یہ اللہ کی ذات پر ایک بہت بڑا الزام ہے کیونکہ وہ اس کائنات کا نظام چلانے میں قادر مطلق ہے وہ اس کو چلانے کے لئے کسی بیٹے، بیٹی یا بیوی کا محتاج نہیں ہے۔

۴۔ زمین و آسمان اور چاند، سورج، ستارے یہ سب اسی نے برحق پیدا کئے ہیں۔ وہی رات اور دن اور ان کے الٹ پھیر کو پیدا کرنے والا ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم کے تابع ہے وہ جس طرح چاہتا ہے ان سے کام لیتا ہے۔ وہی زبردست قوتوں کا مالک ہے اور لوگوں کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا ہے۔

۵۔ انسان اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور ان کے وجود ہی سے ان کی بیوی حضرت حوّاؑ کو پیدا کر کے تمام انسانوں کو دنیا میں پھیلایا۔

۶۔ وہی ایک ذات ہے جس نے مویشیوں یعنی بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے میں نر اور مادہ پیدا کئے تاکہ ان کی نسلیں چلیں اور وہ انسانوں کی غذائی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔

۷۔ یہ اسی کی قدرت ہے کہ اس نے انسان کو تین اندھیروں میں رکھ کر پرورش کیا۔ ماں کے پیٹ کا اندھیرا، رحم مادر کا اندھیرا اور تیسرے اس جھلی کا اندھیرا جس جھلی میں انسانی بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ یہ ہے وہ تمہارا پروردگار جس کی حکمرانی ہر چیز پر غالب ہے۔ وہی ایک معبود ہے اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن وہ لوگ جو اس سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چل رہے ہیں وہ کبھی منزل تک نہ پہنچ سکیں گے۔

خوش نصیب وہی لوگ ہیں جو صراط مستقیم پر چل کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارتے اور بناتے ہیں اور جنت کے مستحق بن جاتے ہیں۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

ع ۱ ۹ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے۔ وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ اسے یہی پسند ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اسی رب کی طرف لوٹنا ہے۔ تب وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ بے شک وہ دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ اور جب انسان کو کوئی سختی یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب

کی طرف جھک کر (عاجزی اور بے بسی کے ساتھ) پکارتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو نعمت دے دیتا ہے تو وہ (اپنے اس پروردگار کو) بھول جاتا ہے جسے وہ پکارتا رہا تھا۔ اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنالیتا ہے تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کرے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے کفر (اور ناشکری) سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالو پھر بے شک تم جہنم والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام میں راتوں کو عبادت کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت سے امید رکھتا ہے (کیا وہ اس ناشکرے آدمی کے برابر ہے)۔

آپ کہہ دیجئے کہ جو علم رکھنے والے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے کیا ایک دوسرے کے برابر ہو سکتے ہیں؟ ایسی باتوں سے عقل سلیم رکھنے والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ!) آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لے آئے ہیں کہ وہ صرف مجھ سے ہی ڈریں کیونکہ جنہوں نے اس دنیا میں بہترین کام کئے ہیں ان کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اللہ کی زمین نہایت وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر و ثواب بے حساب دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

غَنِیٌّ — بے نیاز

وَازِرَةٌ — بوجھ

ذَاتُ الصُّدُوْرِ — سینوں والا۔ دلوں کا حال (جاننے والا)

مُنِیْبٌ — لوٹنے والا۔ رجوع کرنے والا

خَوَّلَ — دیا

نَسِیَ — وہ بھول گیا

قَانِتٌ — ادب سے کھڑے ہونے والا

اٰنَآءٌ — اوقات۔ برتن

اُولُو الْاَلْبَابِ — عقلوں والے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو شمار کرانے کے بعد زیر مطالعہ آیات میں آٹھ باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔(۱) فرمایا کہ ان تمام نعمتوں کے باوجود اگر کوئی شخص ناشکری کرتا ہے تو اللہ کی شان بے نیازی میں نہ تو کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ اس کی شان میں کسی طرح کی کوئی کمی آتی ہے البتہ اگر کوئی اللہ کا احسان مان کر شکر کرتا ہے تو اس انسان کی شان تو بڑھ جاتی ہے لیکن اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کا شکر ادا نہ کرے تو اللہ کی عظمت و شان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا فرمایا کہ اللہ کو اپنے ان بندوں میں سے وہ لوگ بہت پسند ہیں جو اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی طرح کی ناشکری نہیں کرتے۔(۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ بعض لوگ دوسروں کی خوشی کی خاطر گناہ کر بیٹھتے ہیں اور اسے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں ایسے لوگ اس سے ناواقف ہیں کہ کل قیامت میں جب یہ گناہوں کے بوجھ لاد کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو کوئی کسی کا نہ تو بوجھ اٹھائے گا اور نہ ان میں سے کوئی ان کے کام آسکے گا۔(۳) تیسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ ہر شخص کو آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ اللہ جو دلوں کے چھپے ہوئے جذبوں سے بھی واقف ہے ان کے سامنے ان کی زندگی کے اعمال نامے رکھ کر ان سے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔(۴) چوتھی بات یہ فرمائی کہ جھوٹے معبودوں کو اپنا مشکل کشا ماننے والے اور زندگی بھر جھوٹے سہاروں کے ساتھ جینے والے جب کسی مصیبت یا مشکل میں پھنس جاتے ہیں تو وہاں ان کو مٹی، پتھر اور لکڑی سے بنائے گئے معبود یاد نہیں آتے بلکہ وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور جب وہ مشکلات کے بھنور سے نکل آتے ہیں تو پھر سے کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔فرمایا کہ ایسے ناشکرے لوگ کچھ دن دنیا کے مزے اڑالیں پھر وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کو جہنم کی ابدی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور وہاں بھی ان کے جھوٹے معبود ان کو جہنم کی آگ سے نہ بچاسکیں گے۔(۵) پانچویں بات یہ ارشاد فرمائی کہ ایک طرف تو یہ ناشکرے لوگ ہیں جو کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں دوسری طرف اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جو دن رات اللہ کے سامنے سجدے کر رہے ہیں اور ادب سے کھڑے رہتے ہیں آخرت کے برے انجام سے ڈرتے اور اللہ کی رحمت سے امید رکھنے والے ہیں۔اللہ انہیں دنیا اور آخرت کی ہر کامیابی عطا فرمائے گا۔(۶) اللہ نے چھٹی بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اس بات پر ہر شخص غور کرسکتا ہے کہ اللہ کی ناشکری کرنے والے اور اس کا احسان مان کر دن رات اسی کی عبادت و بندگی کرنے والے یکساں اور برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟ یقیناً دونوں کا انجام ایک جیسا نہیں ہے۔اللہ ان لوگوں کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرمائے گا جو اس کے اطاعت گذار اور شکر گذار بندے ہیں لیکن ان کے لئے ابدی جہنم ہے جو اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور کفر و شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔(۷) اللہ نے ساتویں بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ میرے ان صاحبان ایمان بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ صرف مجھ سے ہی ڈریں کیونکہ اللہ ایسے نیکو کاروں کو ان کے حسن عمل پر بہترین صلہ اور بدلہ عطا فرمائے گا۔
(۸) آٹھویں بات یہ ارشاد فرمائی کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے لئے ہجرت کر جائیں گے تا کہ اپنا ایمان بچاسکیں تو ایسے لوگ اپنے لئے زمین کو تنگ نہیں بلکہ وسیع تر پائیں گے۔ایسے لوگ عظیم اجر کے مستحق ہیں کیونکہ حق و صداقت پر جم جانے والے بے

حساب اجر عظیم کے مستحق ہیں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو خالص اللہ کے لئے کر کے اسی کی عبادت و بندگی کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلم (اللہ کا فرماں

بردار) بنوں۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں تو دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اسی کی بندگی کرتا ہوں۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہے بندگی کرتے پھرو۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ بے شک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں۔ سنو کہ یہی وہ لوگ ہیں جو کھلا ہوا نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے آگ کی چادریں۔ یہ وہ انجام ہے جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ اے میرے بندو! تم مجھ سے ہی ڈرو۔

جو لوگ شیطان کی عبادت کرنے سے بچتے رہے اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا تو ان کے لئے خوش خبری ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ میرے بندوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔

جو لوگ پوری توجہ سے سنتے ہیں پھر اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔

(اے نبی ﷺ) جسے عذاب دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے کیا آپ اس کو آگ سے (جہنم سے) بچالیں گے؟ البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بالا خانے ہیں اور ان کے اوپر بھی بلند و بالا عمارتیں ہوں گی۔ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

اُمِرْتُ	مجھے حکم دیا گیا ہے
عَصَيْتُ	میں نے نافرمانی کی
ظُلَلٌ (ظِلٌّ)	سائے۔ سائبان
اِجْتَنَبُوْا	جنہوں نے اجتناب کیا۔ جو لوگ بچتے رہے

اَلطَّاغُوْتُ	شیطان۔شیطانی طاقتیں
اَنَابُوْا	وہ پلٹے۔انہوں نے رجوع کیا
اَلْبُشْرٰی	خوش خبری
حَقَّ	ثابت ہوگیا۔طے ہوگیا
تُنْقِذُ	تو بچائے گا
غُرَفٌ (غُرْفَةٌ)	بالاخانہ۔بلند عمارت
مَبْنِيَّةٌ	تعمیر
لَا يُخْلِفُ	وہ خلاف نہ کرے گا
اَلْمِيْعَادُ	وعدہ

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

ناشکرے لوگ اور کفار مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی روش زندگی کو تبدیل نہ کیا اور وہ اسی طرح اپنے ارادوں اور عمل پر جمے رہے تو وہ نہ صرف اپنا نقصان کریں گے بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے بھی وبال جان بن جائیں گے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت و بندگی اس طرح کروں کہ اس میں کسی طرح کی ملاوٹ کا شائبہ تک موجود نہ ہو۔ مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس دین کی میں تبلیغ کر رہا ہوں اس پر سب سے پہلے میں ہی ایمان لا کر اللہ کی فرماں برداری اختیار کروں۔ بتانا یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ جیسی پاکیزہ، معصوم اور باعظمت ہستی سے بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے فرماں بردار بن کر زندگی گذاریں تو عام آدمی اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ ہر ایک کو سب سے پہلے اللہ کی فرماں برداری اختیار کر کے خالص اسی کی عبادت و بندگی کرنا ہوگی ورنہ آخرت میں نجات نصیب نہ ہوگی۔ کہا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ اس بات کو واضح انداز سے کہہ دیجئے کہ اگر میں نے عبادت و بندگی میں اس اخلاص کو چھوڑ دیا اور تمہاری طرح کفر و شرک اور برے اعمال کی طرف مائل ہو گیا تو پھر مجھے اللہ کے عذاب کا خوف ہے۔ فرمایا کہ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر تم میری اس بات کی حمایت نہیں کرتے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہو تو پھر تم جس کی چاہو بندگی کرو۔ اس کے نتیجے میں تم پر جو عذاب آئے گا تم اس کو خود دیکھ لو گے۔ یہ

عذاب نہ صرف تم پر ایک وبال بن جائے گا بلکہ اس کا شدید ترین نقصان تمہارے گھر والوں کو بھی بھگتنا پڑے گا جو بہت زبردست ہوگا۔ فرمایا کہ ان کفار و مشرکین کی سزا یہ ہوگی کہ ان کے سروں کے اوپر آگ کی چادریں ہوگی جو ان پر اس طرح چھا جائیں گی جس طرح کالے سیاہ بادل آسمان پر چھا جاتے ہیں اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ فرمایا کہ یہی وہ عذاب ہے جس سے اللہ تمہیں پہلے ہی آگاہ کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اے میرے بندو! اب بھی وقت ہے کہ تم عذاب الٰہی سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرو۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو شیطان اور اس کے مکر و فریب سے بچ کر اللہ کی طرف آگئے تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں خوش خبری ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ پوری توجہ سے بات کو سنتے ہیں اور ہر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت و رہنمائی بخشی جاتی ہے اور در حقیقت یہی عقل و دانش والے لوگ ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنی بد اعمالیوں اور کفر و شرک میں اس قدر پختہ ہو چکے ہیں کہ ان کا ایمان کی طرف پلٹ کر آنا ممکن نہیں ہے اور ان کے لئے اللہ نے جہنم کا فیصلہ کر لیا ہے جس سے اگر آپ بھی بچانا چاہیں تو نہیں بچا سکتے۔ ہاں وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے نہ صرف جنت میں بالا خانے ہوں گے بلکہ ان کے اوپر بھی بلند و بالا عمارتیں ہوں گی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ پوری طرح عیش و آرام میں ہوں گے۔ ایسے تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے یہ اس رب کا وعدہ ہے جو کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

ع ۲ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا۔ اس نے اس (پانی کو) چشمے بنا کر زمین پر چلایا۔ پھر ان سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگائیں۔ پھر جب وہ کھیتیاں پک کر خشک ہو جاتی ہیں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئی ہیں اور پھر وہ ان کو چورہ چورہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔ وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی (حاصل کر لیتا) ہے۔ کیا وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے جس کا دل اللہ کی یاد سے سخت ہو چکا ہے؟ یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ نے بہترین کلام نازل کیا یعنی ایک کتاب نازل کی جس کی آیتیں ملتی جلتی اور بار بار دھرائی جانے والی ہیں۔ ان سے ان لوگوں کے بدن کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی جلدیں (کھالیں) اور دل نرم پڑ جاتے ہیں اور اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ ہدایت ہے جسے اللہ جس کو دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور جسے اللہ ہی بھٹکا دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

سَلَکَ — وہ چلا

یَنَابِیُعُ — چشمے

زَرُعٌ — کھیتی

اَلْوَانٌ (لَوْنٌ) — رنگ

یَھِیُجُ — وہ خشک کرتا ہے

مُصْفَرٌّ — زرد

حُطَامٌ	چورہ چورہ
شَرَحَ	اس نے کھول دیا
صَدْرٌ	سینہ
قٰسِیَۃٌ	سخت
اَحْسَنُ الْحَدِیْثِ	بہترین کلام
مَثَانِیْ	باربار
تَقْشَعِرُّ	وہ رونگٹے کھڑے کرتا ہے
جُلُوْدٌ (جِلْدٌ)	کھالیں
تَلِیْنُ	نرم پڑ جانا
ھَادٍ	ہدایت دینے والا۔ رہنما

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

ان آیات میں خاص طور پر تین باتوں کو بیان کیا گیا ہے ☆ دنیا کی بے ثباتی اور اس میں دن رات کے انقلابات ☆ شرح صدر کی حقیقت ☆ کلام اللہ کی عظمت اور اس کی صفات

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی اور آئے دن کے انقلابات کو اس مثال سے ذہن نشین فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم دن رات دیکھتے ہو کہ بلندیوں سے پانی برستا ہے پھر اس میں سے کچھ تو زمین کے اندر چلا جاتا ہے اور کچھ ندی نالوں اور چشموں کی شکل میں بہہ کر خشک زمین کو سیراب کرتا اور جان داروں کی پیاس کو بجھاتا ہے۔ جب یہ پانی کھیتوں اور باغات میں پہنچتا ہے تو اس سے طرح طرح کا غلہ اور پھل پھول پیدا ہوتا ہے۔ جب کھیتیاں پک جاتی ہیں اور ان کے رنگ زرد ہو جاتے ہیں تو پھر ان کھیتیوں کا کاٹ لیا جاتا ہے۔ اور پھر وہی سر سبز و شاداب کھیتیاں زرد اور خشک ہو کر چورہ چورہ ہو جاتی ہیں۔ دانہ گندم اور اس کے غلے کو نکال کر

انسانوں کی غذا بنا دی جاتی ہے اور بھوسہ جانوروں کی غذا بن جاتا ہے۔ یہی حال انسان کا بھی ہے کہ وہ نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں رہنے کے بعد بچپن، جوانی اور بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں کسی چیز کو قرار نہیں ہے۔ یہ انقلابات اس بات کی علامت ہیں کہ اس پورے نظام کائنات کو کوئی ہستی کنٹرول کر کے چلا رہی ہے اور وہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ اب یہ انسان کی بے عقلی ہے کہ وہ وقتی سج دھج اور رونق کو حقیقی سمجھ کر اپنے خالق و مالک اللہ سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اس کے ہاتھ میں جو بھی چیزیں ہیں ایک وقت آنے پر ختم ہو جائیں گی۔ حالانکہ اگر وہ پانی کے برسنے، کھیتیوں کے بارونق ہو کر کٹنے تک کی تمام تفصیلات کو ذہن میں رکھ کر سوچے تو اس کی عقل خود فیصلہ کر دے گی کہ وقتی اور عارضی چیزوں پر مر مٹنا اور ان تمام چیزوں کے مالک اللہ رب العالمین کو بھول جانا سب سے بڑی غلطی ہے جو اس کو آخرت میں رسوا اور ذلیل کر کے رکھ دے گی۔

☆ فرمایا کہ جن لوگوں کو صحیح رہنمائی اور شرح قلب نصیب ہو جاتا ہے اور ان کے دل نور ایمانی سے جگمگا اٹھتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ شرح قلب کیا ہے اس کی صحیح وضاحت حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَام'' تلاوت فرمائی تو ہم نے آپ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا آپ نے فرمایا کہ جب ایمان کا نور قلب میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا قلب بڑا وسیع ہو جاتا ہے (جس سے احکامات الٰہی کو قبول کرنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے)۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس شرح صدر کی علامت کیا ہے تو آپ نے فرمایا ہمیشہ رہنے والے گھر (جنت، آخرت) کی طرف پوری طرح رغبت پیدا ہو جانا اور دھوکے کے گھر (دنیا) سے دور رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو یہ شرح صدر حاصل ہو گیا وہ اور جن لوگوں نے اپنے دلوں کو پتھر دل بنا لیا ہے وہ ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں اللہ سے ڈرنے والوں اور نادانوں کا انجام یکساں کیسے ہو سکتا ہے؟

☆ درحقیقت وہی لوگ خوش نصیب ہیں جو اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون اور احکامات کی پابندی کرتے ہیں یعنی اللہ کے اس کلام (قرآن مجید) پر عمل کرتے ہیں جو کلاموں میں سب سے بہتر کلام ہے جسے اللہ نے احسن الحدیث (یعنی جس سے بہتر کوئی کلام نہیں ہے) فرمایا۔ جس کے مضامین میں کوئی اختلاف نہیں ہے ایک مضمون دوسرے مضمون کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔ بار بار بیان کئے جانے کے باوجود مضامین قرآن میں دلچسپی اور دلکشی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ یہ وہ کلام ہے جس کی تلاوت سے اور اس کلام کی عظمت کی وجہ سے مومنوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان

پر رعب اور خوف طاری ہو جاتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کا قلب اور ان کا ظاہر و باطن دونوں اللہ کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ہدایت کے نور کو بڑھاتا چلا جاتا ہے لیکن اس کلام کی عظمت اور شان کے باوجود اگر کوئی پھر بھی آنکھیں بند کر کے چلتا ہے تو اس کو راہ ہدایت کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اور سچ ہے کہ جس کو اللہ ہی راہ سے بھٹکا دے اسے کوئی راستہ نہیں دکھا سکتا۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾

وقف لازم

ع ۳ ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۱

کیا پھر وہ لوگ قیامت کے دن اپنے چہروں کو اس عذاب سے بچا سکیں گے۔ ایسے ظالموں سے (قیامت کے دن) کہا جائے گا کہ تم جو کچھ کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔ اس سے پہلے انہوں

نے (رسولوں کو) جھٹلایا تھا توان پر ہمارا عذاب ایسی جگہ سے آیا تھا جہاں ان کا خیال وگمان بھی نہ گیا تھا۔ پھر اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھادیا۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ کاش وہ (اس حقیقت کو) پہلے سے جان لیتے۔

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تا کہ وہ ان پر دھیان دیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی (ٹیڑھا پن) نہیں ہے انہیں چاہیے کہ وہ پرہیز گاری اختیار کریں۔

اللہ نے ایک ایسے غلام کی مثال بیان کی ہے جس کے کئی بداخلاق آقا ہیں ان میں سے ہر ایک اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا ایک ہی آقا ہے کیا وہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ اکثر وہ لوگ ہیں جو جانتے نہیں ہیں۔ اے نبی ﷺ! بے شک آپ بھی انتقال کریں گے اور (کفار بھی) مریں گے۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۳۱

ذُوْقُوْا	چکھو
اَذَاقَ	اس نے چکھایا
اَلْخِزْیُ	رسوائی۔ ذلت
عِوَجٌ	کجی۔ ٹیڑھ پن
مُتَشٰکِسُوْنَ	بداخلاق لوگ
مَیِّتٌ	مرنا
تَخْتَصِمُوْنَ	تم جھگڑو گے

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۱

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین جن کے ہاتھ پاؤں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا فرمایا ہے کیا وہ قیامت کے دن اپنے چہروں کو اس آگ سے بچا سکیں گے جو ان کو جھلس کر رکھ دے گی جب ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب وہ اپنے کئے ہوئے برے اعمال کا مزہ چکھیں۔ فرمایا جائے گا کہ ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اس طرح اچانک عذاب مسلط کیا گیا کہ وہ دیکھتے ہی رہ گئے اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس طرح اللہ نے انہیں دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کیا اور آخرت میں تو ان کو اتنا شدید عذاب دیا جائے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کاش وہ دنیا اور آخرت کا عذاب آنے سے پہلے ہی کچھ سوچ لیتے اور توحید خالص کو اختیار کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جس میں نہ کوئی فلسفیانہ انداز ہے اور نہ کوئی ٹیڑھا پن ہے بلکہ روز مرہ کی صاف صاف مثالوں کے ذریعہ بتا دیا گیا ہے کہ توحید خالص پر نہ چلنے والوں کو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی رسوائی، ذلت اور عذاب کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو توبہ اور توحید خالص پر عمل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر ہر ایک کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں اور ان سے اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کی توقع رکھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں انہیں کبھی سکون قلبی حاصل نہ ہو سکے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص بہت سے ضدی، بد اخلاق آقاؤں کا غلام ہو ہر آقا اس کو اس طرح اپنی طرف کھینچتا ہو، مصروف رکھتا ہو کہ وہ دوسروں کا حق ادا نہ کر سکتا ہو اور ہر وقت ان کی خوشامد میں لگا رہتا ہو کیا یہ غلام اس غلام کی طرح ہو سکتا ہے جس کا ایک ہی مہربان آقا ہو اور وہ ایک ہی آقا کی خدمت میں لگا رہتا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا اسی طرح جو آدمی ایک اللہ کا غلام بن گیا وہی سکون و اطمینان سے رہے گا اس کو ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہوں گی لیکن جو بہت سے آقاؤں کا غلام ہوگا اس کو کبھی سکون و اطمینان حاصل نہ ہو سکے گا۔

آخر میں فرمایا کہ مکہ کے وہ کفار جو اس بات کی تمنا رکھتے ہیں کہ آپ پر موت طاری ہو جائے تاکہ وہ آئے روز کی نصیحتوں سے بچ جائیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر مجھ پر موت طاری ہو جائے تو کیا تم ہمیشہ اسی دنیا میں رہو گے؟ یقیناً موت کے اس دروازے سے سب کو گذرنا ہے البتہ ہر ایک آدمی اپنا نامہ اعمال ساتھ لے کر جائے گا۔ سب اللہ کے سامنے پیش ہو کر اپنے اپنے حق کے لئے لڑیں گے اور اللہ سب کے درمیان انصاف کر کے نہ صرف فیصلہ فرمائیں گے بلکہ ہر

شخص نے جو بھی کیا ہوگا اس کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائیں گے۔

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اِنَّکَ مَیِّتٌ" وَ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ☆ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ" تو میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا ہمارے وہ جھگڑے جو دنیا میں تھے وہ قیامت میں بھی دہرائے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دھرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ذمے کسی کا حق ہے اس کو چاہیے کہ وہ اسی دنیا میں ادا کردے یا معاف کرالے کیونکہ آخرت میں درھم ودینار نہ ہوں گے۔ اگر ظالم اور زیادتی کرنے والے کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہوں گے تو اس ظلم وزیادتی کے بدلے میں اس کے اعمال مظلوم کو دیدیئے جائیں گے۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اور برائیاں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری شریف)

صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا، کیا تم جانتے ہو مفلس وغریب کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم تو غریب ومفلس اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کے پاس نہ تو نقد رقم ہو اور نہ اس کی ضروریات کا سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اصل میں غریب ومفلس میری امت کا وہ شخص ہوگا جو قیامت میں بہت سے نیک اعمال نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ناجائز طریقے سے کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو ستایا ہوگا یہ سب مظلوم اللہ کی بارگاہ میں اپنے مظالم اور زیادتیوں کا مطالبہ کریں گے۔ اس طرح اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں میں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر جب اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی اور مظلوموں کے حق باقی ہوں گے تو مظلوموں کے گناہ اس زیادتی کرنے والے پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس شخص کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اور اس طرح یہ شخص نیکیوں کا بہت سا سامان ہونے کے باوجود قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائے گا۔

یوں تو ہر ایک ظلم کا دعویٰ کیا جائے گا اور مظلوموں کی فریاد سنی جائے گی لیکن جس نے کسی مظلوم کا ناحق خون بہایا ہوگا سب سے پہلے اس کا حساب لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کے باہمی معاملات میں سب سے پہلے جو (ناحق) خون بہائے گئے ہوں گے ان کا حساب ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷

پھر اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی (پوری طرح) اس کے سامنے آ گئی تو اس نے اسے بھی جھٹلا دیا۔ کیا ایسے منکرین کے لئے جہنم کے سوا کوئی اور ٹھکانا ہے؟ (ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے) اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جن لوگوں نے اس کو تسلیم کیا یہی وہ لوگ ہیں جو متقی اور پرہیز گار ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہی نیکو کاروں کا بدلہ ہوگا۔ تا کہ اللہ ان کے ان تمام ناپسندیدہ کاموں کو ان سے دور کر دے جو وہ کرتے رہے تھے۔ اور جو کچھ انہوں نے بہترین اعمال کئے تھے انہیں ان سے بہتر اجر عطا کر دیا جائے۔ کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہیں حالانکہ جسے اللہ ہی نے بھٹکا دیا ہو اسے کوئی راہ ہدایت دکھانے والا

نہیں ہے۔ اور جسے وہی ہدایت دے دے اس کو (راہ ہدایت سے) بھٹکانے والا کوئی نہیں ہے۔ کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷

اَظْلَمَ	بڑا ظالم
مَثْوًیٌ	ٹھکانا
اَسْوَاَ	برا کیا
ذِیْ انْتِقَامٍ	بدلہ لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷

توحید خالص اور کفر و شرک پر عمل کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی وہ شخص بڑا ظالم اور بے انصاف ہے جس کے پاس قرآن کریم جیسی سچائی اور پیغام پہنچ گیا ہو اور اس نے بغیر سوچے سمجھے محض اپنی جہالت، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس کا انکار کر دیا ہو۔ یقیناً ایسے لوگوں کا ٹھکانا تو جہنم ہی ہو سکتا ہے۔

لیکن وہ لوگ جن کے پاس اللہ کا سچا پیغام پہنچا اور انہوں نے اس کی تصدیق کی تو یہ اہل تقویٰ ہیں انہیں آخرت میں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے اور اگر ان سے کوئی کوتاہی یا غلطی ہو گئی ہو گی تو اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کی غلطیوں کو معاف فرما دے گا بلکہ ان کی ہر نیکی کو قبول فرمائے گا۔

کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ کو اس بات سے ڈراتے تھے کہ وہ ان کے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں اور اپنی زبان کو اس سے روک لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بت ناراض ہو کر انہیں بدحواس اور دیوانہ بنا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور حق و صداقت کے راستے پر چلنے والے صحابہ کرامؓ کو ایک خاص تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں آپ اس کا غم نہ کریں نہ ان سے انتقام کی فکر کریں کیونکہ ان کے لئے جہنم کی سزا ہی کافی ہے اور جس کی حفاظت اللہ کی طرف سے ہو رہی ہو اُسے ویسے بھی کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ کفار و مشرکین کو یہ معلوم نہ تھا کہ جو شخص اللہ کی پناہ میں ہوتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ فرمایا کہ یہ لوگ

راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھٹکا رکھا ہے ان کو راہ ہدایت دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور جسے اللہ ہدایت کے راستے پر چلاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اے نبی ﷺ ! آپ تمام حالات پر صبر کیجئے انتقام اور بدلہ لینے کے لئے اللہ ہی کافی ہے وہ خود ان سے انتقام لے لے گا کیونکہ اہل ایمان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ طاقت ور ہو جائے تو اسے اللہ پر توکل کرنا چاہیے اور جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے بڑھ کر غنی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بہت زیادہ عزت والا ہو جائے تو اس کو صرف اللہ ہی سے ڈرنا چاہیے۔'' (ابن ابی حاتم)

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلْ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهِۦٓ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهِۦ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عٰمِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّأْتِيهِ عَذَابٌ يُّخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٤۰﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَآ أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٤۱﴾

ع ۴ / ۱۰ / ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا ہے) آپ ان سے یہ بھی پوچھ لیجئے کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاروں جنہیں تم پکارتے ہو اور اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا (تمہارے یہ بت اور معبود) مجھے نقصان سے بچا سکتے ہیں؟ یا مجھ پر اللہ رحم کرنا چاہے تو کیا یہ اس کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرا اللہ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے تو اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ۔ میں اپنا کام کئے جارہا ہوں۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کسے وہ سزا ملے گی جو کسی کے ٹالنے سے ٹل نہ سکے گی۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے تمام انسانوں کے لئے یہ برحق کتاب نازل کی ہے (اس کے بعد) جو بھی سیدھا راستہ اختیار کرے گا وہ اس کے اپنے (فائدے) کے لئے ہوگا اور جو بھٹکے گا اس کا (وبال) اسی پر پڑے گا۔ آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

سَاَلْتَ	تو نے پوچھا
کٰاشِفٰتٌ	کھولنے والے
مُمْسِکٰتٌ	روکنے والے
حَسْبِیَ	مجھے کافی ہے
یُخْزِیْ	ذلیل و رسوا کرتا ہے
یَحِلُّ	حلال ہوتا ہے
عَذَابٌ مُّقِیْمٌ	نہ ٹلنے والا عذاب
وَکِیْلٌ	کام بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

جیسا کہ اس سے پہلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہا کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے یہ معبود ناراض ہو کر آپ کو کوئی شدید نقصان پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ان کفار سے یہ پوچھئے کہ یہ زمین و آسمان اور اس کے اس نظام کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کیا اس اللہ نے پیدا نہیں کیا جس کے ہاتھ میں ہر طرح کے نفع اور نقصانات کے مکمل اختیارات ہیں؟ اگر اللہ ہی کسی کو نقصان پہنچانا چاہے یا کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو اس کے سوا کوئی اور ہے جو اس مصیبت کو دور کر سکے؟۔ لہٰذا اگر میں اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاروں گا جنہیں تم پکارتے ہو اور اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ تمہارے معبود مجھے اس نقصان سے بچا سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ مجھ پر رحم و کرم کرنا چاہے تو کیا دنیا کی کوئی طاقت ہے جو اس رحمت کو مجھ سے روک سکے گی؟ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ آپ وضاحت سے کہہ دیجئے کہ مجھے میرا اللہ ہی کافی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں جس پر ہر ایک کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اتنا سمجھانے کے باوجود بھی اپنی روش زندگی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے تو تم اپنی جگہ اپنی جہالتوں میں مبتلا رہو۔ مجھے میرے پروردگار کا جو حکم ہے میں تو اسی پر چلتا رہوں گا۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب آ کر رہے گا اور کسے وہ سزا ملے گی جس کو اگر کوئی اپنے اوپر سے ٹالنا چاہے گا تو ٹال نہ سکے گا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے تمام لوگوں کے لئے اس کتاب برحق کو نازل کیا ہے اس کے بعد اگر کوئی سیدھا راستہ اختیار کرے گا تو اس سے اسی کو فائدہ پہنچے گا لیکن اگر کسی نے گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا تو اس کا وبال خود اسی پر پڑے گا آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲

وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت جان نکالتا ہے۔اور جو شخص ابھی مرا نہیں ہے اس کی روح نیند میں بھی قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت طاری کرتا ہے تو اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک مقرر وقت تک کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔اس میں ان لوگوں کے لئے (عبرت و نصیحت کے لئے) بڑی نشانیاں موجود ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲

یَتَوَفّٰی	وہ موت دیتا ہے
حِیْنَ	اس وقت۔جس وقت
لَمْ تَمُتْ	نہیں مرا
مَنَامٌ	نیند۔خواب
قَضٰی	فیصلہ کرلیا
یُرْسِلُ	وہ بھیجتا ہے
یَتَفَکَّرُوْنَ	وہ غور و فکر کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۲

یہ تو ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد آدمی نیند کی طرف مائل ہوتا ہے تا کہ وہ ایک نیند لے کر تازہ دم ہو جائے اور اگلے دن کام کاج کے قابل ہو سکے لیکن اس جگہ اللہ نے نیند کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ یہ نیند درحقیقت موت ہی کا ایک حصہ ہے جو اس پر ہر روز طاری کی جاتی ہے۔جس طرح کوئی شخص اس سے ناواقف ہے کہ اس کی

موت کب اور کہاں آئے گی اسی طرح ایک آدمی سو جانے کے بعد اس سے قطعاً بے خبر ہے کہ وہ جس نیند کے مزے لے رہا ہے وہ اس نیند سے بیدار ہوگا یا ہمیشہ کی نیند سو جائے گا۔

دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ سوتے ہوئے ہی اس دنیا سے گذر جاتے ہیں اور ان کو اس کا اندازہ تک نہیں ہوتا کہ ان کی زندگی کی یہ آخری نیند ہے۔ اصل میں انسان زندگی اور موت کے بارے میں قطعاً بے بس اور عاجز ہے۔ یہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے جس انسان کی جتنی زندگی کا فیصلہ کیا ہے وہ اس سے ایک لمحہ بھی زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب انسان سو جاتا ہے تو اس کا فہم وادراک اور ارادہ واختیار سب معطل ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن اس کا شعور اور لاشعور دونوں جاگ پڑتے ہیں اور انسان جس ماحول میں زندگی گذارتا ہے اسی کے تجربات کی روشنی میں وہ خواب دیکھتا ہے یہ خواب کبھی تو سچے ہوتے ہیں اور کبھی فضول اور بیکار خواب ہوتے ہیں انبیاء کرامؑ کے خواب تو وحی کا ایک حصہ ہوتے ہیں اس لئے ان کے خواب تو بالکل صحیح اور سچے ہوتے ہیں لیکن عام آدمی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے سارے خواب سچے ہوں۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تعجب ہے کچھ لوگ سوتے ہوئے خواب میں کچھ ایسی چیزیں دیکھ لیتے ہیں جو ان کے تصور میں بھی نہیں ہوتیں (اور پھر بیدار ہوتے ہی سامنے آجاتی ہیں) ان کا خواب اس قدر صحیح اور واقعی ہوتا ہے جیسے ہاتھ سے کسی چیز کو پکڑ لیا ہے۔ اور بعض لوگوں کے خواب کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کو اس کی وجہ بتاتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا الخ" یعنی اللہ روحوں کو قبض کر لیتا ہے۔ جب یہ روحیں اللہ کے قرب میں آسمان پر ہوتی ہیں تو جو کچھ دیکھتی ہیں وہ سچا خواب ہوتا ہے اور جب ان کو جسموں کی طرف چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ان کا سامنا شیطانوں سے ہوتا ہے تو شیطان ان سے کچھ جھوٹی باتیں کہہ دیتے ہیں بس یہ جھوٹا خواب کہلاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کی یہ بات سن کر تعجب ہوا۔

ایک جگہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ سونے کے وقت انسانی جسم سے روح نکل جاتی ہے صرف اس کی ایک شعاع جسم کے اندر باقی رہتی ہے اس وجہ سے وہ خواب دیکھتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو روح ایک پل بھر سے بھی پہلے بدن کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت انسانوں کی جان کو نکالتا ہے اور جو شخص ابھی زندہ ہے اس کی روح کو وہ نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت طاری کرتا ہے تو اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک مقرر وقت تک کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت ونصیحت کا سامان موجود ہے جو غور وفکر کرنے والے ہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶

کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سفارشی بنا رکھا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا وہ سفارش کریں گے جن کے ہاتھ میں نہ تو کوئی چیز (کوئی اختیار) ہے اور نہ وہ عقل و سمجھ رکھتے ہیں۔

آپ کہہ دیجئے کہ شفاعت و سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار (قدرت) میں ہے۔ اسی کے لئے زمین و آسمان کی ملکیت ہے۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جب آخرت پر یقین نہ رکھنے والوں کے سامنے اللہ واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اپنے دلوں میں کڑھنے لگتے ہیں اور جب دوسروں (غیر اللہ) کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے آسمانوں اور زمین کے خالق، حاضر اور غائب کے جاننے والے میرے اللہ آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے کہ جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶

شُفَعَاءٌ (شَفِيْعٌ)	سفارش کرنے والے۔ شفاعت کرنے والے
اِشْمَأَزَّتْ	وہ کڑھنے اور جلنے لگے
فَاطِرٌ	پیدا کرنے والا
تَحْكُمُ	تو فیصلہ کرے گا
عِبَادٌ	بندے

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے کہ زندگی اور موت یہ سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی زندگی دیتا ہے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو موت آتی ہے۔ کفار و مشرکین بھی اس بات کو سمجھتے تھے مگر زبان سے نہیں کہتے تھے بلکہ اپنے بے حقیقت بتوں کے متعلق ان کا گمان یہ تھا کہ وہ کل قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے اللہ کے عذاب سے انہیں بچالیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ اس کی بارگاہ میں اس وقت تک کسی کو سفارش کرنے یا لب ہلانے کی اجازت نہیں ہوگی جب تک اجازت نہ دے دی جائے۔ پتھر، لکڑی اور مٹی سے بنائے گئے ان بتوں کی کیا مجال ہے کہ یہ اللہ کی بارگاہ میں کسی کی سفارش بھی کر سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو تو پہلے ہی جہنم کا ایندھن بنادیں گے لیکن ان بدعقیدہ لوگوں کے نزدیک سب کچھ یہی بت ہیں حالانکہ اس کائنات میں ساری کی ساری سلطنت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہر جگہ اللہ کا حکم چلتا ہے۔ تمام انسانوں کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ عدل و انصاف کے ساتھ ہر ایک کے درمیان سارے فیصلے فرمادے گا۔ فرمایا کہ وہ زبان سے تو اللہ کا نام لیتے ہیں مگر انہوں نے بتوں کو اس طرح سب کچھ سمجھ رکھا ہے کہ اگر ان کے سامنے ایک اللہ کا ذکر کیا جائے جو سب کا معبود، خالق اور مالک ہے تو غم و غصے سے ان کے چہرے سکڑ جاتے ہیں اور پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ اور جب ان کے جھوٹے معبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ کفار و مشرکین اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور غیر اللہ کی بندگی میں لگے رہتے ہیں اور اسی میں مگن ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اپنے رب سے یہ دعا کیجئے کہ اے آسمان و زمین کے رب اور کھلے چھپے کے جاننے والے پروردگار آپ ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلے فرمائیں گے جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٨﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۲

اگر ان ظالموں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی ہی اور بھی تو وہ قیامت کے بد ترین عذاب سے نجات کے لئے سب کا سب بدلہ میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ وہاں ان کے سامنے اللہ کی طرف سے ان کے کئے ہوئے وہ برے اعمال ظاہر ہوں گے جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہاں ان کے کئے ہوئے سارے بدترین اعمال ان کے سامنے آجائیں گے اور جس بات کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی چیز ان کو گھیر لے گی۔

پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں ہی پکارتا ہے۔ اور جب ہم اس کو اپنی نعمت سے نواز دیتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے علم کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ (اللہ نے فرمایا) بلکہ یہ آزمائش ہے مگر اکثر لوگ وہ ہیں جو جانتے نہیں۔ اسی طرح کی باتیں ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں نے بھی کی تھیں مگر ان کی کمائی ان کے کام نہ آسکی۔ پھر انہوں نے اپنے کیئے ہوئے (برے اعمال) کی سزا پائی۔ اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں وہ بہت جلد اپنی کمائی تک پہنچیں گے۔ اور وہ سب (مل کر بھی اللہ کو) عاجز اور بے بس نہ کرسکیں گے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے ان (باتوں میں) نشانیاں موجود ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۲

بَدَا — ظاہر ہوا

یَحْتَسِبُوْنَ — وہ گمان کرتے ہیں

کَسَبُوْا — انہوں نے کمایا

حَاقَ — چھا گیا

مَا اَغْنٰی — کام نہ آیا

یُصِیْبُ — پہنچے گا

مُعَجِزِیْنَ — عاجز اور بے بس کرنے والے

یَبْسُطُ — وہ کشادہ کرتا ہے۔ کھولتا ہے

یَقْدِرُ — وہ تنگ کر دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۲

قیامت کے ہولناک دن جب اللہ تعالیٰ اہل ایمان، عمل صالح اور نیکی اختیار کرنے والوں اور کافروں اور مشرکین کے بے بنیاد عقیدوں اور عمل سے متعلق فیصلے فرمائیں گے تو ان میں سے ظالموں کا یہ حال ہوگا کہ عذاب الٰہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بوکھلا جائیں گے اور اگر ان کے پاس زمین کے سارے خزانے بلکہ اس سے بھی زیادہ خزانے ہوں گے تو وہ اس عذاب سے بچنے کے لئے سب کچھ دینے پر تیار ہو جائیں گے۔ ان کے سامنے وہ تمام عذاب موجود ہوں گے جن کا وہ دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا اس کا پورا ریکارڈ ان کے سامنے آجائے گا اور وہ دنیا میں جس طرح دین اسلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے اس کا وبال ان پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے گا اور ان کو گھیر لے گا۔ فرمایا کہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کائنات میں اصل اللہ ہی کی ذات ہے وہی سب کا کارساز ہے چنانچہ جب ان پر کوئی مصیبت یا آفت پڑ جاتی ہے تو وہ ایک اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ اور جب ہم ان پر کرم کر دیتے ہیں اور ہر طرح کی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں تو وہ ان پر شکر کرنے کے بجائے اتراتے ہوئے کہنے لگتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہماری کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ یہ سب کچھ تو ہمارے علم اور تدبیر کی وجہ سے ہوا ہے اگر ہم فلاں تدبیر اور کوشش نہ کرتے تو اس مصیبت سے نجات حاصل نہ کر سکتے حالانکہ یہ سب نعمتیں جو اللہ نے عطا فرمائی ہیں ایک آزمائش اور امتحان ہیں کہ انسان نعمتیں پانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یا ناشکرے پن کے طریقے اختیار کرتا ہے۔ اگر وہ شکر ادا کرتا ہے تو اللہ اس کو اور نعمتیں دیتا چلا جاتا ہے اور اگر ناشکری کرتا ہے تو اللہ اس کو سخت مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔

فرمایا کہ ایسا بہت پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے لیکن ان کا ناشکرا پن ان کے کسی کام نہ آسکا اور وہی چیزیں جن پر انہیں ناز تھا ان کے کسی کام نہ آسکیں گی۔ جس طرح قارون جو نہایت مال دار شخص تھا اور کہتا تھا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ میری تدبیر اور علم کی وجہ سے ملا ہے حالانکہ رزق میں کشادگی اور تنگی دونوں قدرت کے فیصلے ہیں مگر جب قارون نے اترانا شروع کیا تو اللہ نے اس کو اس کے مال و دولت اور اس کے لاؤ لشکر کو زمین میں دھنسا کر ختم کر دیا جس کا آج کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان تمام واقعات میں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے بے شمار مواقع موجود ہیں مگر ان سے وہی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸

(اے نبی ﷺ) آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ بے شک وہ تو بہت مغفرت کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

(لوگو!) اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ۔ اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے اور کہیں سے تمہاری مدد نہ کی جا سکے۔ اور اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلوؤں کی پیروی اختیار کرو اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ اور پھر بعد میں کوئی شخص بڑی حسرت سے یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ میں اللہ کے حضور زیادتیاں کرتا رہا اور میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ (یا وہ کہنے لگے کہ) کاش اللہ مجھے ہدایت دے دیتا تو

وہ تقویٰ اختیار کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔ یا وہ عذاب دیکھنے کے بعد یہ کہنے لگے کہ کاش مجھے دوبارہ (دنیا میں جانے کا) موقع مل جاتا تو میں نیک عمل کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸

لَا تَقْنَطُوْا	تم مایوس نہ ہو
اَنِيْبُوْا	تم پلٹ آؤ
اَسْلِمُوْا	تم فرماں بردار بن جاؤ
لَا تُنْصَرُوْنَ	تم مدد نہ کئے جاؤ گے
اَحْسَنُ	بہترین
بَغْتَةٌ	اچانک
لَا تَشْعُرُوْنَ	تم سمجھتے نہیں ہو
فَرَّطْتُ	میں نے زیادتی کی
جَنْبٌ	پہلو
اَلسّٰخِرِيْنَ	مذاق اڑانے والے
كَرَّةٌ	دوبارہ
اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیکو کار۔ نیکیاں کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸

علم دین کی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے آدمی سے بعض مرتبہ وہ غلطیاں ہو جاتی ہیں جن پر وہ زندگی بھر شرمندہ رہتا ہے۔

سوائے انبیاء کرامؑ کے جو ہر خطا سے معصوم ہوتے ہیں کوئی آدمی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس سے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ اگر آدمی موت کے فرشتے سامنے آنے سے پہلے پہلے توبہ کرلے تو اس کے برسوں کے گناہ بھی معاف ہوسکتے ہیں۔

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ جنہوں نے دور جہالت میں بعض کبیرہ گناہ کرلئے تھے جیسے بتوں کی پرستش، قتل یا زنا وغیرہ وہ اس تصور سے سخت پریشان تھے کہ اسلام قبول کرلینے کے بعد کیا ان کے یہ بڑے بڑے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! میرے ان بندوں سے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے (گناہ کئے ہیں) کہہ دیجئے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بلاشبہ اللہ ان کے سارے گناہ معاف فرمادے گا وہ بہت معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر مجھے ساری دنیا کی ہر چیز مل جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حاصل ہوئی ہے (مسند احمد) یعنی جس میں گناہ گاروں کے سارے گناہ معاف کرنے کی خوش خبری دی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا یہ قول بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ آیت گناہ گاروں کے لئے قرآن کریم کی سب آیتوں سے بڑھ کر امید افزا ہے۔

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

۱۔ لوگو! اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ۔ اس کے فرماں بردار بندے بن جاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پر وہ عذاب آجائے جس میں کوئی کسی کی مدد اور حمایت نہ کرسکے گا۔

۲۔ تمہارے اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجی گئی کتاب (قرآن مجید) کے تمام حسین اور بہترین پہلوؤں کی پیروی اختیار کرو اس سے پہلے کہ وہ عذاب آجائے جس کی تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

۳۔ ابھی وقت ہے کہ تم اپنی زیادتیوں اور دین اسلام کا مذاق اڑانے سے باز آجاؤ ورنہ کل تم یہ کہنے پر اپنے آپ کو مجبور اور بے بس پاؤ گے کہ واقعی ہم اللہ کے حضور بہت زیادتیاں کرتے رہے تھے اور دین اسلام کا مذاق اڑانے میں سب سے آگے تھے۔

۴۔ یا تم اپنی شرمندگی اور ندامت سے بچنے کے لئے یہ کہنے لگو کہ اگر ہمیں اللہ کی طرف سے بروقت رہبری و رہنمائی مل جاتی تو ہم حسن عمل میں سب سے آگے ہوتے۔

۵۔ یا تم قیامت کے دن یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ کہ اگر ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو ہم نیک عمل اختیار کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے صاف صاف فرمادیا ہے کہ ابھی وقت ہے کہ یہ تمام کفار و مشرکین اور گناہ گار اللہ سے معافی مانگ کر صراط مستقیم پر چلنا شروع کردیں لیکن اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر سوائے ندامت، شرمندگی اور پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾

٦ع١١/٢

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

(اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) کیوں نہیں۔ میری آیات تیرے پاس آئیں۔ تو نے ان کو جھٹلایا۔ غرور و تکبر کیا اور تو کافروں میں سے ہو گیا۔

(اے نبی ﷺ) آپ قیامت کے دن انکار کرنے والوں کے چہرے تاریک اور سیاہ دیکھیں گے (اور کہا جائے گا کہ) کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کے لئے کافی جگہ موجود نہیں ہے؟ (اس کے برخلاف) وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کی ہو گی ان کو نجات ملے گی۔ نہ ان کو عذاب چھوئے گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

(یاد رکھو!) اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ اور

آسمانوں اور زمین کے (خزانوں کی) چابیاں اسی کے پاس ہیں۔

جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں وہی سب کے سب نقصان اٹھانے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

بَلٰی	کیوں نہیں۔ جی ہاں
مُسْوَدَّةٌ	سیاہ
مَثْوٰی	ٹھکانا
وَكِيْلٌ	نگران۔ خبر رکھنے والا
مَقَالِيْدُ	چابیاں۔ کنجیاں

تشریح: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حقیقت کا سامنا کرنے کے بجائے اپنی کمزوریوں کو یا تو حالات پر ڈال دیتے ہیں یہ مختلف بہانوں کو ڈھال بنا کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ کفار کا بھی یہی حال ہوگا جس کو اس سے پہلی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر ہمیں واقعی ہدایت و رہنمائی دی جاتی تو ہم تقویٰ اختیار کر کے نیک لوگوں میں شامل ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا کہ کیا ہم نے اپنی آیتیں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ تم تک نہیں پہنچائی تھیں۔ مگر تم نے کیا کیا؟ تم نے تکبر کرتے ہوئے ہماری آیات کا انکار کر دیا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ایسے جھوٹے لوگوں کو سیاہ اور تاریک چہرہ والا پائیں گے۔ کیا ایسے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم کے سوا کہیں اور ہو سکتا ہے؟

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کی ہوگی ان کی زبردست کامیابی یہ ہوگی کہ ان کو آخرت

میں نہ تو کسی طرح کی تکلیف ہوگی اور نہ وہ کسی طرح بھی رنجیدہ ہوں گے۔

فرمایا کہ اللہ ہی تو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی کائنات کی نگرانی کر رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں یعنی رزق، رحمت اور کرم کی چابیاں اسی کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ وہ ان میں سے جس کو جتنا دینا چاہے گا دے دے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے غرور و تکبر اور انکار کا طریقہ اختیار کیا ہوگا وہ زبردست نقصان اٹھانے والے ہوں گے یعنی ان کو دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہوگی اور یہی ان کا سب سے بڑا خسارہ اور نقصان ہوگا۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

٧ ع ٧ ٤

ترجمہ: آیت نمبر ٦٤ تا ٧٠

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہئے کہ اے جاہلو! مجھے تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت و بندگی کے لئے کہتے ہو؟

(آپ اس اصول کو بیان کر دیجئے کہ) جس طرح آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے جن (انبیاء کرامؑ) پر وحی نازل کی گئی تھی (ان سے صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ) اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا ہر عمل ضائع ہو جائے گا اور تم نقصان اٹھانے والے بن جاؤ گے۔

(اے نبی ﷺ) آپ اللہ ہی کی عبادت و بندگی کیجئے اور شکر گذار بندوں میں سے ہو جایئے۔ اور انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں (کاغذ کی طرح) لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اس کی پاک اور بے عیب ذات اس شرک سے بلند و برتر ہے جس کو وہ کرتے ہیں۔

اور وہ دن جب کہ صور پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب کے سب مر کر ڈھیر ہو جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ (زندہ رکھنا) چاہے گا۔

پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اچانک سب اٹھ کر (حیران و پریشان نظروں سے چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔

اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ نامہ اعمال (لوگوں کے) سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور تمام انبیاء اور گواہ حاضر کئے جائیں گے۔

اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہ کی جائے گی اور ہر شخص کو اس کے ہر عمل پر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا ہوگا۔

اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۴ تا ۷۰

تَاْمُرُوْنِّیْ	تم مجھے حکم دیتے ہو۔ سکھاتے ہو
مَاقَدَرُوْا	انہوں نے قدر نہ کی
مَطْوِیّٰتٌ	لپیٹ دی گئی
نُفِخَ	پھونک ماری گئی
صَعِقَ	وہ گر پڑا
اَشْرَقَتْ	روشن ہوگئی۔ جگمگا اٹھی
وُفِّیَتْ	پورا دیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۶۴ تا ۷۰

کفار قریش نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے باپ دادا کے مذہب پر واپس آجائیں۔ کبھی کہتے تھے کہ آپ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیجئے کہ جس سے ہمارے یہ اختلافات دور جائیں ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیجئے اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت و بندگی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جاہل، ناواقف اور بے علم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! تم مجھے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کے لئے کہتے ہو؟ جو ایک نہایت جاہلانہ اور احمقانہ بات ہے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے قابل نہیں ہے وہی ایک پروردگار سب کا خالق و مالک ہے اسی نے میری طرف وحی کر کے یہ حکم دیا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کروں۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ سے پہلے جن پیغمبروں پر وحی نازل کی گئی تھی ان سے بالکل واضح اور دوٹوک لفظوں میں کہہ دیا گیا تھا کہ اگر (فرض کرلیا جائے کہ) تم نے اللہ کو چھوڑ کر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا تو تمہارے سارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور تمہیں شدید نقصان پہنچے گا۔

فرمایا گیا کہ آپ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کیجئے اور اس کے شکر گذار بندوں میں سے ہو جایئے۔

دراصل اللہ کے پیغمبر ہر طرح کے گناہوں اور کفر و شرک کے ہر طریقے سے معصوم اور محفوظ ہوتے ہیں۔ نہ وہ کسی طرح کا گناہ کرتے ہیں اور نہ کسی گناہ کی نسبت ان کی طرف کی جاسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات میں انبیاء کرامؑ کے واسطے سے پوری امت سے خطاب کر کے بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور اللہ کی وہ عظمت کریں جس کے وہ لائق ہے۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جیسا کہ اس کی عظمت کا حق تھا یعنی انہوں نے دوسروں کو اس کے ساتھ شریک کیا۔ غیر اللہ میں ایسی صفات کو مانا جو صرف اللہ ہی کی صفات ہو سکتی ہیں۔ نہ اس کی عبادت اس طرح کی جیسا کہ اس کا حق تھا نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جیسا کرنا لازم تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن یہ ساری زمین اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ایک کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یعنی ساری طاقت و قوت ایک اللہ کے ہاتھ میں ہوگی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ لوگ جن غیر اللہ کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں وہ غیر اللہ بے حقیقت چیز تھے۔

فرمایا کہ قیامت کا وہ ہولناک دن جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو سوائے ان لوگوں کے جنہیں وہ زندہ رکھنا چاہے گا کائنات کی ساری مخلوق مر کر ڈھیر ہو جائے گی۔ لیکن جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سارے مردے زندہ ہو کر حیران و پریشان اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔

اس دن زمین اپنے پروردگار کے نور تجلی سے جگمگا اٹھے گی۔ سب کے نامہ اعمال ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ تمام پیغمبروں کو گواہ کے طور پر بلایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان اس طرح فیصلہ کر دیا جائے گا کہ کسی کے ساتھ کوئی ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔ ہر ایک کو اس کے کئے کا پھل پوری طرح دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث سے ان آیات کی تشریح ملاحظہ کر لیجئے۔

☆ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ ایک دن ایک یہودی عالم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے محمد (ﷺ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر روک لے گا، ایک انگلی پر زمینوں کو، ایک انگلی پر پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر پانی اور زمین کی تہہ کو اور باقی مخلوق کو ایک انگلی پر روک لے گا اور پھر وہ (ان پانچوں انگلیوں کو) حرکت دے کر گھمائے گا (جس طرح گیند یا لٹو کو گھمایا جاتا ہے) اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں اور میں ہی تمہارا معبود اللہ ہوں۔ (مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ)

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں (کاغذ کی طرح) لے لے گا اور فرمائے گا کہ آج میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو اپنی مٹھی میں لے کر فرمائے گا۔ میں ہوں اللہ رحمٰن ورحیم، میں (ایسا) بادشاہ ہوں کہ (تمام عیبوں سے) پاک ہوں۔ میں امن دینے والا ہوں، میں نگرانی کرنے والا ہوں، میں غالب ہوں، میں بڑی طاقتوں والا ہوں، میں بڑائی والا ہوں، میں نے ہی دنیا کو ابتداء میں پیدا کیا تھا جب کہ وہ کچھ نہ تھی اور میں ہی اس کو دوبارہ پیدا کر رہا ہوں۔ آج دنیا بھر کے بادشاہ کہاں ہیں؟ اور بڑی طاقتوں والے کہاں ہیں؟ (بخاری و مسلم)

☆ قیامت میں پہلے صور کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا بعض روایات کے مطابق ان کے درمیان چالیس دن کا فصل ہوگا۔

☆ جب اللہ تعالیٰ دنیا کو دوبارہ پیدا فرمادیں گے تو اللہ جلوہ گر ہوں گے۔ جس طرح کھلے آسمان پر چمکتے سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اسی طرح وہ نور رب کو کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

☆ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال پر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ کو ہر انسان کے ایک ایک عمل کی خبر ہے وہ لوگوں کے بتانے سے نہیں بلکہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے کیونکہ اللہ سے کوئی بات اور انسانوں کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ

كَفَرُوٓا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَٰفِرِينَ ﴿٧١﴾ قِيلَ ادْخُلُوٓا أَبْوَٰبَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَٰبُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَٰلِدِينَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُۥ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَٰمِلِينَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلَٰٓئِكَةَ حَآفِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿٧٥﴾

ركوع ٨ ع ٥

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کی جماعتوں کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ یہاں تک کہ

جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

اور وہ (فرشتہ) جو اس جہنم پر متعین ہوگا وہ کہے گا کہ کیا تمہارے پاس تمہارے اندر سے ایسے پیغمبر نہیں آئے تھے جنہوں نے تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیات تلاوت کر کے تمہیں اس سے ڈرایا تھا کہ تمہیں یہ (بدترین) دن دیکھنا پڑے گا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں وہ پیغمبر آئے تھے۔ اور اس طرح ان کافروں پر عذاب ثابت ہو کر رہے گا۔

پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔ اب تمہیں یہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ تکبر کرنے والوں کا یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

اور جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا ہوگا ان کی جماعتوں کو جنت کی طرف (عزت واحترام سے) لے جایا جائے گا۔

جب وہ وہاں پہنچیں گے تو ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ان جنتیوں پر مقرر فرشتہ کہے گا "تم پر سلامتی ہو، تمہیں مبارک ہو، اب تم ان جنتوں میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ"۔

اہل جنت کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا اور ہمیں (جنت کی زمین کا) مالک بنا دیا۔

اب ہم جنت میں جہاں چاہیں گے وہاں اپنا ٹھکانا بنالیں گے۔ (دیکھو) ایسے نیکو کاروں کا کتنا بہترین بدلہ ہے۔

اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش الٰہی کو گھیرے ہوئے حمد و تسبیح کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اور کہا جائے گا کہ ساری حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٧١ تا ٧٥

وَسِيْقَ — اس نے کھینچا۔ گھسیٹا

زُمَرٌ	جماعت۔گروہ
خَزَنَةٌ	نگران۔دیکھ بھال کرنے والا
حَقَّتْ	ثابت ہوگئی
طِبْتُمْ	تمہیں مبارک ہو
اَوْرَثَنَا	ہمیں مالک بنادیا
نِعْمَ	بہترین
حَآفِّيْنَ	گھیرنے والے
حَوْلَ الْعَرْشِ	عرش کے اردگرد

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے میدان حشر کا نقشہ کھینچ کر بتا دیا تھا کہ یہ وہ انصاف کا دن ہوگا جس میں ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کفار و مشرکین کو اس دن ذلت و رسوائی اور اہل ایمان کو عزت و عظمت نصیب ہوگی چنانچہ مشرکین، کفار اور منافقین کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر جہنم کے دروازوں تک پہنچا دیا جائے گا اور اہل ایمان کو نہایت عزت واحترام سے ہمیشہ کے لئے رہنے والی جنتوں تک پہنچایا جائے گا۔

قیامت کے دن کفار و مشرکین اور منافقین کو جانوروں کی طرح گھسیٹ کر لایا جائے گا۔ وہ اس دن بھوکے، پیاسے، بہرے، گونگے اور فرشتوں کی جھڑکیاں کھاتے ہوئے منہ کے بل گھسیٹ کر لائے جائیں گے۔

داروغہ جہنم ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ کیا تمہیں اللہ کی آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں جن میں اس دن کے برے انجام سے آگاہ کیا گیا تھا؟ وہ نہایت شرمندگی کے ساتھ اس بات کا اقرار کریں گے کہ ہاں ہاں وہ پیغمبر آئے تھے مگر یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم نے ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیا۔

اس اعتراف واقرار کر کے بعد ان پر کفر وانکار کی فرد جرم عائد کر دی جائے گی۔ ان کو جہنم کے اس جیل خانہ میں داخل کرنے کے لئے دروازے کھلوا دیئے جائیں گے جن میں ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اس جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اللہ کے مقابلے میں تکبر اور بڑائی اختیار کرنے والوں کا یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

دوسری طرف وہ صاحبان ایمان وتقویٰ ہوں گے جنہوں نے اللہ کی فرماں برداری میں زندگی گذاری ہوگی، جنہوں نے اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لئے ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی ہوگی ان کو نہایت خوبصورت اور بہترین سواریوں پر بٹھا کر نہایت عزت واحترام کے ساتھ جنت کی طرف لایا جائے گا۔

اس وقت جنت میں داخل ہونے والوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے۔ ان کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے ہی کھول دیئے ہوں گے اور وہ حسب مراتب جنت کے ان دروازوں سے داخل ہوں گے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے جن میں فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور اہل جنت کی آمد پر ان کو مبارک باد دیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں جس جماعت کا داخلہ سب سے پہلے ہوگا وہ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ جنت کا ہر دروازہ اہل جنت کو آوازیں دے گا۔ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو ہر دروازہ اپنی طرف آنے کے لئے پکارے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ایک ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر مجھے وہ دروازہ دکھایا گیا جس سے میری امت کے (خاص خاص لوگ) داخل ہوں گے۔

سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کاش میں بھی اس وقت آپ کے ساتھ ہوتا (تا کہ اس دروازے کو دیکھ لیتا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میری امت میں سب سے پہلا شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ تم ہوگے۔

جب داروغہ جنت اہل جنت کو مبارک باد دے کر یہ کہیں گے کہ اب تم اس جنت میں داخل ہو جاؤ جس میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اس وقت یہ اہل جنت اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ الحمد للہ ہم سے اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اور ہمیں ان جنتوں کا مالک بنا دیا کہ ان میں ہم جس طرح چاہیں گے رہیں گے اور نیک کام کرنے والوں کا یہی بہتر انجام اور اجر ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اس وقت آپ دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف فرشتے حلقہ بنائے اپنے پروردگار کی تسبیح اور

حمد وثنا کررہے ہوں گے۔ تمام لوگوں میں فیصلہ کردیا جائے گا اور ہر ایک کی زبان پر یہی ایک ترانہ ہوگا۔ الحمد للہ رب العالمین

جنت کیا ہے؟ اس کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا اور نہ اس کا تصور کسی دل پر گذرا ہے۔

مراد یہ ہے کہ جنت اتنی خوبصورت اور حسین وجمیل ہوگی کہ دنیا میں اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ تاہم قرآن کریم کی آیات اور احادیث میں جنت کی خوبصورتی کے لئے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ جب اہل جنت اپنی اپنی جنتوں میں داخل ہوں گے تو وہ جنت میں خوبصورت بلند وبالا عمارتیں دیکھیں گے جن کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں کی ہوں گی جو مشک اور زعفران کے گارے سے چنی گئی ہوں گی۔

☆ اس کی روشیں اور راستے زمرد، یاقوت اور بلور کی ہوں گی۔

☆ ان جنتوں میں ایسی صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کے کنارے جواہرات سے مزین ہوں گے کوئی نہر شہد کی ہوگی کوئی دودھ اور خوش ذائقہ شراب کی۔

☆ جنت کے فرش نہایت خوبصورت اور حسین وجمیل ہوں گے۔

☆ ایسی حوریں ہوں گی جوان کی ہم عمر اور خوبصورت ہوں گی۔ ان کے لباس ایسے نازک اور باریک تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے کہ ستر تہوں میں بھی بدن جھلکتے ہوں گے۔

☆ نہ وہاں سردی ہوگی نہ گرمی، نہ سورج کی تیز وتند شعاعیں ہوں گی نہ تاریکی بلکہ ایسا وقت لگے گا جیسے صبح کو سورج نکلنے سے پہلے کا سہانا وقت ہوتا ہے۔

☆ وہاں نہ کوئی بیمار ہوگا، نہ گندگی ہوگی نہ محنت اور نہ مشقت

☆ سیر وتفریح کے لئے ایسی تیز رفتار سواریاں ہوں گی، ایسے تخت ہوں گے جو ہواؤں پر اتنی تیزی سے اڑیں گے کہ ایک مہینے کا سفر ایک گھنٹے میں طے کریں گے۔

☆ جنتی جس چیز کی خواہش کریں گے تو وہ ان کو اسی وقت مل جائے گی اگر ان کو کسی درخت کا پھل پسند آئے گا تو اس کی شاخیں خود بخود اس کی طرف جھک جائیں گی اور وہ بغیر کسی محنت مشقت کے اس کا پھل توڑ سکے گا۔

☆ بہترین اور خوبصورت تکیئے لگائے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوں گے۔

☆ اہل جنت کے لئے مشک وعنبر کے ٹیلے ہوں گے۔

☆ جب ہوا چلے گی تو درخت طوبیٰ کے ہر پتے سے بہترین نغمے سنائی دیں گے جس سے سننے والوں پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جائے گی۔ جنت کی حوریں بھی اپنی خوش الحانی سے اپنے شوہروں کا دل لبھائیں گی۔

☆ وہاں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہوگا۔ دیدار الٰہی کے وقت بعض خوش الحان بندوں حضرت اسرافیلؑ اور حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کریں۔ اس وقت ایسا عجیب سماں ہوگا کہ سننے والوں پر وجد طاری ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جنت کی یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ آمین

ان آیات کے ساتھ ہی الحمدللہ سورۂ زمر کی آیات کا ترجمہ، اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۴

فمن اظلم

سورۃ نمبر ۴۰

المؤمن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة المؤمن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة نمبر	40
کل رکوع	9
آیات	85
الفاظ وکلمات	1242
حروف	5213
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ کا نام المومن اس لیے رکھا گیا ہے کہ فرعون جیسے ظالم شخص کے گھرانے ہی میں سے ایک ایسا مرد مجاہد بھی نکل کر فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوگیا جس نے ان کو بتایا کہ اللہ بڑی قدرت والا ہے۔ اسی پر ایمان لاؤ اور سیدھا راستہ اختیار کرو۔ اس مرد مومن پر تمام لوگوں نے یلغار کردی لیکن جب اللہ نے فرعون اور اس کے ماننے والوں کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کردیا تو حضرت موسیٰؑ، ان کے ماننے والوں اور اس مرد مومن کو نجات عطا فرمادی۔ اللہ نے اس مرد مومن کی یہ قدر فرمائی کہ اس کے نام پر ایک سورت نازل فرمائی۔

سورۃ المومن کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار مکہ جس قرآن کا مذاق اڑا رہے ہیں وہ کوئی معمولی کلام نہیں ہے کیونکہ اس کو اللہ نے نازل کیا ہے جو زبردست غلبہ واقتدار کا مالک ہے جو ہر چیز کا جاننے والا، گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، گناہوں پر سخت سزا دینے والا اور ہر طرح کی قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب ہر ایک کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ اللہ و رسول کا انکار کرنے والے جو آج آپ ﷺ سے جھگڑ رہے ہیں اور دنیا کمانے میں دن رات تگ و دو کر رہے ہیں کہیں ان کی بھاگ دوڑ اور چلت پھرت اس دھوکے میں نہ ڈال دے کہ یہ لوگ تو بڑے کامیاب و بامراد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب لوگ انتہائی ناکام ہیں اور ان کا انجام بہت برا ہے۔ حضرت نوحؑ کی قوم کے نافرمان لوگ بھی دنیا کمانے میں بہت آگے تھے لیکن جب ان پر اللہ کے قانون کا کوڑا برسا تو وہ ناکام و نامراد ہوگئے اور ان سب کو پانی کے طوفان میں ڈبو دیا گیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کے لیے عرش اٹھانے والے فرشتے جو بہت مقرب ہیں وہ ہر وقت دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ جو لوگ توبہ کر کے آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہے ہیں ان کی توبہ کو قبول کر لیجیے۔ ان کو جہنم کی تکلیفوں سے محفوظ فرمائیے گا اور ان کے باپ دادا، اولاد اور بیویاں جو صاحب ایمان ہیں ان کو بھی ان کے ساتھ جنت کی راحتیں اور ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرما دیجیے گا۔

☆ کفار و مشرکین کے لیے فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن وہ رسوا اور ذلیل

ہوں گے انہیں اپنے وجود سے بھی نفرت ہو جائے گی۔ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے پچھتائیں گے۔ حسرت وندامت کے ساتھ درخواست کریں گے کہ الٰہی ہمیں کسی طرح یہاں سے نکلنے کا موقع دے دیا جائے تا کہ دنیا میں جا کر بہتر اعمال کر سکیں لیکن ان کی یہ درخواست ان کے منہ پر دے کر ماردی جائے گی اور قبول نہ کی جائے گی۔

☆ حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون، ہامان اور قارون کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے غرور وتکبر، حکومت وسلطنت، اقتدار اور مال و دولت کی چمک دمک میں اس طرح مگن تھے کہ انہوں نے نہ صرف حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی بات ماننے سے انکار کر دیا بلکہ ان کو قتل تک کرنے کا منصوبہ بنالیا۔

☆ مگر قوم فرعون ہی میں سے ایک شخص جو حضرت موسیٰؑ کی سچائی اور نبوت کو جان چکا تھا اور ان کی باتوں پر ایمان لے آیا تھا مگر کسی مصلحت سے اس نے اپنے ایمان کا اظہار نہ کیا تھا جب اس نے یہ دیکھا کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس مجاہد مردمومن سے نہ رہا گیا اور اس نے بھرے دربار میں فرعون اور اس کے درباریوں کو للکارتے ہوئے کہا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ اس کا پروردگار ہے۔ اس نے تمہیں ہر طرح کے معجزات دکھا دیئے ہیں پھر بھی تم اس کی بات نہیں مانتے۔ اس مردمومن نے کہا کہ بے شک آج تم سلطنت مصر کی وجہ سے اس سرزمین پر غلبہ واقتدار رکھتے ہو مگر تم اس بات کو بھول رہے ہو کہ سب سے بڑی طاقت اللہ کی طاقت ہے۔

جب فرعونیوں نے ان کو اپنے مذہب کی طرف بلانے کی کوشش کی تو اس مردمومن نے کہا تم کس قدر ناعاقبت اندیش بنے ہوئے ہو کہ میں تمہیں سیدھا راستہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف دھکیل رہے ہو۔ تمہیں تو میری بات ماننی چاہیے تھی۔

☆ فرعون نے جب دیکھا کہ اس مردمومن کی باتوں سے ہر شخص متاثر ہو رہا ہے تو اس نے انتہائی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور بات کو ٹالنے کے لیے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ تم میرے لیے آسمان تک بلند ایک عمارت بنا دو میں جس پر چڑھ کر اور جھانک کر دیکھوں گا کہ موسیٰؑ کا رب کیا کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ سب باتیں جو موسیٰؑ کر رہے ہیں سب جھوٹ اور غلط ہیں۔

☆ فرعون اور آل فرعون کی نافرمانیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو اللہ نے ان سب کو پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ، ان کے ماننے والوں اور اس مردمومن کو بچالیا۔ اللہ نے فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم کے ڈوب جانے اور مرنے کے بعد ہر صبح و شام جہنم کو ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ ٹھکانا ہے جس میں تمہیں قیامت کے دن ڈالا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ صبر و برداشت سے کام لیجیے۔ اللہ نے جو وعدہ آپ ﷺ سے کیا ہے وہ سچا وعدہ ہے اور بہت جلد پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اور آپ پر ایمان لانے والوں کی پوری طرح مدد کرے گا اور کفار و مشرکین کو سخت سزا دے گا۔

☆ فرمایا اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا۔ نطفہ سے نسل انسانی کو دنیا میں پھیلنے اور بڑھنے کا ذریعہ بنایا۔ اسی نے زمین و آسمان کو بنایا۔ اس نے جس طرح اور جیسی شکل انسان کو دینا چاہی، بنا دیا۔ اس نے انسان کے لیے بہترین غذاؤں کو پیدا کیا لیکن یہ سب کچھ ایک مدت تک ہے پھر ان کو دفن کر دیا جائے گا صرف اللہ کی ذات رہ جائے گی۔ فرمایا کہ وہ رب العالمین ہے اور نرالی شان والا ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی آیات کو سننے کے باوجود ان میں جھگڑے نکالتے ہیں، رسول کو اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں جب وہ قیامت میں پہنچیں گے تو ان کے گلے اور گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے ان کے پاؤں زنجیروں سے جکڑے جائیں گے، ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا۔ وہ ہر طرح ذلیل و رسوا ہوں گے جب ان کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ صبر و تحمل سے دیکھتے رہیے کہ دنیا اور آخرت میں ان کفار و مشرکین کا انجام کس قدر بھیانک اور قابل عبرت ہوگا۔ اس دن انہیں اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور کوئی ایسا نہ ہوگا جو اللہ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو۔ سب کو حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔

سورۃ المؤمن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

ح۔م (اللہ ہی ان حروف کی مراد کو جانتا ہے)

اللہ (وہ ہے) جو ہر بات کا جاننے والا اور غالب ہے اسی کی طرف سے یہ کتاب (قرآن مجید) نازل ہوئی ہے۔ وہ اللہ گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، بڑے فضل وکرم والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

عَزِيْزٌ — زبردست۔ سب پر غالب۔ قوت والا

عَلِيْمٌ — بہت کچھ جاننے والا۔ سب کچھ جاننے والا

غَافِرِ الذَّنْبِ — گناہوں کو بخشنے والا

قَابِلُ التَّوْبِ — توبہ قبول کرنے والا

شَدِيْدُ الْعِقَابِ	سخت سزا دینے والا
ذِی الطَّوْلِ	بڑے فضل والا
اَلْمَصِيْرُ	ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

سورۃ المومن ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جس کی ابتداء ''حٰم'' سے کی گئی ہے۔ ''حٰم'' حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

''حٰم'' سے شروع کی گئیں سات سورتوں کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا مغز حم والی سورتیں ہیں۔ ان ہی کا قول ہے کہ حم والی سورتیں قرآن کی زینت ہیں۔

''حٰم '' اللہ کا اسم اعظم ہے۔ (سدی)

''حٰم'' سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

''حٰم'' والی سورتیں سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں۔ گویا جو شخص ان کی تلاوت کرنے والا ہے اس کے لئے جہنم کے ہر دروازے پر یہ سورتیں رکاوٹ بن جائیں گی اور وہ جہنم سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا نزول قرآن سے فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ اس قرآن کریم کو اس اللہ نے نازل کیا ہے جو زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے، گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب وہ کسی قوم یا افراد کی گرفت کرتا اور ان کو سزا دیتا ہے تو وہ بھی سخت ہوتی ہے کیونکہ وہ زبردست قوتوں کا مالک ہے۔

سورۃ المومن میں بیان کی گئیں چھ صفات وہ ہیں جو اس سورت میں آنے والے مضامین سے گہری مناسبت رکھتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قرآن کے پڑھنے والوں سے کہا جا رہا ہے کہ وہ جس قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں وہ اس اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو عظیم ہے جس کی زبردست قوت و طاقت ہے وہ جب معاف اور فضل و کرم کرنا چاہتا ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر وہ کسی قوم یا فرد کی گرفت کرنا چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس سے چھڑا نہیں سکتی۔ لہٰذا اسی کی عبادت و بندگی کی جائے اور اسی سے مانگا جائے۔ وہی دینے والا ہے اور اسی سے ہر انصاف کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی اور معبود ہے اور نہ کسی سے انصاف کی امید کی جا سکتی ہے۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝٤ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝٥ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝٦

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۶

جنہوں نے کفروانکار کیا وہی آیات الٰہی میں جھگڑتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) ان کا ملکوں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ ان سے پہلے قوم نوحؑ اور (ان کے بعد دوسرے) گروہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور ہر امت نے اپنے رسولوں کے متعلق یہ ارادہ کیا کہ وہ انہیں پکڑ لیں اور ناحق جھگڑے کریں تاکہ وہ سچ کو بے حقیقت ثابت کر دکھائیں۔ پھر میں نے انہیں پکڑ لیا۔ (دیکھو کہ) اس کا عذاب کیسا (بھیانک) ہے۔ اور اس طرح (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو کر رہی کہ وہ جہنم والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۶

مَا يُجَادِلُ	وہ جھگڑتا نہیں ہے
لَا يَغْرُرْ	دھوکا نہیں دیتا
تَقَلُّبٌ	الٹنا پلٹنا۔ آنا جانا
اَلْبِلَادُ (بَلَدٌ)	شہر۔ ملک

هَمَّتْ — ارادہ کیا

يُدْحِضُوْا — وہ پھسلاتے ہیں۔ڈگمگا دیتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۶

قریش مکہ بے تکی باتوں، غیر متعلق جھگڑوں اور الٹے سیدھے اعتراضات کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے تا کہ ہر شخص یہ سمجھنے لگے کہ نبی کریم ﷺ جس سچے پیغام اور دعوت حق کی طرف بلا رہے ہیں اس میں ان کی ذاتی غرض اور سارے عرب پر برتری قائم کرنے کے جذبے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ چونکہ بنو قریش بیت اللہ کے رکھوالے اور محافظ کہلاتے تھے اس لئے اس بدامنی کے دور میں جہاں کسی کی جان اور اس کا مال محفوظ نہ تھا وہ ہر شہر میں اپنے کاروباری فائدوں کے لئے دندناتے پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قریش میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آج جو بنو قریش سردی اور گرمی میں اپنے تجارتی مفادات کے لئے سرگرم ہیں اور ان کو کوئی شخص یا قبیلہ نقصان نہیں پہنچاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کو بیت اللہ کا متولی اور نگراں سمجھتے ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو قریش سردی میں یمن اور گرمی کے دنوں میں شام اور فلسطین میں اپنا مال تجارت لے جایا کرتے تھے۔ ہر طرف لوٹ مار، قتل وغارت گری اور چوری وڈکیتی کا عام رواج تھا لیکن بیت اللہ کی نسبت کی وجہ سے قریشیوں کو سارے عرب میں نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اس لئے وہ دوسروں کے مقابلے میں نہایت امن وسکون سے اپنا کاروبار کرتے اور ہر ملک میں آنے جانے میں کوئی دشواری محسوس نہ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ عزت و احترام اور امن وسکون بیت اللہ کی وجہ سے تھا لیکن ان میں ایسا احساس برتری پیدا ہو چکا تھا کہ وہ اپنے غرور وتکبر میں ہر ایک کو اپنے سے حقیر اور کم تر سمجھا کرتے تھے۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم بیت اللہ کے خدمت گذار ہیں اگر ہم مجرم یا گناہ گار ہوتے تو ہمیں یہ نعمتیں اور سہولتیں نصیب نہ ہوتیں۔ ان کی چرب زبانی اتنی بڑھ چکی تھی کہ بعض کمزور ایمان کے لوگوں میں کچھ شبہات پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی آیات میں جھگڑے پیدا کرنے والے اور شہر شہر گھوم کر اپنے مفادات حاصل کرنے والوں کی بھاگ دوڑ سے اہل ایمان اس دھوکے میں نہ پڑ جائیں کہ واقعی اللہ ان کفار ومشرکین سے خوش ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ دنیاوی زندگی کی یہ چند روزہ بہار ہے جو موت کے ساتھ ساری حقیقت کھول کر رکھ دے گی۔ فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ان کو اسی وقت سخت سے سخت سزا دے کر معاملہ ختم کر دیتا لیکن یہ بات اس کی مصلحت کے خلاف ہے کیونکہ وہ ہر شخص کو اس کی قیامت شروع ہونے تک مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔ اگر وہ اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی نجات ہے اور اگر وہ اسی روش پر قائم رہتا ہے تو اس کو دنیا اور آخرت میں سخت سزا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور قوم عاد وقوم ثمود کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نوحؑ اور ان کے بعد بہت سے پیغمبر آئے جن کی تعلیمات کا لوگوں نے انکار کیا۔ ان کو جھٹلایا اور آخرت کا انکار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان کو

پکڑ کر عبرت ناک سزا دی۔ ان کے اونچے اونچے محل، مال و دولت کے ڈھیر اور ان کے خدام ان کے کسی کام نہ آسکے۔ وہ اپنی نافرمانیوں کے سمندر میں اس طرح ڈوب گئے کہ آج ان کی عالی شان بلڈنگوں کے کھنڈرات بھی مٹ چکے ہیں اور جو باقی ہیں وہ ہر شخص کے لئے نشان عبرت و نصیحت بن چکے ہیں اور اس طرح اللہ کا یہ فیصلہ ثابت ہو کر رہا کہ جو لوگ اللہ و رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور بدکاریوں کی انتہاؤں تک پہنچ جاتے ہیں ان کو آخر اپنے برے انجام سے اس دنیا میں بھی دوچار ہونا پڑتا ہے اور آخرت کی سزا کا تو اس دنیا میں تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ع ١ ٦

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

جو فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ سب اپنے پروردگار کی پاکیزگی اور حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے وہ دعائے مغفرت مانگتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب آپ کی رحمت اور علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے جنہوں نے توبہ کر لی ہے ان کو بخش دیجئے۔ اور جنہوں نے آپ کے راستے کی پیروی کی انہیں جہنم سے نجات عطا فرما دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار انہیں ہمیشہ کے باغوں میں داخل فرمائیے۔ جس کا آپ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ ان کے صالح باپ، دادا، ان کی صالح

بیویوں اور ان کی اولاد صالح کو بھی (نواز دیجئے) بے شک آپ ہی غالب اور حکمت والے ہیں۔ اور انہیں ہر طرح کی برائیوں سے بچالیجئے۔ (اور حقیقت یہ ہے کہ) اس دن جو بھی برائیوں سے بچ گیا تو یقیناً آپ نے اس پر رحم و کرم کیا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

یَحْمِلُوْنَ	وہ اٹھاتے ہیں
وَسِعْتَ	تو نے وسیع کیا۔ تو نے پھیلا دیا
اُدْخِلُ	داخل کر دے
صَلَحَ	اس نے اصلاح کر لی۔ درست کر لیا
اَلْفَوْزُ	کامیابی

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

جو لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر کے اس پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی روشنی دکھانے کی جدوجہد کرتے ہیں تو دنیا اور اس کے مفادات سے چمٹے ہوئے باطل پرست شدید مخالفت کر کے ان کو معاشرہ میں حقیر بنانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ وہ حق و صداقت کے راستے پر چلنے والوں کو سر بلند فرماتا ہے۔ کائنات کی ساری قوتیں اور فرشتے ان کے لئے خیر خواہی کے جذبے سے دعائے رحمت و مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو کچھ لوگوں نے حق و صداقت کی آواز پر لبیک کہا اور وہ ابدی سعادت سے ہم کنار ہو کر صحابی رسول کہلائے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو کفار و مشرکین نے حق و صداقت کے راستے سے ہٹانے کے لئے مصائب اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ ایک طویل عرصے تک کفار کے ظلم و ستم سے صحابہ کرام دل شکستہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس سچائی پر ڈٹے رہیں اور حالات سے نہ گھبرائیں کیونکہ اللہ کے فرشتے اور خاص طور پر عرش الٰہی کو اٹھانے والے مقرب فرشتے بھی دن رات ان کے لئے دعائے رحمت و مغفرت کر رہے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ آخر کار اہل ایمان ہی کامیاب و بامراد ہو کر رہیں گے۔

عرش الٰہی کو اٹھانے والے چار فرشتے اور عرش کے اردگرد جمع ہونے والے فرشتے جن کی تعداد کا علم اللہ ہی کو ہے وہ ہر وقت دل اور زبان سے اہل ایمان کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش کو اٹھانے والے چار فرشتے ہیں جن کی تعداد قیامت میں آٹھ ہو جائے گی وہ ہر وقت اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ عرش الٰہی کا طواف کرتے ہوئے "لا الہ الا اللہ" کا ورد کرتے رہتے ہیں ان میں سے دو کی تسبیح یہ ہوتی ہے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ علی حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ" دوسرے دو فرشتوں کی تسبیح یہ ہوتی ہے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ"

اس حمد وثنا کے ساتھ وہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں۔(۱)۔ الٰہی! جن لوگوں نے دنیا میں آپ پر ایمان لاکر آپ کے احکامات کی پابندی کی ہے، آپ ہی کی طرف جھک کر انہوں نے کفر وشرک سے توبہ کرلی ہے ان سے اگر کچھ غلطیاں یا لغزشیں ہو جائیں تو ان کو معاف کردیجئے گا۔ آپ کائنات کے ذرے ذرے کی کیفیت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کوئی چیز آپ کے علم اور رحمت سے باہر نہیں ہے آپ کی رحمت ہر چیز پر غالب ہے، چھائی ہوئی ہے۔ کوئی آپ کے رحم وکرم سے محروم نہیں ہے، آپ ان سب اہل ایمان کو جہنم کی آگ سے بچالیجئے گا۔ (۲) الٰہی! ان اہل ایمان کو ہمیشگی کی جنت اور ہرے بھرے باغوں میں داخل فرمایئے گا جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور ان کے وہ ماں باپ، بیویاں اور اولاد جن میں جنت میں داخل ہونے کی صلاحیت ہے ان کو بھی ان کے ساتھ جنت میں داخل فرمالیجئے گا۔ بے شک آپ ہی قادر مطلق ہیں اور ہر بات کی حکمت سے واقف ہیں۔ (۳) وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! ان اہل ایمان کو آخرت کی ہر طرح کی تکلیفوں اور رسوائیوں سے بچالیجئے گا۔ اگر اس ہولناک دن میں آپ نے ان کو تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچالیا تو بے شک آپ کی ان پر بے انتہا مہربانی ہوگی اور وہ ایک بہت بڑی کامیابی سے ہم کنار ہو جائیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ

كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ

الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٢٠﴾

ع ٢ ١٧

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۲۰

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ آج تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آرہا ہے (ذرا سوچو کہ) اللہ اس وقت تم سے شدید ناراض ہوتا تھا جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے اور تم انکار کرتے تھے۔

وہ کہیں گے اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور آپ نے ہمیں دو مرتبہ زندہ کیا تو ہم اپنے گناہوں پر (شرمندگی کے ساتھ) اقرار کرتے ہیں۔تو کیا اب یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟

(ان سے کہا جائے گا کہ) تمہاری یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ جب تمہیں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر کسی کو اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تو تم اس کو مان لیا

کرتے تھے۔اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ اللہ جو بلند و برتر ہے۔

وہی تو ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔مگر اس سے وہی شخص نصیحت حاصل کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔(اے لوگو!) تم عبادت کو صرف اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارو۔اگرچہ وہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

وہ اللہ بلند درجوں والا اور عرش کا مالک ہے۔وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح (وحی) نازل کرتا ہے تاکہ وہ ان کو (قیامت کے دن اللہ کی) ملاقات سے ڈرائے۔

جس دن وہ ظاہر (بے پردہ) ہوں گے اور ان کی کوئی بات اللہ سے پوشیدہ نہ ہوگی (اس دن آواز دی جائے گی کہ) آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ (سب کہیں گے) اللہ کے لئے جو ایک ہے اور زبردست (قوت و طاقت والا ہے)۔(فرمایا جائے گا کہ) آج ہر شخص کو اس کے (اچھے یا برے) اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔آج کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو قیامت کے اس دن سے ڈرایئے جو قریب آ گیا ہے جب کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے اور دل رنج و غم سے بھرے ہوں گے۔(اس دن) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے۔وہ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ تم اپنے سینوں میں چھپائے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے اور (اسی کے مطابق) اللہ ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔ اور وہ اللہ کے سوا جنہیں (اپنی حاجات کے لئے) پکارتے ہیں وہ کسی فیصلہ کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔بے شک اللہ ہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۲۰

یُنَادَوْنَ (نِدَاءٌ)	آواز دیں گے
مَقْتُ اللّٰہِ	اللہ کا غصہ
تُدْعَوْنَ	تم پکارے جاؤ گے
اَمَتَّنَا	تو نے ہمیں موت دی
اَحْیَیْتَنَا	تو نے ہمیں زندگی دی

يُنِيْبُ	وہ لوٹتا ہے۔رجوع کرتا ہے
رَفِيْعٌ	بلند
اَلرُّوْحُ	روح۔وحی
اَلتَّلَاقُ	ملاقات۔ملنا
بٰرِزُوْنَ	ظاہر ہونے والے۔بے پردہ
اَلْقَهَّارُ	زبردست۔قوت والا
اَلْاٰزِفَةُ	قریب آنے والی۔نزدیک آنے والی
اَلْحَنَاجِرُ (حَنْجُوْرٌ)	گلے۔کلیجے
كٰظِمِيْنَ	غصہ پی جانے والے
حَمِيْمٌ	قریبی دوست
خَآئِنَةٌ (خِيَانَةٌ)	چوری کرنے والی۔خیانت کرنے والی
لَا يَقْضُوْنَ	وہ فیصلہ نہیں کرتے

تشریح: آیت نمبر ١٠ تا ٢٠

دنیا میں کفروشرک اور گناہ کرنے والے لوگ مختلف باتوں اور تاویلوں کے ذریعہ اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے برے انجام کا احساس ہی نہیں ہوتا لیکن جب قیامت کے دن وہ اپنے برے اعمال اور عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو وہ خود اپنے آپ کو ملامت کریں گے۔اس وقت ان کفار ومشرکین کو پکار کر کہا جائے گا کہ آج جس طرح تمہیں اپنے آپ پر غصہ آ رہا ہے اور تم اپنی بوٹیاں نوچ رہے ہو اسی طرح جب دنیا میں اللہ کے پیغمبر تمہیں راہ ہدایت کی طرف دعوت دے رہے تھے اور تم ان کی دعوت کو ٹھکرا کر دنیا کے عیش وآرام میں پڑے ہوئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کا غضب اس سے زیادہ تمہارے اوپر بھڑکا کرتا تھا۔اللہ نے تمہیں سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع دیا مگر تم نے کبھی حقیقت سے آنکھیں نہیں ملائیں اب آج تمہیں اپنے کئے ہوئے اعمال کو بھگتنا ہے۔اب اس عذاب سے چھٹکارے کی کوئی شکل موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

بے شک جن لوگوں نے کفروشرک کیا تھا ان سے قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا کہ آج تمہیں اپنے اوپر جو غصہ

آرہا ہے اللہ اس وقت تم سے شدید ناراض ہوا کرتا تھا جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا اور تم مسلسل اس سے انکار کرتے رہتے تھے۔ کفار و مشرکین کہیں گے الٰہی! آپ نے ہمیں دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دی یعنی ہم کچھ نہ تھے مردہ تھے آپ نے ہمیں زندگی دی پھر مرجانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کیا اس طرح دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دی۔ ہم اپنے گناہوں اور خطاؤں پر شرمندہ ہیں اور ہم احساس ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ الٰہی! کیا ہمیں ایک موقع اور عطا کر سکتے ہیں کہ ہم دوبارہ دنیا میں جائیں اور عمل صالح کر کے پھر آپ کی جناب میں حاضر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج تمہاری یہ بدترین حالت اس لئے ہے کہ جب تمہیں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر کسی کو اللہ کی ذات اور صفات میں شریک کیا جاتا تھا تو تم اسے خوشی کے ساتھ مان لیا کرتے تھے۔ اب فیصلہ کا وقت ہے دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کا وقت نہیں ہے اور یہ فیصلہ بھی اس ذات کے ہاتھ میں ہے جو ہر طرح بلند و برتر ہے۔

اگر سمجھنا چاہتے تو کائنات میں اللہ کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں ان کو دیکھ کر بھی ایمان لا سکتے تھے مگر تم نے نہ تو اللہ کے پیغمبروں کی بات کو مانا اور نہ کائنات کی نشانیوں کو دیکھ کر۔

حالانکہ سامنے کی بات تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ اللہ نے بلندیوں سے پانی کو برسایا جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور وہ سرسبز و شاداب ہوگئی۔ اس سے ان کا رزق پیدا کیا گیا اور وہ اس رزق کا استعمال کرتے تھے مگر انہوں نے اس بات پر کبھی غور و فکر نہیں کیا کہ اتنے بڑے جہان کو کون ذات چلا رہی ہے۔ البتہ خوش نصیب لوگ ان تمام باتوں کو دیکھ کر ہی اللہ پر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

فرمایا کہ وہ اللہ جو اس پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے وہ نہایت بلند درجوں والا اور عرش عظیم کا مالک ہے۔ وہی اللہ وحی نازل کر کے انسانوں کی ہدایت کا سامان کرتا ہے تا کہ ان کو قیامت کے ہولناک دن اور برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ اور خبردار کر دے لیکن وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس کی کسی کو خبر نہیں ہے حالانکہ اللہ انسانوں کے دلوں کا حال اور انسان آنکھوں سے جو خیانت کرتا ہے جس کا برابر والے کو بھی اندازہ نہیں ہوتا اللہ انسان کی اس کیفیت سے بھی بخوبی واقف ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین کو قیامت کے اس دن سے ڈراتے رہیے جب کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے اور گناہ گاروں کے دل رنج و غم سے بھر چکے ہوں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے کہ آج دنیا کے بادشاہ اور فرماں روا کہاں ہیں؟ آج کس کی سلطنت ہے؟ چونکہ اس وقت سب فنا ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ خود ہی جواب عنایت فرمائیں گے کہ صرف ایک اللہ کی بادشاہت اور سلطنت و حکومت ہے۔ آج فیصلے کا دن ہے آج ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی ہر ایک کو پورا پورا انصاف ملے گا۔

مذکورہ آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ قیامت کا ہولناک دن ہوگا جس میں ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے جو گھٹن ہوگی ہر شخص کو ایسا محسوس ہوگا کہ جیسے اس کا دل اس کے حلق میں دھڑک رہا ہے اسی کو محاورہ میں کلیجہ منہ کو آجانا کہا جاتا ہے۔ اللہ کے مقرب

فرشتے اہل ایمان کے لئے دعا کریں گے کہ وہ قیامت کے دن ہر طرح کی تکلیفوں سے محفوظ رہیں۔لیکن کفار ومشرکین کا برا حال ہوگا۔مگر کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہوگی۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ارشاد ہے

اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کرنے کو حرام کیا ہوا ہے اور تمہارے اوپر بھی حرام قرار دے دیا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔فرمایا کہ اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اعمال ہیں جن کو میں اپنی نظروں میں رکھتا ہوں اور ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا لہٰذا جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد وثنا کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ کو ملامت کرے (یعنی گناہوں سے باز آجائے) (حدیث قدسی)۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔☆ ایک وہ جو بخش دیئے جائیں گے۔☆ دوسرے وہ گناہ جو بخشے نہیں جائیں گے۔☆ تیسری قسم کے گناہ وہ ہیں جن میں سے کچھ بھی چھوڑا نہیں جائے گا۔جن گناہوں کی بخشش اور معافی ہوگی وہ گناہ ہیں جن کو کرنے کے بعد توبہ کر لی گئی ہوگی۔جو گناہ نہیں بخشا جائے گا وہ شرک ہے جسے اللہ کبھی معاف نہ کرے گا۔اور جو چھوڑا نہیں جائے گا وہ حقوق کا گناہ ہے جو پورا پورا دلوایا جائے گا ظالم سے مظلوم کو غاصب سے مغصوب کو۔اگر کسی نے کسی کو طمانچہ مارا ہوگا یا گالی دی ہوگی تو اس کا پورا پورا بدلہ دلوایا جائے گا۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ تاکید فرماتے تھے کہ جس پر کسی کا حق ہو وہ اس کو اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن درھم ودینار نہ ہوں گے حقوق کے بدلے اعمال ادا کئے جائیں گے۔

(۴)۔انسان جو بھی عمل کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں اچھا کر رہا ہوں یا برا، نہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے اور نہ اس کا حساب کتاب ہوگا لیکن اللہ نے فرمایا کہ انسان وہ گناہ جو آنکھوں سے کرتا ہے یا سینے کے اندر چھپے ہوئے دل میں کرتا ہے اس کا علم دنیا میں کسی کو نہیں ہوتا لیکن اللہ آنکھوں کی خیانت اور دلی جذبوں سے بھی پوری طرح واقف ہے۔اسی لئے نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے تھے جو آپ نے امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ

اے میرے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریاکاری اور دکھاوے سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک وصاف رکھئے گا کیونکہ بے شک آپ تو آنکھوں کی خیانت اور دل میں چھپے ہوئے خیالات تک سے واقف ہیں۔

(۵)۔اللہ کی نشانیوں میں سے بارش کی بھی ایک نشانی ہے۔بارش کی وجہ سے کھیت لہلہاتے ہیں اور انسانوں کی غذا کا انتظام کیا جاتا ہے۔اگر انسان صرف اتنی بات پر غور کر لے کہ وہ ایک لقمہ جو اس کے حلق کے نیچے اتر رہا ہے اس میں کائنات کی اور اس میں رہنے والے کتنے انسانوں کی محنت ومشقت شامل ہے۔اگر اللہ یہ نظام قائم نہ فرماتا تو صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی اپنا وجود قائم نہ رکھ سکتے۔

جس طرح اللہ نے بارش کے ذریعہ انسانوں کا رزق عطا کیا ہے اسی طرح اس نے انسان کی روحانی زندگی کے لئے وحی

نازل کی ہے۔ جس طرح بارش سے مردہ زمین میں تروتازگی اور زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح وحی کے ذریعہ مردہ دلوں کو ایک نئی روحانی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

۳۰۷/۸

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں؟ (اگر چلتے تو) دیکھتے کہ جو لوگ ان سے

پہلے (نافرمان) تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ قوت وطاقت میں ان سے بھی زیادہ تھے اور زمین میں (اپنے آثار، کھنڈرات) نشانیوں کے اعتبار سے بھی (بہت کچھ چھوڑ کر گئے ہیں) پھر اللہ نے ان کو ان کے گناہوں (کفر وشرک) کے سبب پکڑ لیا اور اس وقت ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ اس لئے کہ ان کے پاس ان کی طرف (بھیجے گئے) رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا کیونکہ بلاشبہ وہ سخت سزا دینے والا ہے۔

ہم نے موسیٰؑ کو فرعون، ہامان اور قارون کی طرف اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا تھا جنہوں نے کہا تھا کہ موسیٰ تو (نعوذ باللہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالو جو اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں۔ اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو حالانکہ کافروں کا داؤ گمراہی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

فرعون کہنے لگا چھوڑو میں موسیٰ ہی کو قتل کر ڈالتا ہوں۔ وہ اپنے رب کو پکار کر تو دیکھے۔ (لوگو!) مجھے ڈر ہے کہ (اگر موسیٰ کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو) وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا وہ فساد پھیلائے گا۔

موسیٰؑ نے کہا میں نے ہر مغرور ومتکبر اور یوم حساب پر ایمان نہ لانے والوں کے مقابلے میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ حاصل کر لی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

لَمْ يَسِيْرُوْا	وہ چلتے پھرتے نہیں
عَاقِبَةٌ	انجام
اٰثَارًا	نشانات۔ کھنڈرات
وَاقٍ (وَقِیٌّ)	بچانے والا
ضَلٰلٌ	گمراہی
ذَرُوْنِیْ	مجھے چھوڑو (میری بات چھوڑو)
عُذْتُ	میں نے پناہ حاصل کر لی

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ یہاں بہت سی قومیں ابھریں۔ ان کی تہذیب ان کا تمدن ساری دنیا پر چھا گیا۔ ان کی تجارت مال و دولت کی کثرت، بلند و بالا عمارتیں اور قلعے اس کثرت سے تھے کہ ان پر ناز کرتے ہوئے انہوں نے اپنے علاوہ سب کو حقیر سمجھنا شروع کر دیا۔ غرور و تکبر کے ساتھ ساتھ انہوں نے کفر و شرک کی انتہا کر دی۔ ان کی نافرمانیوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ اللہ نے اپنی کتابوں کو بھیجا تا کہ وہ راہ ہدایت حاصل کر سکیں مگر ان پر دنیا داری اس قدر غالب آ چکی تھی کہ انہوں نے اللہ کے رسولوں اور اس کے پیغام کو جھٹلانا شروع کر دیا۔ وہ لوگ ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانی کی اس انتہا تک پہنچ گئے تھے جہاں سے ان کی واپسی ناممکن تھی تب اللہ نے ان کو صفحہ ہستی سے اس طرح مٹا دیا کہ آج وہ ایک تاریخی واقعہ اور افسانہ بن کر رہ گئے ہیں۔ کفار قریش جو سردی اور گرمی کے زمانے میں بغیر کسی ڈر اور خوف کے ملک یمن اور ملک شام جا کر دندناتے پھرتے تھے اور تجارت کرتے تھے ان کے راستے میں قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون کی تہذیب کے وہ آثار اور کھنڈرات بھی پڑتے تھے جو کبھی ساری دنیا پر دھاک بٹھائے ہوئے تھے لیکن آج ان کی نافرمانیوں کے سبب وہ نشان عبرت بن کر رہ گئے ہیں۔

ان ہی لوگوں سے خاص طور پر اور ساری دنیا کے لوگوں سے عام طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ کیا وہ زمین پر چل پھر کر ان نافرمان قوموں کا بدترین انجام اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے جو طاقت و قوت میں ان کفار قریش سے بڑھ کر تھے اور انہوں نے اپنے آثار اور کھنڈرات بھی کثرت سے چھوڑے ہیں۔ جب انہوں نے نافرمانی اور گناہوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان کو پکڑا اور سخت سزا دی ان کا مال ان کی دولت اور تہذیب و تمدن کوئی چیز بھی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ انتہائی کھلے کھلے اور واضح معجزات اور دلیلوں کے ساتھ تشریف لائے تو فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ کی نبوت اور پیغام حق کا انکار کیا اور عام لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ موسیٰؑ ایک جادوگر ہیں اور یہ جس معجزہ کی بات کرتے ہیں وہ جادو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ فرعون اور اس کے ہم نوا شروع سے ہی بنی اسرائیل کو ذلیل و خوار کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے چنانچہ حضرت موسیٰؑ جب پیدا ہوئے تو اس وقت فرعونی قوم اسی ظلم پر قائم تھی لیکن معجزاتی طور پر حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے فرعون کے محل میں پہنچا دیا جہاں ان کی پرورش ہوئی۔ جب حضرت موسیٰؑ کو نبوت و رسالت دے کر فرعون کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تو اس نے ایک مرتبہ پھر قوم بنی اسرائیل پر خوف و دہشت طاری کرنے کیلئے یہ حکم جاری کیا کہ جو بھی حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔

تاریخی اعتبار سے تو یہ یقینی علم نہیں ہے کہ فرعون نے اس دوسرے حکم پر عمل کیا یا نہیں بہر حال قوم بنی اسرائیل اس حکم سے شدید دباؤ میں آ گئی۔ لیکن فرعون اور اس کے درباریوں کی ساری تدبیریں غارت ہو کر رہ گئیں۔ فرعون کے درباری اور مشیر سخت پریشان تھے اور فرعون کو شاید یہی مشورے دیتے رہے ہوں گے کہ موسیٰ پر سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل جو بالکل ناکارہ ہو چکے ہیں وہ اٹھ کھڑے ہوں اور فرعون کی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ ایک دن فرعون نے کہا کہ ان سب باتوں کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر دیتا ہوں۔ پھر وہ اپنے رب کو پکارے یا نہ پکارے میں اس کا کام تمام کر دیتا ہوں کیونکہ اگر موسیٰ کو اسی طرح کی آزادی سے گھومنے اور تبلیغ کرنے کی آزادی رہی تو وہ تمہارے مذہب کو بدل ڈالے گا یا وہ فساد مچا کر رکھ دے گا۔ جب حضرت موسیٰ نے یہ سب کچھ سنا تو فرمایا کہ میں فرعون کی دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں کیونکہ میں تمہارے اور اپنے پروردگار کی پناہ اور حفاظت میں ہوں کوئی میرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعون اور اس کے درباریوں کی ساری کوششیں، سازشیں اور ظلم وستم حضرت موسیٰ اور ان پر ایمان لانے والے بنی اسرائیل کا تو کچھ نہ بگاڑ سکے البتہ وہ خود اس طرح پانی میں غرق کر دیئے گئے کہ آج دنیا میں ان کا کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے۔ آج فرعون کا تاج وتخت مصر کے میوزیم میں موجود ہے جو زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ تاج وتخت پر فخر کرنے والے نافرمان مٹ کر رہتے ہیں اور اللہ جو حی و قیوم ہے وہی ساری کائنات کا مالک و مختار ہے ساری قدرت وطاقت صرف اسی کی ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

اور فرعون کی قوم میں سے ایک مرد مومن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی نشانیوں کے ساتھ آیا ہے۔ اگر وہ (موسیٰ) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا (وبال) اس پر پڑے گا۔ لیکن اگر وہ سچا ہے تو وہ جو تم سے وعدہ کر رہا ہے اس کا کچھ تمہیں ضرور پہنچے گا بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں اور جھوٹے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اے میری قوم آج تمہاری بادشاہت ہے، تم زمین میں غالب ہو لیکن اگر تم پر اللہ کا قہر ٹوٹ پڑا تو اس سے بچانے والا اور ہماری مدد کرنے والا کون ہوگا؟

فرعون نے کہا (لوگو!) میں تو تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جس کو میں (تمہارے حق میں) بہتر سمجھتا ہوں اور میں تمہیں بھلائی اور ہدایت کا راستہ دکھا رہا ہوں۔

## لغات القرآن 		آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

یَکْتُمُ	وہ چھپاتا ہے
یُصِیْبُ	وہ پہنچے گا
مُسْرِفٌ	حد سے بڑھنے والا
کَذَّابٌ	بہت جھوٹ بولنے والا
ظٰھِرِیْنَ	چھا جانے والے۔ غالب ہونے والے
بَاْسٌ	عذاب۔ تکلیف
اُرٰی	میں دیکھتا ہوں
اَلرَّشَادُ	ہدایت۔ رہنمائی

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

یہاں ایک مرد مومن کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام المومن رکھا گیا ہے۔ وہ مرد مومن فرعون کے شاہی خاندان کے ایک فرد تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ دربار کے کوئی اعلیٰ عہدیدار تھے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ فرعون کے چچازاد بھائی اور آل فرعون میں سے تھے۔

یہ مرد مومن جن کے تین نام نقل کئے گئے ہیں شمعان، حزقیل اور جبر۔ یہ مرد مومن جو حضرت موسیٰ کی دعوت اور معجزات کو دیکھ کر ایمان لا چکے تھے مگر فرعون کے ظلم وستم اور کسی مصلحت سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ کے قتل کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ کھل کر حضرت موسیٰ کی حمایت پر آ گئے۔ انہوں نے نہایت موثر اور حکیمانہ انداز سے بھرے دربار میں حضرت موسیٰ کے قتل کی مذمت اور ان کی عظمت پر تقریر فرمائی اور کہا کہ تم کتنے ظالم لوگ ہو کہ ایک شخص کو تم صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب مانتا ہے۔ اس مرد مومن کی نبی کریم ﷺ نے بھی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آل فرعون میں سے تین لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا (۱) ایک تو یہ مرد مومن تھے (۲) دوسرے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ (۳) اور تیسرا وہ شخص کہ جب حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے ایک قبطی غلطی سے مارا گیا تھا اور فرعون وقت نے حضرت موسیٰ کے قتل کا فیصلہ کر لیا تھا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے حضرت موسیٰ کو صورت حال بتاتے ہوئے مصر سے چلے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ بعض مفسرین نے پہلے اور تیسرے شخص کو ایک شمار کیا ہے۔ یعنی یہی شخصیات تھیں جنہوں نے فرعون کے ظلم سے بچنے کے لئے اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ بتاؤ آدمیوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے بہادر اور نڈر حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنو قریش کے کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ پر حملہ کر دیا۔ اللہ کی قسم ہم میں سے کسی کو حوصلہ نہ تھا کہ بنو قریش کے قریب بھی جاتے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ قریش پر جھپٹے۔ کسی کا گلہ پکڑتے، کسی کے کاندھے ہلاتے اور فرماتے جاتے "وَيْلَكُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ" تمہاری تباہی ہو کہ تم ایک شخص کو محض اس لئے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے اپنے منہ پر چادر ڈال لی اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ بتاؤ آل فرعون کا مرد مومن بہتر ہے یا ابوبکر صدیقؓ۔ سب خاموش رہے تب حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب نہیں دیتے۔ لیکن اللہ کی قسم آل فرعون کے مرد مومن کے مقابلے میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک ایک ساعت بہتر ہے کیونکہ اس مرد مومن نے تو اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا اور ابوبکر صدیقؓ ایسے شخص تھے جنہوں نے اپنے ایمان کو سب کے سامنے ظاہر کر رکھا تھا۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صدیقین چند ہیں (۱) ایک حبیب نجار ہیں (جن کا قصہ سورۃ یاسین میں آیا ہے)۔(۲) دوسرے آل فرعون میں سے یہ مرد مومن (۳) اور تیسرے ابوبکر صدیق ہیں جو ان سب سے افضل ہیں (قرطبی)

اس مرد مومن نے فرعون، آل فرعون اور درباریوں کو مختلف طریقوں سے ایمان کی طرف دعوت دی جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔

اس مرد مومن نے کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس کھلے ہوئے معجزات اور نشانیاں لے کر آیا ہے۔ اگر وہ شخص (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال خود اسی شخص پر پڑے گا۔ لیکن اگر وہ سچا ہے تو پھر وہ جو کچھ کہہ رہا ہے تو کیا تم اس عذاب سے بچ سکو گے؟ اللہ کا نظام ہے کہ جو لوگ حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں یا جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں ان کو راہ ہدایت کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ اس مرد مومن نے کہا کہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ آج تمہیں حکومت وسلطنت اور ہر طرح کی طاقتیں حاصل ہیں تم زمین پر غالب ہو لیکن اگر اللہ کا قہر اور عذاب ہم پر ٹوٹ پڑا تو ہمیں اس سے بچانے والا کون ہوگا؟ اس وقت ہماری مدد کون کرے گا؟

مرد مومن کی تقریر کا سلسلہ جاری تھا کہ فرعون نے لوگوں کو اس مرد مومن سے متاثر ہوتے دیکھا تو درمیان درمیان میں مداخلت کرتا رہا۔ کہنے لگا لوگو! میں تمہیں وہی بات بتا رہا ہوں جسے میں تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھا رہا ہوں اس کی مراد یہ ہوگی کہ یہ مرد مومن جس بات کو کہہ رہا ہے اس میں تمہاری کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہے اور جو راستہ میں تمہیں دکھا رہا ہوں وہی تمہاری نجات کا ذریعہ ہے۔

اس کے بعد کی آیات میں اس مرد مومن کی باقی نصیحتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۙ ﴿٣٦﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾

ع ١٠ ٤ ٩

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۷

اور وہ شخص جو ایمان لے آیا تھا اس نے کہا اے میری قوم! میں تمہارے اوپر تم سے پہلے گذرے ہوئے گروہوں کے جیسے عذاب سے ڈرتا ہوں (جو ان پر آیا تھا) جیسا حال قوم نوحؑ، قوم عاد اور قوم ثمود کا ہوا اور وہ جو ان کے بعد آئے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور اے میری قوم! میں تم پر چیخ و پکار کے اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے لیکن تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ بھٹکا دے اسے راہ ہدایت دکھانے والا کوئی نہیں۔ اس سے پہلے تمہارے پاس یوسفؑ کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ مگر تم اس چیز سے شک میں ہی پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔ اور انتقال کر گئے تو تم نے کہنا شروع کر دیا

کہ اب ان کے بعد اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔ اس طرح اللہ اس کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گذرنے والا اور شک میں پڑا رہنے والا ہے۔

اور وہ لوگ جو بغیر کسی دلیل کے جو انہیں دی گئی تھی ان آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک ہر وہ بات جو (ٹیڑھی میڑھی ہو) سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس طرح اللہ ہر مغرور اور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ فرعون نے (ایک دن) ہامان سے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت تعمیر کر دے۔ شاید کہ میں (آسمان کے) راستوں تک پہنچ جاؤں۔ تاکہ میں موسیٰ کے رب کو جھانک کر دیکھوں۔ اور بے شک میں اس کو جھوٹا (آدمی) سمجھتا ہوں۔ اور اس طرح فرعون کے بدترین اعمال (اس کی نظروں میں) اسے خوبصورت بنا کر دکھا دیئے گئے۔ اور اس کو سیدھے راستے سے روک دیا گیا۔ اور فرعون کی ہر تدبیر (ہر کوشش) اس کو تباہی (کے کنارے تک پہنچانے کا سبب) تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۷

دَاْبٌ	دستور۔ قاعدہ۔ قانون
اَلتَّنَادُ	چیخ و پکار
عَاصِمٌ	بچانے والا
هَادٌ	ہدایت دینے والا۔ رہبر و رہنما
مَازِلْتُمْ	تم ہمیشہ رہے
مُرْتَابٌ	شک کرنے والا
يَطْبَعُ	وہ مہر لگاتا ہے
جَبَّارٌ	بہت سختی کرنے والا

اِبْنِ (بِنَاءٌ)	تعمیر کردے
صَرْحًا	عمارت۔محل
اَطَّلِعُ	میں جھانکوں گا
زُيِّنَ	خوبصورت بنادیا گیا
صُدَّ	اس نے روک دیا
كَيْدُ	تدبیر۔فریب
تَبَابٌ	تباہی۔بربادی

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۷

اس سے پہلی آیات میں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ آل فرعون میں سے ایک مردمومن نے بھرے دربار میں حضرت موسیٰؑ کی تائید کرتے ہوئے آل فرعون کو حضرت موسیٰؑ کے قتل سے منع کیا تھا اوران کو متعدد نصیحتیں کی تھیں۔اس مردمومن نے مزید کہا کہ لوگو! اگر تم موسیٰؑ کو اسی طرح جھٹلاتے رہے اوران کی مخالفت اور دشمنی پر اسی طرح اڑے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہیں وہ دن دیکھنا نہ پڑے جو تم سے پہلی قوموں قوم نوحؑ، قوم عاد اور قوم ثمود اور ان کے بعد آنے والی نافرمان قوموں نے دیکھا تھا۔اللہ نے ان لوگوں پر اپنی رحمتیں نازل کیں۔ ہر طرح کی نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا لیکن وہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی، سرکشی اور نافرمانیوں پر اڑے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ قومیں مختلف عذابوں میں تباہ و برباد کردی گئیں۔اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ کسی پر ظلم وزیادتی نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ کر لیتے ہیں۔اس مردمومن نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ عذاب تمہارے اوپر بھی آ گیا جو گذشتہ قوموں پر آیا تھا تو پھر تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہ سکے گا کیونکہ جو خود ہی راستے سے بھٹک جائے اور ہدایت سے منہ پھیر لے تو ایسے آدمی کو راہ ہدایت نصیب نہیں ہوا کرتی۔اس مردمومن نے کہا کہ یہی وقت ہے کہ سچائی کا راستہ اختیار کر لیا جائے اور حضرت موسیٰؑ کی قدر کی جائے کیونکہ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر بعد میں سوائے شرمندگی اور پچھتانے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔جس طرح لوگ حضرت یوسفؑ کی زندگی میں تو بڑے اعتراض کرتے رہے لیکن ان کے جانے کے بعد قوم کو احساس ہوا کہ حضرت یوسفؑ کا وجود کس قدر رحمت اور برکت کا سبب تھا۔ان کی قوم حضرت یوسف کے وصال

کے بعد اس قدر مایوس ہوگئی اور کہنے لگی کہ اب ان کے بعد کوئی رسول کیا آئے گا۔ یعنی ان جیسا رسول تو اب آ ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو حد سے بڑھ جانے والے اور جھوٹ اور شک کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔ جن کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ بغیر کسی دلیل کے اللہ کی آیات میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ اللہ ایسے جابر و ظالم لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور ایسے لوگ اللہ کے غصے اور غضب کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔

جب فرعون نے دیکھا کہ مرد مومن کی باتوں سے لوگ متاثر ہو رہے ہیں تو اس نے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے ایک نہایت غیر سنجیدہ اور نا معقول بات کرتے ہوئے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک ایسی اونچی بلڈنگ تعمیر کرا دے جہاں سے میں موسیٰؑ کے رب کو جھانک کر دیکھ سکوں کیونکہ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ موسیٰ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہے۔

تاریخی اور معتبر روایات سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ فرعون یا اس کے وزیر نے کوئی ایسی اونچی بلڈنگ بنوائی ہو۔ بلکہ ایسا لگتا ہے کہ فرعون نے اس طرح لوگوں کی توجہ ہٹانے اور بات کو مذاق میں اڑانے کی کوشش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح اللہ نے فرعون کے غیر سنجیدہ اور بدترین اعمال کو اس کی نظروں میں خوبصورت بنا دیا تھا جس سے اس کی عقل ماری گئی تھی۔ اور اس طرح فرعون کی ہر سازش اور ہر تدبیر اس کو تباہی کے کنارے تک پہنچانے کا سبب بنتی چلی گئی۔ اور آخر کار وہ اور اس کے ساتھی اپنی گمراہیوں کے سمندر میں غرق ہو کر تباہ و برباد ہوگئے۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ

النصف

اِلَيۡهِ لَيۡسَ لَهٗ دَعۡوَةٌ فِى الدُّنۡيَا وَلَا فِى الۡاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ هُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذۡكُرُوۡنَ مَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ‌ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمۡرِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقٰٮهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوۡا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ‌ۚ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا‌ ۚ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ ۚ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۶

اور وہ شخص جو ایمان لا چکا تھا اس نے کہا کہ اے میری قوم! تم میرا کہا مانو۔ میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اے میری قوم (کے لوگو!) اس دنیا کے سامان میں بہت تھوڑا سا فائدہ ہے۔ اور بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ جس نے کوئی برا عمل کیا اسے اسی جیسا بدلہ ملے گا۔ اور جس نے عمل صالح کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی جنتوں میں داخل ہوں گے جن میں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

اے میری قوم (کے لوگو!) کیسی عجیب بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس طرف بلا رہے ہو کہ میں اللہ کا انکار کر دوں اور انہیں شریک ٹھہراؤں جن کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ جب کہ میں تمہیں اس اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو زبردست اور معاف کرنے والا ہے۔ یقیناً جس چیز کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں۔ اور بے شک ہم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اور بے شک حد سے بڑھنے والے ہی سب کے سب اہل جہنم ہیں۔

پھر جو کچھ میں کہتا ہوں (آئندہ) تم اس کو یاد کرو گے۔ اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور بے شک اللہ اپنے بندوں (کے حالات سے) خوب واقف ہے۔

پھر اللہ نے اس مومن بندے کو ان کی سازشوں سے بچا لیا۔ اور پھر قوم فرعون کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔ پھر صبح و شام ان پر (قیامت تک) عذاب پیش کیا جاتا رہے گا۔ اور قیامت کے دن قوم فرعون سے کہا جائے گا کہ وہ (جہنم کے) سخت عذاب میں داخل ہو جائیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٨ تا ٤٦

دَارُالْقَرَارِ ہمیشہ رہنے والا۔ سکون والا گھر

مَالِیْ (تعجب کے لئے) مجھے کیا ہوا؟

لَا جَرَمَ (شک نہیں) یقیناً

اُفَوِّضُ میں سپرد کرتا ہوں

مَکَرُوْا انہوں نے تدبیر کی

حَاقَ چھا گیا

یُعْرَضُوْنَ پیش کیا جاتا ہے

غُدُوًّا صبح

عَشِیٌّ شام (رات)

اَشَدُّ سخت۔ شدید

تشریح: آیت نمبر ٣٨ تا ٤٦

آل فرعون میں سے جو مرد مومن ایمان لا چکا تھا اس نے فرعون کے دربار میں فرعون اور درباریوں کے دباؤ، دھمکی اور لالچ دیئے جانے کے باوجود اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم میری باتوں کو غور سے سنو اور میں

تمہیں جس راستے پر چلنے کی دعوت دے رہا ہوں اس پر چلو کیونکہ میں تمہیں سیدھا راستہ بتا رہا ہوں جس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کا راز پوشیدہ ہے۔ مرد مومن نے کہا کہ دنیا تو فانی ہے جو ایک وقت آنے پر ختم ہو جائے گی۔ یہاں کا عیش و آرام یہ سب عارضی، وقتی اور چند روزہ ہے۔ یہاں کے عیش و آرام کی وجہ سے اپنے آخرت کے حقیقی فائدے کا نقصان نہ کرو تم اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی راحتوں کی فکر کرو کیونکہ آخرت کی زندگی کو قرار ہے۔

اللہ کا دستور ہے کہ جو آدمی جیسا کرے گا اس کو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص صاحب ایمان اور عمل صالح کا پیکر ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اللہ ایسے لوگوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن میں بے حساب رزق عطا کیا جائے گا۔

اس تقریر کے بعد فرعون اور اس کے درباریوں نے اس مرد مومن کو نصیحت کی ہوگی کہ وہ حضرت موسیٰ کی باتوں میں نہ آئے اور اپنے قدیم مذہب کی طرف لوٹ جائے۔ اس پر اس مرد مومن نے کہا کتنے افسوس کا مقام ہے کہ میں تو تمہیں ہدایت اور نجات کا راستہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے اللہ کی نافرمانی پر اکسا رہے ہو اور تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کروں جو اپنی ذات میں واحد و یکتا ہے۔ یہ شرک ایسی بدترین چیز ہے جس کا فائدہ نہ تو دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ لوگ جو حد سے گذر جائیں گے اور کفر و شرک سے توبہ نہ کریں گے وہ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس مرد مومن نے کہا کہ ابھی تم لوگوں کو میری ان باتوں کی پرواہ نہیں ہے لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب تم میری ان باتوں کو یاد رکھو گے۔ اس مرد مومن نے کہا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ وہی اپنے بندوں کا نگہبان اور محافظ ہے۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے ایسی سچی باتوں پر اس مرد مومن کو ہر طرح سے دھمکایا ہوگا مگر اس مرد مومن پر اس کی دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور اللہ نے اس مرد مومن کو آل فرعون کی سازشوں اور فریب سے محفوظ فرما دیا اور اللہ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں پر زبردست عذاب نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ صرف فرعون اور آل فرعون کو پانی میں غرق کر دیا گیا اور اس طرح ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو گیا۔ بلکہ اس سے بڑا عذاب یہ ہے کہ ان فرعونیوں پر قیامت کے دن تک ہر روز صبح و شام اسی عذاب کو پیش کیا جاتا رہے گا اور قیامت میں فرعون اور آل فرعون سے کہا جائے گا کہ وہ سخت ترین عذاب میں داخل ہو جائیں۔

ان آیات کے سلسلہ میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہوں گی۔ ہر روز صبح و شام دو مرتبہ جہنم ان کے سامنے لائی جاتی ہے اور جہنم دکھا کر کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہارا ٹھکانا (ابن ابی حاتم)۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے بھی ایک روایت نقل کی گئی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو عالم برزخ میں صبح و شام اس کو وہ مقام دکھایا جاتا ہے جہاں قیامت کے دن حساب کتاب کے لئے پہنچنا ہے یہ مقام دکھا کر روزانہ کہا جاتا ہے کہ تجھے آخر کار اس جگہ پہنچنا ہے اگر یہ شخص اہل جنت میں سے ہے تو اس کو مقام جنت دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ اہل جہنم میں سے ہے تو اس کو مقام جہنم دکھایا جاتا ہے (معارف)۔

وَاِذۡ يَتَحَآجُّوۡنَ فِى النَّارِ فَيَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُنَّا لَـكُمۡ تَبَعًا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا نَصِيۡبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُلٌّ فِيۡهَاۤ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ حَكَمَ بَيۡنَ الۡعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادۡعُوۡا رَبَّكُمۡ يُخَفِّفۡ عَنَّا يَوۡمًا مِّنَ الۡعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ تَكُ تَاۡتِيۡكُمۡ رُسُلُكُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوۡا بَلٰى ؕ قَالُوۡا فَادۡعُوۡا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

ع ۱۳ ۵ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

اور جب (وہ سب کفار) جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے تو جو لوگ کمزور تھے وہ تکبر اور بڑائی اختیار کرنے والوں سے کہیں گے کہ ہم نے (دنیا میں) تمہاری تابع داری کی تو کیا تم ہمیں جہنم کی تکلیف سے کچھ بھی بچا سکتے ہو؟ وہ متکبرین کہیں گے ہم سب ہی جہنم میں ہیں۔ اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا۔ اور اس کے بعد جتنے لوگ جہنم میں ہوں گے وہ جہنم کے فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہم سے عذاب میں کمی کر دے۔ (فرشتے) کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ جی ہاں (آئے تھے)۔ (فرشتے) کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو۔ لیکن ان کفار کی دعا اور پکار فضول ہی رہے گی۔ (کوئی فائدہ نہ دے گی)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

يَتَحَآجُّوۡنَ وہ جھگڑتے ہیں

مُغْنُوْنَ	بے نیازی کرنے والے (بچانے والے)
حَكَمَ	اس نے فیصلہ کردیا
خَزَنَةٌ	جہنم پر مقرر (فرشتہ)
يُخَفِّفُ	وہ کمی کرتا ہے
دُعَاءٌ	پکار۔ بلانا

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ حق و باطل کا فیصلہ فرما دیں گے۔ اہل جنت اللہ کی رحمتوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں پر ان کا جرم ثابت ہو جائے گا ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا تب وہ لوگ جو دنیا میں اپنے پیشواؤں کی تابع داری کرتے تھے اور ان کے کہنے پر چلتے تھے عذاب کی شدت سے بوکھلا کر اپنے بڑوں سے یہ کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر وہی کیا جو تم نے ہمیں حکم دیا تھا۔ ہم ہر جگہ تمہارے کام آئے آج ہماری یہ مدد کردو کہ ہم سے اس عذاب کی شدت کو کم کرادو۔ وہ باطل پرست لوگ جو دنیا میں کمزوروں پر مسلط تھے اور اپنی بڑائی کو قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کیا کرتے تھے وہ اس وقت اپنی بڑائی کو بھول جائیں گے اور کہیں گے کہ اب تو اللہ کا فیصلہ آچکا ہے اب ہم کچھ نہیں کرسکتے کیونکہ تمہارا جتنا برا حال ہے اتنا ہی ہمارا بھی ہے تم اور ہم دونوں ہی اس عذاب کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ گویا آج ہم تمہارے کام نہیں آسکتے۔ کمزور لوگ اپنے پیشواؤں سے مایوس ہو کر جہنم کے نگران فرشتوں سے کہیں گے کہ کیا تم ہماری سفارش کرسکتے ہو کہ ہم سے کم از کم کسی ایک دن تو عذاب ہلکا ہو جایا کرے۔ فرشتے ان سے یہ پوچھیں گے کہ یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر واضح دلائل، روشن نشانیوں اور معجزات کے ساتھ نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ وہ آئے تھے مگر زندگی بھر ہم ان کو جھٹلاتے رہے۔ فرشتے کہیں گے کہ پھر ہم کیا کرسکتے ہیں (تم نے خود ہی اپنے لئے گڑھا کھودا تھا)۔ ہم تو اللہ کے سامنے بے بس ہیں تم خود ہی اپنے پروردگار کو پکار کر دیکھ لو۔ جب وہ اللہ کو پکاریں گے تو ان کی پکار اور دعا سب بے اثر اور بے نتیجہ رہے گی کیونکہ اس دن کفار کا رونا چلانا اور اللہ کو پکارنا سب بیکار ہوگا۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ

مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ
اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾
هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ
اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ
بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ
مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْبَصِيْرُ ﴿٥٦﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ
خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَ
مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾
اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ
اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ
دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ ع

۴۳

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

بے شک ہم اپنے رسولوں اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔ اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جب گواہی دینے والے (فرشتے) کھڑے ہوں گے۔

اس دن جب کہ ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے بدترین ٹھکانا ہوگا۔ اور ہم نے موسیٰؑ کی رہنمائی (توریت کے ذریعہ) کی تھی۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا ذمہ دار بنایا تھا جو ہدایت اور اہل عقل و فہم لوگوں کے لئے نصیحت تھی۔ آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اپنی کوتاہی پر معافی مانگتے رہیے اور صبح وشام اپنے رب کی حمد و ثنا کیجئے۔ بے شک جو لوگ بغیر کسی مضبوط دلیل کے اللہ کی آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں دراصل ان کے دلوں میں تکبر اور بڑائی کا (جذبہ) ہے جس کا انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ بس آپ اللہ کی پناہ مانگئے۔ بے شک وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ساری مخلوق کو پیدا کرنے سے بڑا کام تھا۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ ایک اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتا اسی طرح وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے اور وہ لوگ جنہوں نے برے کام کئے وہ دونوں بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ تم میں سے بہت کم لوگ اس پر دھیان دیتے ہیں۔ قیامت تو آ کر رہے گی جس میں کسی طرح شک (کی گنجائش) نہیں ہے۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو یقین نہیں رکھتے ہیں۔ اور تمہارے رب نے فرما دیا ہے کہ مجھے پکارو تو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت و بندگی سے سرکشی کرتے ہیں۔ بے شک وہ ذلیل کر دینے والی جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

یَوْمُ الْاَشْهَادِ گواہی کا دن

مَعْذِرَةٌ	معذرت۔شرمندگی
سُوْءُ الدَّارِ	بدترین گھر۔ براٹھکانا
اَوْرَثْنَا	ہم نے وارث بنادیا۔ذمہ دار بنادیا
دَاخِرِیْنَ (دَاخِرٌ)	ذلیل اور رسوا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ صبر کرنے والے پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں اور آخرت کے اس دن میں بھی مدد فرمائے گا جب فرشتے اللہ کے سامنے حاضر ہو کر لوگوں کے اعمال پر گواہی پیش کریں گے۔فرمایا کہ اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی پرنور کتاب دی تھی جس کا مقصد بنی اسرائیل کی اخلاقی واصلاحی تربیت تھی کہ وہ اللہ کے احکامات کی روشنی میں اپنی بے ترتیب زندگی کی اصلاح ورہنمائی کرسکیں مگر قوم بنی اسرائیل نے اللہ کی اس نعمت کی ناقدری کی اور اپنی بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کی ہر بات سے اختلاف شروع کردیا۔حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو نافرمانیوں سے روکتے رہے اور ان کی بے حسی پر صبر کرتے رہے۔تب اللہ نے اس قوم پر اپنا وعدہ پورا کردیا۔فرعون، اس کی قوم اور اس کی سلطنت کو سمندر میں غرق کردیا اور قوم بنی اسرائیل کے صاحبان ایمان کو فرعون کے ظلم وستم اور زیادتیوں سے نجات عطا فرمادی۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے حضرت موسیٰؑ اور قوم بنی اسرائیل کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ بھی صبر اور برداشت سے کام لیجئے اور اسی کی تلقین اپنے صحابہؓ کو بھی کرتے رہیے وہ وقت دور نہیں ہے جب اللہ کا سچا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور نافرمانوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! اگر اس سچائی کے راستے میں کہیں بھی کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو اس پر اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگ لیجئے۔صبح وشام اللہ کی حمد وثناء کیجئے وہ مہربان آپ پر اور اہل ایمان پر اپنی رحمتوں کو نازل کرے گا۔رہے وہ لوگ جو اپنے غرور وتکبر اور بڑائی کی تسکین

کے لیے بے دلیل مخالفت اور جاہلانہ کج بحثیوں میں لگے رہتے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اللہ کے سچے پیغام کو ہر شخص تک پہنچاتے رہیے جو نافرمان ہیں ان کو یہ باتیں نہ دنیا میں فائدہ دیں گی اور نہ آخرت میں ان کے کام آئیں گی۔ آپ کو ہر جگہ اللہ کی پناہ حاصل ہے اسی سے پناہ کی درخواست کرتے رہیے وہ تو ہر ایک کی سنتا اور ہر شخص کے حال سے پوری طرح باخبر ہے۔

فرمایا کہ کفار کا یہ اعتراض کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہمارے جسم کے تمام اعضاء کائنات میں بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ کیسے پیدا کئے جائیں گے؟ فرمایا کہ ایسے لوگ ذرا بھی عقل اور سمجھ سے کام لیں تو وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ جس اللہ نے اتنی زبردست اور عظیم الشان کائنات کو بنایا ہے، زمین و آسمان کے نظام کو ترتیب و تخلیق کیا ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کا مالک اور خالق ہے وہی اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے اس کائنات کے مقابلے میں جسمانی طور پر تو انسان بہت چھوٹی سی مخلوق ہے اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل کام ہے۔

فرمایا کہ جس طرح آنکھوں والا اور اندھا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح جو لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں وہ ان کفار کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جن کا بھیانک اور بدترین انجام ہے؟ اس سامنے کی حقیقت پر اکثر لوگ دھیان نہیں دیتے۔

فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے آنے میں شک کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت بہت جلد آنے والی ہے جس کے واقع ہونے میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے ہی پکارو، مجھ سے دعائیں کرو میں تمہاری دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہوں لیکن وہ لوگ جو ہماری رحمت سے مایوس ہیں اور ہر سچائی کا انکار کرنے والے ہیں وہ قیامت کے دن نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم کی آگ میں اس طرح جھونک دیئے جائیں گے کہ وہاں ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ
كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ
يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ
الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ
فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ
اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ
الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَيِّنٰتُ
مِنْ رَّبِّیْ ۫ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِیْ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ ع

وقف لازم

٧/٨/١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو۔ اور اسی نے دن کو دیکھنے بھالنے کے لئے روشن کیا۔ بے شک لوگوں پر اللہ کا یہ فضل و کرم ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے۔ ہر چیز کو پیدا کرنے والا۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پھر تم کہاں الٹے پھرے جا رہے ہو؟ اسی طرح وہ لوگ بھی الٹا چلا کرتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ اللہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار وسکون (کی جگہ بنایا) ہے۔ اور آسمان کو (محفوظ) چھت کی طرح۔ پھر اسی نے تمہارا خوبصورت ناک نقشہ بنایا۔ اس نے تمہیں کھانے کے لئے بہترین رزق عطا کیا۔ یہ ہے تمہارا رب اللہ جو بڑی شان والا ہے، جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، وہ زندہ رہنے والا ہے، جس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ تم خالص اعتقاد کے ساتھ اسی اللہ کو پکارو۔ درحقیقت تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ جب کہ میرے پاس میرے رب کی کھلی نشانیاں آچکی ہیں۔ اور (آپ کہہ دیجئے کہ) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ رب العالمین کے سامنے اپنی گردن کو جھکاؤں۔

وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے اور پھر وہ تمہیں ایک بچے کی حیثیت میں (اس دنیا میں) نکال کر لے آیا۔ پھر تم اپنی جوانی کی طاقت کو پہنچ جاتے ہو۔ پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔ بعض تم میں سے پہلے ہی مر جاتے ہیں تا کہ تم اپنے مقرر وقت تک پہنچ جاؤ۔ اور شاید کہ تم اس بات کو سمجھو۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پھر جب وہ فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ کہتا ہے ''ہو جا'' اور پھر وہ ہو جاتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸

لِتَسۡكُنُوۡا تا کہ تم سکون حاصل کرو

مُبۡصِرٌ دیکھنے والا۔ روشن

نُهِيتُ	مجھے منع کیا گیا ہے۔ میں منع کیا گیا ہوں
اُمِرْتُ	میں حکم دیا گیا ہوں
تُرَابٌ	مٹی
نُطْفَةٌ	نطفہ (گندہ اور حقیر پانی کا قطرہ)
عَلَقَةٌ	خون کا لوتھڑا
طِفْلٌ	بچہ

تشریح: آیت نمبر ٦١ تا ٦٨

رات دن کے الٹ پھیر اور آنے جانے میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اس کائنات میں زندگی، اس کے اسباب اور ہر چیز ایک با قاعدہ نظام کے تحت رواں دواں ہے۔ جس سے انسانی تہذیب وتمدن، معاشرت اور معیشت کے نئے نئے انداز پیدا ہو رہے ہیں۔ اور کوئی ہستی ہے جو کائنات کی اس مشینری کو چلا رہی ہے۔ اگر دیانت داری سے غور وفکر کی صلاحیتوں کو کام میں لایا جائے تو انسانی فطرت چلا اٹھے گی کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے جو ہر ایک کی ضرورت اور مراد کو پورا کرنے والا ہے۔ اس کائنات میں اللہ کے فضل و کرم کی بے شمار نشانیاں بکھری ہوئی ہیں جو غور وفکر کرنے والوں کو اس کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ اسی اللہ نے اپنی ساری مخلوق میں جسمانی اور ذہنی طور پر انسان کو بہترین مخلوق بنا کر اس کو ہزاروں صلاحیتوں کا مالک بنا دیا ہے۔ لہٰذا ایسے خالق و مالک کے سوا دوسری چیزوں کو معبود اور اس کے سوا کسی اور سے دینی و مذہبی تعلق کی نسبت قائم کرنا انسان کی سب سے بڑی بھول اور ناشکری ہے۔ اللہ نے اپنی نعمتوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے دن کے بعد رات کو بنایا تا کہ دن بھر محنت و مشقت سے تھکا ماندہ انسان جسمانی اور ذہنی راحت و سکون حاصل کر سکے اور صبح کو تازہ دم ہو کر دن کے اجالے میں اپنا رزق تلاش کر کے زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے انسانوں کے سروں پر آسمان کو ایک چھت کی طرح بنا دیا ہے۔ جس طرح ایک گھر کی چھت گرمی، سردی، بارش، دھوپ اور گرد وغبار سے بچنے کا ذریعہ ہے اسی طرح آسمان کی چھت سے انسان اور اس کی تہذیب وتمدن کا تحفظ کیا جاتا ہے کیونکہ کائنات میں ہر آن ایک انقلاب بپا رہتا ہے جس سے کروڑوں اربوں خطرناک جراثیم اور

شعاعیں پھیلتی رہتی ہیں اگر یہ چھت نہ ہوتی تو زہریلے اور خطرناک جرثومے انسان اور اس کے تہذیب وتمدن کو چاٹ جاتے لیکن اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اس کی حفاظت کے اسباب بھی پیدا کئے ہیں اور آسمان کو ایک چھت کی طرح بنا کر ہر طرح کے خطرناک جراثیم سے محفوظ بنادیا ہے۔

زمین جو اس پوری کائنات میں ایک ذرہ اور مچھر کے پر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس کو اس طرح جمادیا ہے کہ وہ اپنے مرکز کے گرد اٹھارہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتی ہے جس سے دن رات اور ماہ وسال پیدا ہوتے ہیں لیکن دنیا بھر میں رہنے والوں کو ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ ان کی دنیا اس قدر تیزی سے دوڑ رہی ہے۔ اللہ نے زمین پر پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا ہے جس سے نہ صرف زمین ایک طرف ڈھلکنے سے محفوظ ہے بلکہ زمین میں آنے والے زلزلے بھی پہاڑوں سے کنٹرول کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو اس دنیا میں بسنے والی مخلوق ایک لمحہ بھی سکون سے نہ رہ پاتی۔ غرضیکہ دن اور رات کا آنا اور جانا، آسمان اور زمین اور اس کے درمیان مخلوق کو اللہ نے انسان کا خادم بنادیا ہے۔

چونکہ سارا نظام کائنات انسان کے لئے ترتیب دیا گیا ہے تو اللہ نے اپنی ساری مخلوق میں انسان کو بہترین سانچوں میں ڈھال کر بنایا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کے رزق کے اسباب پیدا کردیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لے کر اپنی پیدائش پر ہی غور کرلے تو اس کا سر شکر نعمت کے طور پر اللہ کے سامنے ہی جھکا رہے گا۔ اللہ نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا جو ابتداء میں ایک حقیر سا نطفہ تھا جو رحم مادر میں جما ہوا خون تھا پھر وہ گوشت کا لوتھڑا بن گیا پھر اللہ نے اس میں روح کو پھونکا تو وہ جیتا جاگتا گوشت پوست کا انسان بن گیا پھر زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو کوئی بچپن میں مرجاتا ہے اور کوئی عمر طبعی پوری کرتا ہے اور کوئی نکمی عمر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب کا سب دست قدرت کا کمال ہے وہ جس کو جیسا بنانا چاہتا ہے اور جب تک زندہ رکھنا چاہتا ہے رکھتا ہے۔ وہ انسانوں کی طرح اسباب کا محتاج نہیں ہے اس کے ایک لفظ اور اشارہ پر ہر کام ہوجاتا ہے۔ جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو ''کن'' (ہوجا) کہتا ہے اور وہ کام اسی وقت وجود اختیار کرلیتا ہے وہی ایک اللہ ہے جس کی قدرت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔

نبی کریم ﷺ اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو بتایا جارہا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے وہی ہر طرح کی عبادت وبندگی کے لائق ہے اس کے سوا نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کسی طرح کی عبادت کے لائق ہے۔ وہی اللہ کی ذات ہے جو سب کی سنتا ہے اسی کا یہ حق ہے کہ ہر حال میں اسے ہی پکارا جائے۔

فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ نہایت واضح الفاظ میں ساری دنیا کو بتا دیجئے کہ اللہ نے مجھے ہر طرح کی کھلی کھلی نشانیاں عطا فرمائی ہیں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے سوا کسی کو نہ پکاروں۔ وہی خالق و مالک ہے اور وہی رب العالمین ہے وہی عبادت کے لائق ہے جو لوگ اس ایک ہستی کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کی عبادت وبندگی کرتے ہیں وہ زندگی بھر در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور سچائیوں سے منہ موڑ کر وہ جہنم کی آگ کی طرف بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ
اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَاۤ
اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ
اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي
النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ
قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾
اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى
الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ
بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٧٧﴾
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ
وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ
بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ
هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٩ تا ٧٨

کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں وہ کہاں الٹے جارہے ہیں؟ وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب (قرآن مجید) کو اور ان چیزوں کو جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا ہے جھٹلایا ہے تو بہت جلد انہیں معلوم ہو جائے گا جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گی اور ان کو کھولتے پانی کی طرف گھسیٹا جارہا ہوگا۔ اور پھر یہ لوگ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ (بتاؤ) وہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر اس کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ وہ (نہایت بے بسی سے) کہیں گے وہ تو ہم سے غائب ہی ہو گئے (اور ایسا لگتا ہے جیسے) اس سے پہلے ہم ان کو پکارتے ہی نہیں تھے۔ اس طرح اللہ کافروں کو بھٹکا کر رہے گا۔

(فرمایا جائے گا کہ) یہ سب کچھ اسی لئے ہے کہ تم ناحق خوشیاں مناتے اور اترایا کرتے تھے۔ اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ وہ تکبر کرنے والوں کا بدترین ٹھکانا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ کر رکھا ہے اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو (اسی دنیا میں) دکھا دیں گے۔ یا ہم آپ کو وفات دیدیں گے (اور آخرت میں) آپ (ان پر عذاب) کو دیکھیں گے۔ پھر ہماری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں بعض (انبیاء کرام) کے واقعات کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور بعض واقعات کو ہم نے بیان نہیں کیا۔ (لیکن یہ بات آپ دیکھیں گے کہ) کوئی بھی رسول اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ پھر جب فیصلہ ہوگا تو ٹھیک ٹھیک ہی فیصلہ ہوگا۔ اور اس وقت یہ باطل پرست سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٩ تا ٧٨

اَلْاَ غْلٰلُ — زنجیریں

اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ)	گردنیں
اَلسَّلٰسِلُ	طوق (گردن میں ڈالے جانے والے)
يُسْحَبُوْنَ (سُحُبٌ)	گھسیٹے جائیں گے
يُسْجَرُوْنَ (سَجَرٌ)	جھونکے جائیں گے
اَلْحَمِيْمُ	کھولتا گرم پانی
عَنَّا	ہم سے
تَفْرَحُوْنَ	تم خوش ہوتے ہو
تَمْرَحُوْنَ (مَرَحٌ)	تم اتراتے ہو
مَثْوٰى	ٹھکانا
نُرِيَنَّ	ہم ضرور دکھائیں گے
نَتَوَفَّيَنَّ	ہم ضرور وفات دیں گے
خَسِرَ	اس نے نقصان اٹھایا
اَلْمُبْطِلُوْنَ	باطل پر چلنے والے

تشریح: آیت نمبر ٦٩ تا ٧٨

راہ حق سے بھٹک کر ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چلنے والوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کی آیات کو سنجیدگی سے سن کر اس کے رسولوں کی مکمل اطاعت و فرماں برداری اختیار کریں اور اس برے انجام سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں جو انہیں

ایک ایسی جہنم کی طرف لے جارہا ہے جہاں سوائے تکلیفوں اور رسوائی کے اور کچھ نہیں ہے۔

قیامت کے دن جب ان کے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوں گی اور فرشتے انہیں جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جارہے ہوں گے تو ان کے جھوٹے معبود ان کی کوئی مدد نہ کرسکیں گے۔ جب وہ میدان حشر کی گرمی کی وجہ سے پیاس سے بے حال ہو کر پانی مانگیں گے تو جہنم پر متعین فرشتے ان کو گھسیٹتے ہوئے پانی کے ایسے چشموں کی طرف لے جائیں گے جن میں ٹھنڈے پانی کے بجائے کھولتا ہوا گرم پانی نکل رہا ہوگا جسے وہ پینے پر مجبور ہوں گے۔ گرم اور کھولتے ہوئے پانی پینے کے بعد ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت و بندگی کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ وہ بڑی بے بسی اور شرمندگی کے ساتھ کہیں گے کہ آج تو وہ سارے کے سارے غائب ہوگئے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ آج ہم پر یہ کھل گیا ہے کہ ہم دنیا میں جن معبودوں کو بڑی اہمیت دیتے تھے وہ تو بالکل بیکار اور گئے گذرے تھے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ ان پر ان کی گمراہی کی حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا اور ان کو آگاہ کردے گا کہ وہ جن معبودوں کو اپنا سب کچھ سمجھ کر ان کی عبادت میں مگن رہا کرتے تھے اور حق و صداقت کی کسی بات پر توجہ نہ کرتے تھے آج انہیں ان کے تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ ان تمام باطل پرستوں کو اس جہنم میں داخل کردیں جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس طرح انہیں اپنے تکبر اور غرور کا نتیجہ مل جائے گا اور جہنم کا بدترین ٹھکانا ان کا مقدر ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار کی باتوں پر صبر کیجئے کیونکہ اللہ نے جو وعدہ کر رکھا ہے وہ ایک سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا اور ان متکبرین کو سخت سے سخت سزا مل کر رہے گی۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ ہوسکتا ہے ان کا برا انجام اسی دنیا کی زندگی میں آپ کو دکھا دیا جائے یا آپ کی وفات کے بعد ان کو سخت ترین سزا دی جائے۔ اور آخرت میں تو رسوائی اور ذلت سے یہ لوگ بچ ہی نہیں سکتے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے تھے جنہوں نے حق و صداقت کی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کی۔ ان میں سے بعض رسولوں کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے اور بعضوں کا حال بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ ان رسولوں میں سے کسی کو اس بات کا اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ وہ امت کی ہر بات اور ہر

فرمائش کو پورا کریں۔ یا اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ دکھا سکیں۔ اور جب اللہ کا فیصلہ آ جاتا ہے تو باطل پرستوں کو سوائے نقصان کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ لہٰذا ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی اپنے حق میں کوئی بہتر فیصلہ کر لیں ورنہ اللہ کا فیصلہ آنے کے بعد ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾

٩ ع ٧ ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۵

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی (جانور) بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرسکو اور ان میں سے (بعض کا گوشت) کھاؤ۔

اور تمہارے لئے ان میں اور بہت سے نفع ہیں تاکہ تم ان مقاصد (جگہوں) تک پہنچ سکو جو تمہارے دلوں میں ہیں۔ان پر بھی اور کشتی (جہازوں) پر بھی تم سواری کرتے ہو۔

وہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔

پھر تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے؟ کیا پھر وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ جو ان سے پہلے مشرک گذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا؟ حالانکہ ان میں سے اکثر تعداد اور قوت میں (تم سے) بڑھ کر تھے۔

جو زمین پر بہت سے آثار (کھنڈرات، نشانیاں) چھوڑ کر گئے ہیں۔

لیکن ان کا کیا کرایا ان کے کسی کام نہ آسکا۔

اور جب ان کے رسول (ان کے پاس) کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو انہیں حاصل تھا۔

پھر ان کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لے آئے۔

اور ہم ان (تمام چیزوں) کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم (اللہ کا) شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔

لیکن جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان لانے سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔

یہی اللہ کا (لگا بندھا) دستور ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آرہا ہے۔اور اس وقت کافر نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۵

اَلْاَنْعَامُ	مویشی۔ جانور
لِتَرْكَبُوا	تا کہ تم سواری کرو
حَاجَةٌ	ضرورت
تُنْكِرُوْنَ	تم انکار کرو گے
مَا اَغْنٰى	کام نہ آیا
خَلَتْ	گذر گئی
سُنَّتَ اللّٰهِ	اللہ کا قانون۔ اللہ کا دستور

تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۵

سورۂ مومن کی آخری آیات میں انسانی زندگی گذارنے کی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً غذا، سواری، صنعتیں، سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لے جانے کے اسباب وغیرہ۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو انسان کو اپنی زندگی اور تہذیب و تمدن کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل ہو جائے۔

اللہ نے انسان کو ان بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے جس پر ہر انسان کو ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے لیکن انسان اللہ کی ان نعمتوں پر شکر کے بجائے نافرمانی اور غرور و تکبر کرنے لگتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پھر اللہ ایسی قوموں کو مٹا کر نشان عبرت بنا دیتا ہے۔

اللہ کی بہت سی نعمتوں میں سے طرح طرح کی سواریاں بھی ہیں جو زمانہ کی تبدیلیوں اور تقاضوں کے تحت بدلتی رہتی ہیں مثلاً آجکل کاریں، ریلیں، ہوائی جہاز اور کارگو جہاز وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ خود انسان اور اس کی بہت سی ضروریات کو ان

کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے جو ان کی تہذیبی اور تمدنی ترقی کا ذریعہ ہیں لیکن اس سے پہلے دور میں مویشی ہوا کرتے تھے جن پر لوگ سواری بھی کرتے تھے اور وقت ضرورت ان کو کھایا بھی کرتے تھے اور آج بھی جہاں تک یہ ترقیات نہیں پہنچیں وہاں ان مویشیوں کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن نئی نئی سواریوں کی ایجاد اور سہولتوں نے انسان کی چلت پھرت کو بہت سہل بنادیا ہے جس سے انسان ساری دنیا میں بڑی سہولتوں سے سفر کرتا ہے۔

بہر حال سواری، غذا اور مختلف صنعتیں اور نئی نئی ایجادات انسان کے لئے اللہ کی نعمتیں ہیں جن پر انسان ان نعمتوں کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔

دین اسلام بھی یہی چاہتا ہے کہ اہل ایمان اسلام کے احکامات کی روشنی میں خوب ترقی کریں۔ پھلیں پھولیں لیکن ناشکری نہ کریں کیونکہ یہ چیزیں انسانی ضروریات کی ہیں جن کو استعمال کرنا اور برتنا ممنوع نہیں ہے

لیکن اسلام جن چیزوں سے منع کرتا ہے وہ انسان کی یہ سوچ ہے کہ یہ دنیا اور اس کی راحتیں اس کے پاس ہمیشہ کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ زمین پر چل پھر کر گذری ہوئی قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ وہ قومیں تہذیب، تمدن، معاشرت اور معیشت میں بہت مضبوط تھیں لیکن جب انہوں نے مال و دولت کی کثرت پر اترانا اور غرور کرنا شروع کر دیا اور اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بنالیا، انبیا کرامؑ میں سے جس نے بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی انہوں نے نافرمانی کی تب اللہ کا فیصلہ آگیا جس کے سامنے کسی کی طاقت وقوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور اس طرح نافرمان قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ان کی زندگیوں کو دوسروں کے لئے نشان عبرت بنادیا۔

اللہ نے ان قوموں کی قوتوں اور شاندار ترقیات کے باوجود ان کو تباہ و برباد کر دیا اب ان قوموں کے آثار یا تو کھنڈرات کی شکل میں ہیں یا زمین کے نیچے یا سمندر کی گہرائیوں میں دبے ہوئے ہیں۔

ان آیات میں اس طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ جب بھی انبیاء کرامؑ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی قوموں کو ان کی نافرمانی پر برے انجام سے آگاہ کیا تو انہوں نے انبیاء کرام کی ہر بات کو حقیر سمجھ کر اس کو ٹھکرا دیا اور غرور و تکبر کا طریقہ اختیار کرتے چلے گئے لیکن جب انہوں نے عذاب الٰہی کو آتے دیکھا تو پھر وہ کہنے لگے کہ اب ہم ایمان لاتے ہیں۔ ایک اللہ کو مانتے اور ہر طرح کے شرک سے توبہ کرتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اب ان کا ایمان لانا یا توبہ کرنا اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے کیونکہ اللہ کا دستور اور قانون یہ ہے کہ جب عذاب الٰہی سامنے آجائے یا اس کے فرشتے سامنے آجائیں تو پھر یہ مہلت عمل ختم ہونے کا اعلان ہوتا ہے نہ کہ عمل شروع کرنے کا۔

درحقیقت ان آیات میں کفار مکہ سے خاص طور پر اور قیامت تک آنے والی نسلوں سے کہا جارہا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اور اس کی سہولتوں میں اس طرح مگن نہ ہوجائیں کہ دنیا ہی کو اپنا سب کچھ سمجھنے لگیں بلکہ اس عذاب سے بچنے کی ابھی سے تدبیر کریں جو ان کے برے اعمال کے نتیجے میں ان سے دور نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت نکل جائے اور پھر مہلت عمل نہ مل سکے۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۃ المومن کا ترجمہ اور اس کی تشریح تکمیل کو پہنچ گئی۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۴ تا ۲۵

• فمن اظلم • الیہ یرد

سورة نمبر ۴۱

حٰمٓ السَّجدة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	41
کل رکوع	6
آیات	54
الفاظ وکلمات	809
حروف	3406
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ نہایت رحم و کرم کرنے والے اللہ نے قرآن کریم کو عربی میں اس لیے نازل کیا ہے تاکہ جو لوگ قرآن کے مخاطب اول (مکہ والے۔ عرب والے) ہیں وہ اس کو اچھی طرح سمجھ کر ساری دنیا کے لوگوں کو سمجھائیں اور انہیں کوئی دشواری نہ ہو۔

☆ یہ قرآن ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لیے خوش خبری اور اس کو نہ ماننے والوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ اور خبردار کرنے کا ذریعہ ہے۔

☆ کفار و مشرکین کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! آپ جو باتیں ہم سے کرتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتیں نجانے کیا پردہ یا رکاوٹ ہے۔ لہٰذا آپ اپنی جدوجہد کیجیے اور ہمیں اپنے کام دھندے میں لگا رہنے دیجیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تم جیسا ہی ایک بشر ہوں میری طرف جو بھی وحی کی جاتی ہے وہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں پھر بھی تم میری بات کو نہیں سمجھتے۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ہمارا اور تمہارا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ تمہیں اسی سیدھے راستے کی طرف چل کر اپنے گناہوں سے معافی مانگنا چاہیے۔

☆ فرمایا کہ یہ مشرکین کس قدر بدنصیب لوگ ہیں نہ تو انسانیت کے بھلے کے لیے کوئی کام کرتے ہیں نہ انہیں آخرت کی زندگی پر یقین ہے۔ حالانکہ اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جو لوگ ایمان اور صالح کی زندگی گزاریں گے ان کو ہمیشہ بہترین اجر و ثواب دیا جائے گا جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

فرمایا کہ قوم عاد اور قوم ثمود کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ دونوں وہ زبردست اور طاقت ور قومیں تھیں کہ انہیں اپنی قوت و طاقت پر غرور کی حد تک ناز تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر طاقت و قوت میں کوئی ہے تو وہ سامنے آئے۔ ان کی اصلاح کے لیے انبیاء کرام تشریف لائے انہیں ہر طرح سمجھایا۔ جب انہوں نے مسلسل نافرمانیاں کیں تو ان کو اسی طرح بنیادوں سے کھود کر رکھ دیا کہ آج ان کے کھنڈرات ان کفار اور انکار کرنے والوں کی بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہیں جن کی تباہی ایک عبرت کی مثال بن کر رہ گئی ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر یہ کفار صرف زمین و آسمان کی پیدائش پر ہی ذرا غور کر لیتے تو وہ اللہ کی توحید اور عظمت کا انکار کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے چھ دنوں میں اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ اس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کر کے اس پر

جب یہ نافرمان لوگ جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے تو پھر انہیں احساس ہوگا کہ واقعی ہمیں تو ہر طرح گمراہ کیا گیا ہے۔ وہ اللہ سے درخواست کریں گے الٰہی! اگر آج ہم ان لوگوں کو اور شیطانوں کو دیکھ لیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے تو ہم ان کو اپنے پاؤں سے روند ڈالیں گے۔ لیکن ان کا پچھتانا ان کے کسی کام نہ آسکے گا اور وہ ہمیشہ کی جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

پہاڑوں کو بوجھ بنا کر رکھ دیا تا کہ زمین ساری مخلوق کو لے کر ایک طرف نہ ڈھلک جائے۔ زمین و آسمان کے درمیان کی تمام چیزوں کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ آسمان جو ایک دھوئیں کی طرح تھا اس کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اس طرح کائنات کو بنانے کا یہ عمل صرف چھ دنوں میں مکمل کر دیا۔ پھر آسمان کو چاند، سورج اور ستاروں سے خوبصورتی عطا کی۔ زمین و آسمان سے کہا گیا کہ وہ خوشی سے یا مجبوری سے آجائیں تو انہوں نے خوشی سے عرض کیا کہ ہم حاضر ہیں۔ اسی نے سات آسمان بنائے ہیں۔ اب تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ ان تمام چیزوں کو جس ذات نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا ہے کیا اس کی کائنات میں دوسرا کوئی مستحق ہے کہ اس کی عبادت و بندگی کی جائے۔

☆ قوم ثمود اور قوم عاد کا ذکر کر کے بتایا کہ یہ کتنی زبردست قومیں تھیں جن کو اپنی قوت و طاقت پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا اور کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ قوت و طاقت میں اور کون ہے؟ لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو اس نے ان قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور ان کا بڑا بھیانک انجام ہوا۔

☆ قیامت کے دن جب اللہ ان دشمنان اسلام کو جمع کرے گا اور ان کے کیے ہوئے اعمال سے متعلق پوچھا جائے گا تو وہ اپنے اعمال کا انکار کریں گے تب ان کے اعضاء ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ اور ان کی کھال تک ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ وہ حیران ہو کر ان اعضاء سے پوچھیں گے کہ تم بھی ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہو؟ تمہیں یہ بولنے کی طاقت کس نے دی؟ وہ کہیں گے کہ جس اللہ نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت دی ہے اسی نے ہمیں بھی قوت گویائی عطا فرمائی ہے۔ تم نے ہم سے زندگی بھر جو چاہا ہم نے تمہارا کہنا مانا لیکن ہم نے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے ساری باتیں کھول کر بیان کر دی ہیں۔ اس کے بعد ان دشمنان اسلام کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

☆ وہ جہنمی اللہ سے درخواست کریں گے کہ آج اگر ہم ان انسانوں اور شیطانوں کو دیکھ لیں تو ان کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے جنہوں نے زندگی بھر ہمیں گمراہی میں ڈالے رکھا۔ اس طرح شاید ہمارے دلوں میں ٹھنڈک پڑ جائے لیکن ان کا یہ پچھتانا اور شرمندہ ہونا ان کے کسی کام نہ آئے گا اور ان کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ فرمایا کہ ایمان و عمل صالح اختیار کرنے والوں کو فرشتے یہ یقین دلائیں گے کہ ہم ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم اللہ کے حکم سے دنیا میں بھی تمہاری مدد کرتے رہے ہیں اور ہم آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گے اور تمہیں جنت کی راحتوں سے ہم کنار کریں گے۔ ان جنتوں میں اللہ کی طرف سے تمہاری مہمان نوازی کی جائے گی اور تمہارا دل جس چیز کو چاہے گا وہ چیز تمہیں عطا کی جائے گی۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ زندگی بھر نیکیوں پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کو راہ ہدایت دکھاتے ہیں وہ ''داعی الی اللہ'' ہیں یعنی اللہ کی طرف بلانے والے وہ ہر معاملے میں نرمی اختیار کریں۔ برائی کا جواب بھلائی سے دیں اور اس راستے میں جو حق وصداقت کا راستہ ہے اس پر ڈٹے رہیں۔ صبر اور برداشت سے کام لیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ منکرین جو آپ ﷺ کا مذاق اڑا رہے ہیں آپ ﷺ کی ہر بات کا انکار کررہے ہیں آپ ﷺ اس سے پریشان نہ ہوں کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں ان کے ساتھ بھی لوگوں نے یہی معاملہ کیا مگر انہوں نے اس پر صبر کیا۔ آپ ﷺ بھی صبر سے کام لیجیے۔ ہر کامیابی آپ ﷺ کے قدم چومے گی۔

☆ فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کریم کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا ہے تا کہ وہ لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ اگر یہ قرآن عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں نازل کیا جاتا تو یہ پھر بھی مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ رسول تو عربی ہے اور اس کی کتاب عجمی زبان میں ہے۔ فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو باتیں کرنے دیجیے کیونکہ یہ ان اندھوں کی طرح ہیں جو ہر جگہ ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آج اگر یہ لوگ آپ ﷺ سے اختلاف کررہے ہیں تو یہ کوئی ایسی تعجب کی بات نہیں ہے اس سے پہلے جب حضرت موسیٰؑ توریت جیسی کتاب لے کر آئے تو انہوں نے ان سے بھی اختلاف کیا تھا اور ان کی بات ماننے سے انکار کردیا تھا۔

☆ فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ خود ہی یہ لوگ اپنے نفسوں اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے عادی ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا کہ قیامت تو ضرور آئے گی لیکن وہ دن ان جیسے ظالموں کے لیے کوئی اچھا دن نہ ہوگا۔ اس سے بچنے کی فکر آج ہی کرنا چاہیے۔

☆ فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ ویسے تو یہ بہت بہادر بنے پھرتے ہیں لیکن ان پر ذرا بھی مصیبت آجائے تو مایوسیوں کی انتہاؤں پر پہنچ جاتے ہیں اور اگر کچھ مل جائے تو اس پر اترانے اور غرور کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ ہماری محنت سے حاصل ہوا ہے اور ہم پر کسی کا احسان نہیں ہے۔

☆ اللہ نے آخر میں فرمایا کہ اگر انہوں نے نبی مکرم ﷺ کے دامن اطاعت ومحبت سے وابستگی اختیار نہ کی تو وہ وقت دور نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ ان کے اردگرد اور خود ان کی اپنی جانوں میں نشانیاں دکھائے گا۔

علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ ایک پیشن گوئی تھی جو غزوہ بدر کے دن پوری ہوئی جب کفار کے بڑے بڑے لوگ اس جنگ میں مارے گئے۔ ساری دنیا میں کفار ذلیل ورسوا ہوگئے اور ایک بدترین انجام سے دوچار ہوئے۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٤﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿٥﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٨﴾

الثلثة

ع ١ / ٨ / ١٥

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

ح۔م (ان حروف کی مراد کا علم اللہ کو ہے)

یہ کلام نہایت رحم کرنے والے مہربان اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ ایسا قرآن ہے جو عربی زبان میں ہے اور علم وعقل رکھنے والوں کے لئے (نصیحت) ہے۔ خوش خبری دینے والا، ڈرسنانے والا۔ ان (کفار میں سے) اکثر نے منہ پھیرلیا ہے اور وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم ہمیں جس طرف بلارہے ہو اس سے ہمارے دل پردے (غلاف) میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی (ڈاٹ) ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک پردہ ہے۔ پس تم اپنا کام کئے جاؤ۔ بے شک ہم تو اپنا کام کئے جارہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف تم جیسا ہی بشر ہوں البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ بس تم اسی کی طرف سیدھے سیدھے چلو اسی سے مغفرت مانگو۔ ان مشرکین کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ لیکن بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسا اجر و ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

فُصِّلَتْ	کھول دی گئی
اَعْرَضَ	منہ پھیر لے
اَكِنَّةٌ (كِنَانٌ)	پردے
وَقْرٌ	بوجھ۔ گرانی۔ ڈاٹ
حِجَابٌ	پردہ
اِسْتَقِيْمُوْا	سیدھے رہو
غَيْرُ مَمْنُوْنٍ	نہ ختم ہونے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

اس سورت کو ''حٰمٓ'' سے شروع کیا گیا ہے یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ اس سے پہلے یہ بتا دیا گیا ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ رب العالمین کو ہے۔ سورۂ مومن اور سورۂ احقاف تک سات سورتیں ''حٰمٓ'' سے شروع کی گئی ہیں جن کے بہت سے فضائل ہیں جس کی کچھ تفصیل آپ نے سورۂ مومن میں بھی پڑھ لی ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی ایک صداقت و حقانیت یہ ہے کہ یہ نہایت رحم و کرم کرنے والے اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا قرآن ہے۔ جس کی آیتیں بالکل واضح اور صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ عربی زبان میں ہیں اس لئے ان آیات کے مخاطب اول اہل مکہ کو ان آیات کے سمجھنے میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے لیکن اگر ان آیات پر دھیان نہ دیا جائے تو مشکل نظر آتی ہیں۔ ہر وہ شخص جس میں ذرا بھی علم و دانش یا عقل و فہم ہے وہ ذرا سی توجہ سے ان کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور اس کے

لئے نہ سمجھنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اس قرآن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ جہاں جنت اور بہترین اعمال کے عمدہ نتائج کے لئے خوش خبری دیتا ہے وہیں لوگوں کو جہنم کی بھڑکتی آگ اور برے انجام سے بھی ڈراتا ہے لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

وہ قرآن کریم کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ اے نبی ﷺ! آپ ہمیں جس طرف دعوت دے رہے ہیں وہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ ہمارے کانوں اور مزاجوں پر گراں گذرتی ہیں ایسا لگتا ہے کہ آپ کے درمیان اور ہمارے درمیان ایک پردہ اور رکاوٹ ہے نہ تو آپ ہماری بات سمجھتے ہیں اور نہ ہم آپ کی لہٰذا بہتر یہی ہے کہ آپ اپنا کام کئے جایئے اور ہمیں اپنے کام میں لگا رہنے دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں میری طرف اس بات کی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا اور ہمارا معبود ایک ہی ہے تمہاری ساری توجہ، عبادت اور دعا صرف اللہ کی ذات کے لئے ہونی چاہیے جس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہیے کیونکہ اگر تم کفر و شرک پر قائم رہے تو اس کا انجام نہایت بھیانک ہے۔ کیونکہ مشرکین نہ تو کسی بھلے اور نیک کام میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ہر سچائی کا انکار کرتے ہیں۔ یہی چیز ان کو بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے ان کو اتنا عظیم اجر اور بدلہ دیا جائے گا جو ہمیشہ ان کے کام آئے گا اور اس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ

لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ
الْعَلِيْمِ ⑫ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ
عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ
خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً
فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑭ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ
الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ
عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ
لَا يُنْصَرُوْنَ ⑯ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى
فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۚ ⑰ وَ
نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۧ ⑱

ع ۲ / ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۸

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم (دوسروں کو) اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ (حالانکہ) وہی سارے جہانوں کا رب ہے جس نے اس (زمین کے اوپر پہاڑوں کے) بوجھ رکھ دیئے اور اس میں برکت رکھ دی۔ اس نے چار دنوں میں فائدے کی چیزیں مقرر کر دیں۔ اور تمام پوچھنے والوں کے لئے

(ان کی طلب وخواہش کے مطابق) ہر طرح کا رزق عطا کیا۔ پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی جو ایک دھواں سا تھا پھر اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی (آنا تو پڑے گا) دونوں نے کہا کہ ہم خوشی خوشی حاضر ہیں۔ پھر اس نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان (کے فرشتوں) کو اس کے کام کی وحی کر دی۔ اور ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دے کر اس کی حفاظت (کا انتظام) کیا۔ یہ غالب حکمت والے اللہ کا فیصلہ تھا۔

(اے نبی ﷺ) اگر وہ (ان تمام سچائیوں کے ہوتے ہوئے بھی) منہ پھیر لیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک ایسی زبردست آفت (چنگھاڑ) سے آگاہ کر رہا ہوں جیسی آفت و مصیبت قوم عاد اور قوم ثمود پر آئی تھی (عذاب آیا تھا) جب کہ ان کے پاس (لگا تار) آگے اور پیچھے رسول آتے رہے (اور سمجھاتے رہے کہ) تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی مت کرنا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو وہ فرشتوں کو نازل کرتا لہٰذا تم جس (پیغام حق) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

(اس طرح) قوم عاد نے ناحق غرور و تکبر کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ (جو ہمیں عذاب دے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا جو قوت و طاقت میں ان سے بڑھ کر ہے اور وہ ہماری نشانیوں (پر ایمان لانے کے بجائے) انکار کرتے رہے۔ پھر ہم نے ان پر ایسی زبردست ہوا (کا طوفان) بھیجا (جو عذاب کی وجہ سے ان کے حق میں) منحوس دن تھا تاکہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھا دیں۔ اور آخرت کا عذاب تو اور بھی زیادہ ذلیل و رسوا کرنے والا ہوگا جس میں (انہیں کسی طرف سے بھی) مدد نہ پہنچے گی۔

رہے قوم ثمود تو ہم نے انہیں راستہ دکھایا تھا لیکن انہوں نے ہدایت (کے مقابلے) میں اندھا بنا رہنے کو پسند کیا۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ) ان کو ذلیل و رسوا کر دینے والے عذاب میں ایک زبردست چنگھاڑ نے آ پکڑا۔ یہ اس کی سزا تھی جو وہ کماتے تھے۔

(اس کے برخلاف) ہم نے انہیں بچا لیا (نجات دی) جو لوگ ایمان لے آئے تھے اور جو

لوگ پرہیز گار تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر۹ تا ۱۸

رَوَاسِیَ	بھاری پہاڑ۔ بوجھ
اَقْوَاتٌ (قُوْتٌ)	کھانے کی چیزیں
قَدَّرَ	اس نے مقرر کیا۔ اندازہ کیا
دُخَانٌ	دھواں
طَوْعاً	خوشی خوشی
کَرْھاً	زبردستی
طَا لِعِیْنَ	کہا ماننے والے
قَضٰی	اس نے فیصلہ کیا
زَیَّنَّا	ہم نے زینت دی۔ خوبصورت بنایا
مَصَابِیْحٌ	چراغ
صٰعِقَةٌ	کڑک
اَشَدُّ	زیادہ طاقت والا
یَجْحَدُوْنَ	وہ انکار کرتے ہیں
رِیْحٌ	ہوا
صَرْ صَرٌ	سخت۔ تندو تیز
نَحِسَاتٌ	آفتوں والا
اَخْزٰی	زیادہ ذلیل کرنے والا
اِسْتَحَبُّوْا	انہوں نے پسند کیا

اَلْھُوْنُ — ذلیل ورسوا کرنا

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۸

ان آیات میں کفار و مشرکین کو ان کے کفر و شرک پر آگاہ کرتے ہوئے زمین، آسمان اور ان کے درمیان جتنی بھی بے شمار مخلوقات ہیں ان کی تفصیل ارشاد فرماتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کی انتہائی بے عقلی اور ناسمجھی کی بات ہے کہ جس اللہ نے اتنے عظیم الشان آسمان اور زمین کو پیدا کر کے انسان کی تمام ضروریات کو ان میں رکھ دیا ہے وہ اس کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کر کے ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں حالانکہ ہر طرح کی عبادت اور بندگی کا حق دار صرف وہی ایک خالق حقیقی ہے جس نے چھ دن میں اس پورے نظام کائنات کو بنایا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے حضور اکرم ﷺ سے زمین و آسمان کی پیدائش کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ (۱) اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا (۲) پہاڑوں اور ان میں جو بھی معدنیات اور ذخائر ہیں ان کو منگل کے دن میں (۳) درخت، پانی کے چشمے، شہر، اس کی عمارتیں اور ویران میدانوں کو بدھ کے دن پیدا کیا (۴) جمعرات کے دن آسمان بنائے (۵) اور جمعہ کے دن ستارے، چاند، سورج اور فرشتے اس وقت پیدا کئے کہ جب جمعہ کے دن میں تین ساعتیں باقی تھیں۔ ان میں سے دوسری ساعت میں تمام آفتوں اور مصیبتوں کو پیدا کیا جو ہر چیز پر آنے والی ہیں۔ اور تیسری ساعت میں حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ ان کو جنت میں ٹھہرایا، ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا اور انکار پر اس کو جنت سے نکال دیا گیا۔ یہ سب تیسری ساعت کے ختم ہونے تک ہوا۔ (ابن کثیر)

یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے چھ دن میں دنیا بنائی لیکن ساتویں دن آرام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ "بے شک ہم نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ان کے بنانے میں ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی"، یعنی ساتویں دن اللہ نے تھکن کی وجہ سے آرام نہیں کیا کیونکہ کسی کام کے کرنے کے بعد تھک جانا یہ انسان کی عادت تو ہے لیکن اللہ کے تھک جانے کا تصور انتہائی غلط اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو چھ دن میں بنانے کے متعلق جن آیات کو نازل کیا ہے ان کا مقصد یہودیوں کے غلط عقیدہ کی اصلاح ہے۔ اب اس بات پر بحث کرنا کہ پہلے زمین پیدا ہوئی یا آسمان تو یہ وقت کو ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم کسی جگہ بھی کائنات کی تخلیق کا ذکر کسی طبعیاتی ذکر یا کچھ علوم سکھانے کے لئے نہیں کرتا بلکہ توحید و رسالت اور فکر آخرت پیدا کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح ہو سکے اور وہ غور و فکر سے کام لے کر اللہ کی ذات و صفات کو پہچان سکیں اور تکبر و غرور سے بچ سکیں چنانچہ قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کی ان ترقی یافتہ قوموں نے فکر آخرت کے بجائے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا تھا اور اپنے اچھے اعمال ادا کرنے کے

بجائے اپنی بڑائی کا اظہار کرتے رہے اور جان بوجھ کر سچائیوں سے وہ اندھے بنے رہے آخر کار ان پر وہ عذاب آیا جو ان کی ترقیات اور مال و دولت کو تباہ و برباد کر کے چٹ کر گیا اور ان کی زندگیوں کو ایک فسانہ بنا کر رکھ دیا۔

ان تمام باتوں کو اللہ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہیے کہ کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں ہے وہ جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ اسی کا کرم ہے کہ اس نے زمین پر پہاڑوں کے بوجھ رکھ دیئے تا کہ زمین اپنی جگہ ٹھہری رہے۔ اللہ ہی نے اس زمین میں برکت عطا فرمائی اور چار دنوں میں اس نے برکت کی تمام چیزیں اس سرزمین میں رکھ دیں اور تمام ان لوگوں کی طلب وخواہش کے مطابق ہر طرح کا رزق مہیا کر دیا جو وہ مانگ سکتے تھے۔

فرمایا کہ جب اللہ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی تو وہ ایک دھواں سا تھا پھر اس نے اس دھوئیں اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے یا زبردستی آ جاؤ یعنی تمہیں آنا تو پڑے گا۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر اس نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے۔ پھر اس نے ہر آسمان کے فرشتوں اور صلاحیتوں کو ان کے کاموں کی وحی کر دی۔ فرمایا کہ ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت وخوبصورتی عطا کر کے ان کی حفاظت کا سامان کر دیا۔ یہ سارے فیصلے غالب حکمت والے اللہ کی طرف سے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ کفار ان تمام سچائیوں کے باوجود ان حقائق سے منہ پھیر لیتے ہیں تو آپ اعلان کر دیجیے کہ میں تمہیں ایسی زبردست چنگھاڑ (عذاب الٰہی) سے آگاہ کر رہا ہوں جیسی قوم عاد اور قوم ثمود پر آئی تھی۔ حالانکہ ان کو سمجھانے کے لئے اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا اور بتایا تھا کہ اللہ کے سوا عبادت و بندگی کے لائق کوئی نہیں ہے مگر ان کی بات ماننے کے بجائے انہوں نے اعتراض کرنا شروع کر دیئے کہ اگر اللہ کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجنا تھا تو فرشتوں کو بھیج دیا ہوتا۔ ہم جیسے بشر کے ذریعہ ہمیں یہ پیغام کیوں دیا گیا لہٰذا ہم اس (دعوت حق) کا انکار کرتے ہیں۔ قوم عاد نے ناحق غرور و تکبر کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے زیادہ قوت وطاقت والا کون ہے جو ہمیں عذاب دے گا؟ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس بات کو بھول گئے کہ اللہ وہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا جو طاقت وقوت میں ان سے بڑھ کر ہے۔ لیکن وہ لوگ اللہ کی نشانیوں پر ایمان لانے کے بجائے ان کا انکار کرتے رہے۔ اللہ نے فرمایا کہ پھر ہم نے ان پر ایسی زبردست طوفانی ہواؤں کو بھیجا کہ جس سے ان کے حق میں ان کے دن منحوس دن ثابت ہوئے یہ اس لئے تھا کہ ان جیسے لوگوں کو دنیا کے عذاب کا مزا چکھا دیا جائے اور انہیں بتا دیا جائے کہ آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ وہ ان کو آخرت میں ذلیل ورسوا کر کے رکھ دے گا۔ رہے قوم ثمود تو اگرچہ ہم نے ہی انہیں راہ ہدایت دکھائی تھی مگر وہ ہدایت کے مقابلے میں اندھے بنے رہے۔ آخر کار ان کو بھی ایک زبردست چنگھاڑ نے تباہ کر دیا اور اللہ نے اہل ایمان کو اور اللہ سے ڈرنے والوں کو پوری طرح نجات عطا فرما دی تھی۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتّٰٓى إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا أَنطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىٓ أَنطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِى ظَنَنتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدٰىكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِن يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَإِن يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُم مِّنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ﴿٢٥﴾

ع ۳ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

اور جس دن اللہ کے دشمن (کفار و مشرکین) جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے تو وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو ان پر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھال اور چمڑے بھی گواہی دیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔

۵۰ (حیرت و تعجب سے) اپنی کھالوں (گوشت پوست) سے پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ (اور یہ بولنے کی طاقت تمہارے اندر کہاں سے آئی؟) جواب دیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے بولنے کی طاقت دی ہے جس نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت عطا کی ہے۔ اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور تم اسی کی طرف لوٹائے گئے ہو۔ (اس وقت فرمایا جائے گا کہ) جب تم چھپ چھپ کر گناہ کیا کرتے تھے تمہیں اس وقت اس کا خیال و گمان تک نہ تھا کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسموں کی کھالیں بھی تم پر گواہی دیں گی۔ تم نے تو یہ سمجھ رکھا تھا کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر بھی نہیں ہے۔ تمہارے اسی جھوٹے گمان نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق قائم کر رکھا تھا ہلاک و برباد کر ڈالا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ (قیامت میں کہا جائے گا کہ) اگر وہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور اگر اب وہ معافی بھی مانگیں تو وہ ان لوگوں میں سے نہ ہوں گے جن کو معاف کیا جاتا ہے۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) ہم نے ان پر ایسے ہم نشین (ساتھی) مسلط کر دیئے تھے جو انہیں آگے اور پیچھے کی ہر چیز کو خوبصورت بنا کر دکھاتے تھے۔ بہر حال ان پر بھی وہی عذاب آ کر رہے گا جو ان سے پہلے گذرے ہوئے جنات اور انسانوں کے گروہوں پر مسلط کیا گیا تھا۔ یقیناً وہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

یُحْشَرُ	اکٹھے کئے جائیں گے
یُوْزَعُوْنَ	گروہوں میں تقسیم ہوں گے
شَھِدَ	اس نے گواہی دی
جُلُوْدٌ (جِلْدٌ)	کھالیں۔ گوشت پوست۔ چمڑے
لِمَ شَھِدْتُّمْ	تم نے گواہی کیوں دی
اَنْطَقَنَا	ہمیں بولنے کی طاقت دی
مَرَّۃٌ	مرتبہ۔ بار بار
تَسْتَتِرُوْنَ	تم پردہ کرتے ہو۔ چھپاتے ہو

اَرْدٰی (اِرْدَاءٌ)	ہلاک کیا۔تباہ کیا
یَسْتَعْتِبُوْا	راضی کریں گے
قَیَّضْنَا	ہم نے مقرر کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

انسان راز داری کے ہزاروں پردوں کے اندر چھپ کر کوئی کام کرے یا اعلانیہ کھلم کھلا۔اللہ کو اس کی ایک ایک حرکت کا علم ہوتا ہے۔جس بات کو دنیا کا کوئی آدمی نہیں جانتا اور ہر ایک سے پوشیدہ ہے اللہ کو اس کا بھی علم ہے لیکن جس طرح شتر مرغ ریت میں منہ چھپا کر یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کی نظروں سے چھپ گیا ہے اسی طرح گناہ گار اور خطا کار آدمی بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ہر حرکت دوسروں سے پوشیدہ ہے حالانکہ اللہ اس کو جانتا ہے اور اس کے پاس ہر بات کا ریکارڈ موجود ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ میں سے اکثر لوگوں کا یہ گمان تھا کہ اگر کوئی کام چھپ کر کیا جائے تو اس کا علم کسی کو نہیں ہوتا یہاں تک کہ (نعوذ باللہ) اللہ کو بھی اس کے متعلق کچھ علم نہیں ہوتا۔اس غلط اور بے بنیاد گمان نے ان کو تباہی کے کنارے تک پہنچا دیا تھا۔اگر انہیں اس بات کا ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ وہ زندگی بھر جن اعضاء کے بنانے سنوارنے اور خدمت کرنے میں لگے رہتے تھے وہی ہاتھ، پاؤں، زبان، گوشت، پوست، ہڈیاں اور کھالیں ان کے خلاف گواہی دینے کھڑے ہو جائیں گے تو ان کا انداز فکر اور طرز عمل بڑا مختلف ہوتا، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایک دن بیت اللہ شریف کے پردے سے چمٹے ہوئے دعا کر رہے تھے کہ آپ نے دو آدمیوں کی گفتگو سنی جو آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جو بات کھلم کھلا اعلانیہ کی جائے اللہ کو صرف اسی کا علم ہوتا ہے یعنی جو بات پوشیدہ ہوتی ہے اس کا علم اللہ کو نہیں ہوتا۔اس کے متعلق حضرت عبداللہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں تین باتوں کو بتایا گیا ہے۔پہلی بات تو یہ کہ قیامت کے دن جب اللہ کے دشمنوں یعنی کفار و مشرکین کو اللہ کے فرشتے جہنم کی طرف ہنکار کر لے جا رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم فرما دیں گے جو یک ایک کر کے جہنم کے قریب جمع ہوتے جائیں گے۔سب لوگوں کے جمع ہونے کے بعد حساب کتاب شروع ہوگا۔جب کفار و مشرکین کے سامنے ان کے گناہوں اور خطاؤں کی فہرست رکھی جائے گی تو وہ ان گناہوں کا صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو یاد نہیں ہے کہ ہم نے کبھی اس طرح کے گناہ کئے ہوں گے۔اس وقت اللہ تعالیٰ ان جیسے لوگوں کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے تمام اعضا کو بولنے کی طاقت عطا کر دی جائے گی اور انسان کے تمام اعضا اس کے تمام اعمال کو بیان کرنا شروع کر دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان لوگوں کے منہ پر مہریں لگا دی جائیں گی اور سب سے پہلے اس کی ران سے سوال کیا جائے گا کہ تو یہ بتا کہ اس نے کیا کیا حرکتیں کی تھیں۔اس پر اس کی ران، گوشت پوست، ہڈیاں اور کھالیں تک اس کے اعمال کی

گواہی دیں گی (مسلم) اس پر انسان اپنے اعضا سے شکوہ کرے گا کہ تمہارا ستیاناس ہو جائے میں نے تو زندگی بھر تمہیں آرام وسکون پہنچایا اور تمہاری خدمت کرتا رہا آج تم میرے ہی خلاف گواہی دینے کھڑے ہو گئے ہو؟ یہ بولنے کی طاقت تمہارے اندر کہاں سے آ گئی؟ وہ جواب دیں گے کہ وہی اللہ جس نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت دی ہے اسی نے ہمیں بولنے کی زبان اور ہمت دی ہے۔ انسان کی کھالیں بھی گواہی دیں گی کہ اس آدمی نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے (مسلم)

کھالوں کی گواہی پر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں اور زبان کی گواہی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن کھالیں گواہی دیں گی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ موجودہ دور جو علم وتحقیق کا دور ہے اس میں سائنس نے اس مسئلہ کو سمجھنا آسان کر دیا ہے اور (Skin Speech) کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آدمی جو بھی گفتگو یا عمل کرتا ہے تو وہ اس کی کھال پر ریکارڈ ہوتا چلا جاتا ہے جس کو دوبارہ اسی طرح سنا جا سکتا ہے جس طرح ایک ٹیپ ریکارڈر میں ریکارڈ کی گئی آواز کو دوبارہ سنا جا سکتا ہے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اللہ نے کفار ومشرکین کو اس دنیا کی زندگی میں بہت زیادہ مہلت عطا کی تھی جس سے انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا تھا اور وہ زندگی بھر بے عملی کا شکار رہے تھے۔ قیامت کے دن جب وہ عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو وہ گڑگڑا کر معافی مانگنے لگیں گے۔ اس وقت اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ اب معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ معافی کی قبولیت کا وقت گذر چکا اور اس طرح کفار ومشرکین اور ان کے راستوں پر چلنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

ان آیات میں تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جب انسان کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور ہر اصلاح کی بات کو قبول کرنے کی صلاحیت کو وہ کھو بیٹھتا ہے تو اس کو ایسے ساتھی مل جاتے ہیں یا اللہ ان پر عذاب کے طور پر ایسے ساتھیوں کو مسلط کر دیتا ہے جو اس کو ہرے ہرے باغ دکھاتے ہیں اور گمراہی کی باتوں کو خوبصورت بنا کر دکھاتے ہیں اور یہی چیز آدمی کو جہنم کے کناروں تک پہنچا دیتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے لئے بری صحبت صرف بدترین عادت ہی نہیں بلکہ عذاب الٰہی بھی ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ جب آدمی کا مزاج برے راستوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کو ایسے دوست ملنا شروع ہو جاتے ہیں جو اسی کی طرح بگڑے ہوئے مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ مشہور بات ہے کہ اگر کسی کی عادتوں، مزاج اور خصلتوں کو جانچنا اور پرکھنا ہو تو اس کے آس پاس اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور ساتھ رہنے والوں کو دیکھا جائے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے ہی لوگ جنہوں نے اپنا مزاج ضد، ہٹ دھرمی اور منافقت والا بنا لیا ہو تو اس کو دنیا اور آخرت میں سخت سزا دی جائے گی اور اس کی دنیا اور آخرت برباد ہو کر رہ جائے گی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۷ ذٰلِكَ جَزَاۗءُ اَعْدَاۗءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۲۸ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۲۹ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِيٰۗؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۱ۭ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝۳۲ۧ

ع ۴ / ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۲

اور کافر کہتے تھے کہ تم اس قرآن کو نہ سنو! شور وغل مچاؤ تا کہ تم ان پر غالب آجاؤ۔ (فرمایا کہ) ہم ان کافروں کو سخت ترین عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے۔ اور یقیناً ہم ان کو ان کے بد ترین اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے جنہیں وہ کیا کرتے تھے۔ یہ ہے اللہ کے دشمنوں کا بدلہ (جہنم کی) آگ جس میں وہ رہیں گے جو ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ وہ جو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے یہ اس کی سزا ہوگی۔

(وہاں یہ) کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں جنات اور انسان دونوں گروہوں میں سے ان گروہوں کو دکھا دیجئے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تا کہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ جائیں۔

بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر انہوں نے استقامت اختیار کی (جمے اور ڈٹے رہے) تو یقیناً ان پر فرشتے اتریں گے (اور ان سے کہیں گے کہ) تم نہ تو خوف کھاؤ اور نہ رنجیدہ ہو۔ تم اس جنت (کے دیئے جانے) کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی وہاں تم جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا اور اس میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی تم تمنا کیا کرتے تھے (کیونکہ) یہ بہت معاف کرنے والے اور رحم و کرم کرنے والے اللہ کی طرف سے (تمہاری) مہمان داری ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۳۲

لَا تَسْمَعُوْا	تم نہ سنو
اَلْغَوْا	شور مچاؤ
تَغْلِبُوْنَ	تم غالب ہو جاؤ گے
نُذِيْقَنَّ	ہم ضرور چکھائیں گے
اَسْوَاَ	برا کیا
دَارُ الْخُلْدِ	ہمیشہ کا گھر
اِسْتَقَامُوْا	وہ جمے رہے
يُلْحِدُوْنَ (اِلْحَادٌ)	ٹیڑھا چلتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۲

ہمیشہ سے ایسے لوگوں کی اکثریت رہی ہے جو حق وصداقت، نصیحت اور تنقید کو کھلے ذہن سے سننے کے بجائے اس سے منہ پھیر کر چلتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ جس چیز کو وہ حقیقت سمجھ رہے ہیں سارا حق اس کے مطابق ہو کر چلے وہ اپنے گھڑے ہوئے خیالات کی دنیا سے باہر آنا گوارہ ہی نہیں کرتے اور ہر تنقید اور نصیحت کو نہایت تلخ اور کڑوا سمجھتے ہیں۔ وہ بغیر کسی ثبوت کے محض جذباتی

انداز سے ہر اس کام میں عیب نکالنا شروع کر دیتے ہیں جو ان کے خیالات سے مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ کے کفار اور مشرکین جب قرآن کریم کی سچائی اور اس کے گہرے اثرات اور نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت کے سامنے عاجز اور بے بس ہو گئے تو انہوں نے قرآن کی تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی عظمت کو کم کرنے کے لئے انتہائی غیر سنجیدہ حرکتیں کرنا شروع کر دیں۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو اس مقصد کے لئے تیار کر لیا کہ جب بھی قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو نہ تو خود سنیں اور نہ کسی دوسرے کو سننے دیں اس قدر شور و غل مچایا جائے، دخل اندازی کی جائے اور عیب لگائے جائیں کہ جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے وہ پلٹ کر پھر سے ان کی طرف آ جائیں اور اس طرح وہ غالب آ جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ابو جہل نے لوگوں سے کہا کہ یہ شخص (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) جب قرآن پڑھیں تو خوب شور مچاؤ، تالیاں پیٹو، سیٹیاں بجاؤ تا کہ تمہیں یہ پتہ نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور بیچ بیچ میں طرح طرح کی آوازیں نکالو اور قرآن سننے سے لوگوں کو روکو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو قرآن کریم کا یہ ادب سکھایا ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہ کر غور سے سنا جائے تا کہ اللہ اپنی رحمتوں کو نازل کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایسی گھٹیا، نیچ، غیر سنجیدہ اور اوچھی حرکتیں کر رہے ہیں وہ اپنے بدترین انجام سے بے خبر ہیں ورنہ وہ ایسی باتیں نہ کرتے۔ جب قیامت کے دن ان کو ان کے برے اعمال کی سزا میں شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔ فرشتے ان کو جہنم کی آگ میں جھونکنے کے لئے گھسیٹتے ہوئے لائیں گے تو اس وقت وہ نہ صرف شرمندہ ہوں گے بلکہ اپنے کئے پر پچھتا کر ان لوگوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا اور سبز باغ دکھائے تھے۔ وہ بارگاہ الٰہی میں درخواست پیش کریں گے کہ الٰہی! انسانوں اور جنات میں سے ان لوگوں کو ہمارے سامنے لایئے جو ہمارے اس بگاڑ اور تباہی کا سبب بنے ہیں۔ وہ اگر آج ہمارے سامنے آ جائیں تو ہم ان کو پاؤں تلے روند ڈالیں گے اور رسوا اور ذلیل کر کے رکھ دیں گے۔

فرمایا کہ ایک طرف تو یہ کفار و مشرکین اپنی ذلت اور شرمندگی میں اپنی بوٹیاں نوچ رہے ہوں گے اور دوسری طرف وہ خوش نصیب صاحبان ایمان ہوں گے جنہوں نے حق و صداقت کی تعلیم کو پوری طرح مان کر یہ کہا ہو گا کہ ہمارا رب تو صرف اللہ ہے اور وہ اس پر ثابت قدم بھی رہے ہوں گے تو ان پر اللہ کے فرشتے اور اس کی رحمتیں نازل ہو رہی ہوں گی۔ فرشتے کہیں گے کہ تم کسی طرح کا رنج و غم نہ کرو اور جنت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے اس پر خوشیاں مناؤ۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہو گا کہ تمہیں آئندہ جو حالات پیش آئیں گے ان کا خوف نہ کرو اور جو چیزیں (مال، اولاد، جائیداد وغیرہ) تم دنیا میں چھوڑ آئے ہو ان کا غم نہ کرو اور اللہ نے جس جنت کا وعدہ فرمایا تھا اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے اس پر تم خوش ہو جاؤ۔

وہ فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ ہم جس طرح دنیا میں تمہارے ساتھ تھے اسی طرح ہم یہاں بھی تمہارے ساتھی رہیں گے۔ وہ اس بات کی خوش خبری بھی دیں گے کہ اہل جنت کے لئے ان جنتوں میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش یا طلب کریں گے یہ درحقیقت نہایت بخشنے والے مہربان پروردگار کی طرف سے مہمان داری ہو گی جو اہل جنت کا ایک بڑا اعزاز ہو گا۔

ان آیات میں فرمایا گیا کہ ”رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا“ یعنی جو لوگ یہ کہیں گے کہ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے اور پھر اسی

پر وہ قائم بھی رہے ہوں گے یہ دین اسلام کی اصل بنیاد اور دین کی تعلیمات کا خلاصہ ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے دین اسلام کی ایک ایسی جامع بات بتا دیجئے جس کے بعد مجھے کسی اور سے نہ پوچھنا پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو "اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِيْم" (صحیح مسلم) یعنی تم کہو کہ میں اللہ پر ایمان لے آیا اور پھر اسی پر جمے رہو مراد یہ ہے کہ ایمان پر اس قدر مضبوطی سے ڈٹ جاؤ کہ ایمان کے ہر تقاضے اور عمل صالح کو اختیار کرنا تمہارا مزاج بن جائے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم "ثُمَّ اسْتَقِمْ" کا کیا مطلب سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ توحید کا اقرار کرنے کے بعد کوئی گناہ نہ کرے۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تم نے دین کو ایک مشکل بات بنا دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہی اس کا مطلب بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ توحید کا اقرار کرنے کے بعد پھر بت پرستی اور شرک کو اختیار نہ کرنا۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ "ثم استقم" یہ ہے کہ توحید کے اقرار کے بعد منافقت نہ کی جائے۔ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکامات اور امر ونواہی پر سیدھے جمے رہو۔ ادھر ادھر لومڑیوں کی طرح بھاگنے کے راستے تلاش نہ کرو۔

حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ استقامت کے معنی اخلاص عمل کے ہیں۔ یعنی اپنے ہر عمل کو خالص اللہ کے لئے کرنا۔

حضرت حسن بصریؒ نے "ثم استقم" کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اللہ کے حکم پر قائم رہ کر اسی کی اطاعت کرنا اور اس کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچنا۔ (تفسیر بصری)

تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا "رَبُّنَا اللّٰه" کہنا تب ہی درست ہوسکتا ہے جب وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال اور ہر قدم پر اللہ کی زیر نگرانی تربیت حاصل کر رہا ہوں۔ جیسے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں آسکتا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی عبادت وبندگی کے طریقوں پر اس طرح استقامت کے ساتھ جما رہے کہ اس کا قلب اور قالب (بدن) دونوں اس کی عبادت وبندگی سے بال برابر بھی ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔

ان تمام ارشادات سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور ایمان خالص جس میں شرک وکفر اور بدعات کی ملاوٹ نہ ہو۔ اللہ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنا اور ہر سچائی پر ڈٹ جانا۔ وہی کام کرنا جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہو۔

اللہ کے فرشتے اہل ایمان پر نازل ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت، قبروں میں اور قبروں سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے میں یہ فرشتے اترتے ہیں۔ ابوحیان نے بحر محیط میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ مومنوں پر فرشتے ہر روز نازل ہوتے ہیں جن کے آثار وبرکات ان کے اعمال میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت ثابت بنانی سے نعیم نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے "حم السجدہ" کی اس آیت کی تلاوت فرمائی جب وہ "تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ" پر پہنچے تو فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ مومن جس وقت قبر سے اٹھے گا تو دو فرشتے جو دنیا میں اس کے

ساتھ رہتے تھے وہ اس سے ملیں گے اور اس سے کہیں گے کہ تم خوف اور غم نہ کرو بلکہ جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان فرشتوں کا کلام سن کر اہل ایمان کو اطمینان وسکون مل جائے گا۔

اسی آیت کا یہ ٹکڑا ''وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي'' یعنی جو بھی تمہاری خواہش اور طلب ہوگی وہ جنت میں اہل جنت کو دی جائے گی۔ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو اڑتے دیکھو گے اور تمہارے دل میں اس کے کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ پرندہ اسی وقت بھنا بھنایا تمہارے سامنے آگرے گا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ نہ تو آگ سے پکا ہوگا اور نہ دھوئیں سے بلکہ خود بخود پک کر تمہارے سامنے آجائے گا (بیہقی)

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۶

اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور اس نے عمل صالح کیے اور یہ کہا کہ بے شک میں (اللہ تعالیٰ کے) فرماں برداروں میں سے ہوں۔

(اے نبی ﷺ) نیکی اور برائی برابر و یکساں نہیں ہو سکتے لہٰذا تم برائی کو بہترین انداز سے دور کرو پھر تم دیکھو گے کہ وہ شخص جس سے تمہاری دشمنی تھی وہ تمہارا گہرا اور جگری دوست بن گیا ہے۔ مگر یہ بات ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جنہوں نے صبر کیا اور یہ بڑے نصیب والوں کو ہی ملتی ہے۔ اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آجائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ بے شک وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۶

قرآن کریم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی جائے اور ان کو رب سے جوڑ کر اس کی یاد میں جینے کا طریقہ سکھا دیا جائے۔ اور اس بات کا گہرا شعور بیدار کر دیا جائے کہ وہ صرف اس ایک اللہ کا بندہ ہے جو اس کا خالق، رازق اور مالک ہے وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ ایک اتنا عظیم مقصد ہے جس کی طرف بلانے والے سے بہتر شخص اور کون ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ اس شخص سے بہتر اور کس کی بات ہو سکتی ہے جو ☆ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے ☆ اسی کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے عمل صالح اختیار کرے اور ☆ یہ کہے کہ میں اللہ کا فرماں بردار اور اطاعت گذار بندہ ہوں۔ بعد کی آنے والی آیات سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں کیونکہ آپ کی سیرت پاک اس بات کی گواہ ہے کہ آپ سے زیادہ کسی کا قول اور عمل اور دعوت الی اللہ احسن اور معتبر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آپ نیکی اور بھلائی کے اسی طریقے پر چلتے رہیے آپ دیکھیں گے کہ دنیا سے ہر برائی مٹتی چلی جائے گی کیونکہ نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں۔ نیکی ایک طاقت ہے جو آہستہ آہستہ دلوں کو مسخر کرتی چلی جاتی ہے اور ہر برائی کے مٹنے کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ نیکی اور بھلائی کو پھیلانے میں دشواریاں بہت آتی ہیں لیکن اگر عزم و ہمت اور بلند ترین حوصلے کے ساتھ ہر تکلیف کو برداشت کر لیا جائے تو برائی اور بدکرداری کی کمزوریاں ظاہر ہو کر رہتی ہیں۔ وہی لوگ جو مخالفتوں کا طوفان برپا کئے ہوئے ہیں اگر ان کے ساتھ بہتر سلوک، حسن اخلاق، ہر برائی کے مقابلے میں بھلائی، اشتعال کے جواب میں درگذر اور صبر و تحمل سے کام لیا جائے تو جو لوگ آج جانی دشمن بنے ہوئے ہیں وہ گہرے جگری دوست بن جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں اللہ و رسول اور دین اسلام سے بغض اور دشمنی بھری ہوئی ہے وہ ہر موقع پر اشتعال دلانے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی زیادتی سے باز نہیں آتے۔ ان کے طرز عمل کے مقابلے میں صبر و استقلال، عزم و ہمت اور تحمل و برداشت اس قدر آسان نہیں ہے لیکن جن کی زندگیوں کا مقصد راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت کے راستے پر گامزن کرنا ہے ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ شیطان کے دھوکے اور فریب کی طرف سے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں کیونکہ شیطان نہایت دردمند، مخلص اور خیر خواہ کے روپ میں آپ کو اور اہل ایمان کو اشتعال اور غصہ دلانے کی کوشش کرے گا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے لیکن ایسے موقعوں پر آپ اور اہل ایمان برداشت سے کام لے کر اللہ سے پناہ مانگ لیا کریں وہ اللہ سب کی سنتا اور ہر ایک کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۳۷ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔـمُوْنَ ۝۳۸ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

رات اور دن سورج اور چاند یہ سب اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم واقعی اس کی (سچی) عبادت و بندگی کرنے والے ہو۔

پھر اگر انہوں نے تکبر کیا تو (اللہ کو کسی کی پروا نہیں ہے) وہ فرشتے جو تمہارے رب کے پاس ہیں وہ دن رات اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور وہ اکتاتے بھی نہیں۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایک زمین ہے جو بالکل ویران پڑی ہوئی تھی۔ پھر جیسے ہی ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ لہلہانے اور ابھرنے لگی۔ بے شک وہ جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو زندہ کرے گا بے شک وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ بلا شبہ جو لوگ ہماری نشانیوں میں الحاد کرتے ہیں (معنی کو الٹ دیتے ہیں) وہ ہم سے چھپے ہوئے

نہیں ہیں۔ (بتاؤ) وہ شخص جو آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں (نہایت) امن و سکون کے ساتھ آئے گا۔ تم جو چاہو کرو لیکن یہ یاد رکھو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس کائنات میں بے شمار نشانیاں بنائی ہیں لیکن غور و فکر نہ کرنے والے بڑی سے بڑی حقیقت سے اس طرح گذر جاتے ہیں کہ انہیں اس کی حقیقت اور عظمت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ ہر آدمی رات، دن، سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں دنیا کی گھڑیاں اور اندازے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ان کا نکلنا، چھپنا اور ڈوب جانا مختلف نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے جب لوگوں کو ستاروں، چاند اور سورج کی عبادت کرتے دیکھا تو یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ان میں سے ہر چیز کا سامنے آنا اور چھپ جانا ان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے لہٰذا یہ کائنات کے خالق و مالک یا مشکل کشا نہیں ہو سکتے بلکہ وہی ایک ذات ان تمام چیزوں کی مالک ہے جو ان کو اپنی رفتار سے چلنے پر مجبور کر رہی ہے۔ اور وہ ایک اللہ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اسی حقیقت کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ رات، دن، سورج اور چاند یہ اللہ کو پہچاننے اور عبادت کرنے کی نشانیاں ہیں لہٰذا تم ان کو سجدے نہ کرو بلکہ جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اسی کی عبادت و بندگی کرو۔ اللہ مخلوق میں سے کسی کی عبادت کا بھی محتاج نہیں ہے کہ اس کی بندگی کی جائے کیونکہ ساری مخلوق بھی اگر اس کی عبادت و بندگی چھوڑ دے تو اس کی سلطنت میں ایک ذرے کی کمی نہیں آسکتی۔ اللہ کے وہ فرشتے جو اس کے پاس ہیں یا کائنات کی ہر چیز اس کی حمد و ثنا اور عبادت میں مشغول ہے۔ وہ اللہ کی اس طرح عبادت و بندگی کرتے ہیں کہ اس سے کبھی نہیں تھکتے بلکہ ہمیشہ اسی کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ چاند، سورج، ستاروں کی طرح بارش کا برسنا بھی ایک نشانی ہے۔ اس کو بھی ہر شخص دیکھتا ہے کہ اگر کسی جگہ بارش نہ برستی ہو اور اس کی مٹی ریت بن کر اڑ رہی ہو تو اس کی ویرانی دیکھ کر اندازہ کرنا مشکل ہے کہ یہ خشک زمین بھی کبھی سرسبز و شاداب ہو گی لیکن جیسے ہی اس خشک اور مردہ زمین پر بارش پڑتی ہے تو سوکھی اور ویران پڑی ہوئی زمین میں ایک نئی زندگی محسوس ہوتی ہے اور اس طرح خشک زمین میں سے سبزہ نکل کر اپنی بہار دکھانے لگتا ہے۔ آہستہ آہستہ کھیت لہلہانے لگتے ہیں اور ہر طرف ایک رونق سی آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جو اللہ اتنی بڑی زمین کو خشک اور ویران ہونے کے بعد دوبارہ زندہ اور تر و تازہ کر دیتا ہے اسی اللہ کی قدرت ہے کہ وہ انسان کے مر جانے اور اس کے اعضاء بکھر جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور میدان حشر میں جمع کر کے ان سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بعض لوگ اللہ کی آیات کو اس طرح الٹ کر یا اس کو اس کے مفہوم اور مضمون سے کاٹ کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں وہ ہر شخص کے تمام احوال سے پوری طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رات، دن، سورج، چاند اور بارش پر غور و فکر کرنے کے ساتھ ساتھ ذرا اس بات پر بھی غور و فکر

کرلیا جائے کہ ایک شخص اپنے برے اعمال کے سبب جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور وہ اس شدید تکلیف اور عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہے گا۔ وہ بہتر ہے یا وہ شخص بہتر ہے جو قیامت کے ہولناک دن بھی نہایت امن وسکون اور خوشیوں کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا یقیناً عقل سلیم کا فیصلہ یہی ہوگا کہ وہ شخص سب سے بہتر ہوگا جو انجام کے اعتبار سے اچھا ہوگا۔

ان آیات میں یہ بات بھی بالکل واضح طریقے پر بتادی گئی ہے کہ اللہ نے کائنات میں ہزاروں نشانیاں بنائی ہیں جو انسان کو غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں جو لوگ ان پر غور وفکر اور تدبر کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں لیکن جو ان نشانیوں میں الجھ کر ان چیزوں کو ہی اپنا معبود بنا لیتے ہیں ان کی دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے اور آخرت بھی۔ لہٰذا صرف اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی جائے اور اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔ دراصل سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے اس کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ سجدہ عبادت کے لئے ہو یا تعظیم وتکریم کے لئے دونوں صورتوں میں اجماع امت کے مطابق غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا
جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا
قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ
اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ
ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ
يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

وہ لوگ جنہوں نے قرآن (کا سچا پیغام) آنے کے باوجود اس کا انکار کیا (وہ اپنا انجام بہت جلد دیکھ لیں گے) بے شک (قرآن) ایک زبردست کتاب ہے جس کے سامنے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ حکمت والے ہر طرح کی تعریفوں کے مستحق اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ سے یہ کفار (مشرکین) جو کچھ کہہ رہے ہیں ان میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں سے نہ کہی گئی ہو۔ (پھر بھی) بے شک آپ کا رب بہت معاف کرنے والا ہے لیکن جب وہ (کسی فرد یا قوم کو پکڑنے پر آجاتا ہے تو پھر) وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔

اور اگر اس قرآن کو عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو وہ کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہ نازل کی گئیں (وہ یہی کہتے کیسی عجیب بات ہے کہ) کتاب عجمی اور (اس کے مخاطب) عربی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ ایمان لائے یہ ان کے لئے ہدایت و شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے کانوں کی ڈاٹ ہے۔ یہ ان پر اندھا پن مسلط ہے۔ انہیں ایسا لگتا ہے جیسے انہیں بہت دور سے پکارا جارہا ہے۔

بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی لیکن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ کی گئی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (یاد رکھو) جس نے حسن عمل کیا وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس نے برا عمل کیا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ (اور اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم و زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

ذُوْعِقَابٍ — سزا دینے والا

اَعْجَمِیٌّ — جو عربی نہ ہو۔ عجمی ہو

ظَلَّامٌ — بہت زیادہ ظلم کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ٤١ تا ٤٦

اصل میں جو لوگ زندگی کے معاملات میں سنجیدہ اور سمجھ دار ہوتے ہیں وہ بات کو سمجھنے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں لیکن غیر سنجیدہ لوگ جن میں تدبر کی کمی ہوتی ہے وہ ہمیشہ حق و صداقت کی بات کو بے اثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ گھٹیا اور غیر سنجیدہ بات اور کیا ہوگی کہ وہ نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ کی زبان عربی ہے اس میں کسی کلام کو گھڑ لینے میں کیا دیر لگتی ہے (نعوذ باللہ) اگر یہ کتاب اور کلام کسی عجمی زبان میں ہوتا تو ہم سمجھتے کہ واقعی آپ اللہ کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان لوگوں کی باتوں کو زیادہ اہمیت نہ دیں کیونکہ یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں یہ ان سے بھی ایسی ہی غیر سنجیدہ باتیں کر چکے ہیں۔ فرمایا کہ آپ اللہ کے اس کلام کو جو بڑی عزت اور شان والا ہے جس کے آگے اور پیچھے جھوٹ ٹک نہیں سکتا آپ لوگوں تک حق و صداقت کی باتیں پہنچاتے رہیے۔ اس راستے میں آپ کو شدید ذہنی اذیتیں پہنچیں گی مگر آپ ان کی باتوں کی طرف دھیان نہ دیجئے کیونکہ اگر یہ لوگ آپ کو ایذا اور تکلیفیں دینے سے باز رہے تو پروردگار ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کر دے گا کیونکہ وہ اللہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے لیکن اگر یہ اسی روش پر قائم رہے تو وہ ان کو دنیا اور آخرت میں شدید ترین سزائیں دے گا جن سے بچنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہ اللہ صرف مغفرت کرنے والا ہی نہیں بلکہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔

فرمایا کہ اگر یہ قرآن کسی اجنبی زبان میں نازل کر دیا جاتا جس کو عرب کے لوگ نہ سمجھتے تو کہتے کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ رسول تو عربوں میں آیا ہے اور اپنی تعلیمات عجمی زبان میں لے کر آیا ہے۔ پھر یہ اس کو نہ سمجھنے کا عذر کرنے لگتے۔ فرمایا کہ آپ ان لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ ان کا کام پہلے بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کے دین سے بھاگنے کے راستے تلاش کرتے ہیں اس لئے اللہ کا کلام ان کے کانوں پر ایک بوجھ جیسا ہے اور انہوں نے سچائی کی ہر روشنی سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور حق و صداقت سے اندھے بنے ہوئے ہیں جب ان سے بات کی جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی کسی کو دور سے پکار رہا ہے جس کی کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو بھی کتاب ہدایت عطا کی تھی اس وقت کے لوگوں نے اس میں بھی اختلافات پیدا کر دیئے تھے۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ لوگوں کی خطاؤں پر سارے فیصلے اسی دنیا میں نہیں کرتا بلکہ ان کو آخرت تک مہلت اور ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو جس نے بھی کوئی عمل صالح کیا اس کا فائدہ اس کو ہوگا لیکن جس نے بد عملی کی زندگی گذاری اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ خود انسان ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے پر تیار بیٹھا رہتا ہے۔

اِلَیۡہِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ؕ وَ مَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ
مِّنۡ اَکۡمَامِہَا وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِہٖ ؕ وَ یَوۡمَ
یُنَادِیۡہِمۡ اَیۡنَ شُرَکَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰکَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَہِیۡدٍ ﴿ۚ۴۷﴾
وَ ضَلَّ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ ظَنُّوۡا مَا لَہُمۡ مِّنۡ
مَّحِیۡصٍ ﴿۴۸﴾ لَا یَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ دُعَآءِ الۡخَیۡرِ ۫ وَ اِنۡ مَّسَّہُ الشَّرُّ
فَیَـُٔوۡسٌ قَنُوۡطٌ ﴿۴۹﴾ وَ لَئِنۡ اَذَقۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ
مَسَّتۡہُ لَیَقُوۡلَنَّ ہٰذَا لِیۡ ۙ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَآئِمَۃً ۙ وَّ لَئِنۡ
رُّجِعۡتُ اِلٰی رَبِّیۡۤ اِنَّ لِیۡ عِنۡدَہٗ لَلۡحُسۡنٰی ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیۡنَ
کَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا ۫ وَ لَنُذِیۡقَنَّہُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِیۡظٍ ﴿۵۰﴾ وَ
اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ
فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِیۡضٍ ﴿۵۱﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ
ثُمَّ کَفَرۡتُمۡ بِہٖ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ ہُوَ فِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۵۲﴾
سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ
الۡحَقُّ ؕ اَوَ لَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ
اِنَّہُمۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّہِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ ﴿۵۴﴾

ع ۶ / ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

قیامت کب (واقع ہوگی) اس کا علم اللہ کو ہے (اسی کی طرف) اس علم کو لوٹایا جاسکتا ہے۔
وہی جانتا ہے کہ کون سا پھل اپنے غلاف سے باہر نکلتا ہے، کون سی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور کون سی مادہ (بچہ) جنتی ہے۔

اور وہ دن جب اللہ لوگوں کو پکار کر کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں؟

جنہیں تم میرے سوا پکارا کرتے تھے وہ جواب دیں گے کہ ہم نے آپ کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ ہم میں سے کوئی (ان کی عبادت کا) دعویٰ نہیں کرتا. اور وہ جن معبودوں کو وہ اس سے پہلے (دنیا میں) پکارا کرتے تھے وہ سب غائب ہوجائیں گے۔

اور کافر اس کو (اچھی طرح) جان جائیں گے کہ اب فرار ہونے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔
انسان (کا یہ حال ہے کہ) وہ بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا۔

اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ناامید ہوکر آس توڑ بیٹھتا ہے۔

اور اگر اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچتی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھادیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ میں اس کا مستحق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت آئے گی۔

اور اگر میں اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو وہاں بھی میری عیش ہوگی۔

حالانکہ ہم کفار کو ان کے کئے ہوئے اعمال کے سبب پوری طرح آگاہ کردیں گے۔

اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ہم اس کے بدلہ میں بدترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اور جب ہم کسی آدمی پر انعام و کرم کردیتے ہیں تو وہ منہ موڑ کر اپنا پہلو پھیرنے لگتا ہے۔

اور جب اس پر کوئی مصیبت پڑجاتی ہے تو پھر وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ بتاؤ تو سہی اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے (نازل کیا گیا) ہے اور پھر بھی تم اس کا انکار کرتے ہو تو اس سے بڑا گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو (اللہ اور اس کے رسول) کی مخالفت میں بہت دور نکل گیا ہے؟ بہت جلد ان کفار کو آفاق میں اور خود ان کے وجود

میں بہت سی نشانیاں دکھائیں گے۔

یہاں تک کہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ بے شک یہ (قرآن) پیغام حق وصداقت ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ کے رب کی یہ بات (ان کے لئے) کافی نہیں ہے کہ اللہ ہر چیز پر شاہد و گواہ ہے۔

سنو! کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

حالانکہ اللہ نے ہر چیز کو (اپنے دامن قدرت میں) سمیٹ رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

یُرَدُّ	لوٹایا جاتا ہے
عِلْمُ السَّاعَةِ	قیامت کا علم
اَكْمَامٌ	غلاف
تَحْمِلُ	حاملہ ہوتی ہے
اٰذَنّا	ہم نے بتایا۔ اطلاع کی
مَحِيْصٌ	بھاگ کر بچ جانا۔ پناہ گاہ
قَنُوْطٌ	ناامید
نَا بِجَانِبِهِ	اس نے اپنا پہلو بچایا
دُعَاءٌ عَرِيْضٌ	لمبی چوڑی دعا

مِرْيَةٌ	شک
مُحِيطٌ	گھیرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

جب کفار اور مشرکین سے یہ کہا جاتا تھا کہ قیامت کا ہولناک دن آنے ہی والا ہے جس میں سب کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ میدان حشر قائم ہوگا اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا تو وہ قیامت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ سن سن کر ہمارے تو کان پک گئے ہیں۔

اللہ نے ایسے ہی منکرین کی ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا البتہ وہ دن ساری چیزوں کی حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا اور وہ لوگ جنہوں نے جھوٹی بنیادوں پر اپنی تمناؤں کے محل تعمیر کر رکھے ہیں وہ سب کے سب ڈھے جائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کے کوئی کام نہ آسکیں گے۔ ان لوگوں کو قیامت کے آنے کی باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اس دن کی ہولناکی سے بچنے کی تدبیریں کریں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کہیں سفر میں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک شخص نے پکار کر کہا اے محمد ﷺ! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت تو آکر رہے گی۔ یہ بتاؤ تم نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ (بخاری مسلم)۔

نبی کریم ﷺ نے دو جملوں میں ساری بات ارشاد فرما دی کہ قیامت تو آکر رہے گی اس کو کوئی نہ روک سکے گا یعنی کب آئے گی اس کا علم تو اللہ کو ہے مگر قیامت کے دن جو مشکلات پیش آئیں گی ان کے لئے جس نے تیاری کر رکھی ہے وہی کامیاب و بامراد ہوگا اور جو اسی میں لگا رہا کہ قیامت کب اور کیسے آئے گی تو اس کو اس کی بے عقلی اور بے عملی کی سخت سزا مل کر رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور وہی اس کی حقیقت اور صحیح کیفیت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ فرمایا کہ کوئی پھل اپنے خول سے، کوئی دانہ اپنے خوشے سے، کوئی میوہ اپنے وجود سے باہر ظاہر نہیں ہوتا لیکن اس کے متعلق اس کو پورا علم ہوتا ہے۔

کسی عورت کا حمل اور کسی جانور کے پیٹ کا بچہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اللہ کو علم نہ ہو غرضیکہ درختوں سے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو اس کا علم اللہ کو ہوتا ہے جب کہ ساری دنیا کو اس کے متعلق اندازہ تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت کب آئے گی اس کے متعلق اللہ کے سوا کسی کو کوئی علم نہیں دیا گیا۔ البتہ قیامت کے آنے کی کچھ نشانیاں انبیاء کرامؑ کو بتائی گئی ہیں جو انہوں نے اپنی امت کو بتائی ہیں۔

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قیامت کی سب سے زیادہ نشانیاں بتا دی گئی تھیں جن کی تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔

فرمایا کہ جب وہ دن آئے گا اور میدان حشر قائم ہوگا تو اس دن مشرکین جنہیں اپنے ان معبودوں پر بڑا ناز تھا کہ وہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے وہ سب کے سب ان سے غائب ہو جائیں گے اور پھر وہ مشرکین طرح طرح سے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن ان کی ان باتوں سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وہ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکیں گے۔

کفار و مشرکین کی اخلاقی کمزوریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہر وقت ہر طرح کی بھلائی، خوشحالی، تندرستی، رزق میں کشادگی، اپنی اور اپنی اولاد کی سلامتی اور عافیت مانگنے سے نہیں تھکتے لیکن اگر ان کو کسی طرح کی تکلیف یا مصیبت پہنچ جائے تو وہ اس طرح مایوس ہو جاتے ہیں کہ امید کی ہر آس کو توڑ بیٹھتے ہیں۔

اس کے برخلاف اگر ان کو راحت و آرام کے اسباب مل جاتے ہیں تو ان پر شکر کرنے کے بجائے اترانا اور اکڑنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب ہماری محنتوں اور تدبیروں کا نتیجہ ہے۔ غرضیکہ راحتوں میں تکبر اور غرور اور مصیبتوں میں ہاتھ پھیلا پھیلا کر لمبی چوڑی دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی بے وقوفی اور غلط فہمی کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ قیامت ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں امید نہیں ہے کہ قیامت کبھی آئے گی اور اگر آ بھی گئی تو جس طرح ہم یہاں عیش و آرام سے ہیں وہاں بھی عیش و آرام کے راستے نکال کر مزے اڑائیں گے۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی خوش فہمی ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے سخت ترین عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین سے یہ سوال کیا ہے کہ یہ قرآن کریم جو ان کی اصلاح اور ان کی روحانیت کی تسکین کا سامان ہے اگر اللہ کی طرف سے ہے اور یقیناً اللہ ہی کی طرف سے ہے اور تم نے اس کا اقرار نہ کیا اور نہ اس کو قبول کیا تو کیا تمہیں اس کا کچھ اندازہ ہے کہ اس کا تمہیں کتنا شدید نقصان اٹھانا پڑے گا؟

اللہ نے فرمایا کہ ہم تمہیں ''آفاق'' اور ''انفس'' میں اپنی بہت سی نشانیاں دکھائیں گے۔ یعنی دنیا میں ہزاروں ان نعمتوں کی طرف توجہ دلائیں گے جو انسان کے چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں اور خود اس کے اپنے وجود میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ اگر اس نے ان میں غور و فکر سے کام لیا تو اس کی کامیابی ہے ورنہ اللہ کی سخت ترین سزاؤں سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

فرمایا کہ آخرت کے متعلق کفار و مشرکین جس شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کو اللہ سے ملاقات کا یقین نہیں ہے وہ ساری حقیقت بہت جلد ان پر کھل جائے گی۔

الحمد للہ سورۃ حم السجدہ کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۲

الشُّوریٰ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الشوریٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	42
کل رکوع	5
آیات	53
الفاظ وکلمات	869
حروف	3588
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ جو زبردست حکمت والا، نرالی شان والا، آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک، اس کی عظمت و ہیبت سے بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ تمام فرشتے اسی کی حمد و ثناء کرتے ہیں اور زمین پر بسنے والے (نیک اور متقی لوگوں کے لیے) دعائے مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔

اللہ نے سارا رزق اپنے ہاتھ میں رکھا ہے وہ جس کے لیے چاہتا ہے ہر راستہ کھول دیتا ہے اور خوب رزق دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے راستے تنگ کر دیتا ہے اور اس کا رزق باندھ دیا جاتا ہے۔ رزق کی فراخی اور تنگی سب اللہ کی طرف سے ہے۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اسی اللہ کی طرف سے نازل کی گئی کتاب کی تبلیغ و اشاعت کے فرض کو ادا کرتے رہیے اور ہر شخص تک اس پیغام کو پہنچانے کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہیے۔ اور جو لوگ قیامت کا انکار کرتے یا مذاق اڑاتے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ ان کے انکار کرنے سے قیامت کا ہیبت ناک دن ٹل نہیں سکتا وہ دن آ کر رہے گا۔ اس دن تمام اولین و آخرین کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا جو بہتر جزا کے مستحق ہیں ان کو خیر عطا کی جائے گی لیکن جو سزا کے مستحق ہوں گے ان کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔

سمندر میں جو جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں وہ اللہ کے حکم سے چلتی ہیں جس کے لیے اس نے ہواؤں کو چلا رکھا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہواؤں کو ٹھہرا دے یا ان کو طوفانی ہوائیں بنا دے اور وہ اپنی ترقیات کے باوجود بالکل بے بس ہو کر رہ جائیں۔ اگر اللہ ایسا کر دے تو وہ برباد ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لیے ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب اسی کا کرم ہے۔

فرمایا کہ جن لوگوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں جھگڑے اور مسائل پیدا کرنے کے عادی ہیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجیے وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی کو کائنات میں ہر طرح کے اختیارات حاصل ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور اپنی مصلحت کے مطابق جس کے لیے چاہتا ہے روزی اور رزق کو باندھ دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ وہی کائنات کی ہر حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

آخرت میں گناہ گار، کفار و مشرکین جب کھلی آنکھوں سے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کے متعلق اللہ کے پیغمبروں نے بتایا تھا تو وہ سخت شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ اگر ہمیں دنیا میں جانے کا ایک موقع دیا جائے تو ہم حسن عمل کا پیکر بن جائیں گے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوگی اور وہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔

فرمایا کہ یہ اختلافات لوگوں نے خود ہی پیدا کر رکھے ہیں۔ اس لیے اہل ایمان ان باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ دین اسلام کی پیروی کریں۔ اسی کی طرف لوگوں کو بلائیں، دعوت دیں۔ خود بھی اس پر قائم رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راستے پر چلائیں کسی باطل کی پیروی نہ کریں۔ ایک دن سب کو اللہ کی بارگاہ میں جمع ہونا ہے جہاں ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔

فرمایا کہ جو لوگ ایمان والے ہیں جب ان کے سامنے قیامت کے ہیبت ناک دن کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ لرز اٹھتے ہیں کیونکہ انہیں اس دن کے واقع ہونے کا پوری طرح یقین ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے وہ اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو نجانے کب سے سنتے آرہے ہیں۔ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟

اللہ تعالیٰ نے انسانی اعمال کو کھیتی کی مثال دے کر بتایا ہے کہ جو شخص اس دنیا کی کھیتی کو مانگتا ہے اللہ اس کی کھیتی میں ترقی عطا فرما دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ آخرت کی کھیتی کے طلب گار ہیں ان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ خوب عطا کرتے ہیں۔ ان کے لیے جنت کے باغات ہوں گے اور ہر وہ چیز عطا کی جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب آپ ﷺ ان کفار کو اللہ کا دین پہنچاتے ہیں تو وہ اس سے بھڑک اٹھتے ہیں اور آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے میں کسر نہیں چھوڑتے آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ میں یہ جتنی باتیں تمہیں بتا رہا ہوں اس میں صرف تمہاری خیر خواہی مقصود ہے اس سے نہ تو میں تم سے کسی طرح کی کوئی اجرت مانگ رہا ہوں اور نہ معاوضہ کہ جس کی وجہ سے تمہیں بہت بوجھ محسوس ہو رہا ہے۔ البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم قرابت داری کا کچھ تو خیال کرو۔ میری باتیں غور سے سنو اور مجھے ناحق تکلیفیں نہ پہنچاؤ۔

فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ باتیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود ہی گھڑ لیا ہے تو آپ ﷺ ان کو کہنے دیں، پرواہ نہ کریں کیونکہ اللہ خود اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ یہ میرا کلام ہے اگر ان لوگوں نے ایسی باتوں سے توبہ کر لی تو اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے کفر پر قائم رہے اور اسی پر اصرار کرتے رہے اور ایمان نہیں لائے تو وہ یاد رکھیں کہ ان کے لیے اللہ نے ایک عذاب مقرر کر دیا ہے۔ اللہ کی ذات پر کائنات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے۔

اللہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ دنیا میں جو آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں وہ خود انسان کا کیا دھرا ہے وہ تو معاف کرتا اور

نظر انداز کرتا رہتا ہے اگر وہ انسان کی ہر خطا پر اس کو اسی وقت سزا دے دے تو پھر زمین پر کسی کا ٹھکانا نہ رہے گا۔

سمندر میں جہاز اور کشتیاں صرف اسی کے حکم سے چلتی ہیں۔ اگر وہ ہوا کو ٹھہرا دے یا تیز کر دے تو وہ لوگ تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں۔ لیکن اللہ کا یہ کرم ہے کہ وہ انسانوں کے بہت سے گناہوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہے البتہ کبھی کبھی گرفت بھی کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ آدمی کو اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے جب موت آتی ہے تو اس سے سب کچھ چھن جاتا ہے۔ اس بات کو ہر شخص یاد رکھے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے۔

اہل ایمان وہ لوگ ہیں جو

(۱) اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔

(۲) اس پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

(۳) وہ چھوٹے بڑے ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

(۴) غصہ میں آجانے کے باوجود اس کو معاف بھی کر دیتے ہیں۔

(۵) اللہ کے تمام احکامات کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

(۶) نمازوں کی پورے آداب کے ساتھ پابندی کرتے ہیں۔

(۷) وہ آپس کے کاموں میں مشورہ کر کے طے کرتے ہیں۔

(۸) اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے وہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں۔

(۹) جب ان پر کوئی ظلم کیا جاتا ہے تو وہ کسی پر زیادتی نہیں کرتے۔ اگر بدلہ لیتے ہیں تو برابری کا بدلہ لیتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر وہ معاف کر دیں تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے کیونکہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ عفو و درگزر کو بہت پسند کرتا ہے۔

(۱۰) یہ زبردست حوصلے اور ہمت کی بات ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔

جب قیامت قائم ہوگی تو وہ لوگ جنہوں نے ظلم و زیادتی کی ہوگی وہ اپنے کیے ہوئے اعمال پر شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع مل جائے تو پھر ہم بہتر عمل کر کے دکھائیں گے۔ ان کی یہ خواہش رد کر دی جائے گی جب وہ جہنم اور اس کے عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو ذلت و رسوائی اور شرمندگی سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور کن انکھیوں سے نظریں چرا چرا کر اس عذاب کو دیکھیں گے۔ اس وقت اہل ایمان کہیں گے کہ یہ کتنے بد

نصیب لوگ ہیں جو خود بھی جہنم کا ایندھن بن گئے اور اپنے گھر والوں کو بھی عذاب میں مبتلا کر گئے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اللہ کا پیغام ان کفار تک پہنچا دیں اگر وہ مانتے ہیں تو ان کے حق میں بہتر ہے لیکن اگر وہ نہیں مانتے تو اس میں آپ ﷺ کا کوئی قصور نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مانتے ہیں یا نہیں مانتے یہ ان کا معاملہ ہے لیکن کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ ساری طاقت وقوت صرف ایک اللہ کی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے وہ جس کو چاہتا ہے بیٹے دے دیتا ہے، کسی کو بیٹیاں اور کسی کو اولاد ہی سے محروم کر دیتا ہے۔

کفار کا یہ کہنا کہ اللہ خود آ کر یہ کہہ دے کہ میں اللہ ہوں تو ہم اس کو مان لیں گے۔ فرمایا کہ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کے سامنے آ کر اس سے باتیں کرے گا۔ البتہ وہ اگر چاہے تو اپنے بندوں کی طرف الہام کر دیتا ہے یا پردے کے باہر سے یا کسی فرشتے کے ذریعہ اپنا کلام پہنچا دیتا ہے۔ جس طرح اے نبی ﷺ! آپ کی طرف اس نے اپنا کلام بھیجا ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک نور ہے جس سے اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ خود بھی سیدھے راستے پر ہیں اور آپ ﷺ لوگوں کو بھی صراط مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں۔ آخر کار ایک دن سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں پر ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

سورۃ الشوریٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝۷ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۸ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹

ع ۱ / ۹ / ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۹

حا۔ میم۔ عین۔ سین۔ قاف۔ (ان حروف کے معنی کا علم اللہ کو ہے)

(اے نبی ﷺ) اللہ نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح آپ سے پہلے (رسولوں پر) وحی بھیجتا رہا ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے اور وہی برتر و اعلیٰ ہے۔ آسمان قریب ہیں کہ وہ اوپر کی طرف سے پھٹ پڑیں۔ اور فرشتے اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرر ہے ہیں اور (زمین میں رہنے والے اہلِ ایمان) کے لئے اللہ سے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ سنو! کہ اللہ ہی گناہوں کو معاف کرنے والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا دوست (مشکل کشا) بنا رکھا ہے۔ اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور آپ ان پر کوئی نگراں مقرر نہیں کئے گئے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ مکہ والوں اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو آگاہ اور خبردار کردیں۔ اور اس دن کا خوف دلائیں جو سب کے جمع ہونے کا دن ہے اور جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ (اس دن) ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ جہنم میں (داخل کیا جائے گا) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت (جماعت) بنا دیتا۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور جو ظالم (نافرمان) ہیں (اس قیامت کے دن) ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ کیا (ان ظالموں، مشرکوں نے) اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مشکل کشا بنا رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ ہی سب (نیک لوگوں) کا حامی و مددگار ہے۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۹

تَکَادُ — قریب ہے

یَتَفَطَّرْنَ — پھٹ پڑیں

اُمُّ الْقُرٰی — (مکہ مکرمہ) شہروں کی ماں

یَوْمُ الْجَمْعِ — جمع ہونے کا دن (قیامت کا دن)

اَلسَّعِیْرُ — دھکتی آگ

تشریح: آیت نمبر۱تا۹

اس سورت کا آغاز ان حروف سے کیا گیا ہے جو الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو ہے۔ یہ آیات متشابہات میں سے ہیں۔ ان کے معنی کا علم ممکن ہے نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہو مگر آپ نے ان کے معنی کسی کو نہیں بتائے۔ اگر امت کے لئے ضروری ہوتا تو نبی کریم ﷺ ان حروف کے معنی ضرور ارشاد فرماتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ سورت بھی ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جس کو ''حٰم'' سے شروع کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''حٰم'' سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں جو آدمی ان کو پڑھنے کا عادی ہوگا تو یہ سورتیں جہنم کے ہر دروازے پر موجود ہوں گی اور اللہ سے ان کے پڑھنے والے کے لئے فریاد کرتے ہوئے کہیں گی کہ الٰہی! جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازے سے داخل نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ نبی مکرم ﷺ جو باتیں لوگوں کو بتا رہے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہیں ان کو اسی طرح بیان فرما رہے ہیں۔ جس طرح آپ سے پہلے انبیاء کرامؑ کی طرف جو بھی وحی کی جاتی تھی تو وہ اپنی امت کے سامنے بیان فرماتے تھے۔ اور اپنی قوم کو راہ ہدایت پر لانے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ فرمایا کہ یہ وحی اس برتر و اعلیٰ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ہے جس کی ذات و صفات، اختیارات اور حقوق میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ اس کی ہیبت اور جلال کا یہ عالم ہے کہ اس کے ڈر سے گویا آسمان پھٹے جا رہے ہیں یا اس کی حمد و ثنا جو ہر وقت فرشتے کر رہے ہیں ان کے بوجھ سے آسمان پھٹنے کے قریب ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آسمان میں ایک ایسی آواز پیدا ہونے لگی ہے جیسے کسی چیز پر زیادہ بوجھ پڑنے سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ فرمایا اس کی آواز ایسی ہی ہونی چاہیے کیونکہ پورے آسمان میں چار انگلیوں کے برابر کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی ٹیک کر سجدہ نہ کر رہا ہو (ترمذی، ابن ماجہ)۔ یہ فرشتے ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور اہل زمین میں جو مومن ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہتے ہیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان اور ان کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ وہی اللہ اس لائق ہے جس کی عظمت و رحمت پر بھرپور اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ وہی عذاب سے بچانے والا اور دنیا کی ہر آفت و مصیبت سے بندے کی حفاظت کرنے والا ہے لیکن جو لوگ اللہ کو اپنا ولی اور حمایتی بنانے کے بجائے دوسروں کو اس کا شریک کرتے ہیں۔ ان سے اپنی لو لگاتے ہیں اور اپنی تمناؤں کے پورا ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔

نبی مکرم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اس پیغام حق کو اللہ کے بندوں تک پہنچا دیجئے بے شک آپ لوگوں کی قسمت کے مالک و مختار بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں کیونکہ کسی کو اس کے اعمال پر جزا یا سزا دینا یہ اللہ رب العالمین کا کام ہے۔ البتہ حق و صداقت کو پہنچا دینا یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اس ابدی پیغام کو عربی زبان میں نازل کیا تا کہ اس قرآن کے پہلے مخاطب (اہل مکہ) یہ عذر پیش نہ کر دیں کہ ہم تو اس پیغام کو سمجھتے ہی نہیں ایمان کیسے لائیں؟ دوسری بات یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن کریم کو عربی میں اس لئے نازل کیا گیا ہے کیونکہ دنیا کی کسی اور زبان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ قرآن کریم کے عظیم تر مضامین کو سنبھال سکتی حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے معانی کے بوجھ کو صرف عربی زبان ہی اٹھا سکتی تھی۔

فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تا کہ ''ام القریٰ'' (بستیوں کی اصل جڑ اور بنیادی شہر مکہ مکرمہ) اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کو پیغام حق سے آگاہ کر دیا جائے۔ ''ام القریٰ'' سے مراد مکہ مکرمہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ساری دنیا کی بستیوں اور شہروں میں اور ساری دنیا کی زمین میں سب سے افضل و بہتر سرزمین صرف مکہ مکرمہ ہی کی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کو مکہ کی سرزمین سے بے انتہا محبت تھی۔ حضرت عدیؓ ابن حمراء زہری نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما رہے تھے تو میں نے سنا کہ آپ نے مکہ مکرمہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''(اے مکہ کی سرزمین) تو میرے نزدیک ساری دنیا کی زمین سے بہتر اور محبوب ہے۔ اگر مجھے اس سرزمین سے نکالا نہ جاتا تو میں اپنی مرضی سے کبھی اس سرزمین کو نہ چھوڑتا۔'' (مسند احمد)

اس آیت سے مکہ مکرمہ کی عظمت اور شان بھی واضح ہے اور یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ مکہ مکرمہ جو دنیا کے تمام ملکوں اور شہروں کے درمیان میں ہے دنیا کے کسی کنارے پر نہیں ہے بلکہ اس کی مرکزی حیثیت ہے۔ جب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ''ام القریٰ'' اور اس کے آس پاس کے تمام علاقے والوں تک پیغام حق کو پہنچا دیجئے تو اس کا صاف مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کریم کا پیغام کسی خاص سرزمین، خطے، علاقے اور کسی خاص قوم اور نسل کے لئے نہیں ہے بلکہ قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے لئے مینارہ نور اور مشعل راہ ہے۔

فرمایا کہ آپ ساری دنیا کے لوگوں کو یہ بتا دیجئے کہ قیامت وہ دن ہے جس کے واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے وہ بہت جلد آنے والا ہے اور اس دن میں دو ہی گروہ ہوں گے ایک اللہ کا فرماں بردار اور دوسرا نافرمان۔ جو لوگ قرآن کریم کے پیغام حق کو مان لیں گے وہ جنت کی ابدی راحتوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر و انکار کی روش اختیار کی ہوگی وہ ایک ایسی آگ میں جھونکے جائیں گے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہر شخص کو ہدایت دے کر دنیا کے تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کو اختیار دے کر آزماتا ہے کہ وہ راہ حق کو قبول کرتا ہے یا ظلم اور کفر و شرک کے راستے کو اختیار کرتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام بتا دیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی نافرمانی اختیار کریں گے وہ ظالم ہیں اور قیامت کے دن ظالموں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا۔ لیکن اللہ وہ ہے جو فرماں برداروں کا حمایتی اور مددگار ہے زندگی اور موت پر اسے پوری قدرت حاصل ہے اور وہی اپنے نیک بندوں کو قیامت کے دن نجات عطا فرمائے گا۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

(اے نبی ﷺ! جولوگ آپ سے اختلاف رکھتے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ) تم جس چیز میں اختلاف رکھتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ تو میرا رب ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور (ہر بات میں) اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وہی تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے بنائے ہیں۔ اور اسی نے چوپایوں میں (نر اور مادہ) جوڑے بنائے ہیں۔ وہ تمہیں ان کے ذریعہ پھیلاتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے وہی سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی ساری کنجیاں اس کے اختیار میں ہیں۔ وہ جس کا چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور (جس کا رزق چاہتا ہے) گھٹا دیتا ہے۔ بے شک وہی ہر بات کی پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

أُنِيبُ میں رجوع کرتا ہوں۔ میں لوٹتا ہوں

فَاطِرٌ پیدا کرنے والا۔ بنانے والا

اَلْاَنْعَامُ	جانور۔مویشی
یَذْرَؤُ	وہ پھیلاتا ہے
مَقَالِیْدُ (مِقْلَدٌ)	چابیاں۔کنجیاں

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

ان آیات میں اس بنیادی عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جس بات میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے اس کے فیصلے کا حق اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے خواہ وہ معاملہ اعتقاد و عمل کا ہو یا قانون اور اخلاق کا۔ وہ اختلاف کسی چیز کے جائز و ناجائز یا حلال و حرام کا ہو یا کسی بھی باہمی تنازعات کا اس کا آخری فیصلہ کائنات کے مالک حقیقی اللہ ہی کے ذمے ہے کیونکہ اصل حکم اللہ ہی کا ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ

☆ ہر حال میں اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور توکل اختیار کرنا اور اسی کی طرف رجوع کرنا انسان کی سب سے بڑی سعادت ہے۔

☆ زمین و آسمان ہوں یا کائنات کی مخلوقات ان سب کا پیدا کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

☆ اسی نے انسانوں اور تمام جانداروں کی نسل میں نر اور مادہ کو پیدا کیا جو زمین میں مخلوق کے پھیلنے اور بڑھنے کا ذریعہ ہیں۔

☆ اللہ وہ ہے کہ اس کے جیسا اور کوئی نہیں ہے وہ اپنی ذات میں یکتا، بے نیاز اور بے مثل و بے مثال ہے۔

☆ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر آن کائنات میں ہر ایک کی سن رہا ہے اور ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اس سے کوئی چیز یا اس کی کیفیت اور خبر چھپی ہوئی نہیں ہے۔

☆ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ مخلوقات کی جیسی ضرورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں اللہ ان خزانوں کو زمین سے نکالتا چلا جاتا ہے۔ کروڑوں سال سے تیل اور گیس اور معدنیات زمین کے اندر موجود تھے لیکن جب انسانوں کو ان کی ضرورت ہوئی تو اللہ کے حکم سے زمین نے ان کو اگلنا شروع کر دیا۔ اور آئندہ انسان کی جو بھی ضروریات ہوں گی اللہ نے ان کے خزانے پہلے ہی سے تیار کر رکھے ہیں۔ ضرورتیں پیدا ہوتی رہیں گی اور زمین اپنے خزانے نکالتی چلی جائے گی۔

☆ تمام جان داروں کو وہی رزق عطا کرتا ہے۔ رزق زیادہ ہونا چاہیے یا کم یہ سب وہ اپنی حکمت اور مصلحت سے متعین کرتا ہے۔ کون کتنی عطا کا مستحق ہے اور اس کے لئے کس قدر دینا مصلحت کے مطابق ہے وہی جانتا ہے اور وہی عطا فرما دیتا ہے۔ وہ ہر چیز کی مصلحت اور حکمت سے اچھی طرح واقف ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۵

(اے مومنو!) اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس دین کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کے پاس جو وحی بھیجی ہے اور جن باتوں کا ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا (اس میں ان کی امتوں) سے کہا گیا تھا کہ تم سب اسی دین پر قائم رہنا اور اس میں اختلاف (پھوٹ) پیدا مت کرنا۔ اور (اے نبی ﷺ) ان مشرکوں کو ہر وہ بات گراں گذرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے لئے منتخب کر لیتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ خود اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

اور (ان اہل کتاب نے) صحیح علم آجانے کے باوجود محض آپس کی ضد بندی کی وجہ سے اختلاف پیدا کیا ہے۔ (اور اے نبی ﷺ) اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک مدت مقرر نہ کردی گئی ہوتی جو پہلے سے (اللہ نے) طے کردی ہے تو ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ کردیا گیا ہوتا۔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب الٰہی کے ذمے دار بنائے گئے وہ اس (کتاب) کی طرف سے ایک سخت تردد اور شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

تو (اے نبی ﷺ) آپ ان کو اسی دین کی طرف بلاتے رہیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور آپ بھی اسی پر قائم رہیے۔ اور ان (مشرکین و کفار) کی خواہشات پر نہ چلئے اور (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل کی ہے میں اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں۔ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا (بحث مباحثہ) نہیں ہے۔ اللہ ہی ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۱۵

شَرَعَ	اس نے مقرر کیا
كَبُرَ	گراں گذرا۔ ناگوار لگا
وَصّٰى	وصیت کی
يَجْتَبِىْ	وہ چن لیتا ہے
بَغْيًا	ضد۔ ہٹ دھرمی
سَبَقَتْ	گذر گئی۔ (جو پہلے ہو چکا)
اُوْرِثُوْا	وارث بنائے گئے
مُرِيْبٌ	شک میں ڈالنے والا

اَعۡدِلُ	میں انصاف کرتا ہوں
حُجَّۃٌ	دلیل۔ وجہ

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۵

اس پوری کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا خالق و مالک اللہ ہے جس نے اپنے پاکیزہ نفوس پیغمبروں کے ذریعہ دنیا میں زندگی گذارنے کے تمام طریقے، قاعدے، قانون اور ضابطے بھیجے ہیں تاکہ ہر ایک کی دنیا اور آخرت دونوں بہتر ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہر زمانے کے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اس نے اپنا کلام بھیجا۔ جن لوگوں نے ان پیغمبروں کی اطاعت اور ان کے کلام کی تصدیق کی وہ کامیاب و بامراد ہوئے لیکن جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات، ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانی کی روش کو اختیار کیا وہ نہ صرف دنیا و آخرت میں ناکام ہوئے بلکہ سخت انتشار اور اختلاف کا شکار ہو گئے۔ حضرت آدمؑ کے زمانہ تک تو کوئی بڑا اختلاف نہ تھا لیکن بعد میں آنے والی نسلوں نے دنیاوی مفادات کی وجہ سے نافرمانی اور انبیاء کرامؑ کی مخالفت کا طریقہ اختیار کیا اور انہوں نے راہ ہدایت کو چھوڑ کر شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر لیا جس کے نتیجے میں نافرمان قوموں کو مٹا دیا گیا۔ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک نسل در نسل اللہ کا پیغام پہنچایا لیکن بہت تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب نے ان کی نافرمانی کی اور مذاق اڑایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی نوح میں سوار آدمیوں اور سوار جانوروں کے سوا زبردست طوفان سے کوئی بچ نہ سکا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کا دین پہنچانے کی جدوجہد میں زندگی بھر تکلیفیں اٹھائیں اللہ نے ان کو ساری دنیا کے انسانوں کا پیشوا اور رہنما بنا دیا اور نعمت کے طور پر ان کی اولاد میں ہزاروں پیغمبر پیدا کئے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے زندگی بھر اللہ کے اس دین کو پہنچانے کی جدوجہد کی جس کے اصولی عقائد ایک ہی تھے توحید و رسالت، آخرت، قیامت، مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، کی عظمت اور اخلاقیات میں جھوٹ، بدکاری، زنا، دوسروں کو اذیت پہنچانا، بدسلوکی اور وعدہ خلافی وغیرہ کی مذمت اور برائی یہ انبیاء کرامؑ بیان فرماتے رہے۔ ان باتوں کو صرف ان لوگوں نے ہی قبول کیا جن کے حصے میں دنیا اور آخرت کی سعادت لکھ دی گئی تھے۔ ان ہی باتوں کو اللہ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔ کفار مکہ کو بتایا گیا ہے کہ آج جو باتیں نبی مکرم ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں وہ کوئی ایسی انوکھی، نئی اور اجنبی باتیں نہیں ہیں جن کو سن کر حیرت یا بحث کی جائے بلکہ یہ وہی باتیں ہیں وہی احکامات ہیں جنہیں ان سے پہلے تمام انبیاء کرام پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ اسی دین کی طرف دعوت ہے جس کی دعوت حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دیتے چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! ہم نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے۔ جس دین

کا حکم اس نے حضرت نوحؑ کو دیا تھا جس میں ان سے کہا گیا تھا کہ وہ سب ہمیشہ اسی دین پر قائم رہیں اور اس میں کسی طرح کا اختلاف پیدا کر کے پھوٹ نہ ڈالیں۔ چونکہ اللہ کا دین ایک ہی ہے اس لئے اسی بات کو حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنی اپنی امتوں تک پہنچایا اور نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی اسی دین پر ہیں اور اسی دین کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہمیں معلوم ہے کہ ان مشرکوں کو آپ کی باتیں ناگوار گذرتی ہیں لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کی دعوت واصلاح میں کوئی کمی ہے بلکہ نسل پرست یہود اور کفار و مشرکین اس لئے مخالفت کر رہے ہیں کہ آپ ان کے فرقے اور جماعت میں کیوں نہیں ہیں۔ یہ اختلاف محض ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے ہے ورنہ علم و حقیقت آنے کے بعد ان کو مخالفت کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ جس کو چاہے اپنے دین کی دعوت دینے کے لئے منتخب کر لے وہ اس سلسلہ میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ کی طرف رجوع رکھنے والے ہی اس سچائی کو جان سکتے ہیں۔ ان کی نافرمانی کی وجہ سے اگر اللہ چاہتا تو ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا لیکن اس نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہر شخص کو مہلت اور ڈھیل دی جائے۔ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں تو پھر اس دنیا میں یا آخرت میں وہ سخت سزا سے بچ نہیں سکتے۔

فرمایا کہ اے نبی! جن لوگوں کو آپ سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں وہ لوگ شک اور سخت کشمکش میں ہیں۔ ان کے دل تو آپ کی لائی ہوئی سچائی کو مانتے ہیں مگر وہ اپنی فرقہ پرست ذہنیت کے خول سے وہ باہر نکلنا نہیں چاہتے لیکن آپ ان کو اس دین کی طرف بلاتے رہیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اسی پر آپ قائم رہیے اور ان (کفار و مشرکین) کی خواہشات کی پرواہ نہ کیجئے۔ آپ صاف صاف اعلان کر دیجئے کہ میں تو اسی پر ایمان ویقین رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور اگر تمہارا کوئی معاملہ میرے پاس آیا تو مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں گا کیونکہ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا (بحث و مباحثہ) نہیں ہے۔ وہ دن دور نہیں ہے جب اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یعنی پھر وہی ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے گا کہ حق پر کون تھا اور کون اپنی ذاتی غرض اور لالچ میں پھنسا ہوا تھا۔

وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ

لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾

ع ۲ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

وہ لوگ جو اللہ کے دین میں اس کے بعد کہ وہ لوگوں میں مقبول ہو چکا (مان لیا گیا) پھر بھی جھگڑے نکالتے ہیں تو ایسے لوگوں کی کٹ حجتی اللہ کے نزدیک باطل ہے۔ ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے دردناک سزا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور (عدل و انصاف کے لئے) ترازو کا حکم نازل کیا۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ کو کیا معلوم کہ قیامت قریب ہی ہو۔ قیامت کی جلدی وہی مچاتے ہیں جو اس کا یقین نہیں رکھتے۔ اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ بے شک (قیامت قائم ہونا) برحق ہے۔ سنو! جو لوگ قیامت کے قائم ہونے میں جھگڑتے ہیں وہ گمراہی میں دور جا پڑے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جس کو جتنا دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ وہی زبردست قوت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

اُسْتُجِيْبُ	قبول کیا گیا۔ مان لیا گیا
دَاحِضَةٌ	غلط۔ جھوٹ۔ باطل
اَلْمِيْزَانُ	تولنے کی چیز۔ ترازو
مَايُدْرِیْ	وہ نہیں جانتا

یَسْتَعْجِلُ	وہ جلدی کرتا ہے
مُشْفِقُوْنَ	ڈرنے والے
یُمَارُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن حکیم ایک ایسی برحق کتاب ہے اور غلط اور صحیح بات کو چھانٹ کر رکھ دینے والی ایک ایسی کسوٹی ہے جس کی عظمت اور عدل وانصاف کی تعلیم کے سامنے ہر شخص جھکنے پر مجبور ہے۔ جس کی عظمت دلوں میں بیٹھ چکی ہے اس لئے تم میں سے بہت سے خوش نصیب لوگوں نے اس سچائی کو قبول کر لیا ہے اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد فضول بحث ومباحثہ اور جھگڑا پیدا کرنا اور اپنی زبان اور طرز عمل سے لوگوں کو گمراہ کرنا بدنصیبی اور اللہ کے نزدیک غلط، بے بنیاد اور باطل حرکت ہے۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ یہ کہتے نہ تھکتے تھے کہ ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے آئی ہے۔ ہم اولاد ابراہیمؑ ہیں جن کی پیروی کی وجہ سے ہمیں ہر طرح کی برتری اور فضیلتیں حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بے بنیاد خیالات کو ان کی خوش گمانی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اب قیامت تک کے لئے وہ دین جسے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے وہی مقبول ومحبوب دین ہے اس دین کے آجانے کے بعد طرح طرح کی باتیں بنانا، لڑائی جھگڑے کرنا اور فخر وغرور کی باتیں کرنا اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب اسی دین کے قبول کرنے میں نجات ہے۔ فرمایا کہ اگر اس سچے دین کے آنے کے بعد بھی وہ لوگ اپنی گمراہی اور جہالت پر قائم رہے تو پھر ان کے برے اعمال ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں گے۔

اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ایک ایسی کتاب عطا فرمادی ہے جو ہر اعتبار سے حق وصداقت کی روشنی اور حق وباطل کو چھانٹ کر رکھ دینے والی میزان ہے۔ جس کے ذریعہ زندگی کا سچا راستہ اور معاملات میں عدل وانصاف مل سکے گا۔ یہ کتاب اس ترازو یا ماپنے کے کانٹے اور ترازو کی طرح ہے جو ہلکی اور بھاری چیز کو ماپ کر بتا دیتی ہے کہ کس چیز کا کتنا وزن ہے کون سی چیز ہلکی اور کون سی چیز بھاری ہے۔ جس طرح مادی چیزوں کو تولنے کے لئے ترازو ہوتی ہے اسی طرح معنوی اور روحانی حقیقتوں کو تولنے کے لئے اللہ نے اپنی کتاب کو نازل کر دیا ہے جو خالق اور مخلوق کے تمام حقوق کو ٹھیک ٹھیک متعین اور مقرر کر دیتی ہے۔ اسی لئے بعض علماء ومفسرین نے حق سے مراد حقوق اللہ اور میزان سے مراد حقوق العباد کو لیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف بھی اشارہ کر دیا

ہے کہ اب لوگوں کی ہدایت کے لئے آخری نبی پر یہ آخری کتاب نازل کی جا رہی ہے اس کے بعد کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی۔ اس کے بعد صرف قیامت ہی آئے گی جو لوگوں سے زیادہ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہی ہے۔ جس کے آنے میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ قیامت کے متعلق جلدی مچانے والے ہیں انہیں تو اس ہولناک دن سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہاں انسان کے نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ فرمایا کہ قیامت کے آنے میں شک کرنے والے گمراہی میں دور جا پڑے ہیں۔ اگر وہ دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کرلیں اور جس طرح اہل ایمان قیامت کے آنے پر پورا یقین رکھتے ہیں وہ بھی اس کا یقین کرلیں تو وہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں گے۔ وہ اللہ جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور شفیق ہے اور انسانوں کی تمام ضروریات سے باخبر ہے اور وہ کائنات میں ہر طرح کی قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے وہی سب کو رزق دیتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کس کو کب اور کتنا کچھ دینا چاہیے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اسی ذات سے تعلق انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ﴿٢٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳

اور جو شخص آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا آرزومند ہے تو ہم اس کو اسی دنیا میں (بہت کچھ) دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ کیا (ان کافروں کے) کچھ ایسے خود سے بنائے گئے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے کوئی ایسا دین مقرر کر دیا ہے کہ جس دین کی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔ اور ایک فیصلے والی بات مقرر نہ ہوتی تو ان (کافروں کے) درمیان کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور بے شک ان ظالموں کے لئے دردناک عذاب (تیار) ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ یہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ (ان کے گناہوں کا) وبال ان پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے۔ ان کے رب کے پاس ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ یہی تو اس کا بڑا فضل و کرم ہوگا۔ یہی وہ (نعمت ہے) جس کی اللہ نے اپنے بندوں کو بشارت و خوش خبری دی ہے۔ وہ بندے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے (اس تبلیغ دین پر) سوائے قرابت داری کی محبت کے کوئی صلہ یا بدلہ تو نہیں مانگ رہا ہوں۔ اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا تو ہم اس شخص کے لئے اس کی نیکی میں ایک اور نیکی کو بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا اور (نیک کاموں کا) بڑا قدردان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳

حَرْثٌ	کھیتی
نَصِيبٌ	حصہ
يَأْذَنُ	وہ اجازت دیتا ہے
كَلِمَةُ الْفَصْلِ	فیصلے کی بات
كَسَبُوْا	انہوں نے کمایا

وَاقِعٌ	پڑنے والا۔واقع ہونے والا
رَوْضٰتٌ (رَوْضَۃٌ)	باغ۔کیاریاں
لَا اَسْئَلُ	میں سوال نہیں کرتا
اَلْمَوَدَّۃُ	محبت۔لحاظ
یَقْتَرِفُ	وہ کماتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳

یہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے آدمی کو دنیا کی مختصر سی زندگی گذارنے کے بہت سے اسباب اور وسائل عطا کئے ہیں تا کہ آدمی ان اسباب کو آخرت کی تعمیر میں استعمال کر کے اس کے رحم و کرم کا مستحق اور حق دار بن جائے۔

اللہ کا یہ نظام ہے کہ اگر کسی شخص کی جدوجہد، کوشش اور بھاگ دوڑ محض دنیا حاصل کرنے کے لئے ہے اور اس میں فکر آخرت شامل نہیں ہے تو اس کی کوشش کے مطابق یا زیادہ اس کو دنیاوی عیش و آرام دے دیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوتا کیونکہ نہ تو اس کو آخرت کا یقین تھا اور نہ اس نے آخرت کو سامنے رکھ کر کوئی کام کیا اس لئے وہ جنت کی راحتوں سے محروم رہے گا۔ اس کے برخلاف ایک صاحب ایمان اور اعمال صالحہ کے پیکر شخص کو جنت کی وہ راحتیں عطا کی جائیں گی جن کا وہ اس دنیا میں رہ کر تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی زندگی اور جدوجہد آخرت کے لئے تھی اس لئے اس کی دنیا اگرچہ محدود تھی لیکن آخرت میں اس کو لامحدود جنتیں اور اس کی راحتیں عطا کی جائیں گی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ ایک مومن کے اعمال صالحہ کو کھیتی اور اس پر ملنے والے ثواب کو اس کا پھل قرار دیا ہے، جس میں اسے ترقی بھی ملتی رہے گی۔ ایک نیکی کا صلہ اور بدلہ دس گنا یا اس سے بھی زیادہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آخرت کی راحتوں کا طلب گار ہو گا ہم اس کی کھیتی کو بڑھاتے چلے جائیں گے اور جو دنیا ہی کی کھیتی اور اس کے پھل کا آرزومند ہوگا اسے دنیاوی زندگی کا تھوڑا یا زیادہ سامان تو ضرور دیا جائے گا لیکن وہ آخرت کے بہتر نتائج اور راحتوں سے محروم رہے گا۔

فرمایا دنیا پرستوں نے اپنے ہاتھوں سے ایسے معبود گھڑ لئے جنہیں وہ اپنا سب سے بڑا سہارا سمجھتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ان کے یہ معبود دنیا اور آخرت میں ان کی نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنیں گے حالانکہ اللہ نے ایسے ظالموں کے لئے شدید سزا اور عذاب مقرر کر رکھا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کی بدعملیوں کی سزا اسی دنیا میں دے سکتا تھا لیکن اس نے اس بات کا فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ ایسے ظالموں کو دنیا میں ڈھیل اور مہلت ضرور دے گا لیکن آخرت میں وہ سخت ترین سزا سے نہ بچ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ قیامت کے دن ان ظالموں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر لرز رہے ہوں گے۔ ہر طرح اس عذاب سے بچنے کی کوشش کے باوجود وہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد زندگی بھر نیک عمل کرتے رہے ان کو جنت کے ایسے ہرے بھرے باغات عطا کئے جائیں گے جہاں ان کی خواہش کی ہر چیز موجود ہوگی اور وہ جس چیز کی تمنا کریں گے وہ ان کو دی جائے گی۔ اللہ کے اس فضل و کرم سے دنیا پرست لوگ محروم رہیں گے۔

آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ بھی تمام انبیاء کرامؑ کی طرح یہ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں آخرت کی جو بھی فلاح و کامیابی کی باتیں بتا کر سیدھا راستہ دکھا رہا ہوں اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ مجھے تم سے کسی معاوضے یا بدلے کی خواہش ہے۔ میرا اجر و ثواب تو اللہ کے ذمے ہے میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جن لوگوں سے میرا خاندانی یا برادری کا تعلق ہے وہ میرے خلوص اور خیر خواہی کے جذبے کو نظر انداز نہ کریں کیونکہ میں تمہیں سیدھی بے داغ راہ دکھا رہا ہوں تمہیں رشتہ داری کا کچھ تو پاس اور لحاظ ہونا چاہیے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب قبیلہ قریش کے لوگ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں روڑے اٹکا رہے تھے اور آپ کی ہر بات کی مخالفت میں یہود و نصاریٰ سے بھی گے نکل گئے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ میں جس دین اسلام کی بات کر رہا ہوں وہ ایک سچا دین اور نجات کا راستہ ہے اس کو قبول کرنے ہی میں کامیابی ہے لیکن اگر تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں میرے لائے ہوئے پیغام کو سننا ہی نہیں چاہتے تو یہ تمہاری مرضی ہے لیکن کم از کم اس قرابت داری اور رشتوں کا تو لحاظ کرو جو مجھے حاصل ہے اخلاق اور شرافت کی سطح سے اس حد تک تو نہ گر جاؤ کہ اپنے اور غیر میں کوئی فرق ہی نہ کرو۔

اہل بیت رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور امت کے تمام مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے چنانچہ حضرت امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق پوچھا تو ہم نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو خط لکھ کر اس کی صحیح تفسیر و تعبیر پوچھی۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قریش کے ایسے نسب سے تعلق رکھتے تھے کہ ان کے ہر چھوٹے بڑے قبیلے سے رشتہ داری کے تعلقات قائم تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان مشرکین قریش سے کہہ دیجئے کہ میں جو بھی اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ یا بدلہ اس کے سوا نہیں مانگتا کہ تم مجھ سے قرابت داری کی مروت و لحاظ کا معاملہ کر کے بغیر کسی تکلیف کے اپنے درمیان رہنے دو اور میری حفاظت کرو۔ (بیہقی)۔

رافضیوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو قریش سے کہہ رہے ہیں کہ میں اس تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ تو نہیں چاہتا صرف اس کا صلہ یہ مانگتا ہوں کہ علیؓ اور فاطمہؓ سے محبت کی جائے۔ اس آیت کی یہ تفسیر کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیات مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی ہیں جب حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی۔ یہ دونوں تو بچے تھے عرب معاشرہ میں ان سے کوئی نفرت تھی نہ مخالفت۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ بات تو تقریباً ہر نبی نے کہی ہے کہ ہم دین کا جو بھی پیغام پہنچا رہے ہیں اس پر ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہے ہم تم سے کسی معاوضے کا مطالبہ نہیں کرتے۔ نبی کریم ﷺ جن کی شان تمام

انبیاء کرام سے افضل واعلیٰ ہے کیا آپ ایسی بات فرما سکتے تھے۔ لوگو! مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے صرف علی وفاطمہ سے محبت کی جائے۔ یہ کہنا نبی کریم ﷺ کے بے لوث اور بے غرض جذبے کی توہین ہے اور تفسیر میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ پورے عرب میں صرف حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ ہی آپ کے قرابت دار نہ تھے بلکہ اور سیکڑوں رشتہ دار تھے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

ع ۳/ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟ اے محمد ﷺ! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگادے اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنی باتوں سے ثابت کرتا ہے بے شک وہ دلوں تک کی باتوں سے واقف ہے۔

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کے) قصور معاف فرماتا ہے اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے ان کے لئے سخت عذاب ہے جو کافر ہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت (یعنی بارش کی برکت) کو پھیلاتا ہے اور وہ کام بنانے والا (اور) تعریف کے لائق ہے۔

اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اسی کی نشانیوں میں سے ہے اور ان جانوروں کا پیدا کرنا جو اس نے ان میں (زمین و آسمان میں) پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

اِفۡتَرٰی	اس نے گھڑ لیا۔ بنالیا
یَخۡتِمُ	وہ مہر لگادیتا ہے
یَمۡحُ	وہ مٹاڈالتا ہے
اَلسَّیِّئَاتُ	خطائیں۔ برائیاں
بَسَطَ	اس نے کھول دیا
بَغَوۡا	انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی
اَلۡغَیۡثُ	بارش
قَنَطُوۡا	وہ مایوس ہو گئے
یَنۡشُرُ	وہ پھیلاتا ہے
بَثَّ	اس نے پھیلا دیا۔ اس نے بکھیر دیا

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

قرآن کریم کی عظیم تعلیم نبی کریم ﷺ کی اعلیٰ سیرت و کردار اور اس کے اثرات کو مشرکین اور کفار اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے مگر محض اپنے دلی بغض، حسد، ضد اور ہٹ دھرمی ان کو مخالفت کے طوفان کی طرف دھکیل کرنے جاتی تھی وہ اپنی شرمندگی کو مٹانے کے لئے نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کا مذاق اڑاتے ہوئے طرح طرح کے بے تکے اعتراضات کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ قرآن آپ نے (نعوذ باللہ) خود ہی گھڑ کر اس کو اللہ کا کلام کہنا شروع کر دیا ہے۔ کفار و مشرکین کے اس اعتراض کو قرآن کریم کے کئی مقامات پر نقل کر کے اللہ نے اس کا ایک ہی جواب دیا ہے کہ یہ کلام صرف اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس جگہ ان کی بے تکی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نبی کا مقام اس قدر بلند ہوتا ہے کہ اس سے اس بات کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی کلام کو خود گھڑ کر اس کو اللہ کا کلام قرار دیدے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ ایسا کرتے تو اس وقت اللہ کی مشیت آپ کے دل پر ایک ایسی مہر لگا دیتی کہ آپ کی زبان پر وہ کلام جاری ہی نہ ہوتا کیونکہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ جھوٹ اور باطل کو مٹا کر رہتا ہے۔ اگر آپ نے اس کلام کو خود گھڑ لیا ہوتا تو اللہ اس کلام کو مٹا کر چھوڑتا کیونکہ وہ ہر بات کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ وہ ہر شخص کی دلی کیفیات سے اچھی طرح واقف ہے اس سے کوئی بات اور کوئی دلی جذبہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ یہ کفار و مشرکین آپ پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کیوں لگا رہے ہیں۔ درحقیقت یہ مخالفانہ آواز ان کے دل کی آواز نہیں ہے بلکہ محض ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن کریم کے مخالف بن کر ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حق اور سچائی کے نظام کو ثابت کر کے رہے گا اور وہ ہر ایک جھوٹ اور باطل کو مٹا کر رہے گا۔ فرمایا کہ اس سے پہلے کہ اللہ کا فیصلہ آجائے وہ تمام منکرین و مشرکین اللہ سے سچی توبہ کر لیں۔ موت کے فرشتے سامنے آنے سے پہلے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اگر انہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی تو اللہ نہ صرف ان کی توبہ کو قبول کر لے گا بلکہ ان کو دنیا اور آخرت میں وہ بہت کچھ دے گا جس کا وہ اس دنیا کی زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس کائنات میں بھی ساری قدرت و طاقت اللہ ہی کی ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ جس کو جتنا رزق دینا چاہتا ہے وہ دیتا ہے۔ سخت مایوسی کے بعد جتنی بارش برسانا چاہتا ہے برساتا ہے وہ ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق دیتا ہے۔ اگر وہ کم ظرفوں کو خوب رزق دیتا چلا جائے تو ظالم اور کم ظرف لوگ دنیا میں دوسروں کا جینا حرام کر دیں گے اور ہر طرف فساد اور تباہی مچا کر رکھ دیں گے لہٰذا وہ اپنی مصلحت کے مطابق ہر ایک کو ایک اندازے کے مطابق عطا کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کے ساتھ ہوس اور دولت کا لالچ تو لگا ہوا ہے ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کے چاروں طرف دولت کے ڈھیر اور راحت و آرام کے سارے وسائل جمع ہو جائیں لیکن اللہ اپنی مصلحت کے مطابق ہر ایک کو کم یا زیادہ عطا کرتا ہے۔ حضرت خباب ابن الارتؓ سے روایت ہے کہ جب ہم نے بنو قریظہ، بنو نضیر

اور بنو قینقاع کے مال و دولت کو دیکھا تو ہمارے دلوں میں بھی مال و دولت کی تمنا پیدا ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (امام بغوی)۔ حضرت عمرو ابن حریثؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ (جو انتہائی فقر و فاقہ اور غربت کی زندگی گذار رہے تھے) انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی مال و دولت عطا کر دے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی) جس میں صحابہ کرامؓ کے ذہنوں کی تربیت کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ہر شخص کو اللہ اپنے فضل و کرم سے جتنا دینا چاہتا ہے دیتا ہے، مایوسی کے بعد وہ جتنا پانی برسانا چاہتا ہے برساتا ہے۔ اس نے اپنی لاکھوں مخلوقات کو کائنات میں پھیلا رکھا ہے جن کی ہر ضرورت کو وہ پورا کرتا ہے وہ بکھرے ہوئے ہیں لیکن وہ جب بھی چاہے گا ان کو جمع کرلے گا یہ اس کی قدرت سے باہر نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں اور اس کے خالق میں فرق یہ ہے کہ ہر انسان اپنی معلومات اور ضروریات کے محدود دائرے میں رہ کر فیصلے کرتا ہے لیکن اللہ کے سامنے ساری مخلوقات کی مصلحتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آدمی کائنات کے انقلابات کی مصلحتوں تک کو نہیں سمجھتا لیکن اللہ ہر بات اور ہر چیز کی مصلحت سے واقف ہے اور فیصلے کرتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ۭ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳

اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ اور بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور تم زمین میں بھاگ کر اس کو بے بس نہیں کر سکتے اللہ کے سوا نہ تو تمہارا کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔ اس کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو پہاڑ کی طرح بلند نظر آتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ٹھہرا دے اور وہ جہاز سمندر کی پیٹھ پر کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر صبر اور شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔ یا اگر وہ چاہے تو جہاز والوں کے اعمال کی وجہ سے ان جہازوں کو تباہ کر دے اور بہت سے آدمیوں سے در گذر کرے۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں ان کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض دنیاوی زندگی میں برتنے کا سامان ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو وہ خطا کرنے والے

کو معاف کر دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے، نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا ہر کام باہمی مشورے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں برائی کا بدلہ اسی برائی جیسا ہے۔ پھر جس نے درگذر کیا اور آپس میں صلح صفائی کر لی تو اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظالم (زیادتی کرنے والوں) کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم کئے جانے کے بعد مناسب بدلہ لیتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہے۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو ظلم کرتے اور ملک میں ناحق شرارتیں کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور بے شک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یقیناً یہ بڑے عزم و حوصلے کی بات ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳

اَصَابَ	پہنچا
كَسَبَتْ	اس نے کمایا
مُعْجِزِيْنَ	عاجز۔ بے بس کرنے والے
اَلْجَوَارُ (جَارِيٌ)	چلنے والے
اَلْاَعْلَامُ (عَلَمٌ)	پہاڑ۔ اونچی چیز
يُسْكِنُ	وہ ٹھہراتا ہے
رَوَاكِدُ (رَاكِدٌ)	ٹھہرنے والے
ظَهْرٌ	پیٹھ
صَبَّارٍ	بہت صبر کرنے والا
يُوْبِقُ	وہ تباہ کرتا ہے
مَحِيْصٌ	چھٹکارا پانے کی جگہ
يَجْتَنِبُوْا	وہ بچتے ہیں۔ پرہیز کرتے ہیں

کَبَائِرَ الْاِثْمِ	بڑے بڑے گناہ
شُوْرٰی	مشورہ کرنے کا راستہ۔ سمجھانا
یَنْتَصِرُوْنَ	وہ روکتے ہیں
اِنْتَصَرَ	اس نے بدلہ لیا۔ انتقام لیا
عَزْمُ الْاُمُوْرِ	بڑی بات۔ بڑا کام

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳

دیکھا یہ گیا ہے کہ دنیا میں انسان جیسا عمل کرتا ہے اس کا اچھا یا برا نتیجہ ضرور نکلتا ہے۔ ہمیں جو بھی مشکل پریشانی یا مصیبت پہنچتی ہے اس کے پیچھے یا تو نیت کی خرابی، کوتاہی، غفلت، گناہ اور بے عملی ہوتی ہے یا دین اسلام کی سر بلندی، اس کے فروغ کی جدوجہد اور پرخلوص ایثار و قربانی کا جذبہ ہوتا ہے۔ اگر ایمان، عمل صالح، تقویٰ، پرہیزگاری اور دیانت و امانت کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ ایک مومن کے گناہوں کا کفارہ، درجات کی بلندی اور آخرت کی کامیابی کا سبب بن جاتی ہیں لیکن اگر محض دنیاوی لالچ، خود غرضی، دنیا پسندی اور گناہوں کی وجہ سے مصائب آتے ہیں تو یہ ان کے اعمال کی سزا ہوتی ہے۔ کبھی تو اس کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے لیکن آخرت میں تو یقینی سزا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس شخص کو کوئی لکڑی کی خراش لگتی ہے یا اس کی رگ پھڑکتی ہے یا اس کے قدموں میں لغزش پیدا ہوتی ہے تو یہ سب اس کے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے (یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ) وہ ہر گناہ پر اسی وقت سزا نہیں دیتا بلکہ جو گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں وہ ان سے بہت زیادہ ہوتے ہیں جن پر سزا دی جاتی ہے۔

ہمارا دین ہمیں عمل، حسن عمل اور جدوجہد سے نہیں روکتا بلکہ اس بات کو ذہنوں میں بٹھانا چاہتا ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے لئے اللہ نے ایسے قوانین مرتب کر دیئے ہیں جن کو اپنانے سے کبھی کامیابی ملتی ہے اور کبھی سخت ناکامی مثلاً آدمی رزق تلاش کرنے کے لئے سمندر کے سینے کو چاک کرتا ہوا اس میں جہاز اور کشتیاں چلاتا ہے، سڑکوں پر دوڑتا اور ہواؤں کے دوش پر اڑا پھرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا ہے کہ اللہ نے قوانین فطرت کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے اور فضاؤں کو ہواؤں کو اس کا تابع بنا دیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان ہواؤں اور فضاؤں کو روک دیتا جس سے آدمی کی ساری کوششیں اور بھاگ دوڑ دھری کی دھری رہ جاتیں اور وہ دو قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ پورا نظام کائنات اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جب اور جیسے چاہتا ہے اپنے نظام کو چلاتا ہے۔ اس دنیا میں بسنے والوں کو کبھی راحت و آرام ملتا ہے کبھی تکلیفیں اور مشکلات، کبھی صحت و تندرستی اور کبھی بیماری

آزاری، کبھی خوش حالی اور کبھی بدحالی اور فقر و فاقہ۔ پوری جدوجہد اور کوششوں کے باوجود کبھی کبھی نتیجہ بالکل الٹا نکلتا ہے کیونکہ ہر چیز کا نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہتر لوگ وہ ہیں جو ہر حال میں صبر و شکر کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ انہیں اس بات پر پورا یقین و اطمینان ہوتا ہے کہ بے شک جدوجہد اور کوشش کرنا آدمی کا کام ہے لیکن اس کا بہتر یا بدتر نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ دنیا کی یہ زندگی اور اس کے اسباب محض وقتی، عارضی اور زندگی گذارنے کا ذریعہ ہیں لیکن اصل زندگی اور کامیابی آخرت کی زندگی ہے۔ یہی وہ حقیقی جذبہ ہے جس سے اس کو سکون قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اس انقلابی فکر سے اس کی صاف ستھری نکھری ہوئی شخصیت ابھر کر دنیا کے سامنے آتی ہے۔ تکبر، غرور، ظلم، سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی کے بجائے اس میں تواضع، انکساری اور عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ وہ زندگی کے اجتماعی معاملات میں دوسروں کے مشوروں سے فائدے حاصل کرتا ہے اور وہ اپنی رائے اور شخصیت کے رعب کو دوسروں پر ٹھونسنے کے بجائے لوگوں سے بہتر سلوک کو رواج دیتا ہے۔ وہ دوسروں کے حقوق چھیننے کے بجائے دوسروں کے حقوق کا محافظ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ اس طرح کے لوگ پسندیدہ شخصیات ہیں اس لئے ان کی چند خصوصیات بتائی گئی ہیں مثلاً

(۱) وہ اللہ سے اپنی امیدوں کے پورا ہونے کی توقع کر کے صرف اس کی ذات پر مکمل بھروسہ، اعتماد اور توکل اختیار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ترقی، عزت اور سربلندی دینے والا اللہ ہوتا ہے اور وہی ان کی مشکل کشائی کرتا ہے۔

(۲) وہ صغیرہ، کبیرہ، ظاہری اور پوشیدہ ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی بے حیائی اور گناہ کے کاموں کے قریب جانے سے گھبراتے ہیں۔

(۳) جب ان کو کسی بات پر غصہ اور طیش آ جاتا ہے تو اپنے اوپر قابو رکھتے ہوئے اور اس کا بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود وہ انتقام نہیں لیتے بلکہ اپنی عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔

(۴) انہیں جب بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی حکم پہنچتا ہے وہ ان کے مزاج اور حالات کے مطابق ہو یا نہ ہو تو وہ اس کے کرنے میں بے تابانہ آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں وہ حکم کی تعمیل میں کسی سستی، کاہلی یا بے عملی کو قریب نہیں آنے دیتے۔

(۵) وہ ”قیام صلوٰۃ“ کا حق ادا کرنے کے لئے نمازوں کے فرائض، واجبات، سنتوں اور مستحب باتوں کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

(۶) آپس کے اجتماعی معاملات میں وہ ہمیشہ ”باہمی مشورہ“ کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور مشورہ کے بعد جو بھی فیصلہ ہو جائے خواہ ان کی رائے کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو تو وہ اس پر عمل کرنے کے لئے تن، من اور دھن سے پرخلوص جدوجہد کرتے ہیں۔ ”مشاورت“ دراصل اسلامی طرز زندگی کا ایک اہم ستون ہے جس کے احادیث میں بہت فضائل آئے ہیں اور جب تک اہل

ایمان نے باہمی مشورے کا طریقہ اختیار کیا اس وقت تک وہ زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھتے چلے گئے اور کامیابیاں ان کے قدم چومتی رہیں لیکن جب ہم نے اس طرز زندگی کو چھوڑ دیا تو ہم میں سے ہر شخص اپنی رائے کو اجتماعی مفادات سے زیادہ بلند سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہو گیا اور ملت کا شیرازہ بکھر گیا اور زندگی کے معاملات کا فیصلہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا جن کی زندگیاں نیکی اور تقویٰ سے خالی ہوتی ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بعض مرتبہ ایسے معاملات اور امور پیش آجاتے ہیں کہ ان کا کوئی حکم قرآن کریم میں نہیں ہوتا (اس وقت ہم کیا کریں)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو میری امت میں سے عبادت گزار بندوں کو جمع کر کے مشورہ کر لینا اور اس پر عمل کرنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ایک ایسی ہی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اہل عقل سے مشورہ کر لیا کرو تم راہ پا جاؤ گے اور مشورے سے جو بات طے پا جائے اس کی مخالفت نہ کرو ورنہ ندامت و شرمندگی اٹھاؤ گے۔

(۷) وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے نیک اور بھلے کاموں میں اپنا مال خرچ کر کے دلی اور روحانی سکون حاصل کرتے ہیں۔

(۸) وہ لوگ اچھے یا برے حالات میں صبر و شکر کا دامن تھامے رہتے ہیں اور کسی موقع پر بے صبری اور ناشکری کے بجائے بڑے عزم و حوصلے اور جواں مردی کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کے ان سچے اصولوں پر عمل کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

اور جسے اللہ ہی گمراہ کردے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی حمایتی نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ اپنی کھلی آنکھوں سے عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تب کہیں گے کہ کیا یہاں سے واپس جانے کا کوئی راستہ ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلت کے احساس سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور کن انکھیوں سے (آگ کو) دیکھتے ہوں گے۔ اس وقت اہل ایمان کہہ اٹھیں گے کہ بے شک حقیقی نقصان اٹھانے والے لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا ہے۔ سنو! کہ یہ ظالم ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اور وہاں اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ جسے اللہ ہی نے بھٹکا دیا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

مَرَدٌّ — لوٹ جانے کی جگہ

طَرْفٌ خَفِیٌّ — چھپی نظر۔ کن انکھیوں سے دیکھنا

مُقِیْمٌ — قائم رہنے والا

سَبِیْلٌ — راستہ

تشریح: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

اہل ایمان پر یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے زندگی کی راہوں میں ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی اور اطاعت و فرماں برداری کے لئے خاتم الانبیا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پاک اور بہترین نمونہ زندگی عطا فرمایا۔ یہ ایسی سچائی ہے کہ اگر کوئی اس کو آنکھ سے دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کرتا اور وہ کفر و شرک کی جس زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہے اس سے توبہ نہیں کرتا تو اللہ بھی بے نیاز ذات ہے وہ اس کو اسی گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے کیونکہ جو شخص خود

اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ دنیا کی زندگی کے عیش و آرام میں اس کو برے انجام کا اندازہ نہ ہو لیکن آخرت میں اپنے کئے ہوئے اعمال کو عذاب کی شکل میں دیکھے گا تب وہ کہہ اٹھے گا کہ واقعی اس نے دنیا کے عیش و آرام میں آخرت کو بھلا رکھا تھا۔ وہ اس بات کی تمنا کرے گا کہ اگر اس کو دنیا میں جانے کا ایک اور موقع دیدیا جائے تو وہ حسن عمل کا پیکر بن جائے گا۔ لیکن اس کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکے گی۔ ان کو اپنے جرم کا پوری طرح احساس ہو جائے گا جس سے ان کے سر جھکے ہوں ہوئے ہوں گے۔ ذلت وندامت کے آنسو بہا رہے ہوں گے اور کن انکھیوں سے اس عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے جو ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہوگا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے اللہ ہی نے ہماری رہنمائی فرمائی تھی کہ ہم اس ذلت ورسوائی سے بچ گئے ورنہ ہمارا انجام بھی یہی ہوتا۔ وہ ہدایت سے محروم ظالموں پر ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ اصل خسارہ اور نقصان تو درحقیقت ان کا ہوا ہے جو خود بھی ذلت و رسوائی کے سمندر میں ڈوب گئے اور انہوں نے اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کو بھی ڈبو دیا۔ اللہ کی رحمت سے خود بھی محروم رہے اور اپنے متعلقین کو بھی محروم کر دیا۔ کیونکہ وہاں کوئی کسی کو سہارا نہ دے گا اور نہ حمایت و مدد کر سکے گا۔ واقعی جو لوگ اللہ کی رحمت کی قدر نہیں کرتے اور گمراہی میں زندگی گذارتے ہیں اور اسی پر اصرار کرتے ہیں تو اللہ بھی ایسوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ہدایت تو ان کو ملتی ہے جو اس روشنی کو حاصل کرنے کی تڑپ اور تمنا رکھتے ہیں۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

لوگو! اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے۔ نہ اس دن کوئی پناہ حاصل کرنے کی جگہ ہوگی اور نہ تمہارے واسطے اللہ سے روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔

(اے نبی ﷺ!) اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ بس آپ کے ذمے (ہمارے احکامات کو) پہنچا دینا ہے

۔ جب ہم آدمی کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر اترانے لگتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ کر چکے ہیں کوئی مصیبت آ جاتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ بے شک آدمی ہے بڑا ناشکرا۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کی ملکیت ہے۔

جو وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے وہ بیٹیاں دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دے دیتا ہے۔

یا جس کے لئے وہ چاہتا ہے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں جمع کر دیتا ہے یا وہ جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ بے شک وہی بہت جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

مَلْجَاءٌ	ٹھکانا۔ پناہ کی جگہ
نَكِيْرٌ	مکر جانا
اَذَقْنَا	ہم نے چکھایا
فَرِحَ	خوش ہو گیا

کَفُوْرٌ	بہت زیادہ ناشکرا
یَھَبُ	وہ دیتا ہے
اِنَاثٌ	بیٹیاں۔لڑکیاں
اَلذُّکُوْرُ	بیٹے۔لڑکے
یُزَوِّجُ	وہ جوڑے بنادیتا ہے
عَقِیْمًا	بانجھ۔اولاد سے مایوس

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

دین اسلام نے توحید کا یہ بنیادی تصور پیش کیا ہے کہ اس کائنات کے ذرے ذرے میں اور آخرت کے ہر فیصلے میں صرف ایک اللہ کو مکمل اختیار حاصل ہے اس کے سوا کوئی اس کے اس اختیار میں شریک نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کے بنانے بگاڑنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

وہ جس طرح چاہتا ہے نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ وہ اپنی رحمت اور فضل و کرم سے جس کو جتنا دینا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ کسی کو اولاد نرینہ دیتا ہے اور کسی کو لڑکیاں ہی لڑکیاں دیتا ہے، کسی کو لڑکا اور لڑکی دونوں عطا کرتا ہے اور کسی کو اس طرح بانجھ بنادیتا ہے کہ میڈیکل کی ہزاروں ترقیات کے باوجود وہ اولاد سے محروم رہتا ہے۔

فرمایا کہ جس طرح اس دنیا کے تمام معاملات اسی کے اختیار میں ہیں اسی طرح آخرت کے ہر فیصلے کا اختیار بھی ایک اللہ کو حاصل ہے۔

انسان کی سعادت یہ ہے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے پہلے سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا چلا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق چل کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لے۔

اللہ نے اس زندگی کے میدان کو اسی لئے عطا فرمایا ہے کہ وہ اس میں نیک اور بھلی زندگی کو اختیار کر کے نجات کا سامان کرلے کیونکہ آخرت میں نہ تو عمل کا وقت ہوگا اور نہ وہاں سے دوبارہ دنیا میں آ کر اپنی غلطیوں کی اصلاح کا موقع ملے گا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگو! قیامت کے اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو ایسا دن ہوگا جو کسی کے ٹالنے سے ٹل نہ سکے گا۔ نہ اس دن اللہ کی پناہ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ مل سکے گی اور نہ اس دن تمہارے واسطے اللہ سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیجئے۔ ماننا نہ ماننا یہ ہر انسان کا اپنا فعل ہے۔ نہ ان کو سیدھے راستے پر چلانے کی آپ کی ذمہ داری ہے نہ آپ کو ان کا نگراں بنا کر بھیجا گیا ہے نہ آپ سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کس نے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کیا اور کس نے کفر و شرک کا کیونکہ ہدایت دینا تو اللہ کا کام ہے آپ کا کام دین کی سچائیوں کو ہر شخص تک پہنچانا ہے اور بس۔

فرمایا کہ اب یہ تو انسان کا اپنا مزاج ہے کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے نواز دیتا ہے تو وہ شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کرنے لگتا ہے اور اپنے مال و دولت پر اترانے لگتا ہے اور اگر اپنے ہاتھوں سے کئے گئے اعمال کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت یا تنگی آجاتی ہے تو بے صبرے پن پر اتر آتا ہے۔

لیکن لوگوں کو یہ بات ذہن میں رکھ لینی چاہیے کہ وہ اللہ اگر کسی کو بہت کچھ عطا فرماتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے اس کو چھین بھی سکتا ہے اور اس کو ہر طرح کی نعمتوں سے محروم بھی کرسکتا ہے۔ جس طرح وہ کسی کو بیٹیاں دیدیتا ہے تو وہ بیٹوں کے لئے ترستا ہے اور بیٹے ہی بیٹے دیدیئے جائیں تو وہ بیٹی کی تمنا کرنے لگتا ہے کسی کو وہ بیٹا اور بیٹی دونوں نعمتوں سے نواز دیتا ہے اور کوئی اولاد کی نعمت ہی سے محروم رہتا ہے اور دونوں میں سے کسی کو یا دونوں کو بانجھ بنا دیتا ہے۔

یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے وہی ہر بات کی مصلحت کو سمجھتا ہے اور اسی کو سارا اختیار حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حسن عمل کی اور ہر نعمت پر شکر کی توفیق عطا فرمادے اور ہماری دنیا اور آخرت کو بہتر بنا کر عذاب جہنم سے محفوظ فرمادے۔ آمین یارب العالمین

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

ع ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳

اور کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے (مگر تین طریقے پر) یا تو وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے جو اللہ کے حکم سے اس پیغام کو پہنچا دے جو کچھ اللہ چاہتا ہے۔

بے شک وہ برتر اور بڑی حکمت والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے اس طرح آپ کی طرف اس قرآن کو وحی کیا ہے کہ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ آپ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے؟

لیکن ہم نے اس (قرآن کو) ایسا نور بنایا ہے کہ اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستے کی رہنمائی عطا کر دیتے ہیں۔

اور بے شک آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت و رہنمائی کرنے والے ہیں اس اللہ کے راستے کی طرف (ہدایت دینے والے ہیں) جس کے لئے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کی ملکیت ہے۔

سنو! کہ تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳

يُكَلِّمُ	وہ کلام کرتا ہے
وَرَآءِ حِجَابٍ	پردے کے پیچھے
رُوْحٌ	جان۔(فرشتہ)
مَا تَدْرِيْ	تو نہیں جانتا
تَصِيْرُ الْأُمُوْرُ	کاموں کا لوٹنا

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کفار و مشرکین کے وہ بہت سے اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں جو وہ نبی کریم ﷺ پر کرتے تھے ان ہی میں سے یہ اعتراض بھی تھا کہ آپ جس کلام کو اللہ کا کلام کہہ کر پیش کر رہے ہیں ہم کیسے یقین کر لیں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔

کفار کہتے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے اس کلام کو خود سے گھڑ لیا ہے کیونکہ نہ تو آپ نے اللہ کو دیکھا نہ وہ آپ کے پاس آتا ہے نہ آپ اس کے پاس جاتے ہیں پھر وہ کون سا ذریعہ ہے کہ آپ کے پاس اللہ کا کلام آتا ہے۔ وہ کہتے کہ اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو فرشتے خود آ کر یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو ہم یقین کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جاہلانہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا کلام ہے۔ ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے۔ یہی وہ نور ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ جس کلام کو پیش کر رہے ہیں وہ ان کا نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے کیونکہ اس کلام کے نازل ہونے سے پہلے ان کے ذہن کے کسی گوشے میں اس کا تصور اور خیال تک موجود نہ تھا کہ آپ کو کوئی کتاب ملنے والی ہے۔ اور وہ اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود ایمان کی تمام کیفیات سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے لہٰذا اس کے کلام اللہ ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ کرنا پرلے درجہ کی جہالت ہے۔

فرمایا کہ آخرت میں تو انسان کی آنکھوں میں وہ طاقت وقوت آجائے گی جس سے وہ اللہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ سکے گا لیکن اس دنیا میں اصولی طور پر کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے دیدار الٰہی کی درخواست کی تو اللہ نے فرمایا تھا ''لَنْ تَرَانِیْ'' اے موسیٰ آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

اس جگہ یہ فرمایا گیا کہ کسی بشر کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ سے براہ راست بات کرے۔ اگر وہ کلام کرتا ہے تو اس کے تین طریقے ہیں۔

(۱) بغیر کسی ذریعہ کے اللہ کا کلام دل پر القا ہو جائے یا خواب میں اشارہ کر دیا جائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کی ابتدا خوابوں کے ذریعہ ہوئی ہے (بخاری ومسلم) اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی وحی کی ابتدا خوابوں سے بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر براہ راست بغیر کسی واسطے کے بہت سی باتیں القا کی گئی ہیں جن میں آپ یہ فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ ایسی احادیث کو احادیث قدسیہ کہا جاتا ہے جن کی تعداد چھ سو تک پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے جس بات میں آپ یہ فرما دیں کہ یہ اللہ نے فرمائی ہے وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہے لیکن یہ بات بھی حقیقت ہے کہ وہ باتیں اللہ نے براہ راست آپ کے قلب پر نازل فرمائی ہیں اسی کو القا کہتے ہیں۔ اگر یہی باتیں حضرت جبرئیل یا کسی اور واسطے سے ہوتیں تو وہ قرآن کریم کہلاتیں۔

(۲) وحی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پردے کے پیچھے سے آواز تو سنائی دے لیکن شکل نظر نہ آئے جس طرح وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا جہاں ان کو چاروں طرف سے آتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی یا جس طرح شب معراج نبی کریم ﷺ سے اللہ نے پردے کے پیچھے سے کلام فرمایا۔ اور اگر بعض حضرات کی یہ بات مان لی جائے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دیدار کیا ہے یعنی اپنی کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہاں دیکھنے نہ دیکھنے کا ذکر اس دنیا کے متعلق آ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دیدار فرمایا ہے تو وہ اس دنیا میں نہیں بلکہ اللہ کے دربار میں دیدار فرمایا ہے۔ جس کا تعلق آخرت سے ہے۔

(۳) وحی کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اپنا پیغام اپنے خاص فرشتے (حضرت جبرئیل امین) کے ذریعہ بندوں تک پہنچائے۔ جس طرح تمام انبیاء کرامؑ اور خاص طور پر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تیئس سال تک حضرت جبرئیل اللہ کی وحی کو لاتے رہے۔

ان تین صورتوں کے علاوہ دنیا کے متعلق یہ قانون ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ کلام نہیں کر سکتا لہٰذا کفار کا یہ

اعتراض نہایت لغواور فضول ہے کہ ہم کیسے مان لیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جب کہ آپ نے نہ تو اللہ کو دیکھا ہے نہ اس سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ وہ آپ کے پاس آتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ اپنا کلام اسی طرح سارے نبیوں پر بھیجتا رہا ہے اور آخر میں اللہ نے اپنے آخری نبی ورسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی اپنا کلام حضرت جبرئیل کے واسطے سے بھیجا ہے جو بھی اس کتاب ہدایت پر ایمان لائے گا وہ زندگی کا سیدھا سچا راستہ پالے گا ورنہ زندگی بھر اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا۔ فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اسی کی ملکیت ہے۔ اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اور اسی کا بتایا ہوا راستہ صراط مستقیم ہے۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۳

الزُّخْرُف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الزّخرف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	43
کل رکوع	7
آیات	89
الفاظ وکلمات	848
حروف	3656
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا ہے تا کہ اس کتاب کے اولین مخاطب اہل مکہ (اور قیامت تک آنے والے) اس کو آسانی سے سمجھ کر اس پر عمل کر سکیں لیکن انہوں نے اس پر عمل کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیرا اور اس کا مذاق اڑایا۔

فرمایا کہ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان سے پہلے اللہ کے پیغمبر جب بھی اللہ کی کتابیں لے کر آئے تو ان کا مذاق اڑایا گیا اور ان کی تعلیمات کو ان کی قوم نے نظر انداز کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی نافرمانیوں کی سزا بھگت کر تباہ و برباد ہو گئے۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور اور دنیا بھر کے وسائل رکھتے تھے۔ جب وہ نہ بچ سکے تو تم اللہ کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہو۔

لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور پیدا ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا تمہارا یہ حال ہے کہ اگر تمہارے گھر میں لڑکی پیدا ہو جاتی ہے تو تم شرمندگی سے منہ چھپائے پھرتے ہو تمہارے چہرے تاریک ہو جاتے ہیں لیکن تم اللہ کی فرمانبردار مخلوق فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو یعنی اپنے لیے بیٹوں کو پسند کرتے ہو اور اللہ کے لیے بیٹیوں کو کیسا عجیب انصاف ہے؟

☆ فرمایا تم اس بات کو مانتے ہو کہ زمین و آسمان کو اللہ نے پیدا کیا لیکن پھر بھی تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہو کہ فرشتے جو اللہ کی فرماں بردار مخلوق ہیں وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں جو قیامت کے دن تمہاری سفارش کر کے تمہیں عذاب الٰہی سے بچالیں گے۔ فرمایا کہ تمہارا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے اور اللہ کی شدید ناشکری ہے۔

☆ لڑکا یا لڑکی دونوں کو اللہ نے پیدا کیا لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ تم نے اللہ کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں سمجھ رکھا ہے خود تمہارا یہ حال ہے کہ اگر تمہارے گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے تو شرمندگی سے تمہارا چہرہ سیاہ اور تاریک پڑ جاتا ہے تم کیسے عجیب لوگ ہو کہ اپنے لیے بیٹوں کو پسند کرتے ہو اور اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔

☆ کفار قریش کہتے تھے کہ اگر ہماری بت پرستی اللہ کو ناپسند ہوتی تو وہ ہمیں (اپنے گھر میں) ان کی عبادت سے جبراً روک دیتا۔ اللہ نے ان کی اس بے وقوفی کی بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے یا کسی کو قتل کرتا ہے یا کوئی ناپسندیدہ فعل کرتا ہے کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر اللہ کو پسند نہ ہوتا تو یہ کام میں کیسے کر سکتا تھا؟

☆ جب ان سے کہا جاتا کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر سیکڑوں بتوں کی عبادت و بندگی کیوں کرتے ہیں؟ وہ یہ کہتے کہ ہم نے

حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ان کو بغیر باپ کے معجزہ کے طور پر پیدا کیا تو لوگوں نے ان کو معبود بنالیا حالانکہ وہ زندگی بھر توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرنا چاہیے جوان سے بہت دور نہیں ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جب دوست بھی تمہارے دشمن بن جائیں گے لیکن اہل ایمان آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ہمدرد ہوں گے۔

اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے۔ اللہ نے فرمایا تم نے باپ دادا کی اندھی تقلید کا ذکر تو کیا لیکن تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ ان کی نافرمانیوں کا انجام کیا ہوا؟ وہ لوگ غیر اللہ کی عبادت کرنے کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے۔

☆ حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ نے زندگی بھر اللہ کے دین کو پہنچانے اور قوم کو شرک و کفر اور بت پرستی کی لعنت سے نجات دلانے کی جدوجہد فرمائی لیکن جن لوگوں پر مال اور دولت کا بھوت سوار تھا انہوں نے ان کی ہر بات ماننے سے صاف انکار کیا۔

☆ اللہ نے فرمایا وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو قرآن نازل کرنا ہی تھا تو مکہ کے مال دار، صاحب حیثیت اور تجربہ کار لوگوں میں سے کسی پر نازل کر دیا جاتا تو ہم اس کو آسانی سے مان لیتے۔ جواب میں فرمایا یہ تو اللہ کے نظام کا ایک حصہ ہے وہ جس کو چاہے نبوت کی نعمت سے نواز دیتا ہے وہ کسی کے کہنے سے نبوت نہیں دیتا۔ فرمایا کہ تم دیکھتے ہو دنیا میں کوئی غریب ہے کوئی امیر ہے کوئی آقا ہے کوئی غلام ہے۔ کیا تم ان میں بھی کہتے ہو کہ فلاں غریب کیوں ہے اور دوسرا مال دار اور رئیس کیوں ہے؟ فرمایا اللہ کی نظر میں یہ سرداریاں اور مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں ہے اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں ہے۔ اگر وہ چاہتا تو لوگوں پر سونے کی بارش برسا دیتا کہ ان کے گھروں میں سونے چاندی کے ڈھیر ہوتے مگر اس نے ایسا نہیں کیا ورنہ لوگ اسی طرف ڈھلک جاتے۔ فرمایا کہ انسان کی قدر و قیمت جاننے اور پہچاننے کے لیے دولت اور عزت و عظمت معیار نہیں ہے بلکہ انسان کے اعلیٰ اخلاق اور اس کی شرافت اور نیکی سب سے بڑا معیار ہے کیونکہ یہ مال و دولت اور عزت و عظمت تو دنیاوی ساز و سامان ہیں جو وقتی ہیں ہمیشہ اس کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ جو لوگ آخرت کا سامان کرتے اور اللہ سے ڈرتے ہیں درحقیقت کامیاب وہی لوگ ہیں۔

☆ فرمایا جب آدمی اپنا گمراہی کا مزاج بنالیتا ہے تو اللہ اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کو برے اور گندے راستوں کی طرف لے جاتا ہے اور اچھی بات سے نفرت دلاتا ہے لیکن جب قیامت کے دن اس شیطان کی وجہ سے وہ جہنم میں لے جایا جائے گا تو اس وقت وہ اپنے ساتھی شیطان سے نفرت کرے گا پچھتائے گا مگر اس وقت اس کا پچھتانا اور شرمندہ ہونا اس کے کام نہ آئے گا اور وہ عذاب الٰہی سے بچ نہ سکے گا۔

☆ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ کفار و مشرکین جان بوجھ کر اندھے، بہرے اور گونگے بنے ہوئے ہیں اور ہر گمراہی کی طرف فوراً لپک کر جاتے ہیں تو آپ ﷺ بھی ان کی نافرمانیوں کی پرواہ نہ کیجیے اور اس بات پر غم نہ کیجیے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ آپ ﷺ اپنا فریضہ تبلیغ دین ادا کرتے رہیے آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں۔

☆ فرمایا کہ لوگوں کا یہ تصور کہ نبی کو مال دار اور صاحب حیثیت ہونا چاہیے تھا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ جب حضرت موسیٰ

ؑ نے فرعون کو للکارا اور معجزات دکھائے تو اس نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا کہ میرے پاس حکومت و سلطنت، عیش و عشرت کے سامان، خوبصورت باغات اور مال و دولت کے ڈھیر ہیں لیکن موسیٰؑ کے پاس کیا رکھا ہے؟ یہ موسیٰ اگر واقعی اللہ کے پیغمبر ہوتے تو زمانہ کے دستور کے مطابق ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوتے ان کے آس پاس فرشتے ہوتے۔ فرمایا کہ فرعون نے ان باتوں سے خود ہی گمراہی خرید لی، خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کر دیا۔ بدترین انجام سے دوچار ہوا خود بھی ڈوب مرا اور اپنی پوری قوم کو بھی مروا دیا اور تباہ و برباد کرا دیا۔

☆ حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اللہ نے ان کو بغیر باپ کے معجزہ کے طور پر پیدا کیا تو لوگوں نے ان کو اپنا معبود بنا لیا حالانکہ وہ زندگی بھر توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ ایسے نافرمانوں کو قیامت کے دن سے ڈرنا چاہیے جو ان سے بہت دور نہیں ہے۔ اس دن دوست بھی دشمن بن جائیں گے لیکن اہل ایمان آپس میں ایک دوسرے کے دوست، ہمدرد اور غم گسار ہوں گے۔

☆ قیامت کے دن اہل ایمان کو نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ان کی صالح اور نیک بیویاں بچے ان کے ساتھ ہوں گے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں گے۔ جس چیز کی خواہش کریں گے وہ ان کی ملے گی۔ ان کے برخلاف مجرمین کا یہ حال ہوگا کہ وہ عذاب الٰہی کو سامنے دیکھ کر جہنم کے داروغہ جس کا نام مالک ہوگا اس سے فریاد کریں گے کہ اپنے اللہ سے یہ کہہ دو کہ وہ ہمیں موت کی نیند سلا دے تا کہ ہم اس عذاب سے بچ سکیں مگر ان کو موت نہ آئے گی۔

☆ اللہ بے نیاز ہے۔ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ ہے وہ ان سب کا مالک اور بادشاہ ہے۔ انبیاء اور نیک لوگوں کے علاوہ کسی کی سفارش نہ سنے گا۔ فرمایا اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا پیغام پہنچاتے رہیے اگر کوئی آپ ﷺ کے آڑے آتا ہے تو آپ ﷺ کہیے تم سلامت رہو۔ اے نبی ﷺ! آپ ان کا بھیانک انجام دیکھیں گے جب ان کے سامنے سے سارے پردے ہٹ جائیں گے۔

تعارف سورۃ الزخرف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ؕ﴿۴﴾ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ﴿۵﴾ وَ کَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶﴾ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۷﴾ فَاَہۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾ وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ خَلَقَہُنَّ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ۙ﴿۹﴾ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَہۡدًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ فِیۡہَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ۚ﴿۱۰﴾ وَ الَّذِیۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِہٖ بَلۡدَۃً مَّیۡتًا ۚ کَذٰلِکَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّہَا وَ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡفُلۡکِ وَ الۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡکَبُوۡنَ ﴿ۙ۱۲﴾ لِتَسۡتَوٗا عَلٰی ظُہُوۡرِہٖ ثُمَّ تَذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ رَبِّکُمۡ اِذَا اسۡتَوَیۡتُمۡ عَلَیۡہِ وَ تَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَ مَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿ۙ۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَ جَعَلُوۡا لَہٗ مِنۡ عِبَادِہٖ جُزۡءًا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ مُّبِیۡنٌ ؕ﴿۱۵﴾

ع ۱۵

ترجمہ: آیت نمبرا تا ۱۵

حا۔میم حروف مقطعات (معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اس واضح کتاب (قرآن کریم) کی قسم

بے شک ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ تم آسانی سے سمجھ سکو

اور یقیناً وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بلند رتبہ اور حکمت سے بھر پور کتاب ہے۔

کیا ہم محض اس وجہ سے کہ تم حد سے نکل جانے والے (نافرمان ہو) اس نصیحت (سے جو بھر پور کتاب الٰہی ہے) اس کا رخ تم سے پھیر دیں گے۔

ہم پہلے لوگوں میں بہت سے پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ اور ان کے پاس کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان (اہل مکہ) سے زیادہ طاقت ور تھے ان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ اور ان سے پہلے لوگوں کی یہ حالت گذر چکی ہے۔

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ ان کو ایک زبردست اور خوب جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش (راحت و آرام کا ذریعہ) بنایا۔ اسی نے ان میں تمہارے (آنے جانے کے) راستے بنائے تا کہ تم اپنی منزل تک پہنچ سکو۔ اسی نے بلندی سے ایک خاص انداز کے مطابق پانی برسایا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) پھر ہم نے اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اسی طرح تم بھی (قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تمام چیزوں کی مختلف قسمیں بنائیں۔ اسی نے تمہارے لئے کشتیاں (جہاز) اور چوپائے (مویشی جانور) بنائے جن پر تم سواری کرتے ہو۔ تا کہ تم ان کی پشت پر خوب جم کر بیٹھو۔ پھر جب اطمینان سے ان پر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو اور تم یہ کہو "اس کی ذات پاک بے عیب ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم تو ایسے طاقت ور نہ تھے کہ ان کو اپنے قابو میں کر لیتے۔ اور بے شک ہم سب کو اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ اور انہوں نے اس کے بندوں میں سے اس کا جزو (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے۔ بے شک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

اُمُّ الْکِتَابِ	اصلی کتاب (کتاب کی جڑ)
صَفْحاً	موڑ دینا۔ پھیر دینا (جسم کا چوڑا حصہ)
مُسْرِفِیْنَ	حد سے بڑھنے والے
بَطْشٌ	زور۔ گرفت۔ پکڑ
مَضٰی	گذر گیا
مَھْدٌ	بچھونا
اَنْشَرْنَا	ہم نے اٹھایا
تَرْکَبُوْنَ	تم سواری کرتے ہو
لِتَسْتَوٗا	تاکہ تم سیدھے رہو
ظُھُوْرٌ (ظَھْرٌ)	پیٹھیں
مُقْرِنِیْنَ (مُقْرِنٌ)	قابو میں لانے والے
مُنْقَلِبُوْنَ	لوٹنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

سورۂ زخرف کا آغاز ''حٰم'' حروف مقطعات سے کیا گیا ہے جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی والی سورتوں میں تفصیل سے عرض کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں ''حٰم'' سے شروع کی جانے والی سات سورتیں ہیں جن میں سے یہ چوتھی سورت ہے۔ احادیث میں ''حٰم'' سے شروع کی جانے والی سورتوں کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں جو شخص ان سورتوں کو پڑھنے کا عادی ہوگا تو یہ سات سورتیں جہنم کے ساتوں دروازوں پر موجود ہوں گی جو اس کو جہنم سے بچانے کے لئے رکاوٹ بن جائیں گی۔

اس سورت کی ابتداء قرآن کریم کے ذکر سے کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک ایسی روشن، واضح اور بلند رتبہ کتاب ہے جو حکمت و دانائی کی باتوں سے بھرپور ہے جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے رہبر و رہنما ہے۔ اس کو جتنا بھی فروغ دیا جائے گا دنیا میں امن و سکون اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہوگا۔ کفار و مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ وہ اس قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت کم کرنے کی جتنی بھی کوششیں اور شرارتیں کر لیں اللہ اپنے اس کلام کو مکمل کر کے رہے گا اور ساری دنیا میں نہ صرف اس کا پیغام پہنچ کر رہے گا بلکہ سچائی کی اس روشنی کے بغیر زندگی کے اندھیرے ان سے دور نہ ہو سکیں گے۔ یہی وہ روشنی ہے جس کو پھیلانے کے لئے اللہ نے ہر زمانہ میں اپنے پیغمبروں کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو صراط مستقیم پر چلا سکیں مگر کفار و مشرکین نے ہمیشہ ان پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا اور گستاخی کرتے ہوئے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغام سے منہ پھیر کر غرور و تکبر اور ضد کا طریقہ اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان کو سخت ترین سزائیں دیں اور ان کی زندگیوں کو اس طرح مٹا دیا کہ پھر وہ دوسروں کے لئے نشان عبرت اور قصے کہانی بن کر رہ گئے۔ اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح تم آج اللہ کے بھیجے ہوئے اس کے آخری محبوب نبی کریم ﷺ کو جھٹلا رہے ہو اور تمہیں اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے ذرا اپنے سے پہلے گذری ہوئی نافرمان قوموں کو دیکھو کہ جب انہوں نے اپنی نافرمانیوں کی حد کر دی تو اللہ نے ان کو اور ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ اے نبی ﷺ! ذرا آپ ان سے پوچھئے کہ اس زمین و آسمان کو کس نے بنایا اس کو انسانوں کے لئے راحت و آرام اور ان کی تمام ضروریات کا ذریعہ کس نے بنایا؟ منزل تک پہنچنے کے لئے راستے۔ مردہ زمین میں زندگی پیدا کرنے کے لئے بارشوں کا انتظام، مختلف چیزوں کی طرح طرح کی قسمیں، دریا، سمندر کو پار کرنے اور کاروبار کے لئے ایک طرف سے دوسری طرف آنے جانے کے وسائل، قسم قسم کے جانور اور مویشی کس نے پیدا کئے؟ یقیناً اگر ضمیر مردہ نہ ہو چکے ہوں تو ہر ایک کے دل سے ایک ہی صدا بلند ہوگی کہ ان سب چیزوں کا خالق اور مالک صرف اللہ ہے۔ لیکن انسان کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ وہ ایک اللہ کو ماننے کے بجائے دوسرے بہت سے معبودوں کو گھڑ کر ان سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے۔ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں، حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا، پتھر کے بے جان بتوں کو اپنا مشکل کشا سمجھ بیٹھتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے انسان کو جتنی نعمتوں سے نوازا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتا اور اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرتا لیکن وہ اپنی ہر کامیابی کو اپنی محنت کا نتیجہ قرار دے کر اللہ کی ناشکری کرتا رہتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو سواری پر سوار ہونے کے وقت ایک دعا سکھائی ہے جس میں اللہ کی عظمت و قدرت اور شکر کا بہترین انداز سکھایا گیا ہے۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ
لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا
فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ
الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ
شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ
مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ
كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ
اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا
وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿٢٣﴾
قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا
بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع

النصف ۱۰/۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵

کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے (اپنے لئے) بیٹیاں بنائیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا
ہے۔ جس چیز کی مثال یہ رحمٰن کے لئے دے رہے ہیں (ان کا یہ حال ہے کہ) جب اس کو (بیٹی)

ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں (غم اور غصے سے) گھٹتا رہتا ہے۔ کیا (اس نے اپنے لئے لڑکی کو چن لیا) جو زیوروں میں پرورش پائے اور اپنی بات بھی واضح طریقے پر بیان نہ کر سکے۔ اسی طرح انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان کو بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ) کیا یہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ فرمایا کہ ان کی یہ بات لکھ لی گئی ہے اور اس کے متعلق ان سے سوال ضرور کیا جائے گا۔

وہ (اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے) کہتے ہیں کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی عبادت کبھی نہ کرتے۔ (فرمایا کہ) ان لوگوں کو اس بات کا صحیح علم نہیں ہے (اسی لئے) یہ لوگ بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔ کیا ہم نے (ان کافروں کو) اس قرآن سے پہلے کوئی ایسی کتاب دی تھی جس سے یہ دلیلیں پیش کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کا کہنا تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے اور ہم انہیں کے نشانات قدم پر چل رہے ہیں۔

(فرمایا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ) اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے عیش پسندوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا تھا لہٰذا ہم بھی ان ہی کے نشانات قدم پر چل رہے ہیں۔

پیغمبر نے کہا کہ جس طریقے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگر میں اس سے بہتر طریقہ لے کر آیا ہوں کیا تم پھر بھی ان ہی کے راستے پر چلو گے۔ (ان کا جواب یہ تھا کہ) تم جس (دین) کے ساتھ بھیجے گئے ہو اس کا ہم انکار کرتے ہیں۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵

اَصْفٰی	اس نے چن لیا۔ منتخب کر لیا
ظَلَّ	ہو گیا (ہو جاتا ہے)
مُسْوَدًّا	سیاہ تاریک
كَظِيْمٌ	گھٹنے والا
يُنَشَّؤُا	پالا اور پرورش کیا جاتا ہے

اَلْحِلْيَةُ	زیور
اَلْخِصَامُ	جھگڑنا۔ بحث کرنا
شَهِدُوْا	وہ حاضر تھے۔ موجود تھے
يَخْرُصُوْنَ	وہ اٹکل کی باتیں کرتے ہیں
مُسْتَمْسِكُوْنَ	تھامنے والے۔ سنبھالنے والے
اُمَّةٌ	طریقہ (امت، جماعت)
مُتْرَفُوْنَ	عیش پسند۔ مال دار
مُقْتَدُوْنَ	پیروی کرنے والے
اَهْدٰى	زیادہ ہدایت
اِنْتَقَمْنَا	ہم نے انتقام لیا
عَاقِبَةٌ	انجام۔ نتیجہ

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سے نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جیسے زمین و آسمان کی پیدائش اور ان کے درمیان انسان کی راحت و سکون کے بے شمار اسباب، زمین میں چلنے پھرنے اور آنے جانے کے راستے، بلندی سے پانی کے برسنے اور اس سے مردہ زمین میں نئی تروتازگی پیدا کرنے جس سے زمین اور اس کی پیداوار سے زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ ان بہت سی نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کی قدر کرتے ہوئے ہر آن اس کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ جن کے دلوں میں ایمان کی روشنی موجود ہے وہ تو اس کی قدر کرتے اور اس پر شکر ادا کرتے ہیں لیکن کفار و مشرکین کا یہ حال ہے کہ وہ نہ صرف ناشکری کرتے ہیں بلکہ انبیاء کرامؑ کے مقابلے میں اپنے گمراہ باپ دادا کی اندھی تقلید، ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی نافرمانی، بے ادبی اور گستاخی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ انہوں نے اللہ کے فرماں بردار بندوں اور فرشتوں کو اللہ کے وجود کا ایک حصہ، جز و اور اولاد بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جو قیامت میں اللہ کے سامنے ان کی سفارش کر کے ان کو اللہ کے غضب اور غصہ سے نجات دلا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان جاہلانہ اور احمقانہ باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ (اللہ کے نزدیک لڑکا اور لڑکی دونوں اس کی نعمتیں ہیں لیکن) ان کفار کا یہ حال ہے کہ خود تو وہ لڑکے چاہتے ہیں اور جب کبھی ان کو یہ اطلاع دی

جاتی ہے کہ ان کے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہے تو ان کے چہرے سیاہ تاریک پڑ جاتے ہیں۔ دل ہی دل میں غم کے مارے گھٹتے رہتے ہیں۔ انہیں بیٹی کی پیدائش سے ایسی شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے چھپے چھپے پھرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ وہ اس ذلت کو برداشت کر لیں یا اس لڑکی کو زندہ زمین میں گاڑ دیں۔ فرمایا کیسی عجیب بات ہے کہ ان کے نزدیک تو لڑکی کا وجود ایک قابل نفرت چیز ہے اسے وہ انتہائی حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں لیکن وہ اللہ کے لئے اس کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں یہ کیسی بے انصافی اور نادانی کی بات ہے۔ فرمایا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں کیسے ہوسکتی ہیں جن لڑکیوں کو زیور، کپڑوں اور بناؤ سنگھار سے فرصت نہیں ہوتی اور ان میں سے اکثریت ایسی ہے جو مردوں کی طرح نہ تو پر اعتماد انداز سے کلام کر سکتی ہیں اور نہ وہ اپنی بات منوا سکتی ہیں وہ اللہ کی اولاد کیسے ہوسکتی ہیں۔ اللہ تو وہ ہے جو بیٹا، بیٹی اور بیوی سے بے نیاز ہے۔ اور فرشتے اللہ کی ایک مخلوق ہیں جو اللہ کے احکامات کی فرماں برداری کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے گمراہ لوگوں سے سوال کیا ہے کہ جب اللہ نے ان فرشتوں کو پیدا کیا تھا تو کیا اس وقت یہ لوگ وہاں کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے؟ یقیناً یہ سب باتیں ان کے بے بنیاد خیالات ہیں جن پر وہ اپنے گمراہ باپ دادا کی اندھی تقلید کی وجہ سے ایسا کہتے اور سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ ان کے تمام اعمال کو لکھ رہا ہے اور وہ ان کے کسی عمل سے بے خبر نہیں ہے۔ قیامت کے دن ان کے اعمال ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ کفار و مشرکین کی بے ادبی، گستاخی اور جہالت کی انتہا یہ تھی کہ وہ اپنے گناہوں پر بھی یہ کہہ کر مطمئن ہو چکے تھے کہ ہم جو بھی گناہ اور شرک کے کام کرتے ہیں ان سے اللہ ناراض نہیں ہے کیونکہ اگر وہ ناراض ہوتا تو ہم یہ گناہ ہرگز نہ کرتے۔ گویا وہ یہ کہتے تھے کہ اس دنیا میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے ہم جو بھی ثواب یا گناہ کا کام کرتے ہیں وہ اللہ کی مرضی سے کرتے ہیں (نعوذ باللہ) انہوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ اگر ایک شخص چوری، ڈاکہ، قتل، زنا اور بدکاری اور بڑے سے بڑے گناہ کو کرنے کے بعد یہ کہے کہ یہ سب کچھ میں نے خود نہیں کیا ہے بلکہ اللہ کی مرضی سے کیا ہے تو کیا دنیا کی کوئی عدالت یا کوئی انصاف پسند انسان اس کے اس جاہلانہ تصور کی حمایت کر سکے گا؟ اگر دنیا کی عدالتیں اور انسان بھی ایسے لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو وہ اللہ سے ایسی احمقانہ امیدیں کیوں باندھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کی یہ باتیں بالکل بے بنیاد ہیں۔ اگر اللہ نے ان باتوں کے ثبوت کے لئے کوئی کتاب نازل کی ہے تو وہ اس کو لے کر آئیں اور ثبوت کے طور پر پیش کریں۔ دراصل ان کے پاس کوئی اس کی دلیل نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں کام کو کرتے ہوئے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے۔ فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے باپ دادا نے کوئی کام ایسا کیا ہو جو سراسر گناہ تھا اور ان کے پاس نہ تو کوئی علم ہدایت تھا نہ کوئی کتاب تھی۔ اللہ نے اور اس کے پیغمبروں نے ہمیشہ یہی سوال کیا ہے کہ اگر ان کے باپ دادا کسی گناہ یا جہالت کی بات پر قائم تھے تو کیا وہ بے سوچے سمجھے ان کی اندھی تقلید کئے چلے جائیں گے؟ کیا ان کے پاس عقل، فہم اور سمجھ نہیں ہے؟

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ تقلید بری چیز نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص ایسے آدمی کی تقلید کرتا ہے جس کی پوری زندگی اور اس کی زندگی کے اصولوں کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے تو اس کے پیچھے چلنا یا اس کی تقلید کرنا تو عین ثواب ہے۔ دراصل دین اسلام میں اس تقلید کو اندھی تقلید کہا گیا ہے جو محض اپنے باپ، دادا کی ہر بات کو اس لئے مان لیا جائے کہ اس کے باپ دادا نے ایسا کیا تھا خواہ اس کے باپ دادا گمراہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر غور کیا جائے تو دنیا میں ہر آدمی کسی نہ کسی کی تقلید کرتا ہے اور اس

کے طریقوں کو پسند کر کے اسی جیسا انداز اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دین نے ہمیں اس کی ہدایت و رہنمائی فرمائی ہے کہ جس کی بھی تقلید کی جائے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس کی زندگی کتاب و سنت یعنی اسلامی شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو نیک راہوں پر چلنے کے لئے اس کی بات مانی جائے اور اس کی تقلید کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے تمام پیغمبر ہمیشہ لوگوں کو برے اعمال کے برے نتائج اور اندھی تقلید سے بچاتے اور سمجھاتے رہے۔ جنہوں نے ان کی نافرمانی کی اللہ نے ان پر اپنا غضب نازل کیا اور ان سے شدید انتقام لے کر ان کو نشان عبرت بنا دیا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾

ع ۳ / ۱۰ / ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵

اور جب ابراہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا کہ تم جن چیزوں کی عبادت و بندگی کر رہے ہو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ (میرا تعلق اس ذات سے ہے) جس نے مجھے پیدا کیا اور پھر بے شک وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔

اور اسی بات کو (ابراہیمؑ) اپنے بعد آنے والوں کے لئے قائم رہنے والی بات کر گیا تا کہ اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہوں (شرک نہ کریں)۔

اس کے باوجود میں نے ان کو اور ان کے بڑوں کو ہر قسم کا سامان (زندگی) عطا کیا تھا یہاں تک کہ ان کے پاس حق بات اور صاف صاف بیان کرنے والا (رسول) آ گیا۔ اور جب ان کے پاس حق (قرآن مجید) اور (سچا) رسول آ گیا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے۔ (ہم اس کو نہیں مانتے) ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے (یہ بھی) کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ (اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ) کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (نبوت) کو (خود ہی) تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے دنیاوی زندگی میں (ان کے درمیان) ان کے رزق کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اور ہم نے ایک کو دوسرے پر درجوں میں بڑائی دے رکھی ہے تا کہ ایک دوسرے کو خدمت کے لئے استعمال کر سکیں۔ اور آپ کے رب کی رحمت تو اس سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ بات (مقرر) نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم رحمٰن کا انکار کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو اور ان سیڑھیوں کو جن پر یہ چڑھتے ہیں۔ ان کے گھروں کے دروازوں کو اور وہ تخت جن پر یہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں سونے چاندی کے بنا دیتے۔ (کیا ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ) یہ سب مال و دولت دنیاوی زندگی کے ساز و سامان کے سوا کچھ بھی تو نہیں ہے۔ اور آخرت کا گھر (اور اس کی ابدی راحتیں) ان کے رب کے پاس ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵

بَرَآءٌ بیزار ہونا

فَطَرَنِیْ اس نے مجھے پیدا کیا

كَلِمَةٌ بَاقِيَةٌ	باقی رہنے والا پیغام
عَقِبٌ	پیچھے
مَتَّعْتُ	میں نے سامان دیا
قَرْيَتَيْنِ	دو بستیاں (مکہ و طائف)
يُقْسِمُوْنَ	وہ تقسیم کرتے ہیں
مَعِيْشَةٌ	روزی
سُخْرِيًّا	ذلیل۔ذلت
سُقُفٌ	چھتیں
فِضَّةٌ	چاندی
مَعَارِجٌ (مِعْرَاجٌ)	سیڑھیاں
سُرُرٌ (سَرِيْرٌ)	تخت۔بیٹھنے کی جگہیں
زُخْرُفٌ	سونا

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵

اوپر کی آیات میں گمراہ باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے، اللہ کے پیغمبروں کی تعلیمات سے منہ پھیر کر زندگی گذارنے، حق و صداقت کا انکار کرنے والوں کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ خاص طور پر وہ قریش مکہ جو حضرت ابراہیمؑ کو اپنا جدامجد مانتے اور ان کی نسبت پر فخر کرنے کے باوجود کفر و شرک کی گندگیوں میں ملوث تھے ان کو شرم دلاتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے جب اپنے اردگرد مشرکانہ معاشرہ، بت گر اور بت پرست خاندان اور طرح طرح کی جاہلانہ رسموں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو دیکھا اور غور کیا تو انہوں نے ہمت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر و شرک کے ہر طریقے کا انکار کر دیا۔ انہوں نے کسی مصلحت کا سہارا لئے بغیر صاف صاف اعلان کر دیا کہ جن لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود گھڑ کر ان کی عبادت و بندگی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے وہ قطعاً باطل، جھوٹ اور ایک

بے حقیقت اور بے بنیاد بات ہے۔ جب انہوں نے اس کلمہ حق کو بلند کیا تو ہر شخص ان کی جان کا دشمن بن گیا اور ان کو ہر طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کو ایک زبردست آگ میں جھونک دیا گیا، وطن سے بے وطن ہوئے، گھر بار کی ہر راحت و آرام سے محروم کر دیئے گئے عراق، فلسطین، حجاز اور دوسری جگہوں میں مسلسل گشت کر کے اس کلمہ حق کو بلند کرتے رہے جس میں ساری انسانیت کی فلاح اور بہبود کے راز پوشیدہ ہیں۔ انہوں نے اس کلمہ حق کے لئے پوری زندگی ہجرت اور مشکلات میں گذار دی لیکن کفر وشرک سے سمجھوتا نہیں کیا اور کلمہ حق کو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بنا کر باقی رکھا۔ کفار قریش سے کہا جا رہا ہے کہ حق و صداقت اور کلمہ باقیہ کی یہی وہ سیدھی سچی راہ ہے جس کو نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیش فرما رہے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور ان کے راستے پر چلنے والوں کو کامیاب و بامراد کیا اسی طرح وہ اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان پر ایمان لانے والوں کو عظمت کی بلندیوں پر پہنچا کر رہے گا۔ فرمایا کہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے اسوہ حسنہ پر چلنے والے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے وہ ان کی مخالفت کر رہے ہیں اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بے حقیقت جادو ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیثیت کو لوگوں کی نظروں میں کم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ مکہ اور طائف میں ایسے بڑے، صاحب حیثیت اور مال دار لوگوں کی کمی نہیں تھی جن کو نبی بنایا جاتا تو بات سمجھ میں آجاتی لیکن ایک یتیم و نادار شخص کو نبی بنا کر بھیجنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان کی جہالت اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں وہ اللہ کی رحمت یعنی نبوت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق اپنے تابع کرنا چاہتے ہیں کہ جس کو وہ چاہیں اس کو نبی بنا دیا جائے اور جس کو وہ نہ چاہیں اس کا وہ انکار کر دیں۔ فرمایا کہ ان کی تو نبوت ہی کیا دنیا کی معیشت اور دولت میں بھی یہی خواہش ہے کہ وہ ان کی مرضی کے تابع ہو جائے جس کو وہ چاہیں دیں اور جس کو نہ چاہیں اس کو بھوکا مار دیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ اس بات کو یاد رکھیں کہ نبوت و رسالت ہو یا زندگی گذارنے کے اسباب کی تقسیم یہ سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جب اور جہاں اور جس کو چاہتا ہے نبوت و رسالت کے اعلیٰ مقام کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ اس طرح اس نے معیشت یعنی مال و دولت کی تقسیم کو بھی اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ورنہ انسان تو اتنا خود غرض ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں دوسروں کا رزق دیدیا جاتا تو وہ اپنے علاوہ سب کو ہر طرح کے رزق اور مال و دولت سے محروم کر دیتا۔ فرمایا کہ اللہ کا اپنا نظام ہے وہ جس کو جتنا دینا چاہتا ہے کم یا زیادہ عطا فرما دیتا ہے لہٰذا وہ نبوت و رسالت کو مال و دولت کی ترازو میں تول کر نہیں دیتا بلکہ اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ فرمایا کہ مال و دولت کی کثرت انسانی شرافت کا معیار نہیں ہے کہ جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہے وہ زیادہ بڑا آدمی ہے اور وہ ہر چیز کا مستحق ہے بلکہ انسانی شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ مال و دولت جہاں خیر کا ذریعہ ہے وہیں وہ اللہ کے نزدیک ایک حقیر چیز بھی ہے۔ فرمایا کہ اگر عام لوگوں کے کفر میں مبتلا ہو کر بھٹک جانے اور ڈگمگانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اللہ تمام کفار و مشرکین پر سونے چاندی اور مال و دولت کی بارش کر دیتا۔ ان کے چاروں طرف مال و دولت کے ڈھیر لگا دیتا ان کی سونے چاندی کی چھتیں، سونے چاندی کی سیڑھیاں، دروازے اور تخت ہوتے لیکن کیا یہ سونے چاندی کے ڈھیر ان کو آخرت کے عذاب سے بچنے

کا ذریعہ ہوتے، ہرگز نہیں۔ لہٰذا کفار قریش کا یہ کہنا کہ مکہ اور طائف کے بڑے لوگوں پر اس قرآن کو نازل کیوں نہ کیا گیا تو وہ سن لیں کہ انسان مال و دولت سے بڑا آدمی نہیں ہوتا بلکہ اپنی ذاتی شرافت اور اخلاق سے بڑا بنتا ہے۔ یا وہ بڑا آدمی ہوتا ہے جس کو اللہ اپنے پیغام کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾
وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ
فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ
مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ
فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾
اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ
بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ
لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

ع ۴ / ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

اور جو شخص بھی رحمٰن کے ذکر سے آنکھیں بند کر لیتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ پھر وہ (اور اس کے ساتھی) شیاطین اس کو صحیح راستے سے روکتے ہیں۔ اور کافر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ ہدایت کے راستے پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ (کافر) ہمارے پاس آئے گا تو اس (ساتھی) سے کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب

کا (جیسا) فاصلہ ہوتا کیونکہ تو بدترین ساتھی نکلا۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) جب تم ظلم و زیادتی کر چکے تو آج تمہاری بات (تمہاری شرمندگی) تمہیں کوئی نفع نہ دے گی کیونکہ تم اور یہ شیاطین عذاب میں برابر کے شریک ہیں۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا آپ اندھوں کو اور جو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ان کو راہ ہدایت دکھا سکتے ہیں؟

پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں (وفات دیدیں) تب بھی ہم ان کافروں سے انتقام ضرور لیں گے یا ان کافروں سے ہم نے جو وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (اسی دنیا کی زندگی ہی میں) دکھلا دیں۔ اس پر ہم پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ اس پر جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس کو مضبوطی سے تھام لیجئے۔ بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ اور یہ (قرآن مجید) آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے ایک یاددھانی ہے۔ اور بہت جلد تم سب سے پوچھا جائے گا۔ اور آپ ان پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے پوچھ لیجئے (یعنی ان کی کتابوں میں دیکھ لیجئے) کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود مقرر کئے تھے کہ ان کی عبادت و بندگی کی جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

یَعْشُ	جو اندھا بنتا ہے۔ (آنکھیں بند کر لیتا ہے)
نُقَيِّضُ	ہم ساتھ لگا دیتے ہیں۔ ہم مقرر کر دیتے ہیں
قَرِيْنٌ	ساتھی
يَصُدُّوْنَ	وہ روکتے ہیں
يٰلَيْتَ	اے کاش
اِسْتَمْسِكْ	مضبوط تھام لے
تُسْئَلُوْنَ	تم پوچھے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری اور دین کے سچے اصولوں کی پابندی انسان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات دلانے کا یقینی ذریعہ ہے لیکن جو لوگ ان سچائیوں سے منہ موڑ کر اللہ کی یاد سے غفلت اور کوتاہی اختیار کرتے ہیں ان پر قدرت کی طرف سے ایک ایسے شیطان کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت ان کے ساتھ رہ کر برے خیالات اور وسوسوں کے ذریعہ انہیں راہ حق و صداقت سے بھٹکانے کی کوشش کرتا رہتا ہے جس سے ان کے سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے اور انہیں صرف ایسے ہی کاموں میں کامیابی نظر آتی ہے جو غلط اور گمراہی کے خوبصورت راستے ہیں۔ ان کے نزدیک نیکی اور برائی میں کوئی خاص فرق باقی نہیں رہتا اور اس طرح شیطان ان کے ذہن و فکر کے ہر تصور کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے۔ اللہ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ ان کو اپنی گمراہی اور بدنصیبی کا اندازہ شاید اس دنیا میں نہ ہو لیکن کل قیامت کے دن جب وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور عذاب کی شدت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو انہیں اپنی غلطیوں، گناہوں اور خطاؤں کا شدت سے احساس پیدا ہوگا اور وہ زندگی بھر جس شیطان کو اپنا مخلص دوست اور ساتھی سمجھتے رہے ہوں گے اس کی دھوکے بازی، جھوٹ، فریب اور بے وفائی پوری طرح کھل کر ان کے سامنے آ جائے گی اور وہ قیامت کے ہولناک دن میدان حشر میں اس طرح تنہا کھڑے ہوں گے کہ کوئی ان کے کام نہ آ سکے گا۔ وہ اپنی شرمندگی اور احساس ندامت کے سمندر میں غرق ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کاش ان کے اور ان کے برے ساتھی شیطان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہوتا جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔ وہ کہہ اٹھیں گے کہ اگر وہ شیطان کو اپنا دوست اور ساتھی نہ بناتے تو ان کو اس ذلت اور رسوائی سے واسطہ نہ پڑتا اور یہ بدقسمت دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا لیکن عمل کا وقت نکل جانے کے بعد ان کا پچھتانا ان کے کام نہ آ سکے گا۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ جس سچائی کے راستے پر اپنی جدوجہد اور کوشش کر رہے ہیں وہی راہ حق ہے اور آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ آپ لوگوں کی نافرمانیوں اور انکار کی وجہ سے مایوس نہ ہوں اور اپنا مشن جاری رکھئے جو سعادت مند اور خوش نصیب ہیں وہ آپ کی بات سن کر عمل کریں گے لیکن جو لوگ آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے اور کان رکھنے کے باوجود بہرے بنے ہوئے ہیں ان کو آپ دکھانا اور سنانا بھی چاہیں تب بھی وہ راہ ہدایت کو اختیار نہ کریں گے۔ اللہ نے فرمایا ہو سکتا ہے وہ ایسے ضدی، ہٹ دھرم اور نافرمان لوگوں کو آپ کی دنیاوی زندگی ہی میں یا بعد میں سخت سے سخت سزا دیدے بہر حال یہ بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ جب بھی ان کو سزا دی جائے گی تو وہ ان کی زندگی کا بدنصیب دن ہوگا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ خود اور آپ کے مخلص صحابہ کرامؓ کے لئے جو ہدایت و رہنمائی عطا کی گئی ہے اس پر قائم رہیے کیونکہ اللہ کے ہاں ہر ایک سے اس کے اعمال کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا اور جیسا جس کا عمل ہوگا اس کو ویسی ہی جزا اور سزا بھی دی جائے گی۔ یہ توحید کا وہ راستہ ہے جس پر سارے نبی چلتے آئے ہیں جنہوں نے توحید کی تعلیم دی اور کفر و شرک سے نفرت سکھائی اور انہوں نے اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کی۔ فرمایا کہ اس پر تمام انبیاء کی

تعلیمات گواہ ہیں اور اگر آپ ان منکرین و مشرکین سے پوچھیں تو یہ بھی اس حقیقت کو چھپا نہیں سکتے کہ اللہ کے سارے پیغمبر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے اور عبادت و بندگی کے تمام طریقے صرف اللہ کے ساتھ ہی خاص کئے ہوئے تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۚ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

ع ۱۱ / ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۶

بے شک ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تھا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں۔ پھر جب وہ (موسیٰؑ) ہماری نشانیوں (معجزات) کو ان کے پاس لے کر آیا تو وہ ان کو ہنسی مذاق میں اڑانے لگے۔

اور ہم ان کو جو بھی نشانیاں دکھاتے تو وہ پہلی نشانی سے بڑھ چڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان (فرعونیوں) کو مختلف عذابوں میں جکڑ لیا تھا تا کہ وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آ جائیں۔ انہوں نے (حضرت موسیٰؑ سے) کہا کہ اے جادوگر تو اپنے رب سے اس عہد کی بنا پر جو اس نے تجھ سے کر رکھا ہے ہمارے لئے دعا کر دے (کہ یہ عذاب ٹل جائے) ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم ضرور ہدایت پر آ جائیں گے۔ پھر ہم نے جب بھی ان سے وہ سزا جس میں مبتلا کئے گئے تھے دور کر دی تو وہ اپنے وعدے کو توڑ ڈالتے تھے۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا اور کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے؟ اور میرے نیچے جو نہریں بہہ رہی ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آ رہی ہیں؟ کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جس کی کوئی عزت بھی نہیں ہے جو صاف طور پر بول بھی نہیں سکتا۔ پھر اگر یہ (اللہ کا) بھیجا ہوا ہے تو اس پر سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے جمع ہو کر کیوں نازل نہیں کئے گئے؟ پھر فرعون نے اپنی قوم کو کمزور کر دیا (ان کی عقل کھول دی) انہوں نے اس (فرعون ہی) کی بات کو مانا۔ بے شک وہ تھے ہی نافرمان لوگ۔

پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور پھر ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔ پھر ہم نے ان کو گئی گذری قوم اور آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۶ تا ۵۶

يَضْحَكُوْنَ — وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ہنستے ہیں

اُخْتٌ — بہن۔ جنس

يَنْكُثُوْنَ — وہ توڑ ڈالتے ہیں

مَهِيْنٌ — جس کی کوئی عزت نہ ہو

اَسْوِرَةٌ (سِوَارٌ) — کنگن۔ (پہننے کا زیور)

مُقْتَرِنِيْنَ (مُقْتَرِنٌ) — ملے ہوئے۔ جڑے ہوئے

اِسْتَخَفَّ — اس نے ہلکا کیا۔ ذلیل کیا

اٰسَفُوْا	انہوں نے بھڑکایا
سَلَفٌ	گذرے ہوئے

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۶

زیر مطالعہ آیات سے پہلے بتادیا گیا تھا کہ جتنے پیغمبر بھی بھیجے گئے تھے انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو توحید کی تعلیم دے کر ان کے سامنے اس حقیقت کو پیش کیا تھا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔ وہ خود بھی توحید پر عمل کرتے رہے اور انہوں نے زندگی بھر اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کی۔ جن سعادت مندوں نے ان کی اطاعت کی وہ بھی اللہ کی توحید اور اس کی بندگی کرتے رہے۔ وہی کامیاب و بامراد ہوئے لیکن جنہوں نے توحید کا راستہ چھوڑ کر اللہ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کر کے ان کی عبادت و پرستش کی ان کو بار بار آگاہ کیا گیا کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے توبہ کرلیں لیکن انہوں نے پیغمبروں کی بات کو سمجھنے کی کوشش نہ کی۔ جب ان کی مہلت کی مدت ختم ہوگئی تو ان پر اتنے شدید عذاب آئے کہ ان کی تہذیب، ترقیات اور خود ان کا اپنا وجود بھی تہس نہس کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اسی صراط مستقیم پر ہیں جس پر اللہ کے تمام پیغمبر چلتے آئے ہیں لہٰذا آپ کسی کی پروا کیے بغیر اللہ کے دین کو پھیلانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔ اللہ آپ کی اسی طرح مدد کرے گا جس طرح اس نے اپنے پیغمبروں کی مدد کی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان کر کے سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی مدد کی تھی جب فرعون اور اس کی فوج کو سمندر میں غرق کر دیا گیا تھا۔ پھر کوئی اس کی مدد کو نہ آسکا تھا۔ فرمایا کہ جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے بھرے دربار میں اس بات کا اعلان کیا کہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے تا کہ اے فرعون تو اور تیری قوم جس گمراہی میں مبتلا ہو گئے ہو اس سے توبہ کرلو۔ حضرت موسیٰؑ نے عصا اور ید بیضا کے معجزات دکھائے تو پوری قوم اس سے متاثر ہونا شروع ہوگئی۔ فرعون اور اس کے خوشامدی درباریوں نے پہلے تو حضرت موسیٰؑ کا مذاق اڑانا شروع کیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت موسیٰؑ کی عزت وعظمت بڑھتی جارہی ہے تو انہیں فکر پیدا ہوگئی۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اگر موسیٰؑ اور ان کے ماننے والوں کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو ان کی حکومت و سلطنت اور اقتدار و اجارہ داری کا رعب لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گا۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے اثرات کو مٹانے کی بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر نو ایسے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجے تا کہ بڑے عذاب سے پہلے ان کو آگاہ اور خبردار کر دیا جائے۔ سورۂ اعراف میں اس کی تفصیل آچکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلطنت فرعون میں شدید قحط پڑ گیا اتنی شدید بارشیں ہوئیں کہ جن سے بستیاں اور کھیتیاں تباہ و برباد ہو کر رہ گئیں۔ ٹڈی دل نے اتنا شدید حملہ کیا کہ ان کے کھیت اور کھلیانوں کو

چٹ کر گئے۔ پوری سلطنت میں جوئیں اور سرسریاں پیدا ہونا شروع ہوئیں جن سے انسان، ان کے مویشی اور غلے کے گودام تک متاثر ہونا شروع ہو گئے۔ مینڈکوں کا ایک سیلاب سا آ گیا جس سے پوری قوم کا چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ پھر خون کا عذاب بھی نازل ہوا جس سے ان کی نہریں، تالاب، چشمے اس طرح متاثر ہوئے کہ پوری قوم ایک ہفتے تک صاف پانی سے محروم ہو گئی۔

یہ وہ مسلسل عذاب کی شکلیں تھیں جن سے پوری قوم شدید مشکلات کا شکار ہو گئی تھی۔ ان پر جب بھی کوئی عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ کے پاس آ کر درخواست کرتے کہ اے جادوگر! اگر یہ عذاب ہم سے ٹل گیا تو ہم آپ کی ہر بات مانیں گے۔ جب وہ عذاب ٹل جاتا تو وہ پھر سے اپنی نافرمانیوں میں لگ جاتے تھے۔ ان کی جہالت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ وہ حضرت موسیٰ کو اے جادوگر! کہہ کر پکارتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جادو میں کمال، علم کا کمال شمار ہوتا تھا لیکن درحقیقت وہ اس لفظ سے احترام کے پردے میں صرف اپنا کام نکالنا چاہتے تھے یعنی ان کے نزدیک حضرت موسیٰ کی حیثیت ایک جادوگر یا عالم کی تھی مگر وہ ان کو نبی ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے منافقین جب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں آتے اور کوئی بات دوبارہ سمجھنا چاہتے تھے تو کہتے تھے "رَاعِنَا" یعنی ہماری رعایت کیجئے لیکن وہ اس لفظ کو اس طرح زبان دبا کر ادا کرتے تھے کہ جس کے معنی چرواہے اور جاہل واحمق کے ہو جاتے تھے۔ سننے والے یہ سمجھتے کہ وہ "رَاعِنَا" کہہ رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ نبی کریم ﷺ پر "تبرا" کرتے تھے یہ الفاظ کے کھلاڑی دنیا میں ہمیشہ یہی طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔

فرعون نے ایک دن درباریوں سے کہا۔ یا ملک بھر میں اپنے نمائندے بھیج کر کہلا دیا کہ کیا میں پوری سلطنت کا مالک نہیں ہوں؟ کیا میرے نیچے (دریائے نیل سے) نہریں نہیں بہہ رہی ہیں جن سے ہر طرف سرسبزی و شادابی ہے؟ اور قوم ترقی کر رہی ہے؟ اس نے کہا کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ میری سلطنت کا رعب ہر شخص کے دل پر چھایا ہوا ہے؟ اس نے پوچھا کہ یہ بتاؤ میں بہتر ہوں یا موسیٰ اور ان کے ساتھی بہتر ہیں؟ جن کا یہ حال ہے کہ نہ تو ان کے پاس حکومت و سلطنت ہے نہ رعب ہے نہ مال و دولت کی کثرت ہے بلکہ (نعوذ باللہ) وہ ایک معمولی سے آدمی ہیں جو اس طرح باتیں کرتے ہیں کہ ان کی دلیلوں میں کوئی جان نہیں ہوتی۔ اگر واقعی موسیٰ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تو ان کی سلطنت کا رعب کہاں ہے کیا وہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق سونے کے کنگن اور لشکر کے ساتھ نکلتے ہیں۔ اگر موسیٰ سچے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور چاروں طرف ان کے فرشتوں کی فوج ہونا چاہیے تھی۔ چونکہ فرعون نے دنیاداروں کے سامنے یہ دنیاوی موثر انداز اختیار کیا تو لوگوں نے اس کی بات کو مان لیا کیونکہ زر پرست زر پرستوں کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مال و دولت ہی سب کچھ ہوتا ہے وہ اسی زبان کو سمجھتے ہیں۔ چونکہ پوری قوم دولت پرست، اللہ کی نافرمان اور سرکش تھی اس لئے فرعون کی باتوں نے ان پر بہت اثر کیا اور اس طرح پوری قوم ایک مرتبہ پھر فرعون کے مکر و فریب اور چکر میں آ گئی۔ چونکہ پوری قوم نے توبہ کرنے کے بجائے نافرمانی اور گناہوں کا راستہ اختیار کر لیا تھا اس لئے اللہ نے ساری نافرمان قوم اور فرعون کو پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا اور ان کی زندگیوں کو ہر ایک کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اور وہ بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ کی نبوت پر ایمان لے آئے تھے اللہ نے ان کو نجات عطا فرما کر عظمتیں عطا فرما دیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾

ع ۶ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷

اور جب ابن مریم کے متعلق ایک بات کہی گئی تو قوم کے لوگ (کفار مکہ) (خوشی کے مارے) شور مچانے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ (یعنی عیسیٰ ابن مریم)۔ یہ بات انہوں نے صرف جھگڑنے کی غرض سے کی تھی۔ دراصل یہ لوگ ہی سخت جھگڑالو ہیں۔

حالانکہ وہ (عیسیٰؑ ابن مریم) صرف اللہ کے ایک بندے ہیں جن پر ہم نے فضل و کرم کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو (اپنی قدرت کا ایک) نمونہ بنایا تھا۔ اور اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو پیدا کر دیتے جو زمین پر تمہاری جگہ (تمہارے جانشین بن کر) رہتے۔ اور بے شک وہ (عیسیٰ ابن مریم) قیامت کی ایک علامت ہیں۔ تم (اس قیامت کے قائم ہونے) میں شک نہ کرو۔ تم میری بات مانو یہی صراط مستقیم ہے۔ اور کہیں شیطان تمہیں (راہ مستقیم سے) نہ روک دے کیونکہ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور جب عیسیٰؑ کھلی ہوئی نشانیاں (معجزات) لے کر آ گئے اور انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس عقل و سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں تا کہ بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو ان کی حقیقت سے تمہیں آگاہ کر دوں۔ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اسی کی عبادت و بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے۔ پھر (بنی اسرائیل کے) بہت سے گروہوں نے آپس میں شدید اختلاف کر ڈالا تو ایسے ظالموں کے لئے دردناک دن کا عذاب اور بڑی تباہی (ہونے والی) ہے۔ اب یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک قیامت آ پہنچے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ حالانکہ اس دن سوائے اہل تقوی کے تمام دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷

خَصِمُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں
يَخْلُفُوْنَ	وہ قائم مقام ہوتے ہیں
لَا تَمْتَرُنَّ	تم ہرگز نہ کرو گے
لَا يَصُدَّنَّ	ہرگز نہ روکنے پائے
اَلْاَحْزَابُ	جماعتیں۔ فرقے۔ گروہ
اَلْاَ خِلَّاءُ	سارے دوست

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷

ایک مشہور مثال ہے کہ ''بدفطرت انسان کے لئے ایک بہانہ کافی ہوتا ہے'' یعنی جن لوگوں کی عقلیں اوندھی ہو جاتی ہیں اور وہ ہر نیک عمل کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں وہ اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ کوئی ایسی بات لگ جائے جسے لے کر وہ اپنی انا کی تسکین کر سکیں۔ کفار و مشرکین کا بھی یہی حال تھا وہ ہر وقت اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ ان کے ہاتھ نبی کریم ﷺ کی کوئی ایسی بات یا کمزوری آجائے جس کو لے کر وہ پروپیگنڈا کر سکیں چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے وہ معبود اور ان کی بندگی کرنے والے دونوں جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کے ساتھ جنہیں شریک کیا گیا ہے وہ قیامت کے دن ان کے کام نہ آسکیں گے اور پتھر کے بے جان بت یا وہ جان دار جو اپنی عبادت کا حکم دیتے اور اس کو پسند کرتے ہوں کہ ان کی عبادت کی جائے جیسے شیاطین، فرعون اور نمرود وغیرہ یہ سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

کفار و مشرکین نے اس سچائی کو ایک غلط رنگ دے کر نبی کریم ﷺ، آپ پر ایمان لانے والوں اور دین اسلام کے متعلق پروپیگنڈے کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے بتوں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اور ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے تو نصاریٰ بھی تو حضرت عیسیٰؑ کو (یہودی حضرت عزیرؑ کو، کفار مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کو) معبود کا درجہ دیتے ہیں تو کیا (نعوذ باللہ) یہ بھی جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ جب کفار و مشرکین نے یہ بات سنی تو وہ خوشی سے چلانے اور شور مچانے لگے کہ اب اس کا جواب دیا جائے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰؑ) بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس جاہلانہ بات کا جواب دینے سے پہلے یہ بتا دیا کہ ایسی لغو اور فضول باتیں وہی کر سکتے ہیں جن کا کام صرف فساد کرنا اور جھگڑے پیدا کرنا ہے ورنہ وہ اتنی عقل تو رکھتے ہی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے پیغمبر ہیں جن کی پاکیزہ زندگی کا ہر تصور بہت واضح ہے جن کا وجود قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (کیونکہ اللہ کے حکم سے وہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں قیامت کے قریب دنیا میں دوبارہ حضور اکرم ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں اور پھر قیامت قائم ہوگی)۔ حضرت عیسیٰؑ زندگی بھر توحید کی تعلیم دیتے رہے اور جب وہ آسمان سے دوبارہ آئیں گے اس وقت بھی وہ اسی توحید کی تعلیم دیں گے۔ لہٰذا جو لوگ زبردست غلط فہمی کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں یہ ان کی غلط سوچ، ذاتی رائے اور ان کا اپنا ذاتی فعل ہے اس میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ان کی پوری زندگی گواہ ہے کہ انہوں نے نہ تو ایسا کرنے کا حکم دیا نہ حضرت عیسیٰؑ کی خواہش اور مرضی تھی نہ اللہ کا کلام اس کی تائید کرتا ہے۔ اگر موجودہ انجیلوں کا دیانت داری سے

مطالعہ کیا جائے تو انہوں نے صرف ایک ہی بات فرمائی کہ لوگو! تم اللہ سے ڈرو، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو، صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور زندگی کے تمام معاملات میں اللہ کے رسول کی پیروی کرو۔ اس بنیادی عقیدے کے خلاف جنہوں نے عقیدت و محبت اور عبادت و بندگی کے بے شمار طریقے نکال رکھے ہیں وہ من گھڑت ہیں جب تک وہ انہیں نہ چھوڑیں گے اس وقت تک وہ دین کی اصل روح تک نہ پہنچ سکیں گے۔

فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ مسیح اللہ کے محبوب بندوں میں سے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تھا تاکہ عقیدے کی جن گندگیوں میں وہ زندگی گذار رہے ہیں ان کی اصلاح کردی جائے۔ لیکن بنی اسرائیل نے ان سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے خود حضرت عیسیٰ ہی کو معبود کا درجہ دیدیا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے وہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں، مٹی کا پرندہ بنا کر جب وہ پھونک مارتے ہیں تو وہ جیتا جاگتا پرندہ بن جاتا ہے، پیدائشی نابینا کی آنکھوں پر دم کرتے ہیں تو اس کو بینائی مل جاتی ہے، جب وہ کسی کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو وہ بھلا چنگا ہو جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ اللہ کے بیٹے اور معبود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس میں کوئی تعجب یا حیرت کی بات نہیں ہے کیونکہ حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی حضرت حوا کو اللہ نے بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا ہے یہ تو صرف اسی کی قدرت ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو بھی انسانوں سے پیدا کر سکتے تھے پھر ان کے ہاں بھی اولاد کا سلسلہ ایسا ہی قائم ہو جاتا جیسا کہ انسانوں میں جاری ہے۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے اسی طرح معجزات دیئے تھے جس طرح ان سے پہلے پیغمبروں کو یا نبی کریم ﷺ کو معجزات عطا کئے گئے تھے۔ وہ یہ سارے کام اللہ کے حکم سے کرتے تھے۔ مردوں کو زندہ کرنا، نابینا کو آنکھیں دینا، کوڑھی کو صحت مند بنانا یہ سب اللہ کی قدرت کے نمونے تھے جو حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئے۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ نے بالکل واضح، صاف صاف اور دوٹوک الفاظ میں اس اعلان کر دیا تھا کہ میرا اور تمہارا ربّ صرف ایک اللہ ہی ہے اور وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔ اگر کچھ لوگوں نے ان کو معبود کا درجہ دیدیا ہے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور تو ان لوگوں کا ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ تصور کرنے کے بجائے ان کو معبود کا درجہ دیدیا ہے۔ فرمایا کہ ان ظالموں کو عقل سے کام لینا چاہیے کیونکہ اس دنیا کی زندگی بڑی مختصر ہے جب زندگی کا دھارا رک جائے گا یعنی موت آجائے گی تو قیامت قائم ہوگی اس وقت یہ دنیا کے اسباب اور ساتھ دینے والے دوست احباب ان کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ آج کفار و مشرکین کی آواز میں آواز ملانے والے قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ لیکن ان کے برخلاف جن لوگوں نے اپنے دلوں میں توحید اور ایمان کی شمع روشن کر رکھی ہوگی وہ بہت جلد بلند، کامیاب اور بامراد ہوں گے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸

(اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ) اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ تم رنجیدہ ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور (ہماری) فرماں برداری کرتے رہے تھے (ان سے کہا جائے گا کہ) تم اور تمہاری (ایمان والی) بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان (اہل جنت) کے سامنے سونے کے برتن اور

جام پیش کئے جائیں گے اور وہاں ہر وہ چیز جس کی وہ خواہش کریں گے اور جن سے آنکھیں ٹھنڈک محسوس کریں گی ان کے لئے موجود ہوں گی اور (کہا جائے گا کہ) تم ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو (یہ ان اعمال کا بدلہ ہے) جو تم کیا کرتے تھے۔ تمہارے لئے ان میں بہت کثرت سے فواکھ (ہر طرح کی لذیذ غذائیں) موجود ہوں گے جنہیں تم کھاؤ گے۔ (اس کے برخلاف) نافرمان لوگ ہمیشہ کی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ان سے کسی وقت بھی عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم وزیادتی کیا کرتے تھے۔

اور وہ (داروغہ جہنم) کو آواز دے کر کہیں گے کہ اے مالک! (کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ اس عذاب سے نجات کے لئے) تیرا رب ہمارا کام تمام کردے۔ (یعنی موت دیدے) تو وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) کیونکہ بے شک ہم نے تمہارے پاس حق اور سچائی کا پیغام بھیجا تھا مگر تم میں سے اکثر نے اس حق وصداقت کے ساتھ نفرت کا اظہار ہی کیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸

تُحْبَرُوْنَ	تم خوش کئے جاؤ گے
صِحَافٌ	پلیٹیں۔ رکابیاں
لَا یُفَتَّرُ	ہلکا نہ کیا جائے گا
مُبْلِسُوْنَ	ناامید ہوجانے والے
مَا کِثُوْنَ	ٹھہرنے والے۔ رکنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸

جو لوگ دنیا میں تقویٰ، پرہیزگاری اور اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں اس کے بندے بن کر رہے تھے قیامت کے دن ان سے ارشاد فرمایا جائے گا کہ اے میرے بندو! آج تمہارے لئے نہ تو ماضی کا خوف ہوگا اور نہ مستقبل کا رنج و غم۔ تم اور تمہاری بیویاں اس جنت کے مستحق بنا دیئے گئے ہیں جن میں تمہاری ایسی خاطر تواضع کی جائے گی جس سے تم خوش ہو جاؤ گے اور خوشی کے آثار تمہارے چہروں پر نمایاں ہوں گے وہاں نوعمر خادم سونے کی پلیٹیں اور گلاس لئے گھوم رہے ہوں گے۔

اور ان جنتوں میں ہر وہ چیز عطا کی جائے گی جس سے دلوں کو چین اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی اور یہ سب کچھ تھوڑی سی مدت اور وقت کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس میں تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو رکھا گیا تھا۔ لیکن ایک بھول کی وجہ سے جب ان کو جنت سے نکالا گیا تو یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اگر دنیا میں جا کر تم نے اللہ کی ہدایت کے مطابق بہترین اعمال سر انجام دیئے تو پھر سے تمہیں اس جنت میں داخل کیا جائے گا۔

چونکہ تم نے دنیا میں رہ کر ہمارے سارے حکم مانے اور ہمارے رسولوں کی پیروی کی اس لئے اب یہ جنت تمہیں پھر سے مل گئی ہے۔ تم ان جنت کی راحتوں سے جتنا فائدہ چاہو اٹھا لو، کھاؤ، پیو تمہارے لئے ہر طرف ہر طرح کی نعمتیں بکھیر دی گئی ہیں۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرتے کرتے مجرم بن گئے تھے ان کو ایسی جہنم اور اس کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ تو ان پر سے کسی عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی رعایت کی جائے گی جس سے وہ مایوسی کی انتہاؤں پر پہنچ جائیں گے۔ وہ نہایت مایوسی اور نا امیدی کے ساتھ جہنم کے ایک فرشتے جس کا نام مالک ہوگا اس سے چلا چلا کر یہ کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار سے یہ دعا کرو کہ وہ ہمیں جہنم کی اس شدید ترین تکلیف سے نجات کے لئے ہم پر موت طاری کر دے تاکہ اس اذیت سے ہم بچ سکیں گے۔

جہنم کا یہ فرشتہ یا داروغہ ان کے رونے چلانے سنتا رہے گا اور ایک ہزار سال کے بعد یہ جواب دے گا کہ تم

دنیا اور اس کی لذتوں میں الجھے رہے اور تمہیں آخرت کا کبھی خیال تک نہ آیا اب تم ہمیشہ کے لئے اسی حالت میں رہو گے نہ مرو گے نہ جیو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج اگر یہ لوگ اس حالت کو پہنچے ہیں تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے اللہ نے ان پر ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ انہوں نے خود ہی اس راستے کو منتخب کیا تھا جس کی سزا آج یہ بھگت رہے ہیں۔ فرمایا جائے گا کہ ہم نے اپنے رسولوں کے ذریعہ حق و صداقت کی بات کو پہنچا دیا تھا مگر جب بھی ان سے اس سچائی پر چلنے اور ماننے کے لئے کہا تو انہوں نے اس سے منہ پھیرا اور نفرت کا اظہار کیا۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ڰ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ لا وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

وقف لازم ۱۳ ع ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

کیا انہوں نے (کوئی نقصان پہنچانے کی کاروائی) طے کرلی ہے تو (یاد رکھو) ہم نے بھی ایک بات طے کر رکھی ہے۔

کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور چپکے چپکے مشوروں کو سنتے نہیں ہیں؟ (ہم ضرور سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے جو ان کے پاس ہیں وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر رحمٰن کے بیٹا ہوتا تو سب عبادت کرنے والوں میں سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا حالانکہ یہ مشرک اللہ کی شان میں جو باتیں بنا رہے ہیں ان سے آسمانوں اور زمین کا مالک جو عرش کا بھی مالک ہے بالکل پاک اور بے عیب ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو ان کے بے ہودہ مشغلوں اور کھیل کود میں لگا رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پیش آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

وہی آسمانوں میں عبادت کے لائق ہے اور وہی زمین میں بھی لائق عبادت ہے۔ وہ بڑی حکمت والا اور بہت علم والا ہے۔

وہ ذات بڑی شان والی ذات ہے جس کے لئے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی ملکیت اسی کی ہے۔

اس کے پاس قیامت واقع ہونے کا علم بھی ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور اللہ کو چھوڑ کر وہ جنہیں پکارتے ہیں ان کو (اللہ کی بارگاہ میں) سفارش تک کرنے کا حق نہ ہوگا سوائے ان کے جو حق و صداقت کے گواہ ہیں اور وہ اس کو جانتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو وہ یقیناً یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا ہے) تو پھر (اے نبی ﷺ) ان سے کہئے کہ تم یہ الٹے کہاں جا رہے ہو؟ (فرمایا کہ) اللہ کو رسول کے یہ کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ (سمجھانے کے باوجود) ایمان نہیں لاتے۔

(تو اے نبی ﷺ) آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور یہ کہہ دیجئے کہ تم سلامت رہو۔

پھر وہ بہت جلد سب کچھ سمجھ جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

اَبْرَمُوْٓا	انہوں نے ٹھان لی۔ طے کر لی
یَخُوْضُوْا	وہ گھستے ہیں
یَلْعَبُوْا	وہ کھیلتے ہیں
اِصْفَحْ	درگذر کر لے۔ منہ پھیر لے
سَلٰمٌ	سلامتی ہو

تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

کفار مکہ اس بات سے بہت ڈرے ہوئے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کی مقناطیسی شخصیت اور کلام الٰہی سے عرب کے نوجوان بڑی تیزی سے متاثر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جو بھی ان کی زبان مبارک سے کلام سنتا ہے تو وہ فوراً ہی اسلام کی سچائی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

کفار قریش نے نہایت خاموشی سے مکہ کے اہم لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان سے خفیہ مشورے کرنا شروع کر دیئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے اور اس تحریک کا مقابلہ نہ کیا تو مسلمان دندناتے پھریں گے اور سارا عرب مسلمان ہو جائے گا لہٰذا کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ ہم میں سے جس نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے ہر رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کو اس راستے سے روکنے کی کوشش کرے۔

اگر کسی غلام نے اس طرف قدم بڑھایا تو اس کا آقا پوری طاقت وقوت سے اس کو کچلنے اور روکنے کی کوشش کرے اور باہر سے آنے والے ہر شخص کو یہ سمجھا دیا جائے کہ ہمارے اندر ایک ایسا شخص آ گیا ہے جو اپنی دیوانگی میں نئی نئی باتیں کر رہا ہے۔ لہٰذا اس

کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ وہ گمراہ کردے گا۔

یہ اور اسی قسم کی بہت سی تدبیروں پر ایک خفیہ معاہدہ طے پا گیا اور ہر ایک نے اس معاہدے پر پوری دیانت داری سے عمل کرنے کی ٹھان لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خفیہ تدبیروں اور اسلام کو مٹانے کی کوششوں کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اگر کفار نے اس بات کا پکا ارادہ کرلیا ہے کہ وہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ اور قرآن کی طرف نہ آنے دیں گے اور دنیا سے اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے تو ہم نے بھی ان کو سخت ترین سزائیں دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

فرمایا کہ ہم ان کی خفیہ تدبیروں اور رازوں سے اچھی طرح واقف ہیں ہم سب کچھ سنتے اور جانتے ہیں اور ہمارے فرشتے ہر وقت ان کے پاس ہیں اور جو کچھ وہ کرتے اور کہتے ہیں اسے وہ لکھتے جارہے ہیں جو قیامت کے دن ان کے سامنے آئے گا اور یہ اپنے برے انجام اور سخت سزاؤں سے نہ بچ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ میں تو تمہاری بھلائی اور خیر خواہی میں تمہارے غلط عقیدوں کی اصلاح کرتا رہوں گا اور تم نے جو اللہ کے لئے بیٹے کا تصور گھڑ رکھا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا ہے وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

اللہ کی ذات بیٹا، بیٹی اور بیوی کے ہر تصور سے بے نیاز ہے اگر فرض کرلیا جائے کہ اللہ نے دنیا کے گناہوں کے کفارے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو بیٹا بنا کر بھیجا ہے۔ میں جو اللہ کا سب سے بڑا عبادت گذار ہوں اس کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے میں تم سب سے پہلے اس کے سامنے اپنا سر جھکا دیتا لیکن یہ تصور بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ اللہ کے نہ تو کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔ اللہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔

عرش الٰہی کا مالک و مختار ہے اس کا حکم ہر ایک پر چلتا ہے۔ اسی کو قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس کی ذات ہر طرح کی تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے وہی علم و حکمت والا ہے۔ قیامت میں صرف اسی کی حکمرانی ہوگی۔ وہاں کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر اجازت کسی کی سفارش بھی کی جاسکے۔

البتہ جن لوگوں نے دنیا میں حق کے کلمہ کو بلند کیا ہوگا یعنی دل اور زبان سے ایمان کا اقرار کیا ہوگا جیسے انبیاء کرامؑ، صلحائے امت اور خاص خاص مومن بندے ان کو گناہگاروں کی سفارش کا اختیار دیا جائے گا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کریں۔ فرمایا کہ کفار کے دل بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ ہے اسی لئے اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے آپ کہئے کہ جب تمہارا خالق اللہ ہے تو پھر تم یہ منہ اٹھائے کدھر جا رہے ہو؟

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان کو ان کے کھیل کود اور تماشوں میں لگا رہنے دیجئے بہت جلد ان پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔ اس وقت یہ اپنے اعمال پر شرمندہ ہوں گے۔

فرمایا کہ آپ اپنا خیر و فلاح کا مشن جاری رکھئے۔ اگر وہ راستے کی رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جائیں تو آپ نہایت سلامتی کے ساتھ ان کے پاس سے گذر جایئے اور ان سے درگذر کیجئے۔ کیونکہ قیامت کا دن جو ان سے زیادہ دور نہیں ہے اس میں ہر بات کھل کر ان کے سامنے آجائے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۴

الدُّخَان

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الدخان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	44
کل رکوع	3
آیات	59
الفاظ وکلمات	349
حروف	1495
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ سب سے پہلے اس قرآن حکیم کی قسم کھائی ہے جسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا گیا ہے۔ اس رات کی عظمت یہ ہے کہ اس میں ہر حکمت والے کام جو آئندہ سال میں ہونے والے ہیں ان کو فرشتوں (جبرائیل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل) کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

☆ اللہ کی شان اور وحدانیت کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کی ذات پر اور اس کی قدرت پر ایمان لانا سعادت اور نیکی ہے لیکن منکرین اللہ کی ذات وصفات پر ایمان نہیں لاتے۔ ایسے منکرین کو ایک ایسے دن کا انتظار کرنا چاہیے جب کہ آسمان پر ایک دھواں پیدا ہو کر ہر چیز پر چھا جائے گا۔ وہ دن ایسے لوگوں کے لیے بڑا سخت اور کٹھن دن ہوگا۔ منکرین گھبرا کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار اگر آپ نے اس کو ہم سے ہٹالیا، دور کر دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہارے نصیب میں ایمان لانا کہاں ہے؟ اگر تمہیں ایمان لانا ہوتا تو ان عظیم پیغمبروں کی توہین کرتے ہوئے انہیں کسی کا سکھایا، پڑھایا دیوانہ قرار نہ دیتے۔ جب انہوں نے اس وقت اپنے نبی کی بات کو نہیں مانا تو اب وہ کہاں ایمان لانے والے ہیں۔ فرمایا کہ اگر آج ہم ان سے اس عذاب کو ہٹالیں تو یہ پھر وہی حرکتیں کریں گے جو اس سے پہلے کرتے آئے ہیں۔ ان جیسے لوگوں کو اللہ اپنی سخت گرفت میں لے کر ان سے ان کی نافرمانیوں کا بدلہ ضرور لے گا۔

اس قرآن مجید کو اس مبارک رات میں نازل کیا گیا ہے جس میں ہر اہم اور حکمت والے کاموں کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس سے متعلق احکامات کو فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

کفار و مشرکین کو قیامت کے دن زقوم کا درخت کھلایا جائے گا جو ان کے پیٹ میں اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح پانی گرم کرتے وقت کھولتا ہے۔ ان کو جہنم کے بالکل درمیان میں دھکیل کر ان پر کھولتا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا کہ کھاؤ تم تو بڑے عزت والے بنے پھرتے تھے۔

فرمایا ان سے پہلے قوم فرعون کا بھی یہی حال تھا کہ جب ان پر عذاب آتا تو وہ اس کے دور کرنے کی درخواست کرتے اور جب وہ ٹل جاتا تو پھر پہلے جیسی حرکتیں کرنے لگتے حالانکہ حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ برابر ان کو جھٹلاتے رہے بلکہ انہوں نے تو حضرت موسیٰ کو قتل تک کر لینے کا پروگرام بنالیا تھا مگر اللہ نے ان کو بچالیا اور قوم فرعون کو پانی میں غرق کر دیا اور قوم

لیکن وہ لوگ جو اللہ سے ڈرتے اور اللہ کے پیغمبروں کی تعلیم پر چلنے والے اور اس کو ماننے والے ہیں ان کو جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی وہ جو مانگیں گے ان کو دیا جائے گا۔ ان کو خوبصورت باغات، بہتے چشمے اور ریشمی لباس عطا کیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فرعون نے جو حسین باغات، بہتے چشمے، کھیتیاں اور اونچے اونچے محل چھوڑے تھے، بنی اسرائیل کو ان سب کا وارث بنا دیا۔

فرعون کی تباہی پر نہ تو زمین روئی اور نہ آسمان رویا اور نہ اس کو کسی طرح کی مہلت دی گئی۔ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات عطا فرمائی اور وہ جس شدید آزمائش میں مبتلا تھے اس سے ان کو چھٹکارا عطا کیا پھر بنی اسرائیل کو توریت جیسی کتاب دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ان کی ضد اور ہٹ دھرمی پر ایک مرتبہ پھر خبر دار کیا ہے کہ وہ اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آئیں اسی میں ان کی نجات ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ذرا اس بات پر غور کر لیں کہ مکہ والے بڑی شان اور قوت والے ہیں یا تبع اور اس کی قوم۔ فرمایا کہ جب قوم فرعون، عاد و ثمود جیسی ترقی یافتہ قومیں بھی اللہ کی نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکیں تو تمہاری کیا حیثیت اور طاقت ہے۔ فرمایا کہ وہ نظام کائنات پر غور کریں کہ اس نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کو کھیل تماشہ نہیں بنایا ہے بلکہ ان کے پیدا کرنے اور بنانے میں اللہ کی بڑی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ نظام کائنات ایک وقت تک چلتا رہے گا پھر اس عالم پر موت طاری ہوگی اور وہ قیامت کا دن ان مجرمین پر بہت سخت اور بھیانک ہوگا سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم و کرم فرما دے۔

فرمایا کہ اس دن کفار و مشرکین کے کھانے کے لیے زقوم کا درخت ہوگا جو ان کے پیٹ میں اس طرح جوش مارے گا جیسے تیز کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ اللہ کے فرشتے ان کو پکڑ کر جہنم کے بیچ میں دھکیل دیں گے اور ان پر تیز گرم پانی ڈالیں گے اور کہیں گے کہ تم بڑی عزت والے بنے پھرتے تھے آج اس عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ وہی عذاب ہے جس سے تمہیں ڈرایا گیا تھا مگر تم اس کو نہیں سمجھتے تھے آج اس کو بھگتو۔ ان کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ سے ڈرنے والے، نیک اور صالح ہوں گے وہ امن و سکون، چین اور آرام کی جنتوں میں ہوں گے جہاں خوبصورت باغات، پانی کے بہتے چشمے اور نہریں ہوں گی۔ باریک اور موٹے ریشمی لباس پہنے مسہریوں اور تخت پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ فرمایا کہ ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان کی زوجیت میں دے دیں گے۔ وہ ہر طرح خوش و خرم اور طرح طرح کے پھلوں سے اپنا دل بہلائیں گے۔ جو موت ان کو آچکی ہے اب دوبارہ ان کو نہ آئے گی۔ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آپ کے پروردگار کا فضل و کرم اور ان کی زبردست کامیابی ہوگی۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے رب نے قرآن کریم کو آسان عربی زبان میں نازل کیا ہے تا کہ اس پر غور و فکر کرنا آسان ہو اگر اس کے باوجود بھی یہ لوگ قرآن کی عظمت کو نہیں مانتے تو آپ ﷺ ان کے انجام کا انتظار کیجیے یہ خود بھی اس کے انتظار میں ہیں۔

سورۃ الدخان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ﴿۳﴾ فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ ۚ﴿۵﴾ رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۙ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ۘ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۷﴾ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ؕ رَبُّکُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾ بَلۡ ہُمۡ فِیۡ شَکٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾ فَارۡتَقِبۡ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ ﴿ۙ۱۰﴾ یَّغۡشَی النَّاسَ ؕ ہٰذَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اکۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰی لَہُمُ الذِّکۡرٰی وَ قَدۡ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ۙ۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡہُ وَ قَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿ۘ۱۴﴾ اِنَّا کَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِیۡلًا اِنَّکُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾ یَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَۃَ الۡکُبۡرٰی ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۱۶﴾

وقف لازم

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

حا۔میم۔ حروف مقطعات (جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اس واضح کتاب کی قسم۔ اس کو ہم نے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ بے شک ہم (اس کے ذریعہ) لوگوں کو آگاہ اور خبردار کرنے والے ہیں۔

اس رات میں ہر حکمت بھرے معاملہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

حکم جو ہماری طرف سے ہے اسے ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔

یہ آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہ تمہارا رب ہے اور تم سے پہلے تمہارے باپ دادا کا بھی پروردگار ہے۔

بلکہ کفار شک وشبہ میں مبتلا ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کے لئے ایک ایسے دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان سے صاف وشفاف دھواں ظاہر ہوگا۔ جو لوگوں کو گھیر لے گا۔

وہ ایک دردناک عذاب ہوگا۔ (وہ کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے اس عذاب کو دور کر دیجئے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

(فرمایا جائے گا کہ) انہیں کہاں نصیحت حاصل ہوگی جب کہ ان کے پاس ایک ایسا رسول بھی آچکا ہے جس کی شان (رسالت وعظمت) روشن ومنور ہے۔ پھر انہوں نے اس رسول سے منہ پھیر کر کہا کہ یہ تو سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔

بے شک اگر ہم کچھ (دنوں کے لئے) اس عذاب کو ہٹالیں تو پھر تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

جس دن ہم (ان کی) سخت گرفت کریں گے تو بے شک ہم (ان ظالموں سے) زبردست انتقام لیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۶

لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ	برکت والی رات
يُفْرَقُ	وہ جدا کر دیتا ہے۔ الگ کر دیتا ہے
اَمْرٍ حَكِيْمٍ	حکمت بھرا فیصلہ
اِرْتَقِبْ	تو انتظار کر۔ راہ دیکھ
دُخَانٌ	دھواں
يَغْشَى	وہ ڈھانپ لے گا
مُعَلَّمٌ	پڑھایا گیا
عَآئِدُوْنَ	وہ لوٹنے والے ہیں
اَلْبَطْشَةُ	سخت پکڑ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

قرآن کریم میں سات سورتیں وہ ہیں جن کی ابتداء ''حٰم'' سے کی گئی ہے۔ احادیث میں ان سات سورتوں کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ ان ہی میں سے یہ پانچویں سورت ہے۔

''حا۔میم'' حروف مقطعات میں سے ہیں جن کی تفصیل اس سے پہلی سورتوں میں بیان کر دی گئی ہے۔ علماء مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ وہ واضح اور صاف صاف احکامات بیان کرنے والی کتاب ہے جس کو ایک برکتوں والی رات (شب قدر) میں نازل کیا گیا ہے جس رات میں آئندہ سال ہونے والے واقعات اور احکامات کے

بارے میں ہر حکمت بھرے معاملہ کا فیصلہ کر کے اس سے فرشتوں کو آگاہ اور مطلع کر دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم ساری انسانیت کے لئے قیامت تک سراسر رحمت اور کرم ہی کرم ہے۔ اس کتاب کو اس پروردگار نے نازل کیا ہے جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے جو پوری قدرت اور کامل اختیار رکھنے والا ہے۔ وہی سب کی پرورش کرتا اور پالتا ہے۔ زندگی اور موت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہی سب کے باپ دادا کا پیدا کرنے والا ہے۔ کفار و مشرکین اور دین اسلام کے دشمن جو دنیا کو ایک کھیل کود اور تماشے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب آسمان پر ہر طرف دھواں ہی دھواں ہوگا اور لوگ سخت اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے۔ جب کفار و مشرکین اللہ کے عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو گھبرا کر کہہ اٹھیں گے الٰہی! اس عذاب کو ہم سے دور کر دیجئے ہم ایمان لے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر ان کو مہلت دے دی جائے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ جب ان کے پاس ہمارے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے تو انہوں نے ان کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ ان کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں بنائیں اور ہمارے رسول پر یہاں تک الزام لگا دیا کہ یہ رسول جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی آ کر ان کو سکھا جاتا ہے اور وہی باتیں یہ لوگوں کو آ کر بتا دیتے ہیں۔ وہ کہتے کہ یہ تو سکھائے پڑھائے دیوانے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ ان منکرین کو قیامت کے ہولناک دن اور اس میں دی جانے والی سزاؤں کا اندازہ نہیں ہے ورنہ وہ اس طرح کی حرکتیں نہ کرتے۔

فرمایا کہ جب ہم ایسے لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو کوئی ان کی مدد کے لئے نہ آئے گا اور ہم سے چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔

زیر مطالعہ آیات میں کچھ مخصوص الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں جن کی تشریح ضروری ہے تا کہ ان آیات کا مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

(۱)۔ **اَلْکِتَابُ الْمُبِیْنُ** واضح اور کھلی ہوئی کتاب۔ یعنی اپنے معنی اور مفہوم میں اس قدر واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے جو حق و باطل اور حرام و حلال کو نہایت وضاحت سے بیان کر دیتی ہے۔ اللہ نے اس کتاب کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے یہ قرآن تو ایک واضح کتاب ہے جس کو نہ تو سمجھنا مشکل ہے اور نہ اس پر عمل کرنے میں کوئی دشواری ہے۔ اس کو ایک ایسی روشن اور مبارک رات میں اتارا گیا ہے جو ایک ہزار راتوں سے بھی زیادہ افضل و بہتر ہے۔

(۲)۔ لَیْلَةٌ ” مُبٰرَکَةٌ “ برکت والی رات۔ اس رات سے مراد رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے جس کو اردو میں ”شب قدر“ کہا جاتا ہے۔ اس مبارک رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص نظر کرم فرماتے ہیں اور رات بھر ندائیں دی جاتی ہیں کہ ہے کوئی اللہ کی رحمتوں کو سمیٹنے والا کہ اس کو وہ سب کچھ عطا کر دیا جائے جو وہ مانگ سکتا ہے۔ اس رات میں بندوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ آسمان سے فرشتے اور جبرئیل امین اترتے ہیں اور اس رات میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

علماء مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس مبارک رات سے مراد شب قدر ہی ہے جو رمضان کے آخری عشرے کی کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ کچھ حضرات نے بعض روایات سے سورۂ دخان میں ”لیلہ مبارکہ“ سے مراد شعبان کی پندرھویں رات (شب براءت) مراد لی ہے لیکن علماء مفسرین کی اکثریت نے اس سے مراد شب قدر ہی کو لیا ہے۔

ممکن ہے اللہ نے شب براءت میں قرآن کریم کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر مکمل قرآن کی شکل میں نازل کیا ہو اور رمضان کی شب قدر میں موقع کی مناسبت سے تھوڑا تھوڑا قرآن نازل کرنا شروع کیا ہو۔ بہر حال اس کی صحیح کیفیت کا علم اللہ کو ہے۔

(۳)۔ اَمْرٌ حَکِیْمٌ حکمت سے بھرپور احکامات۔ یعنی اس مبارک رات میں اہم اور حکمت بھرے معاملات کا ”فیصلہ“ کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں پیش آنے والے ہیں دوسرے الفاظ میں یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ فرشتوں میں ان کی ذمہ داریوں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

(۴)۔ دُخَانٌ ” مُبِیْنٌ “ واضح اور چھا جانے والا دھواں۔ قیامت سے قریب زمانہ میں ایک دھواں پورے آسمان پر چھا جائے گا جو اس بات کی علامت ہوگا کہ اب قیامت بہت قریب ہے۔ چنانچہ احادیث میں اس دھویں کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں تین چیزوں سے آگاہ اور خبردار کرتا ہوں

(۱) ایک تو دھواں جو مومن کے لئے زکام کی طرح ہوگا لیکن کافروں کی ایک ایک نس میں اس طرح بھر جائے گا کہ ان کے کانوں اور جسم کے ہر حصے سے دھواں نکلتا (محسوس) ہوگا۔

(۲) دوسرے دابہ۔ یہ عجیب و غریب جانور ہوگا جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔

(۳) تیسرے دجال کا آنا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح قیامت کی علامتیں بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک دس علامتیں ظاہر نہ ہو جائیں اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا یعنی وہ جس طرف سے روزانہ نکلتا ہے وہ وہاں سے نکلنے کے بجائے مخالف سمت سے نکلے گا۔

(۲) دھواں (جو پورے آسمان پر چھا جائے گا)۔

(۳) دابہ (عجیب و غریب جانور)۔

(۴) یاجوج ماجوج کا خروج۔

(۵) حضرت عیسیٰؑ کا نزول (یعنی دنیا میں دوبارہ آنا)۔

(۶) زمین کا دھنسنا۔

(۷) مشرق میں زمین کا دھنسنا۔

(۸) مغرب میں زمین کا دھنسنا۔

(۹) جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسنا۔

(۱۰) اور عدن سے ایک زبردست آگ کا نکلنا جو سب لوگوں کو ہانکتی لے جائے گی (مسلم)

(۵)۔رَسُوْلٌ مبِیْن ۔ وہ رسول جو اعلیٰ ترین اور قابل تعریف صفات کے مالک ہیں اور جن کی سیرت اور ان کا اسوۂ حسنہ سورج کی کرنوں سے زیادہ روشن اور واضح ہے۔

(۶)۔مُعلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ. سکھایا پڑھایا دیوانہ۔ کفار و مشرکین جب ہر طرح کی سازشوں اور پروپیگنڈے کے باوجود اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ اتنے شدید پروپیگنڈے کے باوجود عرب کے نوجوان، بوڑھے، عورتیں اور بچے حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار اور آپ کے لائے ہوئے پیغام سے متاثر ہوتے چلے جا رہے ہیں تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو شاعر، مجنون، جادوگر اور کاہن کہنا شروع کیا۔ انہوں نے یہ الزام بھی لگانا شروع کر دیا کہ جس کو یہ اللہ کا کلام کہتے ہیں وہ ان کو کوئی شخص آ کر سکھا جاتا ہے وہ اسی کو بیان کر کے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے تمام الزامات کے جوابات عنایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ ہی نے اس واضح اور روشن کتاب کو ایک برکت والی رات میں اپنے رسول پر نازل کیا ہے تا کہ لوگوں کی آخرت سدھر جائے لیکن بعض لوگ اس آگاہی

کے باوجود اپنی روش زندگی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے اس ہولناک دن کا خیال ضرور رکھنا چاہیے جس دن ہر انسان کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہوگا اس دن صرف وہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کی ہوگی۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ
اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَاِنِّيْ
عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾
فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا
اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾
كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾
وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾
فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ
نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ
كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗـــؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾

الثلثة ع ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

اور یقیناً ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا جب ان کے پاس ایک معزز پیغمبر (حضرت موسیٰ کو) بھیجا گیا تھا (اور اس نے کہا تھا کہ) تم اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کردو۔ میں تمہارے لئے ایک دیانت دار رسول ہوں۔ اور تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی (اختیار) نہ کرو۔

بے شک میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں اور بے شک میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کردو۔ پھر اگر تم میرا یقین نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

پھر اس نے (حضرت موسیٰؑ نے) اپنے رب کو پکارا کہ بے شک یہ سب مجرم (گناہ گار) ہیں۔ (اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ اور بلاشبہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو اسی حالت پر (تھما ہوا) چھوڑ دینا کیونکہ بے شک (فرعون کا) لشکر غرق ہونے والا ہے۔

ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑے اور کتنی ہی کھیتیاں اور بہترین مکانات چھوڑے۔ اور وہ نعمتیں جنہیں وہ مزے لے لے کر کھاتے تھے (سب چھوڑنے پر مجبور کردیئے گئے) اور اس طرح ہم نے ان سب چیزوں کا مالک دوسری قوم (بنی اسرائیل) کو بنا دیا۔ پھر ان (فرعونیوں پر) نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات عطا کردی تھی (یعنی) فرعون سے جو کہ انتہائی مغرور و متکبر اور حد سے بڑھ جانے والا بن چکا تھا۔ اور بے شک ہم نے جان بوجھ کر بنی اسرائیل کو اہل عالم پر فضیلت دی تھی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دکھائیں جن میں کھلی آزمائش تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

فَتَنَّا	ہم نے آزمایا
لَا تَعْلُوْا	تم نہ چڑھو
اِعْتَزِلُوْنِ	تم مجھ سے دور ہٹ جاؤ
اَسْرِ	تو راتوں رات چل
رَهْوًا	ٹھہرا ہوا
جُنْدٌ	لشکر
مَا بَكَتْ	نہ روئی۔ نہ رویا
مُنْظَرِيْنَ	مہلت دیئے گئے
اَخْتَرْنَا	ہم نے پسند کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

حضرت موسیٰؑ نے حق و صداقت کی سربلندی اور ہدایت و تبلیغ میں ساری زندگی جدوجہد فرمائی فرعون اور آل فرعون نے جس طرح ان کی نافرمانی کی اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں عبرت و نصیحت کے لئے مختصر یا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہاں ایک مرتبہ پھر حضرت موسیٰ کی زندگی کے ایک اور پہلو کو بیان کر کے کفار قریش کو آگاہ کیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے نافرمان اور عظیم سلطنت کے مالک فرعونیوں کو غرق کر دیا تھا اور بے سروسامانی کے باوجود حضرت موسیٰؑ اور ان کے ماننے والوں کو کامیاب کر کے نجات عطا کر دی تھی اسی طرح نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ماننے والے صحابہ کرامؓ بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے اور دین اسلام کے منکرین اور مشرکین زبردست طریقے پر ناکام و نامراد ہوں گے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب ایک طویل مدت تک حضرت موسیٰؑ کی دعوت و تبلیغ کی بھرپور کوششوں اور ہر طرح کے

معجزات دیکھنے کے باوجود قوم فرعون نے اپنے آپ کو سخت گناہ گار اور مجرم ثابت کر دیا اور حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے کی منصوبہ بندی تک کر ڈالی تب حضرت موسیٰؑ نے پہلے تو پوری قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو! تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی اور نافرمانی اختیار نہ کرو، میری بات مانو، میرا حق ادا کرو، مجھ پر ایمان لاؤ، میری ہدایت کی پیروی کرو یہ اللہ کی طرف سے تم پر میرا حق ہے۔تم مجھ پر زیادتی نہ کرو، حملہ نہ کرو اگر تم نے مجھ پر حملہ کیا یا سنگسار (پتھر مار کر ہلاک) کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میں پہلے ہی اللہ رب العالمین کی پناہ مانگ چکا ہوں۔ وہ میری حفاظت کرے گا اور تم ہزار کوششوں کے باوجود میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ البتہ نافرمانیوں سے تم بدترین انجام سے دوچار ضرور ہو جاؤ گے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تم اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو۔ کیونکہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں، دیانت دار رسول بھی ہوں اور اللہ کی نشانیاں (معجزات) بھی دکھا چکا ہوں۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس بات کو جان لیا کہ فرعون اور آل فرعون پر ان کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تب انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کر دیا کہ اے میرے اللہ میں نے اس قوم کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ اپنے جرم و گناہ میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ میری کسی بات کو سننے اور میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ الٰہی! آپ ان کے اور میرے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اے موسیٰؑ! آپ میرے اطاعت گذار بندوں کو رات کی تنہائیوں میں لے کر نکل جائیے۔ جب صبح فرعون کو اطلاع ہوگی تو وہ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ تمہاری طرف آئے گا اس وقت تم اپنے عصا کو پانی پر مارنا تمہارے لئے سمندر میں راستے بن جائیں گے اور بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف نکل جائیے گا اور دوبارہ عصا کو پانی پر نہ ماریئے گا اس سمندر کے راستوں کو اسی حالت پر چھوڑ دیجئے گا کیونکہ ہم نے فرعون اور اس کے ماننے والوں کو غرق کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے عمل کیا۔ حضرت موسیٰؑ اور ان پر ایمان لانے والے اہل ایمان سمندر پار آ گئے۔ جب فرعون نے ان سمندری راستوں میں اپنے لشکر کو اترنے کا حکم دیا اور وہ اس کے درمیان میں پہنچ گیا تو اللہ نے پانی کو پھر سے مل جانے کا حکم دیا جس سے فرعون اور اس کی پوری قوم پانی میں ڈوب کر ختم ہو گئی۔ اللہ نے فرمایا کہ فرعون اور آل فرعون کے سرسبز و شاداب باغات، بہتے ہوئے خوبصورت چشمے، ہری بھری کھیتیاں، عیش و آرام کے لئے بنائے گئے بڑے بڑے محل اور مکانات اور آبادیاں ان کے کسی کام نہ آ سکے اور پھر ہم نے ان کے راحت و آرام اور حکومت و سلطنت کے اسباب کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔ فرعون اور اس کی قوم کی اتنی بڑی تباہی اور بربادی پر نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین روئی اور نہ وہ نافرمان لوگ اللہ کے سخت ترین عذاب سے بچ سکے۔ اللہ نے ان آیات میں اس بات کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ قوموں کا ابھرنا اور تباہ و برباد ہو جانا یہ سب کچھ اللہ کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔

اس موقع پر یہ نکتہ بھی بہت دلچسپ ہے کہ زمین و آسمان کا رونا محض ایک محاورہ ہی نہیں ہے بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کے اس دنیا سے اٹھ جانے پر زمین و آسمان روتے ہیں چنانچہ حضرت انسؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آسمان میں ہر بندے کے لئے دو دروازے ہیں ایک سے رزق اتارا جاتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کے اعمال (کلام، گفتگو، عمل) اللہ کی بارگاہ میں پہنچائے جاتے ہیں جب اللہ کے کسی نیک بندے کا انتقال ہوتا ہے تو یہ دونوں دروازے اسے یاد کر کے روتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر مذکورہ آیت کی تلاوت بھی فرمائی۔ اسی طرح حضرت شریح ابن عبد حضرمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مومن غریب الوطنی کی حالت میں انتقال کرتا ہے جس پر کوئی رونے والا نہیں ہوتا تو اس پر زمین و آسمان روتے ہیں۔ اس موقع پر بھی آپ نے اسی مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی (ابن کثیر) اب رہا یہ سوال کہ زمین و آسمان کس طرح روتے ہیں تو بات بالکل واضح ہے کہ ان کا رونا ہماری طرح کا رونا نہیں ہے بلکہ اس کی صحیح کیفیت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو زندگی بھر اپنے مال و دولت، حکومت واقتدار اور خوبصورت بلڈنگوں پر بے جا فخر و غرور کرتے ہیں اور اللہ کی نافرمانیوں سے باز نہیں آتے ان پر زمین و آسمان بھی نہیں روتے لیکن اللہ کے نیک، برگزیدہ اور پاکیزگی کے ساتھ زندگی گذارنے والے جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی جدائی پر روتا ہے۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾

ع ۲ / ۱۳ / ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۲

اور (کفار قریش) یہ کہتے ہیں کہ بس یہی (اسی دنیا میں) پہلی مرتبہ کا مر جانا ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

اگر تم سچے ہو تو ہمارے گذرے ہوئے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ۔

(اللہ نے فرمایا) کیا یہ (کفار مکہ) بہتر ہیں یا قوم تُبّع جو پہلے ہو گذرے ہیں۔ ہم نے ان کو اس لئے ہلاک کیا تھا کہ وہ مجرم (نافرمان، گناہ گار) تھے۔

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض کھیل کود کے لئے نہیں بنایا ہے۔ ہم نے ان کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

یقیناً وہ فیصلے کا دن ان سب کے لئے وعدے کا دن ہے۔

جس دن کوئی رشتہ دار اپنے رشتہ دار کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

سوائے اس کے کہ اللہ ہی رحم کر دے۔ بے شک وہی زبردست اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۴۲

مُنْشَرِیْنَ دوبارہ اٹھنے والے

مِیْقَاتٌ مقررہ وقت

لَا یُغْنِیْ کام نہ آئے گا

مَوْلٰی ساتھی۔ دوست

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۲

جس طرح نمرود، فرعون، قیصر و کسریٰ مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے لقب تھے اسی طرح قبیلہ حمیر کے بادشاہ کا لقب تُبّع تھا۔ تبع نام کے بہت سے بادشاہ گذرے ہیں۔ چونکہ حجاز سے قریب تر علاقے ملک یمن اور سبا پر قوم تبع کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے دو ڈھائی سو سال پہلے اور نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیدائش سے تقریباً سات سو سال پہلے حکمرانی کا موقع ملا تھا اس لئے عرب میں قوم تبع کا کافی چرچا تھا اور جزیرۃ العرب کے لوگ تبع اور قوم تبع سے اچھی طرح واقف تھے۔ قرآن کریم میں جس قوم تبع کا ذکر کیا جا رہا ہے اس کے بادشاہ کا نام اسعد یا سعد ابن ملکا کرب اور کنیت ابوکرب تھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ (تبع) توریت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے مومن تھا لیکن اس کی قوم شرک و بت پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی۔ اس تبع بادشاہ کے لئے مفسرین نے دو واقعے لکھے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے میں بہت سے علاقے فتح کرتا ہوا سمرقند تک پہنچ گیا تھا۔

محمد ابن اسحاق کی تحقیق یہ ہے کہ وہ ان فتوحات کے دوران جب مدینہ منورہ کی بستی سے گذرا تو اس نے اس سرسبز و شاداب بستی پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اہل مدینہ نے اس کا زبردست مقابلہ کیا اور یہ عجیب طریقہ اختیار کیا کہ دن بھر تو وہ قوم تبع سے جنگ کرتے اور رات کو ان کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ اس بات سے تبع اور اس کی قوم کو شرم آئی اور اس نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اسی عرصے میں دو یہودی عالموں نے اس کو بتایا کہ اس شہر پر چڑھائی سے اسے کامیابی نصیب نہ ہوگی کیونکہ یہ آخری نبی کا مقام ہجرت ہے۔ یہ سن کر وہ ان دونوں یہودی عالموں کو اپنے ساتھ لے آیا اور اس نے ان یہودی عالموں کی تعلیم و تربیت سے متاثر ہو کر حضرت موسیٰؑ کا دین قبول کر لیا جو اس وقت دین برحق تھا۔ پھر اس کی قوم بھی ایمان لے آئی مگر زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ قوم تبع نے پھر سے شرک و بت پرستی شروع کر دی اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی جس کے نتیجے میں وہ شدید ترین عذاب آیا جس کا ذکر سورۂ سبا میں کیا گیا ہے۔ (ابن کثیر)

دوسری روایت یہ ہے کہ تبع بادشاہ نے جب توریت میں نبی کریم ﷺ کے فضائل پڑھے تو وہ غائبانہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا اور اس نے نبی مکرم ﷺ کے نام ایک خط بھی لکھا۔ اس نے وصیت کی کہ جب وہ آخری نبی تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں میرا یہ خط پہنچا دیا جائے چنانچہ اس کی یہ وصیت اس کی اولاد میں چلتی رہی۔

تبع کی اکیسویں پشت کے وقت نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو تبع خاندان کے ایک فرد شامول نے حضرت ابوایوب انصاری کی معرفت تبع کا خط حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا ''مَرحَبا

بِالْاَخِ الصَّالِحِ'' دوسری روایت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا''لَا تَسُبُّوْا تُبَّعًا فَاِنَّه' قَدْ كَانَ اَسْلَمَ''یعنی تبع کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ اسلام لے آیا تھا (طبرانی، ابن ابی حاتم۔ امام احمد)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تبع اور اس کی قوم بہت ترقی یافتہ قوم تھی۔ اس نے اپنے زمانہ میں زبردست عروج حاصل کیا تھا۔ مال و دولت، شان و شوکت، حکومت و سلطنت، قوت و طاقت اور تجارت و زراعت میں دنیا کی قوموں سے بہت آگے تھی مگر جب ان کے اخلاق اور کردار پر زوال آیا اور انہوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا معبود بنالیا اور نافرمانیوں اور انبیاء کرام کے جھٹلانے میں حد سے گذر گئی تب وہ قوم اپنے بدترین انجام سے دوچار ہوئی اور تباہ و برباد کر کے رکھ دی گئی۔ لیکن تبع بادشاہ نے دین اسلام کو قبول کر کے اپنے لئے آخرت کی ابدی راحتوں اور کامیابیوں میں نام پیدا کرلیا تھا۔

قرآن کریم کے اولین مخاطب مکہ مکرمہ کے کفار و مشرکین تھے ان سے کہا جارہا ہے کہ بنو قریش اور اہل مکہ اپنی شان و شوکت اور مال و دولت میں بڑھے ہوئے ہیں یا قوم تبع جو دنیا کی انتہائی طاقت ور قوم تھی۔ اگر اتنی زبردست اور طاقت ور قوم اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹادی گئی تو کفار مکہ اور بنو قریش کی ان کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔

اس آیت اور حدیث سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ تبع بادشاہ اکیس پشت پہلے نبی کریم ﷺ پر محض فضائل سن کر آپ ﷺ پر ایمان لے آیا تھا لیکن (اے قریش مکہ) تم کتنے بدنصیب لوگ ہو کہ تمہارے اندر خود اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اعلیٰ ترین کردار تمہارے سامنے ہے۔ مگر تم ان کی قدر کرنے کے بجائے ان کی ناقدری کررہے ہو۔

فرمایا کہ جس طرح قوم تبع اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی سے نہ بچ سکی اگر تم بھی ان ہی کے طریقوں پر چلے تو تم اس انجام سے کیسے بچ سکتے ہو؟ ہر انسان کو آخرت کے دن کی فکر ہونی چاہیے جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ جس قوم، گروہ یا افراد نے آخرت کا انکار کیا اور دنیا کو ایک کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں دی وہ برے انجام سے نہ بچ سکی۔

فرمایا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے اور جب ہم مرنے کے بعد مٹی میں رل مل جائیں گے، ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرے کائنات میں بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ پیدا نہ کئے جائیں گے۔

فرمایا کہ اللہ نے یہ نظام قائم کیا ہے کہ اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی ہے جس میں سب کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قوم سبا، قوم فرعون اور قوم تبع وغیرہ جو دنیا کی عظیم ترین اور طاقت ور قومیں تھیں جب انہوں نے

اس جاہلانہ عقیدے کو قائم کیا کہ اس دنیا کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے تو ان کی ترقیات، تجارت وزراعت حکومت وسلطنت اور رشتے داریاں ان کو ان کے برے انجام سے نہ بچا سکیں۔ کفار کا یہ کہنا کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ تو فرمایا کہ وہ سب کے سب قیامت کے دن دوبارہ پیدا کئے جائیں گے اور قیامت انسان سے دور نہیں ہے۔

لہٰذا اس دن اگر ان کے باپ دادا نیکیوں پر اٹھیں گے تو ان کی نجات ہے ورنہ وہ آخرت کی ابدی راحتوں سے محروم رہیں گے اور کوئی شخص یا کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی وہاں تو اللہ کے فرماں برداروں پر ہی اللہ کا رحم وکرم ہوگا۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي
فِي الْبُطُونِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ
الْجَحِيمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿۴۸﴾
ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿۴۹﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ
تَمْتَرُونَ ﴿۵۰﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿۵۱﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۵۲﴾
يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿۵۳﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ
بِحُورٍ عِينٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوقُونَ
فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۵۶﴾
فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۵۷﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ
بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ﴿۵۹﴾

ع ۳ / ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

بے شک زقوم کا درخت گناہ گاروں کی غذا ہوگی جیسے پگھلا ہوا تانبا جو پیٹ میں کھولتے پانی کی طرح جوش مارے گا۔ (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ) ان کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان میں لے جاؤ۔ پھر ان کے سر پر عذاب کا کھولتا ہوا پانی انڈیل دو۔ (کہا جائے گا کہ) مزا چکھ کیونکہ تو بڑی عزت والا اور بڑی شان والا تھا۔ یہی وہ چیز تھی جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اور بے شک تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے پرسکون مقام ہوگا وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ سب باتیں اسی طرح ہوں گی اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حسین ترین عورتوں سے ان کا نکاح کردیں گے۔ وہ اطمینان وسکون سے ہر طرح کے پھل طلب کررہے ہوں گے۔ اور وہاں سوائے اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی کسی اور موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ اور اللہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔ (اے نبی ﷺ) یہ آپ کے رب کا فضل وکرم ہوگا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے اس (قرآن مجید) کو آپ کی زبان میں آسان اور سہل بنا کر نازل کیا ہے تاکہ وہ دھیان دے سکیں۔ آپ (نتیجے کا) انتظار کیجئے۔ بے شک وہ بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہیں۔

لغات القرآن ۔ آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

شَجَرَتُ الزَّقُّوْمِ	زقوم (جہنمیوں کی غذا) کا درخت
اَلْاَثِیْمُ	گناہ گار
اَلْمُهْلُ	پگھلا ہوا تانبہ
یَغْلِیْ	ابل رہا ہے۔ کھول رہا ہے

اَلْبُطُوْنُ (بَطْنٌ)	پیٹ
اَلْحَمِیْمُ	کھولتا پانی
اِعْتِلُوْا	گھسیٹتے لے جاؤ
صُبُّوْا	انڈیل دو
ذُقْ	چکھ
مَقَامٌ اَمِیْنٌ	امن وسکون کی جگہ
سُنْدُسٌ	باریک ریشم
اِسْتَبْرَقٌ	دبیز ریشم

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نصیحت وعبرت کے لئے نہایت آسان اور سہل بنا کر بھیجا ہے جس میں اس حقیقت کو نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے کہ برے اور اچھے اعمال کا نتیجہ کیا ہے۔

جو لوگ دنیا میں زندگی بھر وقتی لذتوں، خواہشوں، تمناؤں اور جھوٹی عزت کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں انہیں اپنا ہر عمل اچھا ہی لگتا ہے اور انہیں اس بات پر سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ آخرت کی زندگی میں ان کا انجام کیا ہوگا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں انہیں جو کچھ حاصل ہے وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے غافل اور برے اعمال میں بدمست لوگوں کو بتایا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے برے اعمال سے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا جہاں ان کی غذا زقوم کا درخت ہوگا جس کا مزہ پگھلی ہوئی دھات، پیپ، لہو اور تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں کسی جگہ یہ درخت پایا جاتا ہے جس کا مزہ بہت کڑوا اور تلخ ہوتا ہے۔ وہ جہنمیوں کی غذا ہوگی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی جنہیں ''زبانیہ'' کہا جاتا ہے اور وہ جہنم پر مقرر ہیں حکم دیا جائے گا کہ اس مجرم کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے اس کو جہنم کے بیچ میں لے جاؤ اور اس پر کھولتا ہوا پانی انڈیل دو اور پھر اس

سے کہو کہ تو دنیا میں بڑا آبرومند، عزت والا اور رتبے والا تھا۔ تجھے آخرت اور اس برے انجام کا یقین نہ تھا اب اس کا مزہ چکھ۔ زقوم کا درخت کیا ہے اس کی تفصیل سورۂ صافات میں بیان کر دی گئی ہے۔ جب ابوجہل کو معلوم ہوا کہ کافروں کو سزا کے طور پر زقوم کا درخت کھلایا جائے گا تو اس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اب آگ کے اندر بھی درخت پیدا ہوں گے۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کھجوریں اور مکھن لاؤ ہمارا زقوم تو یہی ہے۔ جس کا محمد ﷺ تم سے وعدہ کر رہے ہیں۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو دنیا میں خوف الٰہی رکھتے تھے اور انہیں اللہ کے وعدوں کا یقین کامل تھا ان کو ایسی راحت بھری جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں حسین ترین باغ، بہتی ہوئی نہریں اور چشمے ہر طرح کی غذائیں، باریک اور دبیز ریشم کا لباس ہوگا۔ وہ مسہریوں پر تکیہ لگائے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ بڑی بڑی آنکھوں والی حسین ترین حوریں ان کی زوجیت میں دے دی جائیں گی وہاں جس نعمت کو طلب کریں گے جو چاہیں گے وہ ان کو اسی وقت عطا کیا جائے گا۔ وہ نہایت امن و سکون سے جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوں گے نہ ان کو جنتوں سے نکلنے کا خوف ہوگا اور وہ موت جو دنیا میں آ چکی تھی اب دوبارہ اس کے آنے کا اندیشہ تک نہ ہوگا۔ اگرچہ یہ بات جہنم والوں کو بھی حاصل ہوگی کہ ان کو موت نہ آئے گی مگر فرق یہ ہوگا کہ اہل جنت کو ابدی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی انعام کے طور پر دی جائے گی جب کہ اہل جہنم کو سزا کے طور پر ہمیشہ کی زندگی دی جائے گی۔

جنت ایک ایسے امن و سکون کی جگہ ہوگی جہاں کسی قسم کا غم، پریشانی، خطرہ، اندیشہ اور کوئی محنت، مشقت اور تکلیف نہ ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اہل جنت سے کہا جائے گا کہ تم یہاں ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے۔ ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے۔ ہمیشہ خوش حال رہو گے کبھی خستہ حال نہ رہو گے۔ ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ (صحیح مسلم)

فرمایا گیا کہ ہم نے نصیحت کے لئے اس قرآن مجید کو آسان کر دیا ہے۔ آپ بھی ان کے سامنے ساری حقیقت کو رکھ دیجئے اگر یہ مانتے ہیں تو ان کی زبردست کامیابی ہوگی لیکن اگر وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور اس بات کا انتظار کیجئے کہ اللہ کی لعنت ان پر کس طرح مسلط ہوتی ہے۔ وہ بھی آپ کی تحریک اور کام کو دیکھ رہے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ بہر حال اللہ آپ کے ساتھ ہے آپ اسی پر بھروسہ کیجئے وہی انجام بخیر کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۵

الجاثِیَۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة الجاثیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	45
کل رکوع	4
آیات	37
الفاظ وکلمات	492
حروف	2131
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ یہ کتاب اس زبردست حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جس نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں ان سب میں بے شمار نشانیاں رکھ دی ہیں۔ انسان اور جانوروں کی پیدائش، رات اور دن کا آنا جانا، بلندیوں سے بارش کا برسنا اور زمین میں ایک نئی تروتازگی پیدا ہونا۔ ہواؤں کا الٹنا پلٹنا یہ سب کی سب عقل وفہم رکھنے والوں اور ہر چیز کی حکمت سمجھنے والوں کے لیے بہترین دلائل ہیں۔

☆ ایسی کھلی اور واضح نشانیوں کے باوجود جھوٹ پر جمے رہنا اور مال و دولت سمیٹنے کی دھن میں دیوانوں کی طرح لگے رہنا ایک بھول ہے۔ موت کے ایک جھٹکے کے ساتھ ہی یہ سب چیزیں اسی دنیا میں رہ جائیں گی اور اس کے کسی کام نہ آسکیں گی۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ جنت کی وہ راحتیں جو ہمیشہ کے لیے ہوں گی وہ اس سے محروم رہے گا۔

> نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر اور برداشت سے کام لیں۔ عفوودرگزر کا معاملہ فرمائیں اور ہر اس کام میں لگے رہیں جو نیک اور بھلا کام ہے۔ اس پر اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔ اگر کسی نے برائیاں اور گناہ کیے ہوں گے تو قیامت کے دن اس کو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنا ہوگی۔

☆ جھوٹے معبودوں کے متعلق یہ گمان کہ وہ ان کو آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے انتہائی بے بنیاد بات اور غلط فہمی ہے جسے دور کر کے اپنے کفر وشرک سے توبہ کر لی جائے ورنہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی اللہ نے سمندر کو ان کے لیے اس طرح مسخر (تابع) کر دیا ہے جس میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں جو تجارت کا سامان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچاتی ہیں۔ اسی نے چاند، سورج اور ستاروں کو اور زمین کی تمام چیزوں کو انسان کے کام میں لگا رکھا ہے۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن پر آدمی کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کفار ومشرکین کی باتوں پر صبر اور برداشت سے کام لیں عفوودرگزر کا معاملہ فرمائیں اور ہر ایک نیک اور بھلے کام میں لگے رہیں کیونکہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو شخص نیک اور بھلا کام کرتا ہے اس پر اسے

کفار یہ کہتے تھے کہ بس یہ دنیا ہی سب کچھ ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا عقل و فہم سے دور کی بات ہے۔ وہ کہتے کہ ہمارا مرنا جینا یہ سب گردشِ زمانہ کا اثر ہے۔

اگر یہ سچ ہوتا کہ ہم دوبارہ پیدا ہوں گے تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا زندہ ہو کر ہمیں نہ بتا دیتے کہ قیامت قائم ہوگی؟ اللہ نے فرمایا کہ اللہ ہی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے سب کو اسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اجر عطا کیا جاتا ہے اور جو برائیاں اور گناہ کرتا ہے اس کا وبال اس پر پڑتا ہے۔ تمام لوگ جب پلٹ کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ہر ایک کو اپنی زندگی کا حساب دینا ہوگا۔

☆ بنی اسرائیل اور نبی کریم ﷺ کی امت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت، نبوت اور دین و دنیا کی ہر نعمت سے نوازا تھا جس سے وہ دنیا کی ایک عظیم قوم بن کر ابھرے تھے لیکن انہوں نے آپس کی ضد بندی اور عداوت کی وجہ سے دین میں شدید اختلافات پیدا کیے جس کے نتیجے میں اللہ نے ان سے ہر نعمت کو چھین کر ان پر عذاب مسلط کر دیا۔ پھر اللہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو اس شرف سے نوازا، تمام نعمتیں، ہدایت اور صراط مستقیم عطا فرمائی امت محمدیہ سے فرمایا گیا ہے کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم دین حنیف کو اپنا کر صراط مستقیم پر چلو اور سچائی کے اصولوں کو اپناؤ۔ منکرین اور مخالفین کی خواہشات کی پیروی نہ کرو کیونکہ یہ ظالم اور مشرک آپس میں ایک ہیں اور اسلام دشمنی پر متفق ہیں لہٰذا تمہارا اور ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے تم تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو کیونکہ اللہ ان ہی کا دوست ہے جو نیکی اور تقویٰ کی زندگی کو اختیار کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جو لوگ دن رات گناہ سمیٹ رہے ہیں اور جو لوگ ایمان اور عمل صالح اختیار کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں یہ دونوں کبھی انجام میں یکساں اور برابر نہیں ہو سکتے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور کائنات کے نظام کو بے کار اور بے فائدہ نہیں بنایا اس کے پیدا کرنے کا مقصد انسان کا امتحان ہے۔ جن لوگوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی ہر خواہش کے پیچھے چل پڑتے ہیں انہوں نے اللہ کی ہدایت کو بھلا دیا ہے ان کو غور کرنا چاہیے کہ اگر وہ اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت پر نہ چلے تو پھر آخر کون ان کو ہدایت دے کر صراط مستقیم پر چلائے گا۔

☆ کفار یہ کہتے ہیں کہ بس سب کچھ یہی دنیا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں ہے۔ ہمارا مرنا جینا یہ سب گردشِ زمانہ کا اثر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سچ ہے کہ آدمی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو آخر ہمارے باپ دادا جو بہت پہلے گزر چکے ہیں ان کو زندہ کر کے ہمارے سامنے کیوں نہیں لایا جاتا کہ ہم ان سے پوچھ کر یقین کر لیں کہ واقعی مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے؟

☆ زمین اور آسمان کی سلطنت اور بادشاہت صرف ایک اللہ کی ہے وہی قیامت کو قائم کرے گا لیکن ان کفار کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قیامت کا دن ان کے لیے بڑے نقصان کا دن ہوگا کیونکہ اس دن ہر ایک سے پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ جب آدمی اس دن اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان کاموں کا پورا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ ہم نے اپنے فرشتوں کے ذریعے تمہارے سارے اعمال کو لکھوا رکھا تھا۔ فرمایا جائے گا کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا اور یہ قیامت کا دن ہے جو تمہارے

سامنے ہے۔ اگر تم اس دن کا مذاق نہ اڑاتے اور پیغمبروں کی باتوں کو مانتے تو تمہیں یہ برا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ تم دنیا کی زندگی کے فریب میں آکر بہترین اعمال سے غافل ہو گئے تھے۔ اب تم اس جہنم میں رہو۔ تمہیں بچانے والا کوئی نہ آئے گا۔ اب توبہ کرنے کا وقت نہیں ہے کیونکہ وہ وقت دنیا میں گزر چکا تم نے جو گناہ کیے تھے ان کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔

سُورَةُ الْجَاثِيَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٥﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ ۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٧﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٨﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾

ع ۱ / ۱۱ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۱۱

حا۔میم حروف مقطعات (معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اللہ جو زبردست اور بڑی حکمت والا ہے اس کتاب (قرآن مجید) کا اتارا جانا اس کی طرف سے ہے۔

بے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔تمہاری اپنی پیدائش میں۔جانور جن کو اللہ نے پھیلا رکھا ہے ان میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ رات اور دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں اور وہ رزق (بارش) جسے اللہ نے آسمان (بلندی) سے نازل کیا ہے جس کے ذریعے مردہ زمین میں زندگی پیدا ہوتی ہے اور ہواؤں کی گردش میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو بات کو سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کی وہ نشانیاں ہیں جنہیں پڑھ کر ہم آپ کو سنا رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی (بے شمار) نشانیوں کے بعد آخر یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ (حقیقت یہ ہے کہ) ہر اس شخص کے لئے تباہی ہے جو بہت جھوٹا اور گناہ گار ہے جو اللہ کی آیات کو جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں سنتا تو ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے تکبر پر اڑا رہتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔ (اے نبی ﷺ) ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ اور جب ہماری آیات میں سے کوئی بات اس کے علم میں آجاتی ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ پھر ان سب لوگوں کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ ان کے آگے (صرف) جہنم ہی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا ہے کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی اور نہ ہی وہ کام آئیں گے جنہیں انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا دوست بنا رکھا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہ قرآن تو سراسر ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ہے ان کے لئے بدترین اور دردناک عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ا تا ۱۱

يَبُثُّ وہ پھیلاتا ہے

تَصرِيفُ الٹنا پلٹنا ہے

حَدِيْثٌ	بات
اَفَّاكٍ	جھوٹ بولنے والا
يُصِرُّ	وہ ضد کرتا ہے۔اڑ جاتا ہے
رِجْزٌ	سزا۔عذاب

تشریح: آیت نمبر ا تا ۱۱

سورۃ الجاثیہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے کچھ عرصے پہلے ہی نازل ہوئی۔مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی انسان کے بنیادی عقیدوں کی اصلاح، توحید خالص، نبوت ورسالت اور فکر آخرت کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ایمان، یقین اور عقل وفہم رکھنے والے جو کائنات میں غور وفکر کرتے ہیں اور صاحب بصیرت ہیں وہ حقیقی کامیابی حاصل کرسکیں۔زمین وآسمان کا مرتب نظام، چاند سورج کا باقاعدگی سے نکلنا، انسان اور جان داروں کی پیدائش، دن رات کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا، وقت پر بارشوں کا برسنا پھران بارشوں کے ذریعہ مردہ زمین میں سرسبزی وشادابی، نکھار اور تروتازگی کا ابھرنا، انسان اور جان داروں کی غذاؤں کا پیدا ہونا یہ عقل وفہم رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کائنات میں بکھیر دی گئی ہیں۔اتنی واضح اور کھلی ہوئی نشانیوں کے باوجود ان سچائیوں سے منہ موڑنا اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنا سوائے بدنصیبی کے اور کیا ہے۔اس کائنات میں ہر آن ایک انقلاب اور تبدیلی آتی رہتی ہے یہاں کسی چیز کو قرار نہیں ہے جو چیز آج ہے وہ کل نہیں رہے گی۔یہ سب اللہ کی کھلی نشانیاں ہیں۔کیا ان نشانیوں کے بعد بھی ایمان ویقین نہ رکھنے والوں کو کسی اور نشانی کی ضرورت ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام جیتے جاگتے لوگوں سے کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس دنیا کا وقتی عیش وآرام، مال ودولت، بیوی بچے اور گھر بار سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔آخرت میں انسان کے کام آنے والی چیزیں صرف انسان کے بہتر اور پسندیدہ اعمال ہیں۔اللہ نے اس طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ انسان پر اللہ کے بے شمار احسانات ہیں جن پر اسے شکر ادا کرنا چاہیے یہی انسان کی کامیابی کا راز ہے۔آخرت کی کامیابیاں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ کی ذات وصفات کو مان کر اس کا شکر ادا کرتے اور اسی کی عبادت وبندگی کرتے ہیں۔اور قرآن کریم جو سراسر رحمت ہی رحمت ہے اس کی رہنمائی میں زندگی گذارتے ہیں۔وہی لوگ آخرت کی ابدی راحتوں کے مستحق ہیں لیکن جن لوگوں نے اللہ کی ہر نشانی اور رحمت سے آنکھیں بند کر کے اپنی پسندیدہ زندگی گذارنے کا انداز اختیار کر رکھا ہے وہ سخت گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے اور آخرت کی ابدی زندگی کی ہر راحت سے محروم رہیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِىَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٣﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِىَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

اللہ ہی تو ہے جس نے سمندر کو تمہارے لئے مسخر (تابع) کر دیا ہے تا کہ تم اس کے حکم سے اس میں کشتیاں (جہاز) چلاؤ اور تا کہ تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور توقع ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو گے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کا سب اس نے اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ بے شک ان میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ایمان رکھنے والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان سے درگذر کریں جو اللہ کی طرف سے برادن آنے کا خوف نہیں رکھتے تا کہ اللہ ایسی قوم کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے جو وہ کرتے رہے ہیں۔ جس نے بھی عمل صالح اختیار کیا تو وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس نے کوئی برائی کی اسے خود ہی بھگتنے گا۔ پھر تم سب اپنے رب کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

تَبْتَغُوْا تم ڈھونڈتے ہو

یَرْجُوْنَ	تم امید رکھتے ہو
اَسَآءَ	اس نے برا کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ اس نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا ہے سمندر اور دریا جو بے انتہا طاقت ور ہیں اور کائنات کی وہ لاتعداد چیزیں جن کے سامنے انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ان کو انسانوں کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ آدمی جس طرح چاہتا ہے ان چیزوں کو استعمال کرتا ہے۔

اللہ نے اپنی نعمتوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سمندر جیسی عظیم قوت کو انسان کے تابع اور مسخر کر دیا ہے جس میں جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ گہرے پانیوں تک پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔ آدمی ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آتا اور جاتا ہے اور اپنا رزق تلاش کرتا ہے۔ اسی سمندر سے مچھلیوں کا شکار کر کے ان کے گوشت کو استعمال کرتا ہے قیمتی پتھر، موتی یہاں تک کہ اب سمندر کے اندر سے تیل اور گیس تک نکال رہا ہے۔ سمندر کے اندر کتنی معدنیات ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ سمندر کے اندر جتنی معدنیات کے خزانے بھرے ہوئے ہیں وہ شاید خشکی پر بھی نہیں ہیں بہر حال سمندر ہو یا خشکی، پہاڑ ہوں یا جنگلات آج کے دور میں اور اس سے پہلے دور میں انسان ان سے فائدے حاصل کرتا رہا ہے اس کو یہ صلاحیت کس نے عطا فرمائی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ساری صلاحیتیں ہم نے انسان کو عطا کی ہیں جن پر اسے ہر آن شکر ادا کرنا چاہیے لیکن انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ ان صلاحیتوں کو اپنا کمال سمجھتا ہے اور ان پر شکر ادا نہیں کرتا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اور اہل ایمان ان ناشکرے لوگوں کی پروا نہ کریں۔ اپنا کام کئے جائیں، صبر و تحمل سے کام لیں اور اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ انسان کا اچھا اور برا عمل اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے وہ اچھی طرح بتا دے گا کہ اگر انہوں نے بہتر عمل کئے تو اس پر بہترین بدلہ عطا کیا جائے گا لیکن اگر کسی نے گناہ یا خطا کا کام کیا ہے تو وہ اس گناہ کے وبال سے بچ نہیں سکتا۔ فرمایا کہ تم ان ناشکرے لوگوں سے انتقام اور بدلہ نہ لو کیونکہ اگر تم نے صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیا تو پھر اللہ خود ان سے انتقام لے گا۔ اللہ کا یہی دستور ہے "ایام اللہ" اس پر گواہ ہیں۔ ایام اللہ سے مراد وہ معاملات ہیں جو آخرت میں انسانوں کے ساتھ کئے جائیں جن میں اللہ اپنے فرماں بردار بندوں کو انعام و اکرام سے نوازے گا اور نافرمانوں کو سخت سزا دے گا یا گذری ہوئی قوموں کے وہ واقعات مراد ہیں کہ جب بھی انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو ان کو سخت عذاب دیا گیا اور نیکیوں پر بہترین صلہ عطا کیا گیا۔ بہر حال غور و فکر کرنے والوں کے لئے ان تمام باتوں میں بہترین نصیحت اور عبرت کا سامان موجود ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّـيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَاۗءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

ع ۲ / ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱

(اس سے پہلے) ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت، نبوت (اور زندگی گذارنے کا بہترین طریقہ) اور پاکیزہ رزق دیا تھا اور اہل عالم پر ان کو فضیلت وعظمت عطا کی تھی۔ ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی ہدایات دی گئی تھیں لیکن انہوں نے علم آجانے کے باوجود محض آپس کی ضد بندی کی وجہ سے اختلاف پیدا کیا۔ (اے نبی ﷺ) بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کردے گا جن باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو دین کے ایک راستے پر قائم کیا ہے آپ اسی کی اتباع کیجئے اور ان لوگوں کی بات نہ مانئے جو نادان ہیں۔ بے شک وہ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ اور بے شک ظالم

لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تقویٰ والوں کا ساتھی ہے۔ یہ (قرآن مجید) ان لوگوں کے لئے روشنی، ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کو کمایا ہے وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم انہیں اور ایمان وعمل صالح اختیار کرنے والوں کو برابر کر دیں گے۔ کہ ان کا مرنا اور جینا یکساں ہو جائے۔ یہ بدترین دعویٰ ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱

شَرِيْعَةٌ راستہ۔ طریقہ

بَصَآئِرُ سمجھ کی باتیں

يُوْقِنُوْنَ وہ یقین رکھتے ہیں

اِجْتَرَحُوْا انہوں نے کمایا

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱

فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا مگر انہوں نے آپس کی ضد بندی، اختلافات اور ناشکری کا ایسا انداز اختیار کیا کہ ان کی ساری عظمتوں کو چھین کر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے حوالے کر دیا گیا۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل کو توریت جیسی روشن ومنور کتاب، سیکڑوں سال تک حکومت واقتدار، ہزاروں نبی اور رسول، مال ودولت، زندگی گذارنے کے بے شمار وسائل اور ذرائع اور بہترین طریقے سکھائے گئے تھے جن کے ذریعہ اگر وہ چاہتے تو اپنی دنیا اور آخرت سنوار لیتے، خود بھی راہ حق پر چلتے اور دوسروں کو بھی اس سچائی کے راستے پر ڈال سکتے تھے لیکن مال ودولت اور دنیا کی محبت نے انہیں دنیا داری کے دھندوں میں پھنسا دیا تھا۔ علم وفہم رکھنے کے باوجود فرقہ پرستی، ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی آرزو اور ضد بندی نے انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا جس سے انہوں نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر ڈالا۔ باہمی اختلافات کی وجہ سے اس وقت کی معلوم دنیا میں ہر طرف فساد اور ابتری کو پھیلا دیا جس سے ہر شخص امن وسکون کی دولت سے محروم ہو کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ تو قیامت کے دن کر دیا جائے گا جو ان سے دور نہیں ہے لیکن اہل ایمان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو ہوا نہ دیں کہ جس سے وہ بھی گروہ بندیوں اور لڑائی جھگڑوں میں پھنس کر بنی اسرائیل جیسے انجام سے دوچار ہو جائیں۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل تو دین کے سچے راستے کو بھول کر خواہشوں کے

غلام ہو چکے ہیں۔ ہم نے آپ کو ایک صاف شفاف دین اور آپ کی امت کو خیر امت بنا کر ساری انسانیت کی رہبری و رہنمائی کی ذمہ داری سپرد کر دی ہے اب آپ کا اور آپ کی امت کا یہ فرض ہے کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو دین کے صاف شفاف راستے پر لے کر چلیں۔ جو لوگ اس راستے کو اختیار کریں گے ان کو دنیا کی عظمتیں اور آخرت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ اپنی غلط فہمیوں کو دور کر لیں جن کا یہ خیال ہے کہ وہ جس طرح دنیا میں عیش و آرام کی زندگی گذار رہے ہیں اسی طرح وہ اپنی بد عملیوں اور نافرمانیوں کے باوجود آخرت کی تمام نعمتوں میں بھی عیش کریں گے۔ فرمایا کہ اللہ کے عدل و انصاف کے قانون کے خلاف ہے کہ وہ اچھے اور برے، فرماں بردار اور نافرمان، نیک اور گناہ گار دونوں کے ساتھ یکساں اور ایک جیسا معاملہ فرمائیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک، پرہیز گار اور فرماں برداروں کو جنت کی ابدی راحتیں عطا فرمائیں گے اور جو لوگ بدکردار فاسق اور فاجر اور اللہ کے نافرمان ہیں ان کو جہنم کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں ان پر عذاب مسلط فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو دین کے بہترین راستے پر قائم کیا ہے۔ آپ اسی کی اتباع کیجیے۔ اور ان لوگوں کی کوئی بات نہ مانئے جو نادان ہیں کیونکہ وہ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ فرمایا کہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں لیکن اللہ ان کا دوست ہے جو تقویٰ کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ قرآن کریم ان لوگوں کے لئے روشنی و ہدایت اور رحمت ہے جو یقین کی دولت سے مالا مال ہیں۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے تاکہ (قیامت کے دن) ہر شخص کو جو اس نے کیا ہے اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے۔ اور ان لوگوں پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور علم کے باوجود اللہ نے اس کو بھٹکا دیا ہے۔ اس کی سماعت اور قلب پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر اللہ کے بعد وہ کون ہے جو اسے راہ ہدایت دکھا سکتا ہے۔ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

وہ کہتے ہیں کہ زندگی تو بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم یہیں مرتے ہیں اور یہیں جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی۔ لیکن ان کے پاس (اپنی بات ثابت کرنے کی) کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ محض خیالی باتیں کرتے ہیں۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

تُجْزٰی	بدلہ دیا گیا
هَوَا	خواہش
اَلدَّهْرُ	زمانہ
یَظُنُّوْنَ	وہ گمان کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

ان تین آیات میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں (۱) آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور قیامت کا قائم ہونا۔ (۲) جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اس کو ہدایت نصیب نہ ہونا۔ (۳) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری کوئی زندگی نہیں ہے اور ہمیں زندگی اور موت زمانے کی وجہ سے آتی ہے۔

پہلی بات کو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ اس ساری کائنات کو اللہ نے پیدا کیا ہے وہی اس کے انتظام کو اس طرح چلا رہا ہے کہ وہ اس کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان جتنی چیزیں ہیں ان کو اللہ نے بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ان کا مقصد انسانوں کا امتحان ہے جب اللہ چاہے گا اس نظام کائنات کو ختم کر دے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی تا کہ ہر شخص کے اعمال کے مطابق اس کو جزا یا سزا دی جا سکے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ وہ شخص راستے سے بھٹک جاتا ہے جو اپنی خواہش نفس کو اس حد تک برتر مقام دے دیتا ہے کہ اس کا ہر کام عقل و فہم ہونے کے باوجود اپنی خواہش نفس کے تحت ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے نفس کی اس طرح اطاعت کرتا ہے

جیسے اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات کا اس طرح غلام بن جاتا ہے کہ اس کا نفس اس کو جس طرف بلاتا ہے وہ اسی طرف چل پڑتا ہے اس کو جائز اور ناجائز، حرام اور حلال کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس کی عقل اس حد تک گرجاتی ہے کہ ایک حق بات کو اس کے کان سنتے ہیں مگر اس کے معنی اور مفہوم تک نہیں پہنچتے۔ اس کی آنکھ دیکھتی ہے مگر وہ اس سے سبق حاصل نہیں کرتا۔ اس کے پاس دل ہوتا ہے مگر وہ عقل وفہم سے خالی ہوجاتا ہے۔ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے نیچے دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ اللہ کی ناراضگی کا سبب نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا ہے (قرطبی)۔ اسی طرح حضرت شداد ابن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرتا ہے اور فاجر و فاسق شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور اس کے باوجود اللہ سے آخرت کی بہتری کی تمنا رکھتا ہے۔ (قرطبی) خلاصہ یہ ہے کہ خواہش نفس کو معبود بنانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی نفسانی خواہشات کا اس طرح غلام بن جائے کہ اس کو جائز وناجائز، حرام وحلال اور حق وباطل کی پرواہ نہ رہے۔ جس بات کی طرف اس کا نفس اس کو لے جانا چاہتا ہے وہ بلا تکلف اس طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ وہ لوگ جو آخرت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد دوسری کوئی زندگی نہیں ہے۔ دین و مذہب کی پابندیاں، جائز وناجائز، نیکی اور بدی یہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ زمانہ اور اس کی رفتار ہے وہی ہمیں پیدا کرتا ہے اور وہی ہمیں ماردیتا ہے۔ اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی کوئی حقیقت ہوتی تو ہمارے باپ دادا جو ہزاروں سال پہلے مرکھپ گئے ہیں وہ زندہ ہوجاتے اور ہم ان کو دیکھ کر ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے دھریوں (باطل پرستوں) کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ان مردوں کو ضرور پیدا کرے گا مگر اس کے لئے ایک دن مقرر ہے اور وہ قیامت کا دن ہے اور وہ ان منکرین آخرت پر بڑا سخت دن ہوگا کیونکہ یہ فیصلے کا دن ہوگا جس میں نیکیوں پر قائم رہنے والوں کو بہترین انعام، جزا اور بدلہ دیا جائے گا اور ان کو ابدی راحت بھری جنتوں میں داخل کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے پوری زندگی برائیوں، گناہوں، ظلم، زیادتی، کفر اور شرک میں گذاری ہوگی وہ جہنم کی سخت سزا سے نہ بچ سکیں گے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

ع ۳ ۵ ۱۹

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىِٕذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾

ع ۴ ۱۱ ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۷

اور جب ہماری کھلی کھلی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ وہی تمہیں زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پھر وہی تمہیں قیامت کے ایسے دن میں جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ زمین اور آسمانوں کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو اس دن باطل پرست سخت نقصان میں ہوں گے۔

آپ اس دن ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے۔ ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے۔

یہ نامہ اعمال ہماری کتاب ہے جو تم پر گواہی دے گی کیونکہ تم جو کام کرتے تھے اس کو ہم لکھواتے جاتے تھے۔

پھر وہ لوگ جو ایمان لائے تھے اور نیک عمل کرتے رہے تھے ان کو ان کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ ان کی کھلی کامیابی ہوگی۔

اور جن لوگوں نے کفر وانکار کیا تھا (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تمہیں میری باتیں پڑھ پڑھ کر سنائی نہیں گئی تھیں۔ مگر تم نے تکبر کیا اور تم سخت گناہ گار بن گئے تھے۔ اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کیا ہے؟ ہم تو بس ایک ہلکا سے گمان رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس کا یقین نہیں ہے۔

اور جو اعمال انہوں نے کیے تھے ان کی برائیاں ان پر کھل جائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان کو گھیر لے گا۔

اور کہا جائے گا کہ آج کے دن ہم بھی تمہیں اسی طرح بھلا دیتے ہیں جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔

اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔ یہ اس لئے (برا انجام ہوا کہ) تم نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا تھا اور تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ آج کے دن نہ تو وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ وہ اللہ کو (معافی مانگ کر) راضی کر سکیں گے۔

پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں وہی زمین کا رب ہے اور وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اور ہر طرح کی بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے ہے وہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۳۷

تُتْلٰی	تلاوت کی گئی۔ پڑھا گیا
حُجَّةٌ	دلیل
اَلْمُبْطِلُوْنَ	جھٹلانے والے
جَاثِیَةً	گھٹنوں کے بل گری ہوئی
تُدْعٰی	بلایا جائے گا
یَنْطِقُ	بولتا ہے
نَسْتَنْسِخُ	ہم لکھواتے تھے
مَا نَدْرِیْ	ہم نہیں جانتے
حَاقَ	اس نے گھیر لیا
نَسِیْتُمْ	تم نے بھلا دیا

یُسْتَعْتَبُوْنَ	توبہ کی اجازت دیئے جائیں گے۔
اَلْکِبْرِیَآءُ	بڑائی۔عظمت

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۷

جولوگ یہ کہتے تھے کہ ہمارا مرنا اور ہمارا جینا یہ سب کا سب گردش زمانہ کا کمال ہے وہی ہمیں زندگی دیتا ہے اور وہی ہمیں موت کی وادیوں میں دھکیل دیتا ہے نیکی، بدی، اچھائی، برائی اور دین و آخرت یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ان سے فرمایا جارہا ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز ہر حکومت و سلطنت صرف اللہ کی ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت کو طاری کرے گا۔ ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔اس نے اس دنیا کو اور زمین و آسمان کے نظام کو انسانوں کے لئے بنایا ہے۔ جب اس کی ضرورت نہ رہے گی تو اس پورے نظام کائنات کو ختم کر کے ایک نیا جہان پیدا کر دیا جائے گا جو قیامت کا اور انصاف کا دن ہوگا۔ وہ لوگ جو اس ہولناک دن کے منکر ہیں وہ اس دن شدید نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے۔ایسے لوگ جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو اس قدر خوف زدہ ہو جائیں گے کہ جب ان کے ہاتھ میں ان کا نامہ اعمال آجائے گا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک سے اس نامہ اعمال کے متعلق پوچھیں گے جو اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ لکھوایا ہوگا۔اس سچائی کے سامنے کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا۔اگر اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو یہ کتاب بول اٹھے گی ہاتھ، پیر اور زبان سب اس کے ایک ایک عمل کی گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ نے احادیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے ہاتھوں میں پہنچا دیا جائے گا۔جس کے نامہ اعمال کو اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ خوشی سے پھولا نہ سمائے گا اور ہر ایک کو دکھاتا پھرے گا کہ میرے نامہ اعمال کو پڑھو۔اس کا چہرہ خوشی سے چمک اور دمک رہا ہوگا لیکن جس کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال تھمایا جائے گا اس کا چہرہ سیاہ اور تاریک ہو جائے گا۔

جن کے اعمال درست ہوں گے ان کو جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کیا جائے گا لیکن جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو جھٹلایا ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ کیا تمہیں میری آیات پڑھ کر سنائی نہ گئی تھیں؟ حقیقت یہ ہے کہ تم نے ان کو سنا تھا مگر تم نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی تکبر اور غرور سے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس طرح تم اللہ کے مجرم بن گئے۔ جب تم سے کہا

جا تا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے اور قیامت کے آنے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کیا ہے ہم تو بس ہلکا سے گمان رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس کا یقین نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آ گئی ہے۔ تم دنیا میں جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہی آج تمہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج کے دن ہم بھی تمہیں اسی طرح نظر انداز کریں گے جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو سن کر نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔ اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔ تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ اب آج کے دن تم اپنے اعمال کا مزہ چکھو یہاں کوئی تمہاری مدد کے لئے نہیں آئے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کائنات میں جتنی بھی خوبیاں اور بھلائیاں ہیں وہ سب کی سب اللہ کے لئے ہیں وہی زمین کا پروردگار ہے۔ وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، آسمانوں اور زمین کا مالک وہی ہے، وہی زبردست حکمت والا ہے، اسی کی ساری قوت وطاقت ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۴۶

الاحقاف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الاحقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ نمبر	46
کل رکوع	4
آیات	35
الفاظ وکلمات	750
حروف	2709
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ اس کتاب (قرآن مجید) کو اس اللہ نے نازل فرمایا ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق اور ایک مقرر مدت تک کے لیے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ اس چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے ڈرایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ ان سے پوچھیے کہ ان میں سے کس کس چیز کو تمہارے ان معبودوں نے بنایا ہے جنہیں تم اللہ کے مقابلے میں پوجتے ہو اور کیا اللہ نے انہیں اپنا شریک بنا رکھا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا مضمون لے آؤ۔

فرمایا کہ درحقیقت یہ لوگ راستے سے بھٹک گئے ہیں اور ایسی چیزوں کو پکارتے ہیں جن کی پکار کو نہ یہ سنتے ہیں اور قیامت کے دن تو وہ بالکل صاف انکار کردیں گے اور کہیں گے کہ الٰہی! ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆ وہ کفار جواب دینے سے عاجز آکر کہتے ہیں کہ اصل میں اس قرآن کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے یا کوئی کھلا ہوا جادو ہے۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ اگر میں نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے تو اس جرم پر مجھے اللہ سے کون بچائے گا اور میں تم سے نہیں کہوں گا کہ مجھے بچالو۔

آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور میں کوئی ایسا انوکھا اور نیا رسول نہیں ہوں مجھ سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں جو وہ کہتے تھے وہی میں بھی کہتا ہوں۔ جو مجھے حکم دیا جاتا ہے میں اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ ذرا تم سوچو کہ اگر یہ کلام اللہ کی طرف سے ہے (اور یقیناً ہے) اور تم نے اس کو نہیں مانا تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟ کیا تم سزا سے بچ جاؤ گے؟ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد چھوڑ دو۔ دیکھو تم بنی اسرائیل کو بڑا عالم و فاضل سمجھتے ہو اگر وہ ایمان لے آئے اور تم ایمان نہ لائے اور تم اپنی جگہ تکبر ہی کرتے رہ گئے تو تم ان ظالموں میں سے شمار ہوگے جنہیں اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ والدین کے فرمانبردار اللہ کا اور والدین کا شکر ادا کر کے اپنے لیے اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی! ہم ہر ایک نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہیں آپ سے ایسے اعمال صالحہ کی درخواست کرتے ہیں جن سے آپ راضی ہو جائیں۔ ہم سے جو کوتاہیاں ہوگئی ہیں ان کو معاف کردیجیے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ بڑے خوش نصیب ہیں اور ان کی دعاؤں کو قبول کیا جاتا ہے لیکن جو لوگ والدین کی اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں ان پر جہنم کی آگ کو مسلط کیا جائے گا۔

فرمایا گیا کہ جنات نے قرآن کریم کو سنا تو خود بھی ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو بھی اس پر آمادہ کیا کہ وہ اللہ کے کلام پر ایمان لے آئیں لیکن انسان کیسا بد نصیب ہے کہ وہ جنات جو انسانوں کی جنس سے بھی نہیں ہیں وہ تو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں اور خاص طور پر جن انسانوں کے لیے قرآن بھیجا گیا تھا وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سعادت سے محروم ہیں۔

☆ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری کتاب کے مقابلے میں قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو دوسروں کے مقابلے میں ہم سب سے پہلے اس کو مانتے اور ہمارے بڑے اور ذہین لوگ اس طرف توجہ کرتے چونکہ انہوں نے بھی اس کو قبول نہیں کیا لہٰذا ایسا لگتا ہے کہ اس میں یقیناً کوئی خرابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قرآن سے پہلے اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لیے توریت کو نازل کیا اسی طرح اللہ نے عربی زبان میں اس قرآن کو نازل کیا ہے جو ظالموں کو ان کے برے انجام سے ڈراتا ہے۔ تمہاری کتاب کی تصدیق کرتا ہے اس میں نیک عمل کرنے والوں کو قدم قدم پر خوش خبریاں دی گئی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ وہ اسی بات پر زندگی بھر جمے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ کی جنتوں میں رہیں گے۔

☆ فرمایا والدین کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ ان کی فرمانبرداری کا یہ حال ہے کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتے ہیں اور چالیس سال کی عمر کے باوقار، سنجیدہ اور اعتدال پسند ہوتے ہیں تو وہ اس طرح دعا کرتے ہیں الٰہی! میں ان تمام نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہوں جو آپ نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہیں۔ مجھے ایسے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیے جس سے آپ راضی ہو جائیں۔ اور میری اولاد کو بھی بھلائی کی صلاحیت اور توفیق عطا فرما دیجیے۔ اور مجھ سے جو کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہیں ان کو معاف کر دیجیے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو خوش خبری ہے کہ اللہ ان کے اعمال کو قبول کرلے گا۔ ان کی خطاؤں سے درگزر کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جو والدین کے ساتھ گستاخی کا انداز اختیار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم حشر نشر اور جزا سزا کو نہیں مانتے یہ سب بے اصل اور بے بنیاد باتیں ہیں۔ فرمایا کہ قیامت کے دن جب ایسے لوگوں کے سامنے جہنم کو لایا جائے گا اور اللہ عذاب کا وعدہ پورا کرے گا تو یہ لوگ سراسر نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں بہت مزے اڑا چکے ہو اب اس کی سزا بھگتو اور اس طرح ان کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

☆ قوم عاد جن کی اصلاح کے لیے حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا جب انہوں نے اپنی قوم کو کفر و شرک سے منع کیا تو انہوں نے حضرت ہودؑ کا مذاق اڑایا۔ جب ان سے کہا گیا کہ اگر تم نے اپنے کفر و شرک سے توبہ نہ کی تو تمہارے اوپر اللہ کا عذاب آسکتا ہے۔ تو پوری قوم نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اے ہودؑ! اگر تم سچے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو۔ جب وہ اپنی ضد پر جمے رہے تو اللہ نے ان پر ہوا کا ایک ایسا زبردست طوفان بھیجا جس نے ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ہوا کی تیزی کا یہ حال تھا کہ وہ قوم عاد کو زمین اور پتھروں پر پٹک پٹک کر مار رہی تھی۔ اہل مکہ سے کہا گیا ہے کہ قوم عاد تم سے کہیں زیادہ طاقت ور قوم تھی لیکن جب انہوں نے اللہ کے رسول اور دین کا مذاق اڑایا تو ان کی طاقت و قوت ان کے کسی کام نہ آسکی جب کہ تم تو

ان کے مقابلے میں کوئی خاص طاقت وقوت بھی نہیں رکھتے ہو۔ عبرت دلانے کے لیے فرمایا کہ آج تم ان ہی قوموں کے کھنڈرات کے پاس سے گزرتے ہو جنہیں ہر طرح سمجھایا گیا تھا جب انہوں نے اللہ و رسول کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا تو ان کو بچانے کوئی بھی نہ آسکا۔ اہل مکہ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے جنات کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جنات تو قرآن کو سن کر ایمان لے آئے لیکن تم انسان ہو کر بھی ایمان کی لذت سے محروم ہو۔

☆ فرمایا کہ جنات نے جب قرآن کریم کو سنا تو انہوں نے نہایت خاموشی سے سنا اور وہ خود بھی ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے بعد ایک ایسا عجیب و غریب کلام سنا جو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔ اگر تم اللہ کے اس کلام پر ایمان لے آئے تو تمہاری خطائیں معاف کر دی جائیں گی لیکن اگر تم نے اس کا انکار کیا تو اللہ کے عذاب سے تمہیں کوئی بھی بچا نہ سکے گا اور تمہاری مدد کے لیے کوئی نہ آسکے گا۔

☆ مکہ والوں سے فرمایا کہ تم بھی جنات کی طرح ایمان لے آؤ اور جہنم کی آگ سے بچ جاؤ۔ وہ اللہ ایسا ہے جس کی ہر چیز پر قدرت ہے۔ وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ فرمایا کہ جب قیامت میں ان منکرین سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ کیا قیامت ایک حقیقت نہیں ہے؟ اس وقت ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور وہ کہیں گے کہ واقعی ہم غلطی پر تھے تو اللہ ان سے فرمائیں گے کہ اب عذاب جہنم کا مزہ چکھو۔

☆ آخر میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار و مشرکین کی حرکتوں پر صبر کیجیے۔ جب یہ لوگ اپنے سامنے جہنم کو دیکھیں گے تو ان پر ایسی دہشت طاری ہوگی کہ ان کو اتنی مدت بھی ایسی لگے گی جیسے وہ دن کی ایک گھڑی دنیا میں ٹھہر کر آئے ہیں اور پھر ان پر جہنم کو مسلط کر دیا جائے گا۔

سُوۡرَۃُ الۡاَحۡقَاف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾
مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ
مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ
مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ
اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ ہٰذَاۤ اَوۡ
اَثٰرَۃٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴﴾ وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا
مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَ ہُمۡ عَنۡ
دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۵﴾ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَہُمۡ اَعۡدَآءً وَّ
کَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ ﴿۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

حا۔میم حروف مقطعات (معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اس کتاب کا نازل ہونا اس اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ اور ہم

نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں سوائے حق کے اور کچھ نہیں بنایا اور یہ بھی ایک مقرر مدت تک کے لئے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر وانکار کیا ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں (پروانہیں کرتے)۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن (بتوں وغیرہ) کی عبادت و بندگی کرتے ہو مجھے یہ تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا چیز بنائی ہے؟ کیا وہ آسمانوں کے بنانے میں شریک رہے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو اس (قرآن سے پہلے) جو کتاب (اتاری گئی ہے) اس کو لے آؤ یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو معتبر ہو۔ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک نہ تو ان کی پکار کو سن سکتے ہیں اور نہ ان کو ان مشرکوں کی پکار تک کی خبر ہوگی۔ اور جب (قیامت کے دن) سب لوگ جمع کئے جائیں گے تو یہ (جھوٹے معبود) نہ صرف ان کے دشمن بن جائیں گے بلکہ وہ ان کی اس عبادت ہی کا انکار کردیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

اَرُوْنِیْ	مجھے دکھاؤ
اِیْتُوْنِیْ	میرے پاس لاؤ
اَثٰرَةٍ (اَثْرٌ)	مشہور بات (جو پہلے سے چلی آرہی ہو)
حُشِرَ	جمع کیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

سورۃ الاحقاف کو بھی "حٰم" سے شروع کیا گیا ہے جو حروف مقطعات میں سے ہیں۔ اس کی تفصیل کئی سورتوں کی ابتداء میں بتا دی گئی ہے کہ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ دوسرے یہ کہ "حٰم" سے شروع کی جانے والی سات سورتوں میں

سے یہ آخری سورت ہے۔ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان سات سورتوں کی احادیث میں بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ فرمایا گیا کہ جہنم کے سات دروازے ہیں اور "حم" سے شروع کی جانے والی یہ سات سورتیں ہیں جو لوگ ان سورتوں کو پڑھنے کا اہتمام کریں گے تو ساتوں سورتیں جہنم کے ہر دروازے پر موجود ہوں گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کریں گی کہ الٰہی انہوں نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لائے تو آپ ان کو جہنم میں داخل نہ کیجئے۔ یقیناً ان سورتوں کی سفارش سے وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! یہ کتاب (قرآن مجید) اس اللہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے نازل کی ہے جو زبردست طاقت وقوت والا اور ہر علم وحکمت کی بات کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔ زمین وآسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے اس کے پیدا کرنے کا ایک عظیم مقصد ہے کوئی چیز اس نے بیکار اور فضول پیدا نہیں کی بلکہ ہر چیز کے پیدا کرنے میں ایک خاص مصلحت پوشیدہ ہے۔ یہ سب اللہ کے نظام کے تحت جاری ہے جو اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک وہ مدت پوری نہ ہو جائے جس کو اللہ نے متعین فرما دیا ہے۔ اس کے پیدا کرنے اور اس کا نظام چلانے میں وہ کسی کا محتاج بھی نہیں ہے بلکہ سب اس کے محتاج ہیں وہی ہر طرح کی عبادت وبندگی کے لائق ہے لیکن وہ لوگ جنہوں نے کائنات کے خالق و مالک اللہ کو چھوڑ کر بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جب ساری حقیقت ان کے سامنے کھل کر آ جائے گی تو ان کے سامنے سوائے شرمندگی اور پچھتاوے کے اور کچھ بھی نہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ذرا ان سے پوچھئے کہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنا معبود قرار دے رکھا ہے انہوں نے کائنات میں سے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ کہئے کہ اگر انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے تو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ یا قرآن کریم سے پہلے جتنی کتابیں نازل کی گئیں یا اللہ کے نیک بندوں سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے کیا انہوں نے کسی جگہ بھی شرک کرنے کا حکم دیا ہے؟ کیونکہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل کیں یا انبیاء کرامؑ تشریف لائے انہوں نے تو ان کو توحید کا وہ درس ہی دیا ہے جسے قرآن کریم پیش کر رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ بہت گمراہ اور راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے دل لگا رکھا ہے۔ وہ نہ تو دنیا میں ان کے کسی کام آئیں گے اور نہ آخرت میں۔ بلکہ وہ آخرت میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ الٰہی ہمیں تو نہیں معلوم کہ یہ لوگ ہماری عبادت کیوں کرتے تھے۔ انہوں نے جو بھی عبادت کی ہے وہ انہوں نے اپنی مرضی اور خوشی سے کی ہے اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ فرمایا کہ وہ وقت ان لوگوں کے لئے کس قدر حسرت اور ندامت کا ہوگا جب ان کے جھوٹے معبود بھی ان کی مخالفت پر اتر آئیں گے وہ ان جھوٹے معبودوں کو پکاریں گے مگر وہ ان کو ان کی پکار کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴿١١﴾ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهَٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ﴿١٢﴾

ع ١ ١

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۲

اور جب انہیں ہماری کھلی کھلی آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ کافر (حق و صداقت کو سمجھنے کے باوجود) یہ کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ (اے نبی ﷺ) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے خود سے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر میں نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہوتا تو کیا تم مجھے اللہ کی پکڑ سے ذرا بھی بچا سکتے تھے۔ تم جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اور

(کہہ دیجئے کہ) میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ وہی معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا رسول تو ہوں نہیں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں (عمل کرتا ہوں) جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور میں تو ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہے اور تم اس کے ماننے سے انکار کردو اور بنی اسرائیل اس کتاب کے اللہ کی طرف سے ہونے کی گواہی دیدیں اور اس پر وہ ایمان بھی لے آئیں اور تم (اپنی جہالت و نادانی میں) تکبر ہی کرتے رہ جاؤ۔ (تو پھر تم سے بڑا بدنصیب ظالم کون ہوگا) بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور کافر اہل ایمان کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اگر (اس میں) کوئی خیر ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے نہ نکلتے۔ چونکہ ان منکرین کو اس (قرآن) سے ہدایت حاصل نہیں ہوئی تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو وہی پرانا جھوٹ ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰؑ کو (کتاب دی گئی تھی) جو رہنما اور ہدایت کے اعتبار سے رحمت تھی۔

اور یہ قرآن جو عربی زبان میں ہے اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے تاکہ اس کے ذریعہ ظالموں کو آگاہ اور خبردار کردیا جائے اور نیک اعمال کرنے والوں کو خوش خبری سنادی جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۲

لَا تَمْلِكُوْنَ	تم مالک نہیں ہو
تُفِيْضُوْنَ (اِفَاضَةٌ)	تم مشغول ہو
بِدْعٌ	نیا۔ انوکھا
مَا يُفْعَلُ	کیا کیا جائے گا
مَا سَبَقُوْا	وہ آگے نہ بڑھے
اِفْكٌ قَدِيْمٌ	پرانا جھوٹ۔ پرانا الزام
بُشْرٰى	خوش خبری ہے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۲

قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا قرآن مجید نازل کیا اور اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تاکہ ہر شخص زندگی کے صحیح راستے پر چل کر آخرت کی حقیقی زندگی تک کامیابی کے ساتھ پہنچ سکے۔ قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب مکہ مکرمہ کے وہ عرب تھے جنہیں اپنی عربی زبان پر اس قدر گھمنڈ تھا کہ وہ اپنے علاوہ ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ ان کے علاوہ ساری دنیا کے پاس زبان اور بیان کی وہ طاقت ہی نہیں ہے جس سے وہ اپنے دلی جذبات کا پوری طرح اظہار کر سکیں۔ لیکن جب قرآن کریم نازل کیا گیا تو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ ترین مضامین کے سامنے وہ بے بس نظر آنے لگے اور قرآن کریم کے کسی چیلنج کا وہ جواب نہ دے سکے بلکہ نعوذ باللہ وہ کہتے تھے کہ اس کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود سے گھڑ لیا ہے انہوں نے اپنی شرمندگی کو مٹانے، ضد، ہٹ دھرمی، غرور، تکبر اور رسول دشمنی میں اس سچائی کو بے حقیقت بنانے کے لئے طرح طرح کی باتیں مشہور کرنا شروع کر دیں۔ کبھی قرآن کریم کو جادو کہتے کیونکہ وہ ہر اس بات کو جادو کہہ دیا کرتے تھے جو ان کی طاقت و قوت سے بڑھ کر ہوا کرتی تھی۔ کبھی وہ یہ بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ اصل میں قرآن کریم کو حضرت محمد ﷺ نے خود ہی گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ کبھی وہ یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا بھی ہے، بال بچے بھی رکھتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ انہیں اہل کتاب میں سے بنی اسرائیل کے علم پر بہت بھروسہ اور اعتماد تھا اور وہ ان ہی لوگوں کو اہل دانش سمجھتے تھے یا ان کو اہل علم سمجھتے تھے جن کے پاس دولت کی ریل پیل ہوا کرتی تھی اسی لئے وہ کہتے کہ اگر دین اسلام کی کوئی حقیقت اور حیثیت ہوتی تو ہم اور ہمارے اہل علم و دانش سب سے پہلے اس کتاب کو قبول کرتے۔ عمارؓ، بلالؓ، صہیبؓ اور خبابؓ جیسے کمزور لوگ اور لونڈی غلام اس کو قبول نہ کرتے۔ حالانکہ ایمان لانے والوں میں قریش کے معززین حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ جیسے عظیم لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے لیکن وہ دین اسلام کی حقارت کے لئے ان غریبوں، کمزوروں، لونڈیوں اور غلاموں کا نام لیتے تھے جو ان کے معاشرے میں حقیر سمجھے جاتے تھے۔ ان تمام باتوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیمات سے لوگوں کو اس طرح بدظن کر دیا جائے کہ ہر شخص ان کے قریب جانے سے گھبرانے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کی ان تمام باتوں اور اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کفار کا یہ حال ہے کہ جب ان کے سامنے حق و صداقت سے بھرپور ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ وہ ایک مسلسل جھوٹ کا سہارا لے کر کہا کرتے تھے کہ اصل میں اس شخص نے اس قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ لوگوں کے سامنے صاف صاف اعلان کر دیجئے کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو مجھے اللہ کے عذاب سے بچانے والا کون ہوتا۔ اس قرآن کے سلسلہ میں میرا گواہ صرف اللہ ہے جو اس بات کو جانتا ہے کہ تم اللہ کے لئے کیا کیا باتیں بناتے ہو۔ وہ اللہ جو بہت

مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں کوئی ایسا انوکھا یا نیا رسول نہیں ہوں کہ تمہارے گمان کے مطابق کھانے، پینے اور بیوی بچے رکھنے سے بے نیاز ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو انسان ہی تھے اور انہوں نے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچایا۔ اسی پیغام الٰہی کو لے کر میں بھی آیا ہوں میرا دعویٰ نہیں ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ آئندہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھ اللہ کا کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ میں تو وہی بات بتاتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ میں بھی اسی کی پیروی کرتا ہوں اور میں تمہیں نہایت وضاحت سے صاف صاف طریقے پر آگاہ کرنے والا ہوں۔ فرمایا کہ تم اہل کتاب بنی اسرائیل کو بہت پڑھا لکھا مانتے ہو ذرا اس بات پر غور کرو کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے (اور حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہے) تم تو اس کا مسلسل انکار کرتے رہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی اس کتاب کے من جانب اللہ ہونے کا اقرار کر کے اس پر ایمان لے آئے اور تم تکبر ہی کرتے رہ جاؤ تو اس صورت میں تم سے بڑا ظالم اور بد نصیب اور کون ہوگا۔ واقعی اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مارنے والے بے انصاف اور ظالم ہوں۔ فرمایا کہ اے کفار قریش! تمہارا یہ کہنا کہ اگر اس میں کوئی خیر اور بھلائی ہوتی تو ہم اس کے قبول کرنے میں دیر نہ کرتے اور لوگوں سے پیچھے نہ رہتے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ پرانا جھوٹ ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے اس پر ہم اعتماد کیسے کرلیں۔ فرمایا کہ ذرا غور تو کرو اس سے پہلے ہم نے حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی کتاب عطا کی تھی جو اپنے زمانہ کے لئے رہبر و رہنما تھی۔ اسی طرح یہ قرآن مجید بھی ہے جو سچائیوں کا مجموعہ ہے اور اس کو تمہاری سہولت و آسانی کے لئے عربی زبان میں نازل کیا ہے جو توریت کی تصدیق کرتا ہے اس کا انکار نہیں کرتا یا اس کو جھوٹا نہیں بتاتا۔ توریت اور قرآن یہ اللہ کی کتابیں ہیں جو بد عملوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ اور خبردار کرنے والی ہیں اور ان لوگوں کے لئے بہترین انجام کی خوش خبری ہے جو نیک عمل کرنے والے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ
كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ
أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ
وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٥﴾
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١٦﴾
وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ
خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ
وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ
وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿١٨﴾

ع ٢ / ٢

وَاَصۡلِحۡ لِىۡ فِىۡ ذُرِّيَّتِىۡ ۚ اِنِّىۡ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاِنِّىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَنَتَجَاوَزُ عَنۡ سَيِّاٰتِهِمۡ فِىۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَـنَّةِ ‌ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِىۡ كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِىۡ قَالَ لِـوَالِدَيۡهِ اُفٍّ لَّـكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِىۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَقَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِىۡ ۚ وَهُمَا يَسۡتَغِيۡثٰنِ اللّٰهَ وَيۡلَكَ اٰمِنۡ ‌ۖ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَيَـقُوۡلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ‌ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا خٰسِرِيۡنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَيَوۡمَ يُعۡرَضُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَلَى النَّارِ ؕ اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا وَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهَا ‌ۚ فَالۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡسُقُوۡنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۲۰

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس کہنے پر وہ مضبوطی سے ڈٹے رہے تو ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ یہ جنت والے ہیں جو ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے وہ اعمال جو انہوں نے کئے ہوں گے ان کا یہ بدلہ ہوگا۔

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے

اسے بڑی مشقت سے اپنے پیٹ میں رکھا اور بڑی دشواری سے اسے جنا۔ اور اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھوڑنے کی (اکثر مدت) تیس (30) مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کا ہو گیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنی نعمت کا شکر ادا کرنے کی ہمیشہ توفیق دیئے رکھئے گا۔ وہ نعمت جو آپ نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے۔ اور مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق دیجئے گا کہ جس سے آپ راضی ہو جائیں۔ اور میرے لئے میری اولاد کو بھی نیک اعمال کی صلاحیت عطا کیجئے گا۔ میں آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور (میں اقرار کرتا ہوں کہ) میں آپ کے فرماں برداروں میں سے ہوں۔

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے نیک اعمال کو جو انہوں نے کئے ہیں ہم قبول کرلیں گے۔ اور ان کے گناہوں سے درگذر کریں گے اور وہ اہل جنت میں سے ہوں گے۔ یہ معاملہ ان سے اللہ کے اس سچے وعدے کی وجہ سے ہوگا جو ان سے کیا گیا تھا۔

اور وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ سے یہ کہا کہ تم دونوں پر افسوس ہے کہ تم مجھے اس بات کی اطلاع دے رہے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا۔ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گذر چکی ہیں۔ (اولاد کی بات سن کر) ماں باپ اللہ سے فریاد کرتے ہوئے کہیں گے کہ ارے تیرا ستیاناس جائے تو ایمان لے آ۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (اس پر وہ) کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر بات پوری ہو کر رہی جس طرح ان سے پہلی قوموں پر جو جنات اور انسانوں میں سے تھے ثابت ہو کر رہی تھی۔ بے شک یہ وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق (الگ الگ) درجے ملیں گے اور ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ذرا بھی ظلم و زیادتی نہ کی جائے گی۔ اور وہ دن (کتنا ہیبت ناک ہوگا) جب کفار آگ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) تم اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے حصے کی نعمتیں حاصل کر چکے تھے اور ان سے خوب فائدے اٹھا چکے تھے تو آج تم اس ناحق تکبر اور نافرمانیوں کی وجہ سے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۲۰

اِسۡتَقَامُوۡا	وہ جمے رہے
وَصَّیۡنَا	ہم نے وصیت کی

حَمَلَتْ	اس نے بوجھ اٹھایا
كُرْهًا	تکلیف (کے ساتھ)
وَضَعَتْ	اس نے جنم دیا
فِصَالٌ	الگ کرنا
ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا	تیس مہینے
اَشُدَّ	طاقت والا (جوان ہوگیا)
بَلَغَ	وہ پہنچ گیا
اَرْبَعِيْنَ	چالیس
سَنَةٌ	سال
اَوْزِعْنِیْٓ	مجھے عطا کر
اَلْقُرُوْنُ (قَرْنٌ)	زمانے۔قومیں
يَسْتَغِيْثٰنِ	وہ دونوں فریاد کرتے ہیں
وَيْلَكَ	تیرا ستیاناس ہوجائے
اٰمِنْ	ایمان لے آ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ	گذرے ہوئے لوگوں کے قصے
يُوَفِّيَ	وہ پورا دے گا
يُعْرَضُ	پیش کیا جائے گا
اِسْتَمْتَعْتُمْ	تم نے فائدہ اٹھایا

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۲۰

قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ نے اپنی اطاعت وعبادت اور فرماں برداری کا حکم دیتے ہوئے ہر شخص کو اپنے ماں باپ

کے ساتھ بہترین سلوک، حسن معاملہ، ان کی تعظیم و تکریم اور خدمت و اطاعت کا حکم بھی دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بعد دنیا میں سب سے بڑا حق ماں اور باپ کا ہے۔ بلکہ ہر طرح کی ذہنی اذیتوں اور رنج و غم سے دور رہنے کا اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اپنے ماں باپ کے ساتھ محبت و اطاعت کا حق ادا کر دیا جائے۔ زیر مطالعہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ جب ایک آدمی اللہ کے ایک ہونے کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر دے تو پھر زندگی کے آخری سانس تک اسی پر جما رہے اور اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفیؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے دین اسلام کی ایک ایسی جامع اور مکمل بات بتا دیجئے کہ پھر اس کے بعد مجھے اس سلسلہ میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا "قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" یعنی تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لے آیا اور پھر اس (عقیدہ) پر قائم رہو اور ڈٹے رہو۔ استقامت کیا ہے اس کی وضاحت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس طرح فرمائی ہے کہ استقامت یہ ہے کہ اس پر جو بھی فرائض عائد ہوتے ہیں ان کو پوری طرح ادا کرنا اور اس پر قائم رہنا۔ (ابن کثیر)

خلاصہ یہ ہے کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد حالات کتنے بھی مخالف کیوں نہ ہوں آدمی کو ان حالات کا اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے کہ عقیدے اور عمل میں ذرا بھی ڈگمگاہٹ آنے نہ پائے۔ اللہ نے اور اس کے رسول نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہو اس کو اسی طرح کرنا اور جس چیز سے منع کر دیا ہو اس سے رک جانا۔ یہ انسان کی اتنی بڑی کامیابی ہے کہ پھر نہ تو ماضی پر کوئی شرمندگی، پچھتاوا اور خوف ہوگا اور نہ آخرت کا رنج و غم ہوگا۔ اس بات کو سورہ حم السجدہ میں ذرا سی تفصیل سے اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے "بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹے رہے تو ان پر اللہ کے فرشتے (رحمتیں لے کر) نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کسی طرح کا نہ تو خوف کرو اور نہ رنج و غم۔ اور اس جنت کے ملنے پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا اور آخرت (دونوں زندگیوں میں) تمہارے ساتھ ہوں گے۔ تمہیں ان جنتوں میں ہر وہ چیز دی جائے گی جو تمہارا دل چاہے گا اور جو مانگو گے وہ تمہیں ملے گا۔ یہ رحمٰن و رحیم اللہ کی طرف سے مہمان نوازی ہوگی۔ (حم السجدہ آیت نمبر ۳۰ تا ۳۲)

(۱)۔ ان آیات میں ایمان پر استقامت کے ساتھ والدین اور خاص طور پر ماں کے ساتھ حسن سلوک، اور ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس بات کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ اگر والدین کافر و مشرک ہوں تب بھی ان کی خدمت، حسن سلوک اور احترام میں کمی نہ کی جائے۔ البتہ اگر والدین کفر و شرک یا گناہ کی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیں تو اس سے انکار کر دینا فرض ہے کیونکہ گناہ اور معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ لیکن والدین کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

(۲) بے شک کائنات میں صرف ایک اللہ ہی ہے جو سب کی پرورش کر رہا ہے لیکن دنیا کے ظاہری اسباب میں ماں باپ کے دل میں اللہ نے اپنی اولاد کی ایسی محبت و شفقت ڈال دی ہے کہ ہر بچہ والدین کی شفقت و محبت کے سائے میں پل بڑھ کر جوان ہوتا ہے۔ اس محبت و شفقت اور اولاد کے لئے تکلیفیں برداشت کرنے میں ماں اور باپ دونوں کا برابر کا درجہ ہوتا ہے لیکن اللہ نے

مرد کو زیادہ طاقت ور اور حوصلہ مند بنایا ہے لیکن ماں تو صنف نازک ہونے کے باوجود بچے کی پیدائش سے لے کر اس کے جوان ہونے تک مشقت پر مشقت اٹھاتی ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کو نو مہینے یا اس سے کم یا زیادہ عرصے تک پیٹ میں رکھتی ہے۔ بوجھ پر بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے مگر ماں اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے اور ہر قدم اٹھانے میں انتہائی احتیاط کرتی ہے، اس کو خون جگر پلاتی ہے، پھر زندگی اور موت کی جیسی تکلیف برداشت کر کے اس کو دنیا میں جیتے جاگتے انسان کی شکل میں لانے کا سبب بنتی ہے۔ کم از کم چھ مہینے یا اس سے کچھ زیادہ اپنے پیٹ میں رکھنے کے بعد دو سال تک اس کو دودھ پلاتی ہے۔ وہ دودھ جو اس کی بہترین غذا ہوتی ہے۔ اگر بچہ کمزور یا بیمار ہے تو اس کو ڈھائی سال تک بھی دودھ پلاتی ہے۔ اگر بچہ بیمار ہو جائے تو ماں رات بھر بے چین و بے قرار رہتی ہے۔ یہ اور اسی طرح کی ہزاروں تکلیفیں ایک ماں ہی اٹھا سکتی ہے لہٰذا باپ سے زیادہ ماں اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جائے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (ایک مومن کو) اپنی والدہ کے ساتھ بہترین معاملہ کرنا چاہیے۔ اپنی والدہ کی پھر اپنی والدہ کی پھر والدہ کی اس کے بعد والد کی اور اس کے بعد جو قریب تر رشتہ دار ہوں ان کے ساتھ خدمت اور صلہ رحمی کا معاملہ کرنا چاہیے (بصری)۔

(۳)۔ ان آیات میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ یوں تو زندگی میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے اللہ کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کرنا فرض اور عین سعادت ہے لیکن جوان ہونے کے بعد جب ایک آدمی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے جب زندگی میں ایک پختگی اور عقل آ جاتی ہے تب اس کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اب اس نے بڑھاپے کی طرف قدم رکھنا شروع کر دیا ہے۔ ایسے شخص کو اس بات کا شدت سے احساس ہونا چاہیے کہ اگر اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا تو اس کے بڑھاپے میں اس کی اپنی اولاد، اس کی بیوی اور رشتہ دار بھی اس کا لحاظ نہ کریں گے۔

(۴)۔ چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اولاد دو طرح کی ہوتی ہے فرماں بردار اور نافرمان۔ فرماں بردار اور اطاعت گذار نیک اولاد کا انداز تو یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرتی ہے اور اس کی زبان پر یہ بات ہوتی ہے کہ الٰہی! آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات اور کرم کئے ہیں میں نہ صرف اس کا شکر ادا کرتا ہوں بلکہ مزید شکر ادا کرنے کی توفیق کی درخواست کرتا ہوں تا کہ میں حسن عمل میں سب سے آگے نکل جاؤں۔ وہ اس بات کی بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی! میری اولاد کی بھی اصلاح فرما دیجئے تا کہ وہ بھی آپ کے دین کی خدمت میں کام آ سکے۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہوئے اس کی فرماں برداری کا اقرار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کی دعاؤں کو قبول کر کے ان کی بھول چوک سے درگذر کرتا ہوں اور ان سے یہ سچا وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان کو جنت کی راحتیں ضرور عطا کروں گا۔

اس کے برخلاف ایک اولاد وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اپنے والدین کے احسانات کو ماننے کے بجائے ان کے سامنے بے ادبی اور گستاخی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہتی ہے کہ مجھے تمہارے طریقے پسند نہیں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ بھلا یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا۔ کیا مجھ سے پہلے بے شمار وہ لوگ جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں

ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہوکر واپس آیا ہے؟ جب والدین اس کی جاہلانہ باتوں سے اس کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے بدنصیب ان حرکتوں سے باز آجا۔ اللہ پر ایمان لے آ تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے یہ سب تو پرانے زمانے کے وہ قصے کہانیاں ہیں جن کو نجانے کب سے ہم سنتے آ رہے ہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نالائقیوں کی وجہ سے نجات کا سامان کرنے کے بجائے ہر طرح کے گناہ سمیٹتے رہتے ہیں۔ اس کے والدین اس کی کافرانہ باتوں کو سن کر اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔ اور اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کم بخت تو اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آجا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے جو پورا ہو کر رہے گا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ وہ یہی کہتا ہے کہ یہ سب پرانے زمانے کی باتیں ہیں یعنی ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح بہت سے جنات اور انسانوں میں سے انکار کرنے والوں کا انجام ہوا اس کا بھی وہی برا انجام ہوگا۔ وہ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا اور اس کو سوائے بدنصیبی کے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ آخر میں فرمایا کہ وہ لوگ جو سعادت مند، نیک، اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے والے ہیں اور ان کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ کے نافرمان اور گستاخ ہیں ان کے اپنے اعمال کے مطابق مختلف درجات ہوں گے۔ کوئی جنت کی راحتوں سے لطف اٹھا رہا ہوگا اور کوئی اپنے برے اعمال کی وجہ سے جہنم کی آگ میں جھلس رہا ہوگا اور اس طرح ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ حاصل کر سکے گا اور کسی پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی نہ ہوگی۔ کافروں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب جہنم کو ان کے سامنے لایا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے آخرت کی زندگی اور اس کی راحتوں کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور اس کی راحتیں حاصل کرنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو لگا کر خوب عیش و آرام سے زندگی گذار لی اور خوب شہرت اور عزت کمائی اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ آج تمہارے اعمال کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے اس کو بھگتو۔ چونکہ تم دنیا کی ذراسی دولت کی وجہ سے غرور و تکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے آج تمہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جو تمہیں رسوا اور ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گا اور تم پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہی برسے گی۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ

اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۫ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

(اے نبی ﷺ) آپ قوم عاد کے بھائی (حضرت ہودؑ) کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم کو (جو ایک ریگستانی علاقہ میں رہتی تھی اللہ کے خوف سے) ڈرایا تھا۔ اور یقیناً ان سے پہلے اور ان کے بعد بہت سے ڈرانے والے گذر چکے تھے جنہوں نے یہی کہا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرنا۔ حضرت ہود نے کہا میں تم پر ایک سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دے۔ اگر تو سچے

لوگوں میں سے ہے تو وہ عذاب لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے۔ (حضرت ہودؑ نے) کہا کہ اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔ میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نادان لوگ ہو۔ پھر جب انہوں نے اس عذاب کو ایک بادل کی شکل میں دیکھا جوان کی وادی کی طرف آ رہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل تو وہ ہے جو ہم پر برسے گا۔ (اللہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ) یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے۔ یہ ایک سخت آندھی تھی (ہوا کا طوفان تھا) جس میں دردناک عذاب تھا۔ یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گی۔ پھر وہ لوگ ایسے برباد ہوئے کہ سوائے گھروں کے کچھ نظر نہ آتا تھا اور اسی طرح ہم مجرم (گناہ گار) قوم کو سزا دیا کرتے ہیں۔ بے شک ہم نے انہیں (دنیاوی مال و دولت کی) وہ قوت وطاقت دی تھی جو تمہیں بھی نہیں دی گئی۔ ہم نے ان کو کان، آنکھ اور دل دیئے تھے۔ پھر جب انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تو ان کے کان، آنکھ اور دل کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور جس (عذاب کا) وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ اور بے شک ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بہت سی بستیوں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تہس نہس کر دیا تھا اور ہم نے ان کو طرح طرح کی نشانیاں دکھائیں تا کہ وہ لوٹ آئیں (توبہ کر لیں)

پھر اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے جن چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا تا کہ وہ ان کے ذریعہ قرب حاصل کریں انہوں نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔ بلکہ وہ سب کے سب غائب ہو گئے۔ اور انہوں نے غیر اللہ کو اپنا معبود بنایا یہ ان کا (اللہ پر) محض ایک الزام تھا اور جھوٹی اور غلط باتیں تھیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

اَلْاَحْقَافُ	ریت کے اونچے ٹیلے
اَلنُّذُرُ (نَذِيْرٌ)	ڈرانے والے
لِتَاْفِكَنَا	تا کہ تو ہم سے پھیر دے
اُبَلِّغُ	میں پہنچاتا ہوں
عَارِضٌ	بادل

مُسْتَقْبِلَ	سامنے
اَوْدِيَتٌ	(وادی) وادیاں
مُمْطِرُنَا	ہم پر برسے گا
اِسْتَعْجَلْتُمْ	تم جلدی مچاتے تھے
رِيْحٌ	ہوا
تُدَمِّرُ	وہ تباہ کردے گی
اَصْبَحُوْا	وہ ہوگئے
مَكَّنَّا	ہم نے قوت وطاقت دی
يَفْتَرُوْنَ	وہ گھڑتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

قرآن کریم کے مخاطب اول مکہ مکرمہ کے کفار و مشرکین تھے جو اپنی معمولی سرداریوں اور بہت تھوڑے مال و دولت کے باوجود اتنے مغرور اور متکبر بن چکے تھے کہ ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات کے ذریعہ اہل مکہ کو قوم عاد، قوم ثمودؑ، قوم لوطؑ، اصحاب مدین اور قوم سبا کے واقعات کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا ہے کہ جب ان کے پاس ان کے پیغمبر اللہ کا پیغام لے کر پہنچے تو انہوں نے غرور و تکبر کا پیکر بن کر ان کی اطاعت سے انکار کیا اور اپنے کفر و شرک اور مال و دولت کی بدمستی میں لگے رہے۔ آخر کار ان کا اور ان کی ترقیات کا انجام یہ ہوا کہ زبردست طاقت وقوت ہونے کے باوجود جب ان پر اللہ کا عذاب آیا تو ان کو صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کے گھروں کے کھنڈرات بھی مشکل سے نظر آتے ہیں۔ اہل مکہ سے فرمایا جارہا ہے کہ تمہارے اندر اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لا چکے ہیں جو ان کو دوسرے پیغمبروں کی طرح یاد دلا رہے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے کفر و شرک اور تکبر سے توبہ نہ کی تو وہ برے انجام سے دوچار ہوسکتے ہیں لیکن اگر انہوں نے اپنے کفر و شرک سے توبہ کرلی اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری قبول کرلی تو ان کو قوم عاد سے زیادہ قوت و طاقت، حکومت و سلطنت اور عزت و عظمت نصیب ہوگی۔

قوم عاد اور ان کے پیغمبر حضرت ہودؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ قوم عاد قدیم زمانے کی ایک زبردست ترقی یافتہ قوم

تھی جو احقاف کے علاقے (الربع الخالی) میں آباد تھی لیکن جب ان کے کفر و شرک، نافرمانیوں، غرور و تکبر کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا تو ان کی بستیاں اس طرح اجاڑ کر رکھ دی گئیں کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے۔ اہل مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ مال و دولت، طاقت و قوت، حکومت و سلطنت اور ان کی زبردست ترقیات کے مقابلے میں تمہاری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔ تم چند بستیوں اور شہروں تک محدود ہو جب کہ قوم عاد زمین کے اکثر حصے پر چھائی ہوئی تھی۔ لیکن نافرمانیوں کی وجہ سے آج ان کا وجود اس طرح مٹ گیا کہ اگر کوئی ان کی ویران اور برباد آبادیوں اور بستیوں کو دیکھتا ہے تو وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس علاقے میں کبھی کوئی زبردست اور ترقی یافتہ قوم بھی آباد تھی۔ عذاب الٰہی سے پہلے وہ ایک سرسبز و شاداب سلطنت اور دنیاوی ترقیات میں نمایاں حیثیت کی مالک تھی مگر عذاب الٰہی آنے کے بعد وہ پورا علاقہ ایک ایسے خوفناک ریگستان میں تبدیل ہو گیا ہے کہ جس کے اندرونی علاقوں میں دن کی روشنی میں جاتے ہوئے بھی خوف آتا ہے۔

قوم عاد یمن میں حضر موت اور نجران کے درمیانی علاقے میں آباد تھی۔ صحرا میں ریت کے ٹیلے پہاڑوں کی طرح سر اٹھائے کھڑے تھے۔ زمین پیداوار کے قابل نہ تھی مگر اس قوم نے نہایت محنت سے اس صحرا کو گل و گلزار بنا دیا تھا۔ ہر طرف خوشحالی اور مال و دولت کے ڈھیر تھے۔ اس قوم نے دنیاوی ترقیات تو ضرور کیں، ان کا معیار زندگی بہت بلند ہو گیا تھا مگر معیار اخلاق اس قدر پست اور گھٹیا ہو چکا تھا کہ وہ اپنی قوت و طاقت کے مقابلے میں سب کو حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے۔

کمزور اور بے بس لوگوں کو ستانا، پریشان کرنا، طرح طرح کے ظلم و ستم کرنا، دوسروں کی عزت و آبرو سے کھیلنا، ایک اللہ کو چھوڑ کر بے شمار بتوں کی عبادت و پرستش کرنا اور گناہوں کے کاموں میں سب سے آگے رہنا یہ اس قوم کا مزاج بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی اصلاح کے لئے ان ہی کی قوم اور برادری سے حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جنہوں نے دن رات اپنی قوم کو سمجھایا کہ وہ ظلم و ستم کے راستے سے ہٹ کر لوگوں کو سکون پہنچائیں اور مٹی، پتھر اور لکڑی سے بنائے ہوئے بتوں کے بجائے صرف اس اللہ کی عبادت و بندگی کریں جس نے اس ساری کائنات کو بنایا ہے۔ حضرت ہودؑ نے قوم کو بتایا کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو ان کے کفر و شرک اور غرور و تکبر کی وجہ سے اللہ کا وہ عذاب آجائے گا جس سے کوئی نہ بچ سکے گا۔ حضرت ہودؑ اس قوم کو دن رات ہر طرح سمجھاتے رہے مگر اس قوم نے حضرت ہودؑ کی باتوں پر کوئی توجہ نہ کی۔ ان کی نصیحتوں پر عمل کرنے کے بجائے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ کہنے لگے کہ اے ہودؑ کیا ہم تمہارے کہنے سے اپنے ان معبودوں کی عبادت و بندگی چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے باپ دادا عبادت و بندگی کرتے آئے ہیں۔ ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور تم جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہتے ہو وہ عذاب ہم پر لے آؤ۔ حضرت ہودؑ کا پیغمبرانہ اور سنجیدہ جواب یہ تھا کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے اعمال کے سبب اللہ کا عذاب تم پر کب آئے گا۔ بہرحال اللہ نے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا ہے وہ میں نے تم تک پہنچا دیا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ میں تمہیں اللہ کی رحمت کی طرف بلا رہا ہوں اور تم اس کی رحمت کے بجائے اس کا عذاب مانگ رہے ہو۔ بڑی ہی جہالت اور نادانی کی بات

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس قوم کی نافرمانیاں بہت بڑھ گئیں اور ہر طرح سمجھانے کے باوجود انہوں نے اپنے کفر و شرک اور تکبر اور غرور سے توبہ نہ کی تو اللہ کے عذاب کے آثار آنا شروع ہو گئے۔ پورے ملک میں بارشوں کی شدید کمی ہو گئی جس سے ان کے سرسبز و شاداب باغات بے رونق ہو گئے۔ ان کے کھیت خشک ہونا شروع ہو گئے۔ گرمی کی شدت کا یہ حال تھا کہ گھر اور گھر سے باہر کہیں بھی سکون نہیں ملتا تھا۔ ایک دن جب انہوں نے آسمان کے ایک طرف سے تیز گھٹاؤں کو اٹھتے دیکھا تو وہ خوشی سے بے قابو ہو کر کہنے لگے کہ دیکھو کیسے زبردست بادل ہماری طرف آرہے ہیں۔ اب خوب بارش برسے گی، ہمارے ندی نالے بھر جائیں گے، پانی کی کمی نہ رہے گی، ہر طرف سرسبزی و شادابی ہوگی اور موسم خوش گوار اور ٹھنڈا ہو جائے گا۔ حضرت ہودؑ نے ان کو بتایا کہ تم جس بادل اور بارش کو اپنی راحت کا ذریعہ سمجھ رہے ہو وہ اللہ کا عذاب ہے جو تمہاری طرف بڑی تیزی سے چلا آرہا ہے۔ اگر اب بھی تم نے توبہ نہ کی تو یہ عذاب اتنا سخت ہوگا جو تمہیں اور تمہاری بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔ قوم نے حضرت ہودؑ کی نصیحتوں پر کوئی توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طوفانی جھکڑ چلنا شروع ہو گئے۔ آہستہ آہستہ ہوا کے یہ جھکڑ تیز ہونا شروع ہوئے اور انسان، درخت اور جانوروں کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہ رہی۔ ہوا کی شدت کا یہ حال تھا کہ وہ لوگوں کو اور جانوروں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پھینک رہی تھی کہ ان کے سر اور جسم پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو رہے تھے۔ شدید طوفانی ہواؤں نے ان کے گھروں کی چھتیں اڑا کر رکھ دیں غرضیکہ اس طوفانی ہوا نے ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اور ہر طرف تباہی پھیل گئی۔ آخر کار مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ جس قوم نے بھی اللہ کی نافرمانی کی اس کا یہی انجام ہوا۔ فرمایا کہ قوم ثمود، قوم لوط، قوم سبا، اصحاب مدین اور اہل یمن بھی بڑی طاقتوں والے تھے لیکن جب انہوں نے مسلسل اللہ کی نافرمانیاں کیں اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی نصیحتوں سے انکار کیا تو ان کو بھی اللہ نے اس طرح تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا کہ پھر ان کے مال و دولت، حکومت و سلطنت، اونچی عمارتیں اور ترقیات ان کے کسی کام نہ آسکیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر ہم نے ان تمام قوموں کو سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سوچنے کے لئے دل و دماغ عطا کئے تھے مگر انہوں نے ان صلاحیتوں سے کام نہ لیا اور جب ان کی عقلیں مفلوج ہو کر رہ گئیں تو اللہ نے ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا اور ان کے وجود کو اور ان کی ترقیات کو نشان عبرت بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور قیامت تک آنے والی قوموں کو یہ بتا دیا ہے کہ دیکھو قوم عاد جو جسمانی اور مالی اعتبار سے ایک زبردست، مضبوط اور ترقی یافتہ قوم تھی جب انہوں نے بدنصیبی کا راستہ اختیار کیا تب ان پر قہر الٰہی نازل ہوا اور ان کو اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کی زندگی اور اس کے آثار قصے کہانیاں بن کر رہ گئے ہیں۔ جو بھی قوم عاد کے راستے پر چلے گا اس کا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا اور جو لوگ انبیاء کرامؑ کے راستے پر چل کر اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کریں گے ان کی نہ صرف دنیا بہتر ہوگی بلکہ آخرت کی تمام کامیابیاں ان کا مقدر ہوں گی۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۳

اور یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو قرآن سن رہے تھے۔ پھر جب وہ حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ پھر جب تلاوت کی جا چکی تو وہ جنات اپنی قوم کو آگاہ اور خبردار کرنے کے لئے لوٹ گئے۔ انہوں نے کہا اے ہماری قوم کے لوگو! ہم نے ایک ایسی کتاب (کی تلاوت) سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے۔ جو اپنے سے پہلے تمام کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور وہ حق و صداقت اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

اے ہماری قوم کے لوگو! تم اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات سنو! اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

اور جو شخص اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ زمین میں کہیں بھاگ کر اللہ کو عاجز اور بے بس نہ کر سکے گا اور نہ اللہ کے سوا اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔

یہی وہ لوگ ہیں جو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ ان کے پیدا کرنے سے ذرا بھی نہیں تھکا۔

وہی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ کیوں نہیں۔

بلاشبہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا وہی تو ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٩ تا ٣٣

نَفَرًا	لوگ۔ جماعت
اَنْصِتُوْا	خاموش رہو
اَجِيْبُوْا	قبول کرو
دَاعِیٌ	بلانے والا
يُجِرْ	وہ بچالے گا
لَمْ يَعْیَ	وہ نہیں تھکتا

تشریح: آیت نمبر ٢٩ تا ٣٣

اعلان نبوت کے دسویں سال جب کہ کفار مکہ کے ظلم و ستم اور زیادتیوں کی انتہا ہو چکی تھی اس وقت آپ نے مکہ مکرمہ سے طائف

کی طرف اس خیال سے سفر اختیار فرمایا کہ شاید آپ کے پیغام کو سن کر وہاں کے لوگ آپ کا ساتھ دینے اور ایمان لانے والے بن جائیں۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طائف کے سرداروں اور عام لوگوں نے آپ کی قدر نہ کی اور آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ آپ وہاں سے مکہ مکرمہ واپس تشریف لا رہے تھے اور مقام نخلہ پر ایک جگہ فجر یا تہجد کی نماز ادا فرما رہے تھے اور اس میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ نے جو حق کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے جب قرآنی آیات کو سنا تو وہ جھوم اٹھے۔

احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے جنات آسمانوں پر جا کر کچھ سن گن لے کر آ جاتے اور اس زمانہ کے کاہنوں کو بتا دیتے، کاہن اپنے انداز سے اور کچھ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں کو غیب کی خبریں دے کر بے وقوف بنالیا کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ان جنات کا آسمانوں کی طرف داخلہ بند کر دیا گیا۔ اگر کوئی چوری چھپے کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے قریب پہنچتا تو ان کو شہاب ثاقب جو گویا آسمانی آگ تھی اس کے ذریعہ بھگا دیا جاتا۔

جنات اس تبدیلی سے حیران تھے اور وہ اس فکر میں لگ گئے کہ آخر ایسا کیوں ہے۔ جنات نے اندازہ کر لیا تھا کہ یقیناً زمین پر کوئی ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس کی وجہ سے اتنی زبردست تبدیلی آگئی ہے۔ جنات کے گروہ اس بات کی تحقیق کے لئے دنیا بھر میں پھیل گئے۔ ان ہی میں سے جنات کی ایک جماعت نخلہ کے مقام سے گذر رہی تھی کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے تلاوت کلام اللہ کو سنا اور سنتے ہی رہ گئے اور سمجھ گئے کہ یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے آسمانوں پر غیب کی خبریں سننے کی پابندی لگا دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو ان جنات کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بعد کچھ آیات کو نازل کیا جس سے نبی کریم ﷺ کو جنات کے قبول اسلام کا علم ہوا۔ جنات نے وادی نخلہ میں تلاوت کلام اللہ سن کر اسی وقت دین اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد جنات کا یہ گروہ اپنی قوم میں پہنچا اور اس نے کہا کہ ہم ایک ایسی کتاب سن کر آ رہے ہیں جو حضرت موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔

انہوں نے توریت کا نام اس لئے لیا کہ انجیل کے اکثر احکامات توریت کے تابع ہیں۔ جنات نے کہا کہ یہ کتاب جسے ہم سن کر آ رہے ہیں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت و رہنمائی کرتی ہے۔

انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم نے توریت کے بعد اس کتاب الٰہی (قرآن کریم) کو سنا ہے جو دین حق کی طرف دعوت دیتی ہے لہٰذا تم اس سچے نبی پر ایمان لاؤ۔ ان کی باتوں کو مانو۔ اگر تم نے ایمان قبول کر لیا تو اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے نجات عطا فرما دے گا اور تمہاری حفاظت کی جائے گی۔

جنات کیا ہیں؟ اس کے متعلق اس سے پہلے بھی بیان کیا گیا ہے دراصل جس طرح انسان اللہ کی ایک مخلوق ہیں اسی طرح جنات بھی اللہ کی ایک مخلوق ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح بیوی، بچے رکھنے اور شریعت کے احکام کی پابندی کے ارشادات موجود ہیں۔ ان میں مسلم، غیر مسلم، اچھے اور برے سب طرح کے جنات ہیں۔ جس طرح انسان ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اسی طرح جنات بھی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں لیکن وہ انسانی نظروں سے پوشیدہ ہیں اسی لئے ان کو جن یا جنات کہا جاتا ہے۔

جنات نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا اپنا نقصان ہے اس سے اللہ کے نبی اور اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ اس کائنات میں اللہ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ وہی زندوں کو موت دیتا ہے اور وہی مردوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کا آنا، اسلام قبول کرنا اور نبی کریم ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا چھ مرتبہ ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ رات بھر تشریف نہ لائے۔ صحابہ سخت پریشان تھے کہ آپ کہاں تشریف لے گئے۔ بعض کے ذہن میں آیا کہ کہیں آپ پر کوئی حملہ تو نہیں ہو گیا۔ صبح سویرے ہم نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ سے صحابہ نے اپنی تشویش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک جن مجھے بلانے آیا تھا میں نے اس کے ساتھ جا کر جنات کے ایک گروہ کو قرآن کریم سنایا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج رات تم میں سے کون میرے ساتھ جنات کی ملاقات کے لئے چلے گا؟ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ جب میں آپ کے ساتھ گیا تو آپ نے پہاڑی علاقے میں جا کر ایک جگہ لائن کھینچ دی اور فرمایا کہ اس لائن سے آگے مت بڑھنا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ عجیب عجیب شکلوں کے لوگ ہیں جو آپ کے چاروں طرف موجود ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہیں۔ (ابن جریر طبری)

دراصل یہاں جنات کا ذکر کر کے مکہ والوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ دیکھو جنات جو آگ سے پیدا کئے گئے ہیں جن میں انسانوں سے زیادہ تیزی، سختی اور سرکشی وغرور ہے انہوں نے تو قرآن کریم سن کر ایمان قبول کر لیا لیکن تم کتنے بدقسمت لوگ ہو کہ تمہارے اندر وہ نبی ہیں جنہوں نے پوری زندگی تمہارے درمیان گذار دی ہے، جن کے اعلیٰ کردار اور اخلاق کی بلندیوں سے تم اچھی طرح واقف ہو وہ تمہارے معاشرے میں صادق و امین کہلاتے ہیں لیکن تم جنات سے بھی گئے گذرے ہو گئے کہ کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود دولت ایمان سے محروم ہو اور اپنی آخرت خراب کر رہے ہو۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۗ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۗ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۗ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۗ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۗ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

جس دن وہ کافر جہنم کے سامنے حاضر کئے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ سب کچھ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں اپنے رب کی قسم ایسا ہی ہے۔

فرمایا جائے گا کہ تم جو کفر اور انکار کرتے تھے اس کے سبب عذاب کا مزہ چکھو۔

(اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے جس طرح اور عزم و ہمت والے انبیاء کرامؑ نے صبر کیا تھا۔ اور ان کفار کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے۔

یہ لوگ اس کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(اس دن) انہیں ایسا لگے گا کہ جیسے وہ دنیا میں ایک دن میں سے ایک گھڑی ہی ٹھہرے تھے۔

(اے نبی ﷺ آپ کا کام یہ ہے کہ) آپ (اللہ کا پیغام) پہنچا دیجئے۔ بس وہی لوگ تباہ و برباد ہوں گے جو نافرمان ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

اَلَيْسَ	کیا نہیں ہے؟
ذُوْقُوْا	تم چکھو
اُولُو الْعَزْمِ	ہمت والے
لَمْ يَلْبَثُوْا	وہ نہیں ٹھہرے
بَلٰغٌ	پہنچا دینا ہے

يُهْلَكُ	ہلاک کئے گئے
الْفٰسِقُوْنَ	نافرمانی کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

جو شخص بھی حق و صداقت کی بات کرتا اور لوگوں کو اس طرف دعوت دیتا ہے اس کو ہمیشہ قوم کی بے رخی، مخالفت، دشمنی، مزاحمت اور طرح طرح کی اذیتوں سے عزم و حوصلہ اور صبر و برداشت کے ساتھ گذرنا پڑتا ہے۔

جب سورت الاحقاف کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم وستم ناقابل برداشت حد تک بڑھ چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ بھی ان مسلسل اذیتوں اور تکلیفوں سے پریشان ہو کر رہ گئے تھے جن کا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ یہ ایک بڑا نازک لمحہ تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جس طرح آپ سے پہلے عزم وہمت والے پیغمبروں نے اللہ کے نافرمانوں کی اذیتوں پر نہایت صبر، برداشت، عزم اور حوصلے کا مظاہرہ کیا تھا آپ بھی حالات کی سختی پر صبر اور برداشت کا شیوہ اختیار کیجئے اور ان کفار کے لئے کسی عذاب کی جلدی نہ کیجئے کیونکہ اللہ نے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے وہ ان پر مسلط ہو کر رہے گا۔ یہ اس کے برے انجام سے بچ نہ سکیں گے۔ آپ اپنے حق و صداقت کے مشن اور مقصد کو جاری رکھئے اسی میں ساری انسانیت کی فلاح اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ اصل میں جب حالات بے قابو اور نازک ہو جائیں اور ہر طرف سے سوائے پریشانیوں کے اور کچھ بھی نہ ملتا ہو تو حق و صداقت کے راستے پر چلنے والے یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ وہ چاروں طرف سے گھر چکے ہیں اور ان حالات سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہے تو وہ بشری تقاضوں کی وجہ سے بوکھلا جاتے ہیں اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اے اللہ ظالموں کے ظلم کی انتہا ہو چکی آپ ان کفار پر عذاب نازل کر کے ان کو تہس نہس کیوں نہیں کر دیتے؟۔ یہ ایک نازک اور جذباتی وقت ہوتا ہے اس وقت اللہ کی طرف سے صبر کی تلقین کی جاتی ہے اور ان کو بتایا جاتا ہے کہ یہ کائنات اللہ کی ہے وہ اس کو جس طرح چاہتا ہے چلاتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کس کے ساتھ کب کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ اس کا یہ اٹل اور قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو ان کے نیک اعمال کے سبب ضرور کامیاب و بامراد فرمائے گا اور وہ آخر کار کفار و مشرکین کو ذلیل ورسوا کر کے چھوڑے گا۔ اب وہ وقت کب آئے گا یہ اللہ کی مصلحت ہے وہ جب چاہے گا کفار کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لے گا جس کے سامنے دنیا کے تمام وسائل، مال و دولت، قوت و طاقت اور حکومت و سلطنت سب ناکارہ ہو کر رہ جائیں گے۔ فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ حق و صداقت کی بات اور اللہ کا پیغام پہنچانے کی جدوجہد نہایت صبر اور عزم وہمت سے کیجئے۔ ان کفار کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے۔ جب اس کی مصلحت ہوگی وہ ان کفار کو ہلاک کر دے گا۔ جب ان پر عذاب آئے گا تو ان کو ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ دن کی ایک ساعت تک ہی اس دنیا میں رہے ہیں۔ فرمایا کہ جس طرح تمام پیغمبروں نے عزم و حوصلے کے ساتھ اللہ کا دین پہنچایا ہے آپ بھی ایسا ہی کیجئے اور کسی بات کی فکر نہ کیجئے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۴۷

مُحَمَّد

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ محمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	47
کل رکوع	4
آیات	38
الفاظ وکلمات	558
حروف	2475
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اعلان نبوت کے بعد کفار ومشرکین کی طرف سے طرح طرح کے اعتراضات، الزامات اور سوالات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ اور جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان کو پریشان کیا جا رہا تھا۔ پروپیگنڈا اس قدر زہریلا اور تیز تھا کہ اس کا مقابلہ ایک تیز آندھی کے سامنے کھڑے ہونے کے برابر تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اہل ایمان حق وصداقت کا راستہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ کفار مکہ آپ ﷺ کو اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے ہر طرح کی سازشیں کر رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تک کر ڈالی تھی لیکن حق وصداقت کی آواز سے ہر شخص متاثر ہوتا چلا جا رہا تھا اور دین اسلام کی عظمت ہر ایک دل میں بیٹھتی چلی جا رہی تھی۔ کفار مکہ اپنی اوچھی حرکتوں پر اتر آئے۔ ایک دن جب آپ ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ ابن ابی معیط نے حضور اکرم ﷺ کے گلے میں اپنی چادر ڈال کر بل دینا شروع کیا جس سے آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا تو انہوں نے عقبہ کو دھکا دے کر فرمایا؛

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ

کیا تم اس شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو (اللہ کے گھر میں) یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (نسائی۔ سیرت ابن ہشام)

جب آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو کفار نے وہاں بھی اپنی سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔

فرمایا اے لوگو! اگر تم نے اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی نہ دی اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ پھیرا تو یاد رکھو اللہ بے نیاز ذات ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا جو ہر طرح اللہ و رسول کی اطاعت کرے گی اور اپنا مال اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرے گی۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد کو نازل کر کے اہل ایمان کو تسلی دی ہے کہ کفار کچھ بھی کر لیں لیکن اللہ کا دین سربلند ہو کر رہے گا۔ اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔

☆ فرمایا جو لوگ دین کی سچائیوں سے خود بھی رک رہے ہیں اور دوسروں کو بھی روک رہے ہیں ان کا انجام یہ ہے کہ آخرت میں ان کے اعمال غارت کر کے ان کو جنت کی ابدی راحتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی

جولوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اللہ ان کو ایسی جنتی راحتیں عطا فرمائے گا جس میں صاف شفاف پانی، دودھ اور شراب کی ایسی نہریں بہہ رہی ہوں گی جو انتہائی لذیز اور دل پسند ہوں گی۔

کھانے کے لیے ہر طرح کے بہترین پھل اور میوے ہوں گے۔

کفار و مشرکین کا حال یہ ہوگا کہ ان کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی کا چشمہ ہوگا جس کا پانی پینے کے بعد ان کی آنتیں بھی باہر آجائیں گی۔

فرمایا لوگو! دنیا میں توبہ اور اطاعت کا موقع ہے اگر یہ نکل گیا تو پھر آخرت میں سوائے پچھتانے اور شرمندگی کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔

خطائیں معاف کی جاسکتی ہیں۔

☆ جو لوگ امن عالم کو تباہ کر رہے ہیں ان کا مقابلہ جہاد کے ذریعے بھی کیا جائے اور جب ان کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے جنگ میں کوئی رعایت نہ کی جائے۔ جب جنگ میں کفار پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو جائے اور کچھ قیدی بن کر آجائیں تو امیر لشکر کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ان کو قید کرلے یا معاوضہ لے کر چھوڑ دے۔

☆ فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ان کافروں سے خود بھی بدلہ لے سکتا تھا لیکن وہ لوگوں کے ایمان کا امتحان لینا چاہتا ہے اس لیے ان کو جہاد کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ اللہ نے اہل ایمان مجاہدین کو یہ خوش خبری دی ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جائیں گے ان کو جنت کی راحتیں بدلہ میں دی جائیں گی جہاں کی ہر راحت اور آرام ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ فرمایا کہ جو لوگ جہاد کے ذریعہ یا کسی طرح بھی اللہ کے دین کی مدد کریں گے تو اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔

☆ کفار سے فرمایا گیا کہ کیا وہ اپنے سے پہلے لوگوں کے برے انجام سے بے خبر ہیں کہ جب انہوں نے کفر اور نافرمانی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ نے ان کو غارت کر کے رکھ دیا۔ کیونکہ اہل ایمان کا مالک تو اللہ ہے لیکن کافروں کا تو کوئی مولیٰ اور حمایتی نہیں ہے۔

☆ فرمایا یہ کفار دنیا کی چند روزہ زندگی کے عیش و آرام کے مزے اڑالیں اور جانوروں کی طرح خوب کھا پی لیں لیکن ان کا انجام بہت عبرت ناک اور بھیانک ہوگا۔

☆ ان کفار کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذاریں گے ان کے لیے جنت میں صاف شفاف پانی کی نہریں، دودھ، شراب اور شہد کی صاف ستھری نہریں بھی ہوں گی۔ ان کو کھانے کی ہر چیز اور ہر نعمت عطا کی جائے گی۔

☆ کفار کے لیے فرمایا کہ ان کو ایسا کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جس کے پینے کے بعد ان کی آنتیں بھی باہر آجائیں گی اور ان کے منہ جھلس جائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین سے جو دکھاوے کے مسلمان ہیں پوچھا ہے کہ کیا وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں؟ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت اس طرح اچانک آجائے گی کہ پھر کسی کو حسن عمل اور توبہ کا موقع نصیب نہ ہوگا۔

☆ فرمایا کہ جس طرح اہل ایمان اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اللہ کی آیتیں نازل ہوتے ہی ان پر عمل کیا جائے۔ منافقین کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کی طرف سے جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے جیسے ان پر موت کی بے ہوشی طاری ہوگئی ہے۔ فرمایا کہ منافقین بے فکر ہو کر نہ رہیں بہت جلد ان کی بدبختی کے دن شروع ہونے والے ہیں کیونکہ اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اسی لیے وہ بہرے گونگے بن کر رہ گئے ہیں نہ انہیں حق کی آواز سنائی دیتی ہے نہ ان کو سیدھا راستہ ہی سوجھتا

ہے۔ وہ جب اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں تو ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ان کی حرکتوں کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے حالانکہ اللہ ان کی ایک ایک حرکت اور سازش کو دیکھ رہا ہے۔ ان کو اپنی موت کے وقت معلوم ہوگا جب فرشتے ان کی روح کو قبض کر کے ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہر وہ کام کرتے رہے ہیں جس سے اللہ ناخوش تھا اور ان کے نزدیک اللہ کی رضا و خوشنودی کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ فرمایا کہ اللہ نے جہاد کا حکم اسی لیے دیا ہے تاکہ منافقین جو اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے حالات سب کے سامنے کھل کر آ جائیں اور ہم بھی جانچ لیں گے کہ کس کے دل میں کتنا ایمان ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! تم اللہ و رسول کی اطاعت کرتے رہو اور کسی حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو کیونکہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت نہیں کرتے اور وہ اسی حال میں مر جاتے ہیں تو ان کی بخشش نہیں ہوتی۔

☆ فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو جہاد کی طرف آمادہ کرتے رہیے اور صلح کرنے میں ایسا انداز اختیار نہ کیجیے جس کو کفار کمزوری سمجھیں کیونکہ اگر جہاد ہوگا تو اللہ اہل ایمان ہی کو غالب فرمائے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اللہ تمہارے اجر و ثواب میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا۔ لہٰذا تم جہاد سے کبھی اپنی جان مت چرانا، دنیا کی زندگی جو کھیل کود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس کی رنگینیوں میں کھو کر جہاد سے منہ مت پھیرنا۔ فرمایا کہ اگر تم نے ایمان اور تقویٰ کا راستہ اختیار کیا تو آخرت میں اس کا بہترین اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔ بخل اور کنجوسی اختیار نہ کرو کیونکہ جو لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے کتراتے ہیں تو یہ ان کی شان کے خلاف ہے کیونکہ ایسا تو وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں آخرت اور اللہ پر بھروسہ نہیں ہے۔ اللہ بے نیاز ذات ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تمہاری ہی بھلائی کے لیے ہے۔

☆ آخر میں فرمایا کہ یاد رکھو! اگر تم نے جہاد سے جان چھڑائی یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی تو وہ اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے بدلے دوسری قوم کو اٹھا دے جو اللہ کی باتوں کو مانیں گے اس کے راستے میں جان و مال کو بے دریغ خرچ کریں گے اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

سورۃ محمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۱﴾
وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴿۲﴾
ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا
اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَہُمۡ ﴿۳﴾
فَاِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡہُمۡ
فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ ٭ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ
اَوۡزَارَہَا ۚ۬ۛ ذٰلِکَ ؕۛ وَ لَوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ لَانۡتَصَرَ مِنۡہُمۡ وَ لٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَا۠
بَعۡضَکُمۡ بِبَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَلَنۡ یُّضِلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۴﴾
سَیَہۡدِیۡہِمۡ وَ یُصۡلِحُ بَالَہُمۡ ۚ﴿۵﴾ وَ یُدۡخِلُہُمُ الۡجَنَّۃَ عَرَّفَہَا لَہُمۡ ﴿۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے اور اس پر ایمان لائے جو (حضرت) محمد ﷺ

پر اتارا گیا ہے۔ وہی سچا دین ہے جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ تو اللہ ان کی خطاؤں کو ان سے دور کر دے گا اور ان کی حالت کو درست کر دے گا۔ یہ اس لئے ہے کہ جنہوں نے کفر وانکار کیا (درحقیقت) انہوں نے باطل (جھوٹ) کی پیروی کی۔ اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے ایک سچے دین کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ لوگوں کے سامنے ان کے حالات بیان کرتا ہے۔ پھر جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب تم خوب قتل کر چکو تو پھر ان کو مضبوط باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے یا فدیہ لے کر چھوڑ دو یہاں تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں۔ یہ اللہ (کا حکم) ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے انتقام لے لیتا۔ لیکن اس نے (تمہیں جہاد کا حکم دیا ہے) تا کہ وہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جاتے ہیں تو اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ اللہ بہت جلد ان کو راہ ہدایت دکھائے گا اور ان کی حالت کو درست کر دے گا۔ اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرا دی گئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

كَفَّرَ	اس نے اتار دیا
بَالَهُمْ (بَالٌ)	ان کے حالات
اَلرِّقَابُ	گردنیں
اَثْخَنْتُمْ	تم نے ان پر قابو پا لیا
شُدُّوْا	مضبوط کرو
اَلْوَثَاقُ	قید

مَنًّا	احسان
فِدَاءٌ	بدلہ۔معاوضہ
تَضَعَ الْحَرْبُ	رکھ دے جنگ۔جنگ ختم ہو جائے
اِنْتَصَرَ	وہ بدلہ لے لیتا
عَرَّفَ	اس نے پہچان لیا

تشریح: آیت نمبر ١ تا ٦

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ کفر و انکار کی روش اختیار کر کے خود بھی ہر طرح کی سچائیوں سے دور رہے اور دوسروں کو بھی اس راہ حق و صداقت پر چلنے سے روکنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہے تو اللہ ایسے لوگوں کے تمام وہ اعمال جنہیں وہ بہت نیک کام سمجھ کر کرتے رہے ہیں ضائع کر دے گا۔ وہ اعمال نہ تو دنیا میں کام آئیں گے اور نہ آخرت میں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے ایمان لا کر عمل صالح اختیار کئے اور نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس کو انہوں نے پوری طرح مانا تو اللہ نہ صرف ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا بلکہ وہ دنیا اور آخرت میں ان کے ہر کام کو درست فرما دے گا جس کے ذریعہ ان کو اعمال صالحہ کی توفیق بھی نصیب ہوتی رہے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر و انکار کیا انہوں نے باطل اور جھوٹ کی پیروی کی اور جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا انہوں نے حق و صداقت کا دامن تھام لیا۔

باطل ایک بے حقیقت چیز ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باطل پرست نہ صرف ایک فتنہ اور فساد کی جڑ ہیں بلکہ وہ انسانیت کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگوں کو ختم کر دینا اور ان کے خلاف جہاد کرنا ساری انسانیت کو سکون بخشنے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا جب تک یہ فتنہ دنیا سے مٹ نہ جائے اس وقت تک اس کا پیچھا کیا جائے۔ جب کفار کے دلوں میں اہل ایمان کی دھاک بیٹھ جائے اور ان فسادیوں کا زور ٹوٹ جائے تو اس وقت ان کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا جائے لیکن ان قیدیوں کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کیا جائے جو غیر انسانی اور

ظالمانہ ہو بلکہ ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے تا کہ وہ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر ایمان اور سچائی کے راستے پر آسکیں۔اب ان کفار کو قید کرنے کے بعد مسلمانوں کے امیر اپنی ذھانت اور مصلحت کی بنیادوں پر ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کر کے ان کو چھوڑ دیں یا فدیہ لے کر آزاد کر دیں۔ جب دشمن اپنے ہتھیار رکھ دے اور جنگ کے جو شعلے بھڑک رہے تھے وہ ٹھنڈے پڑ جائیں اور کفار مسلمانوں کی مکمل اطاعت قبول کر لیں تو پھر قید و بند کا یہ سلسلہ بھی ختم کر دیا جائے۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو اس جہاد میں شہید کر دیئے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی جدوجہد، کوشش اور نیک اعمال کو ضائع نہ کرے گا بلکہ ان کو راہ ہدایت عطا کر کے ان کے سارے کاموں کو درست فرما دے گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جو ان کے لئے جانی پہچانی جیسی جگہ ہوگی۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند ضروری باتیں:

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا: جنہوں نے کفر اور انکار کیا یعنی وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام کی تمام تر سچائیوں کو دیکھ کر محض اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور رسول دشمنی کی وجہ سے دین سے انکار کی روش کو اختیار کر کے رسول اللہ ﷺ کی قدر کرنے کے بجائے ان کے خلاف ختم نہ ہونے والی ایسی جنگ چھیڑ دی کہ اس میں سوائے بغض اور حسد کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ایسے لوگوں کے لئے فرمایا گیا کہ جب ایسے لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں اور جنگ چھیڑ دیں تو ان سے لڑ کر ان کا زور توڑ ڈالیں تا کہ وہ آئندہ دین اسلام کی دعوت و تبلیغ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔

وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ: اور وہ لوگ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں یعنی وہ ظلم و ستم کی انتہا کر دیں کہ لوگوں کے لئے ایمان لانا مشکل ہو جائے اور جو ایمان لے آئیں ان کے لئے زمین کو تنگ کر دیا جائے اور زبردستی دین کے راستے سے ان کو روک دیا جائے۔ کفار مکہ اہل ایمان کے خلاف ایسا بھیانک پروپیگنڈا کرتے تھے کہ ایک ناواقف آدمی ان کو دہشت گرد سمجھ کر ان کے قریب آنے سے گھبراتا تھا۔لوگوں کے دلوں میں بے بنیاد بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے تا کہ سننے والوں کو ہر بات الٹی نظر آئے۔ ہمارا موجودہ دور جس میں اسلام دشمنوں کے ہاتھوں میں ایسا میڈیا ہے یعنی ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات جس کے ذریعہ وہ ایک مومن، عالم، مخلص اور مجاہد کو دنیا کی نظروں میں ذلیل کرنے اور دین کی تعلیمات کے قریب آنے سے روکنے کے لئے دن رات یک طرفہ پروپیگنڈا کرتے ہیں لیکن اس وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ کا یہ آخری دین ہے جو اس نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا ہے۔

اسی میں ساری دنیا کے دکھوں کا علاج ہے اور اللہ نے اس دین اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اگر یہ کفار

اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو وہ وقت دور نہیں ہے جب ان پر آسمان سے ایسا قہر اور بلائیں نازل ہوں گی جن کے سامنے دشمنان اسلام بے بس ہو کر رہ جائیں گے۔ چونکہ اب ظلم انتہاؤں سے گذر گیا ہے لہٰذا یہ کفار اللہ سے معاملہ درست کرلیں اور توبہ کرلیں ورنہ یہ دنیا اپنے بھیانک انجام تک پہنچ جائے گی اور چند ذہنی مریضوں اور اقتدار پرستوں کی وجہ سے ساری دنیا کو عذاب جھیلنا پڑے گا۔

اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ: ان کے اعمال ضائع کردیئے جائیں گے یعنی وہ تمام کام اور کوششیں جنہیں وہ نیک اور بہتر سمجھ کر کر رہے ہیں وہ تمام کام ایمان نہ لانے کی وجہ سے ضائع اور برباد کردیئے جائیں گے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ کفار قریش حج کے موقع پر خانہ کعبہ کی حفاظت اور حجاج کی خدمت کرتے تھے، مہمانوں کی ضیافت، پانی پلانے کے لئے مشقت، مسکینوں کی امداد و اعانت، پڑوسی کی رعایت اور حفاظت، سخاوت اور صدقہ و خیرات کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک یہ کام بہت اچھے ہیں لیکن جب تک وہ نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لائیں گے اس وقت تک یہ اعمال ان کے کسی کام نہ آسکیں گے بلکہ رسول دشمنی کی وجہ سے ان کے اعمال ضائع کردیئے جائیں گے نہ ان کا فائدہ دنیا میں نصیب ہوگا اور نہ آخرت میں۔ جب تک وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے جو حق و صداقت کی روشنی ہے اور اس کو اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اس وقت تک ان کی نجات نہیں ہوسکتی۔

اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ: ان آیات میں ایک بہت ہی اہم بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جس کی تفصیل تو بہت ہے لیکن مختصر بات یہ ہے کہ عربوں میں عام رواج یہ تھا کہ جب ان کی کسی سے جنگ ہوتی تو وہ تمام جنگی قیدیوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنالیا کرتے تھے۔ اور وہ اس بات میں آزاد تھے کہ وہ ان غلاموں کے ساتھ انسانی یا غیر انسانی جیسا چاہیں سلوک کریں اس میں کسی کو بولنے یا ٹوکنے کا کوئی اختیار نہ تھا لیکن جب کفار سے جنگوں کا آغاز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ جو لوگ جنگ میں قید ہو کر آئیں ان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کو غلام ضرور بنایا جائے۔ بلکہ اگر ضرورت ہو تو جنگی قیدیوں کو غلام بنا کر اہل ایمان میں تقسیم کردینا مستحب ہے لیکن اگر امیر جماعت چاہے تو جنگی قیدیوں پر احسان رکھ کر یا مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلے میں ان جنگی قیدیوں کو رہا کرسکتا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ معاوضہ لے کر ان کو آزاد کردیا جائے خواہ وہ مالی معاوضہ ہو یا کسی قسم کی خدمت ہو۔

قرآن کریم نے اسلامی سلطنت کو کسی خاص اصول کا پابند نہیں کیا ہے۔ البتہ اگر امیر سلطنت جنگی قیدیوں کو غلام بنانا چاہے اور ان کو مسلمانوں میں تقسیم کردینا چاہے تو اس کو اس بات کی اجازت ہے لیکن کسی شخص کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ وہ ان غلاموں سے غیر انسانی اور ظلم و جبر کا کوئی معاملہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین اور ان کے بعد تمام صحابہ کرام نے اسی اصول کی پابندی کی ہے۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات اس بات کی گواہ ہیں کہ اس نے غلاموں کو نہ صرف تمام حقوق دیئے ہیں بلکہ غلاموں کے تمام حقوق کی ہمیشہ پاس داری کی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کا بھائی اس کے ہاتھ کے نیچے ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے، اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس کو ایسے کام کی زحمت نہ دے جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہو اور اگر کوئی ایسا سخت کام ہو تو وہ خود بھی اس غلام کی مدد کرے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو تھپڑ مار دیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر عین اس وقت کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے یہ الفاظ تھے "**الصلوۃ، الصلوۃ، اتقو اللہ فیما ملکت ایمانکم**" نماز کا خیال رکھو، نماز کا خیال رکھو اور اپنے ماتحت غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ (ابوداؤد)

اس طرح کی بے شمار احادیث کے علاوہ قرآن کریم نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے غلاموں کو آزاد کرنا عبادت بنا دیا چنانچہ روزے کا کفارہ، قتل کرنے کا کفارہ، ظہار کا کفارہ اور قسم کا کفارہ یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے غلام آزاد کر دیں۔ اسی طرح زکوٰۃ خرچ کرنے کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک مصرف یہ ہے کہ غلاموں کی گردنیں چھڑائی جائیں۔

قرآن کریم اور احادیث کے ان ارشادات نے اہل ایمان کو اس بات کی طرف آمادہ کر دیا کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کسی غلام کو آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس کثرت سے غلام آزاد کئے ہیں جن کی مثال ساری دنیا کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ستر غلام آزاد کئے

☆ حضرت حکیم ابن حزامؓ نے ایک سو غلام آزاد کئے

☆ حضرت عثمان غنیؓ نے بیس غلام آزاد کئے

☆ حضرت عباسؓ نے ستر غلام آزاد کئے

☆ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک ہزار غلام آزاد کئے

☆ حضرت ذوالکلاع نے آٹھ ہزار غلام آزاد کئے (صرف ایک دن میں)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ (فتح العلوم)

اگر صحابہ کرام، تابعین اوران کے بعد کے حضرات کی یہ تفصیل بیان کی جائے کہ انہوں نے کتنے کتنے غلام آزاد کئے تھے تو شاید ایک کتاب بن جائے۔لہٰذا یہ کہنا بالکل برحق ہے کہ اللہ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات نہ ہوتے تو شاید دنیا سے کبھی غلامی ختم نہ ہوتی۔

ہمارے دور میں کسی کو غلام نہ بنانا یہ بھی اسلام ہی کا فیض ہے کیونکہ شریعت نے یہ اصول متعین کر دیا ہے کہ اگر دو قوموں کے درمیان یہ معاہدہ ہو جائے کہ نہ وہ ہمارے جنگی قیدیوں کو غلام بنائیں گے اور نہ ہم ان کے قیدیوں کو تو پھر اس معاہدہ کی پابندی ضروری ہوگی اور اگر ان دونوں میں جنگ ہو جائے تو کوئی بھی کسی جنگی قیدی کو غلام نہیں بنائے گا۔

اَلَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ: جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے نہ صرف یہ کہ ان کے اعمال ضائع نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام حالات کو درست فرمادے گا۔

یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ: وہ اللہ ان کو ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرا دے گا۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا کہ تم دنیا میں جس طرح اپنے بیوی بچوں اور گھر والوں کو پہچانتے ہو اور ان سے انسیت و محبت محسوس کرتے ہو اس سے بھی زیادہ وہ جنت کی حوروں سے انسیت محسوس کرو گے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱

ع ۱ / ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۱

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تباہی ہے (اور سب سے بڑی تباہی یہ ہے کہ) وہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کافروں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں (نافرمانیوں کی وجہ سے) ان کا انجام کیسا ہوا؟ اللہ نے (ان کے کفر و انکار کی وجہ سے) ان پر تباہی و بربادی مسلط کر دی۔ اور یہی حالات ان (موجودہ) کافروں کے بھی ہونے والے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ اللہ تو اہل ایمان کا حمایتی و مددگار ہے اور کافروں کا کوئی ساتھ دینے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۱

تَعْسًا لَّهُمْ	ان کا ستیاناس ہو جائے
كَرِهُوْا	انہوں نے برا سمجھا
اَحْبَطَ	اس نے ضائع کر دیا
دَمَّرَ	اس نے تباہ کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۱

اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! اگر تم نے اللہ کے دین کی مدد کی تو اللہ نہ صرف دنیا اور آخرت میں تمہاری مدد کرے گا بلکہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و انکار کی زندگی کو اپنا رکھا ہے وہ آج دنیا میں اپنے آپ کو بہت کامیاب سمجھ رہے ہیں اور زندگی کی راہوں میں بڑی تیزی سے چلتے نظر آ رہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں

ہے کہ جب یہ ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گریں گے اور جن کاموں کو وہ زندگی کی کامیابی سمجھ رہے ہیں اور ان کے نزدیک بہتر عمل تھے وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گے اور ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر اس بات کو جو اللہ کی طرف سے نازل کی جاتی تھی اس کو برا سمجھتے تھے۔ ان کی اس روش نے ان کے اعمال کو غارت کر کے رکھ دیا۔ اگر وہ زمین میں چل پھر کر دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان سے پہلے ایسے لوگوں کا کتنا برا انجام ہوا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا۔ اللہ نے ان کو جڑ و بنیاد سے کھود کر رکھ دیا جس میں کافروں کے لئے کھلی ہوئی عبرت و نصیحت موجود ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تو ایمان والوں کا مالک و مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ اور ہمدرد نہیں ہے۔

غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے غرور و تکبر کے ساتھ یہ کہا تھا کہ۔ "لَنَا عُزّٰی وَ لَا عُزّٰی لَکُمْ" ہمارے پاس عزّیٰ ہے تمہارے پاس کوئی عزّیٰ نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس کو جواب دو کہ "اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَ لَا مَوْلٰی لَکُمْ" اللہ ہمارا مددگار اور حامی و ناصر ہے اور تمہارا مولیٰ اور حامی و ناصر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس موقع پر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ

فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اس (دنیا میں خوب) عیش و آرام سے کھا رہے ہیں جس طرح جانور کھاتے ہیں لیکن ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

(اے نبی ﷺ) کتنی ہی آبادیاں ایسی گذر چکی ہیں جیسی آپ کی بستی ہے جس سے آپ کو (کافروں نے) نکالا ہے جو طاقت و قوت میں ان سے بڑھ کر تھیں لیکن جب ان کو ہلاک کیا گیا تو کوئی بھی ان کا مددگار نہ بن سکا۔ (اے نبی ﷺ) ان سے پوچھئے کہ (بھلا بتاؤ تو سہی) جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے صاف اور کھلے راستے پر ہے وہ اس کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جس کا برا عمل (بھی اس کی نظروں میں) خوبصورت بنا دیا گیا ہو اور جو لوگ اپنی خواہشات پر چلتے ہوں؟۔ وہ جنت جس کا اہل تقویٰ سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ایسی ہوگی کہ اس میں نہریں بہتی ہوں گی جن کا مزہ تبدیل نہ ہوگا۔

دودھ کی ایسی نہریں ہوں گی جن کا مزہ ذرا بھی بدلا ہوا نہ ہوگا۔

شراب کی ایسی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لئے بہت مزیدار ہوں گی۔ شہد کی ایسی نہریں بہتی ہوں گی جو نہایت صاف اور شفاف ہوں گی۔

(ان کے علاوہ) ان سب اہل جنت کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے اور (سب سے بڑھ کر تو یہ ہے کہ) ان کے رب کی طرف سے مغفرت کا سامان ہوگا۔ کیا ایسے اہل جنت کے برابر وہ ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلیں گے اور ان کو ایسا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے اڑا کر رکھ دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

تَاْ کُلُ الْاَنْعَامُ	جانور کھاتے ہیں
مَثْوٰی	ٹھکانا
کَاَیِّنْ	کتنے ہی۔ کتنی ہی
اَخْرَ جَتْکَ	تجھے نکالا
غَیْرِ اٰسِنٌ	بدبو نہ ہو
طَعْمٌ	مزا
خَمْرٌ	شراب
شّٰرِبِیْنَ	پینے والے
عَسَلٌ	شہد
خَالِدٌ	ہمیشہ رہنے والا
سُقُوْا	پلائے گئے
قَطَّعَ	کاٹ دیا (کاٹ دے گا)
اَمْعَآءٌ	آنتیں

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

قرآن میں اصولی اور بنیادی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گذار،

فرماں بردار، دین اور شریعت کی پابندی اور اپنی خواہش نفس کے خلاف چلنے والا ہے وہ نہ صرف دنیا میں کامیاب ترین آدمی ہے بلکہ آخرت کی تمام بھلائیاں بھی اسی کو عطا کی جائیں گی۔ اس کے برخلاف اللہ و رسول کا نافرمان، کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والا، بے حس اور بے عقل جانوروں کی طرح کھاپی کر زندگی گذارنے والا، اپنے نفس اور بے جا خواہشات کی غلامی کرنے والا نہ دنیا میں کامیاب ہے اور نہ آخرت میں بلکہ آخرت میں اس کا بدترین ٹھکانا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی اصولی بات کو زیر مطالعہ آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد وہ تمام کام کئے جو اللہ اور اس کے رسول کے پسندیدہ ہیں تو ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی یعنی ہر طرف سرسبزی و شادابی کے منظر ہوں گے لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و انکار کی زندگی اختیار کر کے جانوروں کے جیسے بے حسی کے انداز اپنا لئے ہوں گے ان کا ٹھکانا جہنم اور اس کی آگ ہوگی۔

مکہ کے کفار جنہیں اپنی قبائلی زندگی اور اس کی سرداریوں پر بڑا ناز تھا اور معمولی سی دولت اور سرداریوں پر انہیں اس قدر فخر وغرور تھا کہ اپنے سوا سب کو حقیر و ذلیل سمجھتے تھے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ آج تمہیں جس طاقت و قوت پر ناز ہے تم سے پہلے ایسی زبردست قومیں گذری ہیں کہ جن کے پاس بے شمار مال و دولت کے ڈھیر تھے۔ وہ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں تھیں جن کی بلند و بالا عمارتیں، دنیا بھر میں پھیلی ہوئی تجارتیں اور کاروبار اور عظیم سلطنتیں تھیں لیکن جب ان کی نافرمانیوں اور کفر و شرک کی وجہ سے ان پر اللہ کے قہر و غضب کا کوڑا برسایا گیا تو اس طرح صفحہ ہستی سے مٹادی گئیں کہ آج دنیا بھر میں ان کے کھنڈرات نشان عبرت بنے ہوئے ہیں۔

فرمایا کہ اے نبی (ﷺ) کفار مکہ نے آپ کو جس بستی یعنی بیت اللہ کی سرزمین سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا انہیں گذری ہوئی قوموں کے کھنڈرات کے آس پاس، آتے جاتے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اگر وہ اللہ و رسول کی نافرمانیاں نہ کرتے تو آج بھی وہ دنیا میں عظیم قوتوں کے مالک ہوتے لیکن ان کی نافرمانیوں نے انہیں نشان عبرت و نصیحت بنا دیا ہے۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ ایمان و صالح اور پاکیزہ زندگی گذارنے والے اور کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والے نافرمان اللہ کی نظر میں ایک جیسے نہیں ہیں۔ دونوں کا انجام یکساں نہیں ہے۔ یہ اللہ کے نظام عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ وہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کرے بلکہ نافرمانوں کے بدترین انجام کے مقابلے میں ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لئے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے جن میں ہر طرف خوشی و مسرت، راحت و آرام، سکون قلب و اطمینان، عزت و سربلندیاں ہوں گی۔ جن میں صاف ستھرے اور پاکیزہ کبھی نہ سڑنے اور بدلنے والے پانی کی نہریں ہوں گی۔

شراب کی ایسی نہریں بہادی جائیں گی جن میں اعلیٰ ترین شراب ہوگی جس کو پینے کے بعد نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ پینے والے کے قدم بہکیں گے۔ دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ بھی تبدیل نہ ہوگا۔ صاف ستھرے شہد کی نہریں جو صاف ستھرا اور پاکیزہ شہد ہوگا۔ طرح طرح کے پھل ہوں گے جن کی لذت اور کیفیت کا اس دنیا میں اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ ان تمام چیزوں کے علاوہ دنیا میں ان اہل ایمان سے جو بھی کوتاہیاں ہو چکی ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ان کو معاف کر دی جائیں گی بلکہ ان کا ذکر تک نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اہل جنت کو اللہ کا بے حجابانہ یعنی بغیر کسی ظاہری رکاوٹ کے دیدار نصیب ہو گا۔

ان خوش نصیب جنت والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ کے نافرمانوں کا انجام یہ ہوگا کہ ان کو ایسی جہنم میں داخل کیا جائے گا جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔ انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے دیا جائے گا جس سے ان کی آنتوں کے ٹکڑے اڑ جائیں گے اور ان کے لئے راحت و سکون کا کوئی سامان نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اس دنیا کی عارضی زندگی میں اپنی خواہشات کے غلام ہیں اور وہ دن رات صرف بے حس جانوروں جیسی زندگی گذارتے ہیں اور اسی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں جس طرف ان کی بے جا خواہشات ان کو دھکیلتی چلی جاتی ہیں تو وہ دنیا کے ناکامیاب اور آخرت کے اعتبار سے بدنصیب لوگ ہیں۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ سے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کی ہر خواہش اور تمنا اس دین کے تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں"

صحابہ کرامؓ وہ پاکیزہ اور مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی کو اللہ کے اس دین کے تابع کر لیا تھا جو نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے تھے۔ اس پر بعد کے نیک اور صالح بزرگ چلے اور آج ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں یہ دنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت میں ان کا کیا اعلیٰ ترین مقام ہوگا اس کا تو اس دنیا میں رہتے ہوئے تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے اور ان جیسی کامیابیاں عطا فرمائے۔ اور کفر و شرک، بدعات و خرافات اور بے دینی کے ہر انداز سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ

اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾

ع ۲/۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۰

ان میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں (تو یہ منافق) ان لوگوں سے جن کو (کبھی توریت وغیرہ کا) علم دیا گیا تھا کہتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہریں لگا دی ہیں جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ جنہیں اللہ کی طرف سے ہدایت مل گئی ہے اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھا دیتا ہے اور ان کو تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔

کیا یہ لوگ اس گھڑی کے (قیامت کے) منتظر ہیں؟ (یاد رکھو) وہ اچانک آئے گی بے شک اس کی علامتیں تو آہی چکی ہیں۔ پھر ان کو اس کے آنے کے بعد سمجھنے کا کہاں موقع ملے گا۔

(اے نبی ﷺ) آپ اس بات کو جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اور آپ اپنے لئے اور اہل ایمان مردوں، عورتوں کے لئے معافی مانگتے رہیے بے شک اللہ تمہارے آنے، جانے اور ٹھکانے کو خوب جانتا ہے۔

اور جب وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں کہتے ہیں کہ کوئی (جہاد کے لئے) آیت نازل کیوں نہ کی گئی؟ لیکن جب ایسی سورت نازل کر دی جاتی ہے کہ جس کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں تو آپ ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (منافقت کا) مرض ہے دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہوں گے جیسے ان پر موت کی بے ہوشی طاری ہوگئی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۰

یَسْتَمِعُ	کان لگاتا ہے۔ جاسوسی کرتا ہے
اٰنِفٌ	ابھی ابھی
مُتَقَلَّبٌ	الٹنا پلٹنا
مُحْكَمَةٌ	پختہ۔ اور پکی
اَلْمَغْشِیّ	بے ہوش ہونے والا
اَوْلٰی (وَلْیٌ)	خرابی ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۰

جس کے دل میں ایمان اور عمل صالح کی سچی تڑپ اور لگن نہ ہو وہ کسی نیک، بھلی اور بہتر بات کو نہ تو سنجیدگی، دلچسپی اور توجہ سے سنتا ہے نہ اس کی گہرائی پر غور وفکر کرتا ہے۔ کان اگر کسی بات کو سن رہے ہیں تو دل و دماغ کسی اور ہی طرف متوجہ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کی بے حسی ان کو حق وصداقت سے بہت دور لے جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جن کے دل میں ایمان اور عمل صالح کے ساتھ کچھ سیکھ کر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا ہے ایسے لوگ ہر نیک بات کو نہ صرف غور سے سنتے ہیں بلکہ اپنے ہر علم کو عمل میں ڈھالنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے لئے کوئی وعظ ونصیحت کی بات فرماتے تو آپ کی محفل میں ایسے لوگ بھی آجاتے تھے جنہوں نے دل کی گہرائیوں سے ایمان قبول نہ کیا تھا وہ آپ کی باتوں کو بے دلی سے سنتے اور جب وہ محفل رسول ﷺ سے باہر نکلتے تو مخلص صحابہ کرامؓ سے پوچھتے کہ ابھی ابھی اللہ کے رسول نے کیا کہا تھا؟ لیکن صحابہ کرامؓ جو ایمان اور عمل صالح کے پیکر تھے اور ہر نیک بات کو سن کر اس پر عمل کرنے کے لئے بے چین ہو جایا کرتے تھے جنہیں نبی کریم ﷺ کی ہر بات پر اعتماد اور علم یقین حاصل تھا وہ آپ کے ارشادات کو سن کر نہ صرف اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہتے تھے بلکہ عمل کرنے میں بے تابانہ آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ فرمایا کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی باتوں پر پوری طرح دھیان نہیں دیتے درحقیقت اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے انہیں کسی نیک اور بھلی بات پر عمل کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بے عمل لوگ ہر وقت اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور انہیں قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ہوتا حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی کہ قیامت اس قدر اچانک آئے گی کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ فرمایا کہ اگر وہ غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کی بہت سی نشانیاں تو آچکی ہیں۔

خود نبی کریم ﷺ کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ بس اب قیامت ہی آئے گی کیونکہ آپ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا مبعوث ہونا اور قیامت کا آنا اس طرح ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنی بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو باہم ملا کر دکھایا کہ اس طرح۔ فرمایا کہ جب قیامت برپا ہو جائے گی تو پھر وہ وقت سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کا نہیں بلکہ فیصلے کا دن ہوگا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اللہ کے اس پیغام کو ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد جاری رکھئے اور بتا دیجئے کہ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اگر اس بھاگ دوڑ میں آپ سے یا آپ کے جاں نثار صحابہ سے کوئی بھی کوتاہی یا لغزش ہو جائے تو آپ اپنے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے استغفار کرتے رہیے۔ اللہ کو ہر کیفیت کا علم ہے اور وہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے پیکر ہیں وہ تو یہ تمنا کرتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے کوئی واضح سورت نازل کر دی جائے جس میں انہیں کفار سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی ہو تو وہ اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں قربانیاں پیش کریں۔ جب اللہ کی طرف سے جہاد کرنے اور کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کا جواب دینے کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا تو اہل ایمان خوش ہو گئے لیکن جو ذہنی، دماغی اور عملی مرض میں مبتلا تھے ان کا یہ حال ہوا کہ جہاد کا حکم سن کر ان پر موت کا سناٹا طاری ہو گیا اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے ان پر موت کی بے ہوشی چھا گئی ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کے برے اعمال کا وبال ان پر ضرور پڑے گا اور وقت پڑنے پر کھرے کھوٹے کا پتہ چل جائے گا۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے عرض ہے کہ؛

پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وہی جانتا ہے کہ وہ قیامت کب واقع ہوگی البتہ نبی کریم ﷺ کو بعض علامات قیامت بتا دی گئی تھیں جنہیں آپ نے تفصیل سے ارشاد فرمایا اور اس پر علمائے امت نے کافی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے چند علامتیں یہ ہیں۔

☆ دنیا سے علم اٹھ جائے گا۔ جہالت عام ہو جائے گی اور لوگ علم دین کو کھانے کمانے کا ذریعہ بنالیں گے۔ یعنی دنیا میں علوم تو بہت سے ہوں گے مگر علم حقیقی گھٹ جائے گا اور ہر طرف پڑھے لکھے لوگوں کی بھیڑ ہونے کے باوجود ہر طرف جہالت کا راج ہوگا۔

☆ قوم کی نمائندگی کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو معاشرے کے ذلیل لوگ ہوں گے۔

☆ مرد تھوڑے ہوں گے اور عورتوں کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ذمہ دار ایک مرد ہوگا (بخاری مسلم)

☆ زکوٰۃ جو ایک عبادت ہے اس کو لوگ تاوان سمجھ کر ادا کریں گے اور اس بات کو بھول جائیں گے کہ وہ اپنی عبادت کا ایک فرض ادا کر رہے ہیں۔

☆ لوگ مال غنیمت کو ذاتی دولت سمجھ کر کھائیں گے اور امانت کو مال غنیمت قرار دیا جائے گا (یعنی اس کو حلال

سمجھ کر کھائیں گے)

☆ لوگ ماں باپ کے نافرمان اور بیوی کے اطاعت گذار ہوں گے لوگ اپنے دوستوں کو قریب اور باپ کو دور کر دیں گے۔

☆ ایک شریر اور ظالم کا احترام اس خوف کی وجہ سے کیا جائے گا تا کہ اس سے کوئی شدید نقصان نہ پہنچے۔

☆ ہر طرف گانے بجانے (ناچ گانے) والی عورتوں کی کثرت ہوگی اور ہر گھر میں گانا بجانا عام ہو جائے گا۔

☆ کثرت سے شراب پی جانے لگے گی۔

☆ امت کے گذرے ہوئے (بزرگوں) لوگوں پر آنے والی نسل لعنت ملامت کرے گی۔

یہ اور اسی طرح کی بہت سی علامتیں ظاہر ہو جائیں گی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم سرخ آندھی اور زلزلے کا انتظار کرنا۔ لوگوں کی شکلیں صورتیں مسخ ہو جائیں گی زمین کے بہت بڑے علاقے زمین میں دھنس جائیں گے۔ آسمان سے پتھر برسیں گے اور مسلسل آفتیں اس طرح آئیں گی کہ جیسے موتی کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے بکھرتے چلے جاتے ہیں۔

ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کو سمجھاتے رہیے لیکن اگر وہ اتنا سب کچھ سننے کے باوجود اپنی بے عملی اور بے حسی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں تو آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے آپ اپنے اعلیٰ ترین مقصد دین کو پھیلانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔

اگر اس راہ حق وصداقت میں کہیں کسی جگہ کوئی کمی رہ جائے کسی قسم کی کوتاہی ہو جائے تو مغفرت کرنے والے پروردگار سے اپنے لئے بھی اور اہل ایمان کے لئے بھی استغفار کیجئے۔ وہ معاف کرنے والا مہربان آقا ہے اور وہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے استغفار کرنے کے متعلق فرمایا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْاِسْتِغْفَار

یعنی سب سے افضل ذکر تو کلمہ طیبہ ہے اور سب سے افضل دعا استغفار ہے

نبی کریم ﷺ جو معصوم ہیں جب آپ یہ فرما رہے ہیں کہ میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں تو ہم گناہ گاروں کو غور کرنا چاہیے کہ ہم دن بھر میں کتنی مرتبہ اللہ سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں؟ اور استغفار کرتے ہیں؟

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ قف
فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ
عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا
يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا
عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ
وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ
فِىْ بَعْضِ الْاَمْرِ ج وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا
مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

فرماں برداری کی اور بھلی بات ہی کہنی چاہیے۔ پھر جب (جہاد کا حکم) آجائے اور وہ اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوجائیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے۔
کیا پھر (تم سے) یہی توقع نہیں ہے کہ اگر تمہیں (اقتدار) وقوت حاصل ہوجائے تب تم زمین میں فساد ہی مچاؤ گے اور رشتہ داریوں کو منقطع کردو گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ پھر ان کو بہرا بنادیا ہے۔ ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا ہے۔ کیا وہ لوگ قرآن میں غور وتدبر

نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں؟

بے شک جو لوگ صحیح راستہ واضح ہونے کے بعد اپنی پیٹھ پھیر کر (بھاگیں گے) تو (ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ) شیطان نے ان کو یہ غلط راستہ سجھایا ہے اور ان کی امیدوں کو دراز کر دیا ہے۔ (ان لوگوں کے منہ پھیرنے کی وجہ یہ تھی کہ) ان منافقین نے ایسے لوگوں سے جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرتے تھے ان سے کہا کہ ہم (اسلام کے خلاف) بعض چیزوں میں تمہاری بات مانیں گے۔ اور اللہ ان کے اس بھید کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالتے ہوں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ ان سے یہ سلوک اس وجہ سے ہوگا کہ ان لوگوں نے ایسے طریقے اختیار کئے ہوئے تھے جو اللہ کو ناراض کرنے والے تھے۔ اور انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کو برا سمجھا تھا۔ اس لئے اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

طَاعَةٌ	کہا ماننا۔ اطاعت کرنا
عَزَمَ	ارادہ کر لیا
عَسَيْتُمْ	شاید کہ تم
تُقَطِّعُوْٓا	تم کاٹ ڈالو
اَرْحَامٌ	رشتہ داریاں
اَصَمَّ	بہرا کر دیا
اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ	ان کی آنکھیں اندھی کر دیں

لَا یَتَدَبَّرُوْنَ	وہ غور نہیں کرتے
اَقْفَالٌ (قُفْلٌ)	تالے
اِرْتَدُّوْا	الٹے پھر گئے
اَدْبَارٌ (دُبُرٌ)	پیٹھ۔ پیٹھیں
سَوَّلَ	اس نے برابر کیا۔ دھوکہ دیا
اِسْرَارٌ (سِرٌّ)	بھید۔ خفیہ باتیں
اَسْخَطَ	ناراض کر دیا
اَحْبَطَ	ضائع کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

اس سے پہلی آیات میں بیان کیا جا رہا تھا کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے میں سنجیدہ ہیں وہی لوگ قرآن کریم کی روشنی سے ہدایت حاصل کریں گے اور جنہوں نے سچائیوں کو دیکھنے کے باوجود بے حسی اور بے توجہی کا انداز اختیار کیا ان کو زندگی کے اندھیروں اور آخرت میں ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ ایسے منافق لوگ اپنے ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں اور فرماں برداری کی باتیں کرنے میں بھی خوب چرب زبان ہوتے ہیں لیکن اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ زبان سے جس اطاعت و فرماں برداری کی باتیں کرتے ہیں وہ محض دکھاوا اور ریاکاری ہے جسے اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے اور ان کی ڈھکی چھپی اور ظاہر حالت سے واقف ہے مومن بھی ان کی حرکتوں سے ان کے نفاق کو خوب پہچانتے ہیں چنانچہ جب ایک طویل عرصے تک دشمنوں سے جنگ کرنے کی ممانعت تھی اس وقت تک تو منافقین اور اہل ایمان کو الگ الگ پہچاننا مشکل تھا کیونکہ نماز، روزہ اور عبادات کو ایک ساتھ ہی ادا کیا جاتا تھا۔

جب اللہ کی طرف سے اہل ایمان کو جہاد کی اجازت دی گئی تب اہل ایمان تو خوش ہو گئے اور جس جاں نثاری

کے لئے وہ تڑپ رہے تھے ان کو موقع مل گیا تھا لیکن نفاق کے روگی اور دل کے بیمار لوگ جہاد وقتال کے حکم سے بوکھلا کر رہ گئے اور ایسی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے جیسے کسی پر موت کے وقت بے ہوشی سی طاری ہو کر آنکھیں حلقوں میں ڈوبنے لگتی ہیں۔

اس کیفیت کو سورۂ نساء میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا" کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ وہ (دشمنوں کو قتل کرنے یا انتقام لینے سے) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھیں۔ نماز قائم کریں۔ زکوۃ ادا کرتے رہیں اور جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو ان میں کچھ لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان (کفار) سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ (ڈرنا چاہیے تھا) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اے اللہ آپ نے ہمیں قتال (جہاد) کا حکم کیوں دے دیا۔ ہمیں ابھی کچھ اور مہلت دی جاتی۔ (النساء آیت نمبر ۷۷)"

منافقین کے سامنے جہاد کا حکم آتے ہی ان کا پول کھل گیا۔ حالانکہ کفر وشرک کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم انسانی فلاح و بہبود کے لئے ہے اسی لئے فرمایا کہ اگر تم نے جہاد کا حکم آنے کے بعد منہ پھیرا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم جاہلیت کے اسی پرانے رنگ ڈھنگ پر آجاؤ گے جیسے تم صدیوں سے جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے تھے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے پر چڑھ دوڑتا تھا۔ ہر طرف قتل وغارت گری اور بدامنی کا راج تھا۔ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں ذبح کر دیا کرتے تھے اسلام کی برکت سے اب یہ تمام باتیں ختم ہو چکی ہیں۔

فرمایا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے جو دین کے بنیادی اصولوں سے منہ پھیر کر چلتے ہیں اور دین اسلام کی سچائیوں پر دھیان نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ تم اس قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے کیا تمہارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ یہی لوگ یہود ونصاریٰ کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنی دلی کیفیات کو دنیا سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ ان کے پوشیدہ رازوں تک سے واقف ہے۔

فرمایا کہ ان لوگوں کا اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کو موت کی دہلیز پر لے آئیں گے اور ان کے منہ اور پیٹھو ں پر گرز برسا رہے ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ تم ہمیشہ اس راستے پر چلے جو راستہ اللہ کو پسند نہیں تھا اور انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کو اہمیت نہیں دی اسی وجہ سے ان کا سب کیا کرایا غارت کر دیا گیا جب وہ آخرت

میں پہنچیں گے تو ان کے ہاتھ حسن عمل اور اس کے بہتر نتائج سے خالی ہوں گے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں (منافقت کا) مرض ہے وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے روگ (کینہ پروری) کو ظاہر نہیں کرے گا؟ اور اگر ہم چاہتے تو (ان کے چہرے ہم) آپ کو دکھا دیتے پھر آپ ان کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیتے اور آپ ان کو اب بھی ان کے انداز گفتگو سے پہچان سکتے ہیں۔

اور (آپ کہہ دیجئے کہ) اللہ تمہارے اعمال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اور البتہ ہم

تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کی جانچ نہ کر لیں۔ اور ہم تمہارے تمام اعمال کی جانچ کریں گے۔ بے شک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے اس راستے سے روکا جس میں ان کے لئے ہدایت کا سامان تھا اور بہت کچھ واضح ہونے کے باوجود انہوں نے رسول کی نافرمانی کی تو انہوں نے اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کیا (ان کو یہ نقصان پہنچے گا) اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ بے شک جن لوگوں نے کفر و انکار کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اور پھر (وہ اس حالت میں) مر گئے کہ وہ کافر تھے تو اللہ ان کی ہرگز بخشش نہ کرے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

اَضْغَانٌ (ضِغْنٌ)	کینہ۔ بغض۔ دل میں چھپائی گئی دشمنی
عَرَفْتَ	تو نے پہچان لیا
سِيْمَا	پیشانیاں
لَحْنُ الْقَوْلِ	گھما پھرا کر بات کہنا
شَآقُّوْا	انہوں نے نافرمانی کی
لَنْ يَّضُرُّوْا	وہ نقصان نہ پہنچائیں گے
يُحْبِطُ	وہ ضائع کر دے گا
لَا تُبْطِلُوْا	تم ضائع نہ کرو

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ گناہوں کے باوجود ہر آدمی کو مہلتیں دیتا چلا جاتا ہے تا کہ وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو سکے۔ اس کے ہر عیب پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے لیکن بار بار آگاہ کرنے کے باوجود اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا تب اللہ اس کے عیبوں پر سے پردے چاک کر دیتا ہے۔ اللہ کی اس مہلت اور ڈھیل کی وجہ سے اس کو یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ اس کے تمام حالات اور دلی کیفیات تک سے اچھی طرح واقف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اسی بات کو واضح کرنے کے لئے فرمایا ہے "اگر کوئی شخص اپنے دل میں کسی بات کو چھپاتا ہے تو اللہ (اسی وقت اس کے گناہ کو ظاہر نہیں ہونے دیتا) بلکہ اس کے وجود پر اس چیز کی چادر اوڑھا دیتا ہے۔ اگر وہ کوئی بھلی اور نیک بات کرتا ہے تو وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے اور اگر بری بات ہے تو وہ بھی چھپی نہیں رہتی (ابن کثیر)۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھلی اور بری بات ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ چھپی رہے بلکہ آخر کار وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ پر خلوص دل سے ایمان لانے والوں کی اکثریت تھی لیکن بعض لوگ اپنے دنیاوی مفادات کے لئے ایمان تو لے آئے تھے اور وہ دکھانے کے لئے تمام وہ کام کرتے تھے جو مخلص مسلمان نہایت عقیدت و محبت سے سرانجام دیتے تھے لیکن منافقین کے دلوں میں کینہ، بغض، حسد اور اسلام دشمنی کے جذبات بھی موجود تھے وہ اس منافقت کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کرتے اور سمجھتے تھے کہ ان کی یہ منافقت اسی طرح چھپی رہے گی اور کسی پر ظاہر نہ ہو سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کے لئے فرمایا ہے "وہ منافقین جو اپنے دلی جذبوں کو پوشیدہ رکھنے کے لئے بڑا محتاط رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی اسلام دشمنی اور منافقت کا یہ مرض بہت عرصہ تک چھپا رہے گا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی صورتیں شکلیں تک آپ کو دکھا سکتے ہیں (لیکن اللہ کے قانون کے خلاف ہے اس لئے) آپ ان کو ان کی بعض علامتوں سے اور ان کی بناوٹی باتوں سے پہچان سکتے ہیں اور اللہ تو ان کے تمام کاموں سے اچھی طرح واقف ہے"۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا دستور تو یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے عیب اور برائیوں کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا لیکن اگر اس کی مصلحت ہوتی کہ دوسرے ان منافقوں کے شر سے بچ جائیں تو کبھی کبھی ضرورت کے وقت ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ

حضرت عقبہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے چھتیس (36) آدمیوں کا نام لے کر بتایا کہ فلاں فلاں منافق ہیں اور ان کو آپ نے اپنی محفل سے نکل جانے کا حکم دیا۔ (مسند احمد)

ویسے عام طور پر نبی کریم ﷺ نے منافقین کی خاص خاص نشانیوں کا ذکر کیا ہے تا کہ اہل ایمان اس طرح کی نشانیاں رکھنے والوں سے ہوشیار رہیں جو مسلمانوں سے محض دکھاوے کا تعلق رکھتے ہیں اور انہیں حقیقی اور قلبی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کی بناوٹی باتیں، انداز گفتگو اور اکھڑی اکھڑی باتیں ان کے دلی جذبات کی ترجمان ہیں جنہیں وہ چھپا ہی نہیں سکتے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا رہتا ہے خواہ وہ اللہ کے فرماں بردار ہوں یا فرماں بردار نہ ہوں۔ اس طرح آزمائش کی بھٹی سے نکلنے کے بعد منافق اور مومن کا فرق بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ جو لوگ منافقت کے مرض میں مبتلا ہیں ان کی آزمائش یہ ہے کہ ان کو خوب ڈھیل اور سہولتیں دی جاتی ہیں تا کہ وہ پوری آزادی سے اپنی منافقانہ کاروائیوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں اور ان کا کینہ، حسد، جلن، بغض اور اسلام دشمنی پوری طرح کھل کر سامنے آجائے اور وہ اپنی آگ میں جل کر خود ہی ذلیل ورسوا ہو جائیں۔ اس کے برخلاف ان اہل ایمان کو جو جہاد اور صبر سے کام لیتے ہیں اس لئے آزمائش کی بھٹی سے گذارا جاتا ہے تا کہ وہ اس طرح کندن بن کر ابھریں جس طرح سونا آگ پر تپائے جانے کے بعد کندن اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ یہ آزمائش ان کے لئے ایک انعام کے طور پر ہوتی ہے تا کہ ان کو بھاری ذمہ داریوں کے قبول کرنے کا اہل بنا دیا جائے۔ وہ لوگ جو اللہ، اس کے رسول اور دین اسلام سے دوسروں کو دور رکھنے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں سچائی آنے کے باوجود وہ اس روشنی سے محروم رہتے ہیں وہ اپنے اس طرز عمل سے اللہ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے البتہ اپنے کئے کرائے پر پانی پھیر لیتے ہیں اور خود اپنے ہاتھوں کلہاڑی اپنے پاؤں پر مار لیتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا ہے کہ وہ اپنے اخلاص، حسن عمل، اللہ کی عبادت و بندگی، اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت وفرماں برداری میں لگے رہیں۔ آخرت کے لئے جدوجہد کرتے رہیں اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کریں جن کا کام کفر کرنا اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکنا ہے کیونکہ اگر وہ کافر اسی طرح کفر پر ڈٹے رہے اور توبہ نہ کی تو ان کا انجام بہت برا ہوگا اور آخرت میں تو اللہ کی نظر کرم سے بھی محروم ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق وصداقت، ایمان اور عمل صالح پر چلنے والوں کو اطمینان قلب، ذہنی سکون، عقل وفکر کی بلندی، دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں عطا کی جاتی ہیں اور جو لوگ زندگی بھر جھوٹ، فریب اور غلط فہمیوں میں زندگی گذارنے والے ہیں ہوسکتا ہے ان کو دنیا کی زندگی میں بعض فائدے مل جائیں لیکن آخرت جو انسان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے وہاں وہ اللہ کے ہر انعام

واکرام اور فضل ورحمت سے محروم رہیں گے۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔــلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ اِنْ يَّسْـَٔــلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾

ع ٤ ١٠/٨

ترجمہ: آیت نمبر ٣٥ تا ٣٨

اے ایمان والو! تم ہمت نہ ہارو کہ تم ان کو صلح کی طرف بلانے لگو۔ تم ہی سر بلند رہو گے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال (کے اجر وثواب) میں کمی نہ کرے گا۔

دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر تم ایمان لے آئے اور تم نے تقویٰ کی روش کو اختیار کیا تو وہ تمہیں اجر وثواب عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔

اور اگر وہ تم سے کل مال طلب کرنے لگے اور طلب کرنے میں انتہائی درجہ تک تم سے طلب کرے تو تم بخل اور کنجوسی کرنے لگو گے (اس وقت) اللہ تمہارے دلوں کی ناگواریوں کو ظاہر کردے گا۔

سن لو! تم لوگ تو ایسے ہو کہ جب تمہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم

میں سے بعض لوگ کنجوسی کرتے ہیں۔

اور جو شخص بخل اور کنجوسی کرے گا تو درحقیقت اپنے آپ سے بخل کرے گا۔

اللہ تو بے نیاز ہے جب کہ تم اس کے محتاج ہو۔

اور اگر تم نے اس سے منہ پھیرا تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ جو تم جیسے (بخیل اور کنجوس) نہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸

لَا تَھِنُوْا	تم سست نہ پڑو۔ بزدلی نہ دکھاؤ
تَدْعُوْا	تم پکارنے لگو
اَلسَّلْمُ	صلح
اَلْاَعْلَوْنَ	تم بلند رہوگے
لَنْ یَّتِرَ	ہر گز نقصان نہ پہنچے گا
یُحْفِیْ	وہ طلب کرتے ہیں۔ بار بار مانگے گا

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا رہتا ہے تا کہ مومن اور غیر مومن کا فرق کھل کر سامنے آجائے۔ مومنوں کی آزمائش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کو مشکل حالات کی بھٹی سے گذار کر اسی طرح صاف ستھرا اور کندن بنا دیا جائے جس طرح سونا آگ کی بھٹی میں جا کر نکھر جاتا ہے۔

اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب ان پر حالات کی آزمائش آئے تو وہ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں اور کسی طرح کفارو

مشرکین کا دباؤ قبول کر کے ایسی صلح نہ کریں جس میں بزدلی اور کم ہمتی کا کوئی بھی انداز ہو کیونکہ تم سے اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ تمہیں پوری طرح کفار پر غلبہ اور قوت عطا فرمائے گا۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جب وہ تمہارے ساتھ ہے تو پھر وہ تمہاری کسی کوشش اور عمل کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

رہے وہ لوگ جو دنیا کی چمک دمک کے پیچھے دوڑ رہے ہیں تم ان کی طرف نہ دیکھو کیونکہ دنیا کی زندگی کھیل کود سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ دنیا اور اس کی رونقیں یہیں رہ جائیں گی یہ سب عارضی زندگی کا سامان ہے حقیقی زندگی تو وہ ہے جو موت کے بعد شروع ہوگی لہٰذا عارضی اور وقتی زندگی کے تقاضوں اور دنیا کی محبت کو آخرت کی ابدی راحتوں پر غالب نہ آنے دیا جائے۔ اسی جذبے پر عظیم اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

البتہ ان تمام چیزوں کی بقا اس میں ہے کہ اپنی زندگی کی ضروریات کے ساتھ ساتھ اپنے مال کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کیا جائے۔ اللہ تمہیں اسی طرف متوجہ کرتا ہے وہ تم سے تمہارا سارا مال لینا نہیں چاہتا بلکہ کچھ مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ بھی اپنی ذات کے لئے نہیں کیونکہ وہ تو تمہارے مال و دولت سے بے نیاز ہے وہ تو تمام حاجت مندوں کو دیتا ہے اسے کسی کے مال کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تمہارا معاشرہ اور اسلامی زندگی کی اقدار مضبوط ہو سکیں۔

اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بچتا اور کنجوسی کا انداز اختیار کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنی نفس کی غلامی کرتا ہے۔ فرمایا کہ مومنو! تم صبر و استقلال سے ڈٹے رہو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر پوری طرح عمل کرتے رہو وہ ہر جگہ تمہارا ساتھ دے گا۔ تمہاری مدد کرے گا اور اللہ کی مدد سے تم ہر جگہ غالب رہو گے اور کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اختیار کر لیا تو پھر یاد رکھو اللہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے جس طرح وہ تمہارے مال و دولت کا محتاج نہیں ہے وہ اپنے دین کے غلبہ کے لئے بھی تمہارا محتاج نہیں ہے اگر تم نے صحیح طریقہ اختیار نہ کیا تو تمہارے بجائے وہ کسی دوسری قوم کو اٹھا کر کھڑا کر دے گا اور اس سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لے لے گا جو تم سے بہتر طریقہ پر اپنا کام کر سکے گی۔

سورۂ محمد کی مذکورہ آیات کی تشریح سے یہ بات بالکل واضح طریقہ پر سامنے آ گئی ہے کہ اسلام جو دین امن و سلامتی ہے اس میں صلح اور امن و آشتی کو بنیاد ہونا چاہیے لیکن اگر جنگ کرنے کا موقع ہو تو اس میں ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور کسی طرح کی

بزدلی اور کم ہمتی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

یہ احکامات اس وقت دیئے جا رہے ہیں جب مسلمان بہت تھوڑے سے تھے۔ اور صرف عرب کے کفار قریش ہی نہیں بلکہ اس وقت کی معلوم دنیا کی اکثریت مسلمانوں کو ایک خطرہ سمجھ رہی تھی جب حالات کو ان پر تنگ سے تنگ کر دیا گیا تھا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا جب وہ کفار کا دباؤ قبول کرتے ہوئے ایسی صلح کر لیتے جس میں بزدلی اور کم ہمتی نمایاں ہوتی۔

فرمایا کہ جہاد و قتال ہو یا صلح مندی ان تمام باتوں میں اللہ کی رضا و خوشنودی کو آگے رکھا جائے اور کوئی ایسا جذباتی انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے دشمن کو اہل ایمان کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے۔ بڑے صبر و استقلال سے ڈٹے رہیں اور وہ اس بات کو ثابت کر دیں کہ دنیاوی مال و دولت کی کمی ان کے قدموں میں کوئی ڈگمگاہٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اصول کی بات یہ ہے کہ دنیا میں دو طاقت ور قوموں اور جماعتوں میں صلح ہوا کرتی ہے۔ کمزور اور طاقت ور کی صلح نہیں محض ایک وقتی مفاہمت کہلاتی ہے۔

جب صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ اور اہل ایمان کے درمیان ایک معاہدہ کیا جا رہا تھا اس وقت اگرچہ آپ نے کفار کی وہ بہت سی شرطیں مان لی تھیں جو بظاہر آبرومندانہ نہیں تھیں لیکن آپ کفار کو یہ موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ یہ صلح کا معاملہ ٹل جائے۔

صحابہ کرامؓ جو اطاعت رسول کے پیکر تھے انہوں نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن ہر ایک اپنے دل میں گھٹ رہا تھا کہ آخر ہم اس قدر دب کر صلح کیوں کریں؟ لیکن آپ ﷺ نے کفار قریش سے معاہدہ کر لیا اور اس معاہدہ کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے واپسی کا حکم دیا۔ جب مسلمان مکہ مکرمہ سے کچھ ہی دور پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی یہ آیات نازل کیں جن میں اس معاہدہ کو "فتح مبین" قرار دیا گیا تھا۔

صحابہ کرامؓ تو ویسے ہی دل گرفتہ تھے جب ان کے سامنے "فتح مبین" کا لفظ آیا تو وہ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے کہ یہ کیسی فتح مبین ہے۔ جس میں ایک ایسا معاہدہ کیا گیا ہے جس میں ذلت آمیز شرائط بھی موجود ہیں۔ لیکن بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعی یہ ایک ایسی کھلی ہوئی فتح تھی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش جو مسلمانوں کو کوئی حیثیت نہیں دے رہے تھے انہوں نے صلح کر کے مسلمانوں کو ایک الگ برابر کی طاقت تسلیم کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسلام کا مزاج امن و سلامتی کا ہے اس لئے اس صلح کے بعد آپ نے ساری دنیا کے بادشاہوں اور سربراہوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے خطوط لکھے۔ آس پاس کے قبائل کے پاس ایسے مبلغین کو بھیجا گیا جنہوں

نے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ معمولی سی کوشش کے بعد خیبر کے زرخیز علاقے کو فتح کیا۔ اس کے بعد تو ایسا لگتا تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا ہے اور لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔

مذکورہ آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ صلح میں خیر ہے لیکن ایسی صلح ہونی چاہیے جس میں بزدلی کا کوئی پہلو نہ ہو اور صلح میں حکمت و مصلحت سے کام لیا گیا ہو۔ اہل ایمان کو اسی بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ پوری طرح ایثار و قربانی سے کام لیں تا کہ اسلام کا یہ پودا ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۂ محمد کی آیات کا ترجمہ، اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۴۸

اَلْفَتْح

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفتح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	48
کل رکوع	4
آیات	29
الفاظ وکلمات	568
حروف	2555
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ اس سورۃ میں ایک کھلی ہوئی فتح کی خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس سلسلہ میں یا خلوص کے ساتھ کیے گئے کسی کام میں بھی کوئی کوتاہی یا کمی رہ گئی ہو یا آئندہ ہو جائے تو ہم نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! وہ اللہ آپ ﷺ کو سیدھے راستے پر چلا رہا ہے وہ آپ ﷺ کو ایسا مثالی غلبہ عطا فرمائے گا جس میں عزت ہی عزت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایسا عظیم رسول ﷺ عطا فرمایا ہے جو شاہد، بشیر اور نذیر ہے۔ ان کی مدد، تعظیم وتکریم اور اللہ کی صبح وشام تسبیح کرنا اور جو انہوں نے اللہ سے عہد کیا ہے اس کو پورا کرنا ہی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر مخالفین اس بات کا شدت سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ان کے پاس زبردست لشکر ہے تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس کائنات میں زبردست لشکر صرف اللہ کا ہے۔ وہ ہر چیز سے واقف ہے اور ہر بات کی حکمت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کام کو کس وقت کس انداز سے ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اگر صلح حدیبیہ نہ ہوتی تو اہل ایمان کو وہ کامیابیاں اور فتوحات حاصل نہ ہوتیں جو اس صلح کی برکت سے حاصل ہوئی ہیں۔ یہی وہ موقع تھا جب دین اسلام ایک ایک گھر میں پہنچا اور حکومتوں کے سربراہوں کو بھی نبی کریم ﷺ نے دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی اور فوج در فوج لوگوں نے دین اسلام کو قبول کرنا شروع کیا۔ یہی فتح مبین ہے۔

☆ اہل ایمان اپنا حسن عمل پیش کرتے رہیں اس میں کمی یا کوتاہی نہ کریں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ منافق ومشرک مرد عورتیں جو اللہ کے بارے میں اچھا گمان نہیں رکھتے ان کے لیے جہنم تیار ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ اللہ نے مومنوں سے فرمایا ہے کہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایک ایسا عظیم رسول عطا فرمایا ہے جو قیامت میں تمہارے سارے اعمال پر گواہی دینے والا، ہر نیک عمل پر خوش خبری دینے والا اور کافروں کو ان کے برے انجام سے ڈرانے والا ہے۔ ان کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں۔ ان کے ساتھ مل کر اللہ کے دین کی مدد کریں۔

اللہ نے دین اسلام کی ترقی کو ایک پودے سے تشبیہ دی ہے جس طرح ایک پودا جو نرم و نازک ہوتا ہے آہستہ آہستہ وہ ایک تناور درخت بن جاتا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ کے لیے فرمایا کہ ایک وقت وہ تھا جب مسلمان کمزور تھے مگر اب وہ اتنے طاقت ور ہو گئے ہیں جو دنیا پر غالب آجائیں گے۔

ان کی عزت واحترام اور تعظیم میں کمی نہ کریں اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہیں۔

☆ فرمایا کہ جن لوگوں نے ''بیعت رضوان'' کی تھی درحقیقت انہوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لہٰذا کوئی عہد شکنی نہ کرے۔ اگر کسی نے اپنے عہد کو توڑا تو اسے اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ لیکن جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اس کو اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ لوگوں کو عہد شکنی سے بچ کر وفائے عہد کرنا چاہیے۔

☆ وہ منافقین جن کا اسلام ان کی زبانوں تک محدود تھا جب اسلام کے لیے قربانیاں دینے کا وقت آیا تو ان کا کردار بھی کھل کر سامنے آگیا۔ جب اہل ایمان عمرہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے اس وقت منافقین نے اس بات کا بڑی شدت سے پروپیگنڈا کیا کہ مسلمانوں کو کفار کے گڑھ میں نہیں جانا چاہیے کیونکہ اگر وہ چلے گئے تو ان کا مدینہ منورہ واپس لوٹ کر آنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ سوچ کر وہ بغیر کسی عذر کے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ فرمایا کہ جب اہل ایمان مدینہ منورہ واپس آگئے ہیں تو وہ منافقین اپنی اس شرمندگی کو مٹانے کے لیے غلط سلط عذر اور بہانے پیش کر رہے ہیں۔ اب منافقین کو یقین ہو گیا تھا کہ مومنین اس کے بعد کامیابیوں سے ہم کنار ہوں گے۔ جب انہوں نے یہ سنا کہ اب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ خیبر کی طرف جا رہے ہیں تو انہیں اس میں اپنا فائدہ نظر آیا لہٰذا انہوں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ان تمام لوگوں کو خیبر کی مہم میں شرکت سے روک دیا جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شریک نہیں تھے اور فرمایا کہ اس کے بعد ان کو ایک اور موقع دیا جائے گا جو درحقیقت ان کا امتحان اور آزمائش ہوگی۔ فرمایا کہ اگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ بغیر کسی عذر کے مکہ جانے سے رہ گئے تھے وہ ان کی غلطی تھی لیکن اگر کسی کو واقعی عذر تھا کوئی معذور، اندھا، لنگڑا اور بیمار تھا اور وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے نہ جا سکا تھا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ البتہ عام زندگی میں ہر ایک کو اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرنی ہوگی۔ اگر کسی نے اس سے منہ پھیرا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی اور اگر وہ اطاعت کریں گے تو ان کو جنت کی ابدی زندگی کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی۔

حدیبیہ کے موقع پر جن صحابہ کرامؓ نے بیعت (بیعت رضوان) کی تھی ان کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اب ان کو بہت سی کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوں گی۔ اللہ نے فرمایا کہ اس موقع پر جنگ نہیں ہوئی یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کیونکہ اگر جنگ ہوتی تو وہ لوگ جو دلی اعتبار سے اسلام قبول کر چکے ہیں مگر کسی مصلحت سے اپنے ایمان کا اظہار نہ

کر سکے ہو سکتا تھا کہ ان کو بے خبری کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچ جاتا۔ اس لیے اللہ نے دونوں فریقوں کو جنگ سے روک دیا لیکن اگر اس حالت میں بھی جنگ ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرماتا۔

☆ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے جو خواب دیکھا تھا کہ آپ ﷺ عمرہ ادا کر رہے ہیں اور صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ بغیر عمرہ کیے واپس آ گئے تھے۔ اس میں اللہ کی مصلحت تھی لیکن اب وہ وقت آ گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ بیت اللہ شریف میں پہنچ کر عمرہ ادا کریں گے اس شان سے اس میں داخل ہوں گے کہ ہر طرف امن وامان ہوگا۔ کوئی سروں کے بال منڈوائیں گے اور کوئی بال کم کرائیں گے اور ان کو کفار کا کوئی خوف نہ ہوگا۔

☆ فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو دنیا کے ہر مذہب پر غالب کر دکھائیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو آپس میں تو شیر و شکر ہیں لیکن اللہ کے دشمنوں کے لیے بہت سخت ہیں۔ کبھی وہ رکوع میں ہیں کبھی سجدوں میں وہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے چہروں سے ان کی عبادت کی کیفیات ظاہر ہیں۔ ان کے لیے توریت اور انجیل میں بھی پیشن گوئیاں موجود ہیں۔

☆ اللہ نے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ایک کھیتی ہے جب پودا اپنی کونپل نکالتا ہے۔ پھر وہ کونپل آہستہ آہستہ موٹی ہو کر اپنی بنیادوں پر مضبوطی سے کھڑی ہو جاتی ہے تو جس نے کھیتی بوئی ہے وہ اپنی کھیتی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح اسلام کا پودا کبھی بہت کمزور تھا اب طاقت ور ہو گیا ہے۔ ایک وقت وہ آنے والا ہے جب پوری امت اور نبی کریم ﷺ دنیا بھر کی فتح سے خوش ہو جائیں گے۔ ان صحابہ کرامؓ کو ہر طرف کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوتی چلی جائیں گی اور دین اسلام ہر نظریہ اور مذہب پر غالب آ کر رہے گا۔

☆ جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کریں گے ان کو معاف کر کے اجر عظیم عطا کیا جائے گا اور دین و دنیا کی بھلائیاں عطا کی جائیں گی۔

(۱-۷)

سُورَةُ الفَتح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾

ترجمہ: آیت نمبرا تا ۳

(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عنایت کی ہے تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی ہر ایک کوتاہی کو معاف کر دے اور آپ پر اپنی نعمت کو پورا کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے تا کہ اللہ آپ کو ایسا غلبہ عطا فرمائے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

لغات القرآن آیت نمبرا تا ۳

فَتَحْنَا	ہم نے فتح دی۔ ہم نے کھول دیا
فَتْحًا مُّبِينًا	کھلی فتح
يَغْفِرَ	وہ معاف کر دیتا ہے
تَقَدَّمَ	آگے بھیجا
ذَنْبِ	گناہ۔ خطا
تَأَخَّرَ	پیچھے ہوا

يُتِمُّ	وہ پورا کرتا ہے
يَنْصُرُ	وہ مدد کرتا ہے
نَصْرًا عَزِيْزًا	زبردست مدد

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ نے بیت اللہ کی کنجی لی اور صحابہ کرامؓ سمیت آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا یعنی عمرہ ادا کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے اپنے سر منڈوائے اور کچھ نے تھوڑے سے بال کٹوائے۔ صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ انبیاء کرامؑ کے خواب وحی کا درجہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ اللہ کا اشارہ سمجھتے ہوئے بیت اللہ کی زیارت کے لئے بے تاب ہو گئے۔ تب آپ ﷺ نے بھی اسی سال عمرہ ادا کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ آس پاس کی بستیوں میں جب اہل ایمان کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی اس سفر عبادت میں شرکت کے لئے تیار ہو گئے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کی اس جماعت نے تیاریاں شروع کر دیں۔

روانگی سے پہلے نبی کریم ﷺ نے غسل فرمایا۔ احرام پہن کر اپنی جگہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ ہر سفر میں کسی نہ کسی ام المومنین کو ساتھ لے لیا کرتے تھے چنانچہ اس سفر میں حضرت ام سلمہؓ کو آپ نے ساتھ لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ اس طرح آپ مسافرانہ ہتھیار یعنی میان کے اندر بند تلواریں لے کر "قصواء" اونٹنی پر سوار ہو کر یکم ذی قعدہ ۶ ھ بروز پیر اپنے جان نثار صحابہ کرامؓ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے رخ پر چند میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ ہے وہاں آپ نے عرب کے اس وقت کے دستور کے مطابق ہدی (قربانی) کے جانوروں کو قلادے پہنائے۔ اونٹ کے کوہان چیر کر نشان بنائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہو گئے جو اس بات کا عملی اعلان تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ صرف بیت اللہ کی زیارت یعنی عمرہ کے لئے جارہے ہیں جنگ یا کسی پر حملہ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ایک شہر ہے۔ جب آپ نے اور صحابہ کرامؓ نے حدود حرم کے بالکل قریب حدیبیہ کے مقام پر جس کو آج کل شمیسہ کہا جاتا ہے قیام فرمایا تو بعض روایات میں آتا ہے کہ کفار کو پتہ ہی نہیں چلا۔ جب صبح کو کچھ چرواہوں نے مکہ مکرمہ کے قریب اتنے بڑے لشکر کو دیکھا تو وہ حیران رہ گئے اور انہوں نے کفار مکہ کو اطلاع کی۔ کفار قریش اس صورتحال کو دیکھ کر بوکھلا گئے اور اس بدحواسی میں یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے کیونکہ کسی دوست یا دشمن کو بیت اللہ میں آنے سے روکنے کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اگر روکتے تو ساری دنیا میں یہ بات پھیل جاتی کہ مکہ والوں نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت سے

روک کر ایک انتہائی غلط اور گناہ کی بات کی ہے اور اگر مسلمانوں کو اندر آنے دیتے ہیں تو اس سے کفار کا رعب ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا اور دنیا بھر کے اوپر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جاتی کہ مسلمان مکہ میں داخل ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ اس کشمکش سے نکلنے کے لئے قریش مکہ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی۔ بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ جیسے بھی ممکن ہو مسلمانوں کو بیت اللہ سے دور رکھا جائے اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں جن سے یہ ثابت ہو جائے کہ مسلمان چونکہ مکہ مکرمہ پر حملہ کی نیت سے آئے تھے اس لئے ان کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا گیا۔ اس کے لئے انہوں نے متعدد حملے، خفیہ سازشیں اور تدبیریں کیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی بر وقت تدبیروں اور اقدامات نے ان کی ہر سازش کو ناکام کر کے رکھ دیا۔ جب کفار مکہ کی ہر تدبیر فیل ہو گئی اور انہوں نے حالات کی نزاکت کو اچھی طرح محسوس کر لیا تب انہوں نے یہ طے کیا کہ کسی طرح صلح کر لی جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے سہیل بن عمرو جو بہت تیز طرار اور ذہین آدمی تھے ان کو صلح کرنے پر مقرر کیا۔ کفار قریش نے سہیل بن عمرو کو اس بات کی تاکید کر دی کہ صلح نامے میں ہر حال میں یہ طے کیا جائے کہ حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اس سال مدینہ منورہ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ اس وقت تین دن کے لئے مکہ کو خالی کر دیا جائے گا تاکہ مسلمان سہولت سے عمرہ ادا کر سکیں۔ سہیل بن عمرو سے طویل گفتگو کے بعد آخر کار صلح کی شرائط کو طے کر لیا گیا۔ اس صلح کے معاہدے کی زیادہ تر شرائط وہ تھیں جو کفار قریش کی طرف سے پیش کی گئی تھیں آپ ان کی ہر شرط کو مانتے چلے گئے۔ اس معاہدہ سے صحابہ کرام بہت حیران و پریشان اور دل برداشتہ ہو گئے۔ وہ اس تصور سے زیادہ پریشان تھے کہ جب ہم حق پر ہیں تو کفار سے اس قدر دب کر صلح کیوں کی جائے۔ اور بیت اللہ کے اس قدر قریب پہنچ کر بھی اس کی زیارت سے محروم کیوں رہیں لیکن صحابہ کرام جو مکمل اطاعت و فرماں برداری کا پیکر تھے وہ ان سب ناگواریوں کے باوجود خاموش تھے اور کوئی کسی قسم کا اجتماعی اختلاف نہ کیا البتہ انفرادی طور پر حضرت عمر فاروقؓ اور بعض صحابہ کرامؓ نے دبی زبان سے اتنا ضرور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم حق پر ہیں اور ان سے کمزور بھی نہیں ہیں پھر ہم دب کر ذلت کی شرائط کے ساتھ صلح اور معاہدہ کیوں کریں؟ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر حضرت عمرؓ کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ "اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد فرمائے گا اور مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا"۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ اور تمام صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ آپ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اللہ کو منظور تھا۔ لیکن ہر ایک کے دل میں یہ حسرت ضرور تھی کہ ہم بیت اللہ کے قریب پہنچ کر بھی بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہے اور صلح اگر آبرومندانہ طریقے پر ہوتی تو ہمارے حق میں بہت اچھا ہوتا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اس وقت کے دستور کے مطابق اپنے ہدی (قربانی) کے جانور ذبح کئے اور احرام کھول دیا تو صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کے عمل اور حکم کی تعمیل کی اور اس طرح بیت اللہ کی زیارت نہ کرنے کا غم لئے صحابہ کرام حدیبیہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپس جاتے ہوئے ابھی زیادہ فاصلہ طے نہ کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ پر سورۂ فتح کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اس صلح اور معاہدہ کو فتح مبین یعنی ایسی کھلی فتح قرار دیا جس میں کسی طرح کا شک و شبہ

نہیں ہے۔اس رنج وغم کی حالت میں جب صحابہ کرامؓ نے یہ سنا کہ اللہ نے اس کو فتح مبین قرار دیا ہے تو وہ یقین کے باوجود حیرت سے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے کہ یہ کیسی فتح مبین ہے جس میں کفار کے حصے میں تو بہت کچھ آ گیا ہے اور زبردست جنگوں کے فاتح صحابہ کرامؓ کے حصے میں ایک ایسی صلح کا پروانہ آیا ہے جو ان کے نزدیک آبرومندانہ معاہدہ نہ تھا۔لیکن بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دکھایا کہ صلح حدیبیہ درحقیقت اسلام اور اہل ایمان کی زبردست فتح اور کامیابی تھی کیونکہ اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوگی۔اس ایک شرط سے دین اسلام کی تحریک کو زبردست فائدہ پہنچا اور اس جنگ بندی سے دین اسلام کے فروغ کے دروازے کھل گئے تھے کیونکہ ہجرت کے بعد مسلسل جنگی حالات ہونے کی وجہ سے دعوت کا عمل رک سا گیا تھا۔اس جنگ بندی کے نتیجے میں فریقین کے درمیان تبادلہ خیال کی کھلی فضا میسر آ گئی تھی۔اس طرح اس معاہدہ نے مقابلے کے میدان کو بدل کر رکھ دیا تھا۔چونکہ دین اسلام ایک نظریاتی تحریک اور انقلاب کا نام ہے جس کے لئے امن وسلامتی کی فضا کا ہونا ضروری ہے اس لئے اس معاہدہ کی وجہ سے توحید کے نظریئے کو برتری حاصل ہوگئی تھی جس کو اللہ نے صراط مستقیم (سیدھا راستہ) فرمایا ہے۔درحقیقت صلح حدیبیہ نے توحید کے علم برداروں کے لئے آئندہ کی فتوحات اور نظریاتی کامیابی کے دروازوں کو کھول دیا تھا اور یہی فتح مبین ہے۔اسی لئے صحابہ کرامؓ نے فتح مکہ کے بجائے صلح حدیبیہ کو مسلمانوں کی زبردست فتح قرار دیا ہے۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح سمجھتے ہیں۔(ابن کثیر)

صلح حدیبیہ دین اسلام کے فروغ اور ترقی کا سنگ میل ثابت ہوا چنانچہ

(۱)۔حضرت عمرو ابن العاص اور حضرت خالد بن ولید جیسے ماہر سپہ سالاروں کو ایمان لانے کی توفیق نصیب ہوئی جس سے اہل ایمان کے اندر زبردست اعتماد کی فضا پیدا ہوئی۔

(۲)۔یہی وہ معاہدہ تھا جس کی برکت سے خیبر، وادی القریٰ اور مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

(۳)۔اس معاہدہ کی وجہ سے کفار کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی کیونکہ کفار قریش کے معاہدہ کی وجہ سے قبیلہ غطفان اور یہودیوں کے جذبات سرد پڑ گئے اور اس طرح کفار کی طاقت بکھر کر رہ گئی۔

(۴)۔مختصر سے عرصے میں نہ صرف مسلمان ریاست کی حدود مدینہ منورہ سے آگے بڑھ کر ملک شام تک پہنچ گئی تھیں بلکہ مسلمانوں کی تعداد اس قدر تیزی سے بڑھنا شروع ہوئی کہ اگر صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی تو ڈیڑھ سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

(۵)۔آپ نے صلح حدیبیہ کے بعد دنیا بھر کے بادشاہوں، امراء اور سربراہوں کو دین اسلام کی دعوت پیش کی جس کے عالمی سطح پر زبردست اثرات مرتب ہوئے۔

(۶)۔ اللہ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تمام اگلی پچھلی کوتاہیوں کی معافی کا اعلان فرما دیا۔ نہ صرف اللہ نے ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگذر فرمایا ہے بلکہ جو کچھ ظاہری، باطنی، جسمانی اور روحانی انعامات واحسانات ہیں ان کی تکمیل کا وعدہ فرمایا۔

(۷)۔ ساری دنیا کو بتا دیا گیا کہ آپ ﷺ ہدایت واستقامت (صراط مستقیم) کے راستے پر گامزن ہیں۔ اب ہدایت ورہنمائی صرف آپ کے دامن سے وابستگی ہی میں مل سکتی ہے۔

(۸)۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی طرف سے اہل ایمان کی ایسی مدد کی جائے گی جس کو نہ تو کوئی روک سکے گا اور نہ دبا سکے گا۔ اللہ ان کو وہ طاقت وغلبہ عطا فرمائے گا جس سے ہر جگہ ان کو عزت ہی عزت ملے گی۔

یہ ہے وہ فتح مبین جو دین اسلام کے فروغ، ترقی اور اہل ایمان کی عزت وسر بلندی کا باعث بن گئی۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ۙ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ۙ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۷

وہی تو ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں سکون (ضبط اور اطمینان) پیدا کیا تا کہ وہ ایمان یقین جو انہیں پہلے سے حاصل تھا ان کا ایمان ویقین اور بڑھ جائے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے

لشکر اللہ کے ہیں۔ اور اللہ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ تا کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ان کی خطاؤں کو دور کر دے گا اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔ تا کہ وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سخت سزا دے کیونکہ وہ اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں۔ ان لوگوں پر برا وقت آنے والا ہے۔ اور آخرت میں اللہ ان پر غضب ناک ہوگا اور ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔ ان کے لئے جہنم تیار ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۷

فَوْزًا عَظِيْمًا	بڑی کامیابی
اَلظَّآنِّيْنَ	گمان کرنے والے
ظَنَّ السَّوْءِ	برا گمان
دَآئِرَةُ السَّوْءِ	مصیبت کا دائرہ۔ چکر
اَعَدَّ	اس نے تیار کیا ہے
سَآءَتْ	بری۔ بدترین
مَصِيْرٌ	ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۷

جب نبی کریم ﷺ نے خواب میں یہ دیکھا کہ آپ عمرہ ادا کر رہے ہیں تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے جائیں۔ آپ ﷺ نے اس کا ذکر صحابہ کرامؓ سے کیا تو صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد نے آپ کے ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کو لے کر آپ عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے مکہ سے قریب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس موقع پر کفار مکہ نے اہل ایمان میں اشتعال پھیلانے اور اس غلط فہمی کو عام کرنے کی ہر ممکن

کوشش کی کہ مسلمان عمرہ ادا کرنے نہیں بلکہ عمرہ کے بہانے مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے آئے ہیں۔ کفار قریش مختلف کاروائیاں کرنے کے باوجود جب اپنی بات ثابت نہ کر سکے تو انہوں نے صلح کرنے کی بات کی اور بعض شرائط کے ساتھ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے یہ کہا کہ اس سال تو آپ واپس چلے جائیں آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ کفار نے شرائط بھی ایسی رکھیں جو بظاہر مسلمانوں کے لئے توہین آمیز تھیں لیکن جب صحابہ کرامؓ نے یہ محسوس کیا کہ آپ ہر حال میں صلح کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے فیصلے کے سامنے سب خاموش رہے اور کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا اور آپ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا۔ آپ ﷺ نے جانور قربان کر دیئے، احرام کھول دیئے اور مدینہ منورہ واپسی کا حکم دیا جس کی صحابہ کرامؓ نے پوری طرح تعمیل کی لیکن تمام صحابہؓ اپنے دلوں میں شدید رنجش اور ذلت محسوس کر رہے تھے۔ ابھی مکہ سے واپسی پر چند میل ہی گئے ہوں گے کہ سورۂ فتح کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا کی ہے اور آپ سے جو بھی کوتاہیاں ہوگئی ہیں یا آئندہ ہوں گی وہ سب معاف کر دی گئیں۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ وہ آپ کے اوپر اپنی نعمت کو مکمل فرما دے۔ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائے اور آپ کی زبردست مدد فرمائے۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعی ''صلح حدیبیہ'' فتح مبین تھی کیونکہ اس صلح کی وجہ سے کفار نے جن طاقتوں سے معاہدے کر رکھے تھے ان میں پھوٹ پڑ گئی اور کفار بری طرح کمزور پڑ گئے۔ خیبر فتح ہوا۔ ساری دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں تک دین اسلام کا پیغام پہنچایا گیا اور گروہ کے گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ جب سورۂ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو اللہ کا وہ کرم ہے جو اس نے آپ پر کیا ہے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر زیر مطالعہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے اہل ایمان کے دلوں میں ''سکینہ'' نازل کیا یعنی کفار اور منافقین کی شدید اشتعال انگیزیوں اور مخالفتوں کے باوجود صحابہ کرامؓ مشتعل نہ ہوئے اور اللہ کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری، اعلیٰ ترین کردار، تحمل، برداشت، سنجیدگی اور وقار کا بے مثال مظاہرہ کیا حالانکہ کفار ومنافقین صرف اشتعال ہی نہیں دلا رہے تھے بلکہ طرح طرح کی غلط فہمیاں بھی پیدا کر رہے تھے مثلاً مدینہ میں منافقین یہ کہہ رہے تھے کہ خواہ مخواہ موت کے منہ میں کود پڑنے سے کیا فائدہ۔ دوسری طرف کفار قریش اس بات کا بڑی شدت سے پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ مسلمان عمرہ کرنے نہیں بلکہ مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں لہٰذا ان کو ہر حال میں مکہ میں داخل ہونے سے روکنا ضروری ہے۔

(۱)۔ اس وقت اہل ایمان نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کی اس کی مثال ساری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسی کو اللہ نے ''سکینہ'' فرمایا ہے۔

(۲)۔ دوسری نعمت یہ عطا فرمائی کہ اہل اسلام کے ایمان ویقین میں اور ترقی عطا فرمائی اور وہ اللہ ورسول کے احکامات کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دینے سے نصیب ہوئی۔

(۳)۔ تیسری نعمت یہ ہے کہ وہ اللہ جس کے پاس آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر موجود ہیں اس نے ان کے ذریعہ

کفار قریش کے دلوں میں رعب اور ہیبت کو ڈال دیا اور ان کی ہر سازش کو ناکام بنا دیا اور یہ سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہوا جو ہر بات کو جانتا ہے اور وہی اس کی حکمت سے واقف ہے۔

(۴)۔ چوتھی نعمت یہ ہے کہ ان اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ہر طرف خوش حالی، خوشیاں اور سرسبزی و شادابیاں ہوں گی جن میں اہل ایمان ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۵)۔ پانچویں نعمت یہ ہے کہ اللہ ان کی تمام خطاؤں، لغزشوں اور بھول چوک کو معاف فرمادے گا اور یہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑی کامیابی ہے۔ فرمایا کہ اہل ایمان تو جنت کی ابدی راحتوں میں ہوں گے لیکن منافق مرد اور عورتیں، مشرک مرد اور عورتیں جنہوں نے اللہ و رسول کے خلاف طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلا رکھی تھیں وہ اپنے جال میں اور حالات کے بھنور میں اسی طرح پھنسے رہیں گے کہ ان پر اللہ کا غضب اور لعنت برستی رہے گی اور اللہ نے ان کے لئے بدترین ٹھکانا جہنم تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ کے ہیں اور وہ اللہ ہر چیز کی حکمت اور راز کو پوری طرح جانتا ہے۔ وہی اہل ایمان کو پوری طرح نجات اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کرے گا اور کفار کو ایسی جہنم میں جھونک دیا جائے گا جو ایک بدترین ٹھکانا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس سے بڑھ کر اہل ایمان کی کامیابی کیا ہوگی کہ اللہ ان کو دنیا میں بھی سرخ رو فرمائے گا اور آخرت میں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز دے گا۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

ع ۱ / ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور (برے انجام سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ (کے رسول کی) مدد کرو۔ ان کا ادب و احترام کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ بے شک جو

لوگ آپ (کے ہاتھ پر) بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ان بیعت کرنے والوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جو شخص (بیعت یعنی) وعدہ توڑتا ہے تو اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر پڑے گا۔اور جو شخص اس کو پورا کرتا ہے جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اس کو بہت جلد اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۰

شَاهِدٌ	گواہی دینے والا
تُعَزِّرُوا	تم مدد کرو
تُوَقِّرُوْا	تم عزت واحترام کرو
تُسَبِّحُوْا	تم پاکی بیان کرو
بُكْرَةٌ	صبح
اَصِيْلٌ	شام
يُبَايِعُوْنَ	بیچ دیتے ہیں۔ بیعت کرتے ہیں
يَدُ اللّٰهِ	اللہ کا ہاتھ
فَوْقَ	اوپر
يَنْكُثُ	وہ توڑ ڈالتا ہے
اَوْفٰى	اس نے پورا کیا
سَيُؤْتِيْ	بہت جلد وہ دے گا

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

اس سے پہلی آیات کی تشریح میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ

عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو کفار مکہ بوکھلا گئے اور اس تصور سے کانپ اٹھے کہ اگر نبی کریم ﷺ اور بدر، احد، خندق وغیرہ کے فاتح صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ سے ہو کر بھی چلے گئے تو ساری دنیا میں قریش کا رعب ختم ہو جائے گا اور ان کی حیثیت کو بھی زبردست دھکا پہنچے گا۔ دوسری طرف بیت اللہ کی حاضری کا قانون یہ تھا کہ دوست یا دشمن کسی کو بھی بیت اللہ کی زیارت سے روکنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس صورتحال سے نبٹنے کے لئے سارے قریشی سردار سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی طرح یہ ثابت کر دیا جائے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ عمرہ کے لئے نہیں بلکہ جنگ کرنے اور مکہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں چنانچہ انہوں نے متعدد ٹولیوں کو بھیج کر حملہ کرنے کی کوشش کی جس کو نبی کریم ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے ناکام بنا دیا۔ مکہ والوں کو سمجھانے کے لئے آپ نے سب سے پہلے خراش ابن امیہ خزاعی کو اس پیغام کے ساتھ قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے آئے ہیں اور بس۔ کفار مکہ اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ وہ حرم میں اس اخلاقی اصول کو بھی بھول گئے تھے کہ کسی کے قاصد اور سفیر کو نہ تو قتل کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کو کسی طرح کی اذیت دی جا سکتی ہے۔ انہوں نے حضرت خراش کو قتل کرنا چاہا جب کچھ لوگ بیچ میں پڑ گئے تو ان کی جان بچ گئی لیکن ان کے اونٹ کو جان سے مار ڈالا اور وہ کسی طرح جان چھڑا کر واپس آ گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو بھیجا تا کہ وہ مکہ والوں کو ان کی اپنی حرکتوں سے روکیں اور یقین دلائیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ محض عمرہ اور زیارت بیت اللہ کے لئے آئے ہیں۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کا قریش میں ایک خاص مقام تھا اس لئے انہوں نے حضرت عثمان کو تو کچھ نہ کہا البتہ یہ کہا کہ ہم کسی حال میں حضرت محمد ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عثمان سے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو عمرہ ادا کر کے واپس چلے جاؤ۔ حضرت عثمان غنیؓ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں تنہا عمرہ ادا نہ کروں گا جب تک میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ عمرہ ادا نہ کر لیں۔ کفار نے اس بحث مباحثے میں ان کو روک لیا۔ ادھر مسلمانوں کے لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار قریش نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ اس افواہ سے مسلمان بے قابو ہونے لگے اور آپ ﷺ نے بھی اس وقت تک حدیبیہ سے واپس جانے سے انکار کر دیا جب تک خون عثمانؓ کا بدلہ نہ لے لیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے اس عزم کا اعلان کر دیا کہ اب کچھ بھی ہو جائے ہم یہاں سے واپس نہ جائیں گے۔ بے شک ہم جنگ کے ہتھیار ساتھ نہیں لائے لیکن اپنی جانیں لڑا دیں گے خون عثمانؓ کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ تمام صحابہ کرامؓ نے بیعت کر لی اس وقت حضرت عثمان موجود نہ تھے تو آپ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ اس طرح آپ نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی شان اور عظمت میں قیامت تک کے لئے چار چاند لگا دیئے۔

جب کفار قریش کو مسلمانوں کے جوش و خروش اور اس بیعت کا علم ہوا تو انہوں نے اطلاع کرا دی کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں اور ان کے شہید کئے جانے کی اطلاع غلط ہے۔ اس موقع پر جو بیعت لی گئی اس کو "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرامؓ کے اس پر خلوص جذبے کو پسند فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جس نے بھی نبی کریم ﷺ کے ہاتھ

پر بیعت کی ہے گویا اس نے اللہ سے بیعت کی ہے۔ آپ کے دست مبارک کو اللہ نے اپنا ہاتھ قرار دے کر حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے جذبے کو ابدی عظمت سے ہم کنار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ ﷺ کو "شاہد" بنا کر بھیجا ہے یعنی حقیقت اور سچائی کا اظہار کرنے والا اور قیامت میں اہل ایمان کی صداقتوں اور ایمان کی گواہی دینے والا اور بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے یعنی حسن عمل کرنے والوں کے بہتر انجام کی خوش خبری دینے والا اور ہر خطا کار کو اس کے برے انجام سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ ہر شخص آپ پر ایمان لائے اور وہ اہل ایمان ان کی عزت وتوقیر کے ساتھ ساتھ ہر طرح ان سے تعاون کریں۔ صبح وشام اللہ کی حمد وثنا کریں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب آپ (ان سے صحابہ کرام سے درخت کے نیچے) بیعت لے رہے تھے تو در حقیقت وہ (ہمارے نمائندے اور بندے) حضرت محمد ﷺ سے نہیں بلکہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے وہ ہاتھ ان کا نہ تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب جو شخص بھی اس عہد کو توڑے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو اپنے اس عہد اور بیعت کی پابندی کرے گا تو وہ وقت بہت قریب ہے جب اللہ ان لوگوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

سَیَقُوْلُ لَکَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْلَنَا یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ لَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِکُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ نَفْعًا بَلْ کَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓی اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّزُیِّنَ ذٰلِکَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَکُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

(اے نبی ﷺ) عنقریب وہ دیہاتی جو (حدیبیہ کے موقع پر) پیچھے رہ گئے تھے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور گھر والوں نے مشغول کر لیا تھا (یعنی فرصت ہی نہ لینے دی) تو آپ ہمارے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے۔ (اللہ نے فرمایا) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے وہ بیان کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جس کو یہ اختیار حاصل ہو (وہ نقصان یا نفع پہنچا سکے)؟ بلکہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ تم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ اب پیغمبر اور اہل ایمان کبھی پلٹ کر اپنے اہل وعیال کے پاس نہیں آئیں گے۔ اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھلی لگتی تھی اور تم نے (بہت سے) بدترین گمان قائم کر رکھے تھے۔ اور تم ہو ہی برباد ہو جانے والے (یاد رکھو) جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے گا تو ہم نے ایسے کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے (لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ) اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

اَلْمُخَلَّفُوْنَ	پیچھے رہ جانے والے
اَلْاَعْرَابُ	دیہاتی۔ گاؤں والے
شَغَلَتْ	مشغول کر لیا
اَلْسِنَةٌ (لِسَانٌ)	زبانیں
ضَرٌّ	نقصان (دینے والا)
لَنْ يَّنْقَلِبَ	ہرگز نہ لوٹے گا

زُيِّنَ	خوبصورت بنادیا گیا
بُوْرٌ	تباہ و برباد ہونے والا
سَعِيْرٌ	دھکتی آگ۔ جہنم

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

نبی کریم ﷺ عمرہ کی نیت سے ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت سب کو معلوم تھا کہ آپ زیارت بیت اللہ۔ کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں سوائے منافقین کے تقریباً سب ہی صحابہ کرامؓ عمرہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ منافقین کا یہ خیال تھا کہ اب مسلمان کفار کے گڑھ میں جا رہے ہیں وہاں سے سب کا بچ کر آنا ممکن نہیں ہے تو انہوں نے مختلف بہانے تراش کر آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ جانے سے اپنے پہلو کو بچالیا۔ جب صلح حدیبیہ کے ذریعہ اللہ نے مسلمانوں کو زبردست کامیابی عطا فرمادی جس سے دنیا بھر میں اللہ کے پیغام کو فروغ حاصل ہوا تو اس وقت مدینہ کے آس پاس کے وہ لوگ جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کے دلوں نے ایمان کی پختگی حاصل نہ کی تھی اور ان کی کچھ ہمدردیاں کفار قریش کے ساتھ بھی تھیں آ کر طرح طرح کی بہانے بازیاں شروع کر دیں۔ کہنے لگے کہ ہماری تو دلی آرزو یہی تھی کہ ہم آپ کے ساتھ جانے کی سعادت حاصل کرتے مگر ہمارے لئے مشکل یہ تھی کہ ہمارے گھر والوں اور گھر کے سامان اور مویشوں کی دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا اس لئے ہم پیچھے رہ گئے ورنہ ہماری تو دلی خواہش یہی تھی کہ ہم آپ کے ساتھ جاتے۔ ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اب ہم سے یہ خطا اور قصور تو ہو گیا اب آپ ہمارے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کر دیجئے تا کہ اللہ ہماری اس غلطی کو معاف فرمادے۔ فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں یہ ان کے دلوں کی باتیں نہیں ہیں۔ یہ ہر بات میں نفع اور نقصان کے پہلو کو دیکھتے ہیں حالانکہ کسی کو نفع دینا یا نقصان پہنچانا یہ اللہ کا کام ہے جو انسانوں کی ہر بات سے بہت اچھی طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دراصل ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اب اللہ کے رسول اور اہل ایمان اپنے گھروں کو واپس نہ لوٹیں گے لہٰذا اپنی جانیں کھپانے سے کیا فائدہ یہ خیال ان کے دلوں میں اس طرح جم چکا تھا کہ انہوں نے اللہ کے بارے میں بہت ہی برے گمانوں کو دلوں میں پال رکھا تھا جس نے انہیں برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر یقین و ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے جہنم کی بھڑکتی آگ تیار ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ فرمایا کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آسمانوں اور زمین

میں جو کچھ بھی ہے اس کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے جس کی ہر طرح قدرت ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے لیکن اللہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ وہ پھر بھی لوگوں کے گناہوں کو معاف کر کے ان پر مہربانیاں فرماتا رہتا ہے۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾

النصف ع ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

پیچھے رہ جانے والے عنقریب یہ بات کہیں گے کہ جب تم (خیبر کے) مال غنیمت کو لینے جاؤ گے تو ہمیں بھی اجازت دے دو تا کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم (اس موقع پر) ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ نے پہلے سے یہ بات کہہ دی ہے۔ پھر وہ کہیں گے کہ (بات یہ ہے) تم ہمارے بھلے سے جلتے ہو۔ بلکہ وہ بات کو بہت کم سمجھتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ تمہیں بہت جلد ایک

ایسی قوم سے مقابلے کی دعوت دی جائے گی جو سخت جنگ جو ہوں گے۔ تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ اطاعت قبول کرلیں گے۔ پھر اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تمہیں بہترین درجہ عطا فرمائے گا اور اگر تم نے سرکشی کی (اطاعت نہ کی) جس طرح تم اس سے پہلے (حدیبیہ کے موقع پر) سرکشی و نافرمانی کر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک سزا دے گا۔

نہ تو اندھے پر کوئی گناہ ہے نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے۔ جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (اطاعت و فرماں برداری سے) منہ پھیرے گا تو وہ اس کو بدترین عذاب دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

اِنْطَلَقْتُمْ	تم چلے
مَغَانِمَ	مال غنیمت
ذَرُوْا	چھوڑ دو
تَحْسُدُوْنَ	تم حسد کرتے ہو
لَا يَفْقَهُوْنَ	وہ نہیں سمجھتے ہیں
سَتُدْعَوْنَ	تم بہت جلد بلائے جاؤ گے
اُولِیْ	والے
بَاْسٌ شَدِيْدٌ	سخت لڑائی۔ بڑی جنگ
تُقَاتِلُوْنَ	تم جنگ کرو گے
يُسْلِمُوْنَ	وہ اسلام لاتے ہیں
تَوَلَّيْتُمْ	تم پلٹ گئے۔ تم نے منہ پھیرا

اَلْاَعْمٰی	اندھا
حَرَجٌ	گناہ۔ تنگی
اَلْاَعْرَجُ	لنگڑا

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

صلح حدیبیہ کے بعد جب اہل ایمان جنوب کی طرف سے مطمئن اور صلح کی شرائط کے مطابق کفار قریش کے حملے سے محفوظ ہوگئے تو آپ نے خیبر کے اس علاقے کی طرف توجہ فرمائی جو یہودی سازشوں کا مرکز بن چکا تھا اور ان سے اہل ایمان کو شدید خطرات تھے۔ یہ خیبر کے یہودی تھے جنہوں نے کفار قریش کو مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے اکسایا تھا اور ان کی ہر طرح مدد کی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد ذی الحجہ میں آپ تمام صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آگئے۔ ابھی کچھ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ آپ نے یہودی سازشوں کے مرکز خیبر پر حملہ کا منصوبہ بنالیا اور محرم میں آپ ﷺ نے ان تمام صحابہ کے ساتھ جو بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ میں شریک تھے ان کو ساتھ لیا اور اللہ کے حکم سے پیش قدمی شروع کر دی اور بہت تھوڑے عرصے میں خیبر، فدک اور تیما کے علاقے فتح کر لئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو وہ لوگ جو عمرہ کے لئے ساتھ نہیں گئے تھے وہ سب کے سب دیہاتی کچھ شرمندگی کی وجہ سے اور کچھ مال غنیمت کے لالچ میں غزوہ خیبر میں ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے اس غزوہ میں صرف ان ہی صحابہ کرام کو چلنے کی اجازت دی جو صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے وقت موجود تھے۔ جب ان دیہاتیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں سے کہنا شروع کیا کہ تم ہمیں اس لئے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے کہ تم ہم سے جلتے ہو اور تمہیں اندیشہ ہے کہ ہم مال غنیمت میں سے کچھ لے لیں گے تو تمہارے حصے میں کمی آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب اہل ایمان مال غنیمت کے لئے نہیں بلکہ اللہ و رسول کی فرماں برداری میں جارہے ہیں۔ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے لڑیں گے اور مال غنیمت کے بھی مستحق ہوں گے۔ دراصل یہ دیہاتی اللہ کے فیصلے کو بدلنا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کے فیصلے بدلے نہیں جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اگر انہیں جنگ میں حصہ لینے کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ ذرا صبر سے کام لیں۔ کیونکہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ان کو زبردست اور سخت قوم سے جنگ کے لئے بلایا جائے گا۔ ان سے جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ دین اسلام کے سامنے اپنے ہتھیار نہ ڈال دیں۔ وہی ان کے امتحان کا وقت ہوگا۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس شدید جنگ سے مراد قیصر و کسریٰ جو دنیا کی عظیم سلطنتیں تھیں اور ساری دنیا پر ان کا قبضہ تھا ان سے جنگ کئے جانے کی پیش گوئی کی جارہی ہے۔ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی طاقتوں سے ٹکرانے اور جنگ کرنے کا واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں پیش آیا اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب دنیا کی ساری طاقت ور قومیں اور سلطنتیں

ان کے قدموں کے نیچے ہوں گی۔ چنانچہ خلفاء راشدین کے دور میں تقریباً ساری دنیا پر صرف اسلام ہی کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی واضح کر کے بتا دیا کہ جن لوگوں کو واقعی عذر تھا ان کے لئے معافی ہے جیسے نابینا، لنگڑا، مریض اور بیمار وغیرہ۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور جو منہ پھیرے گا اس کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

یقیناً اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ لوگ ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ پھر اللہ نے ان کے دلوں کے حال کو جان لیا تھا۔ پھر اس نے ان پر سکینہ (سکون قلب) نازل کیا اور ان کو اس کے بدلے میں ایک ایسی فتح عنایت کی جو قریب ہی تھی۔ اور ان کو بہت سا مال غنیمت بھی دیا جس کو وہ حاصل کر رہے تھے۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ تم سے اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر چکا ہے جنہیں تم (بہت جلد) حاصل کرو گے اس لئے اس نے

فوری طور پر یہ مال غنیمت عطا کر دیا ہے۔ اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا ہے تا کہ یہ بات مومنوں کے لئے ایک نشانی بن جائے اور وہ تمہیں صراط مستقیم کی ہدایت دیدے۔ اور ایک دوسری فتح بھی (ملنے والی) ہے جس پر تمہیں ابھی قدرت حاصل نہیں ہے مگر اس کو اللہ نے گھیر رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

رَضِیَ	راضی ہو گیا
تَحْتَ الشَّجَرَةِ	درخت کے نیچے
اَلسَّكِيْنَةُ	اطمینان وسکون
اَثَابَ	اس نے بدلہ دیا۔ پلٹا دیا
عَجَّلَ	اس نے جلدی کی
كَفَّ	اس نے روک لیا
اُخْرٰى	دوسری
لَمْ تَقْدِرُوْا	تم نے قابو نہیں پایا

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش نے اس غلط فہمی کا زبردست پروپیگنڈا کر رکھا تھا کہ اہل ایمان عمرہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ جنگ کرنے اور مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کفار قریش کو سفارتی سطح پر سمجھانے کی کوشش کی اور بتا دیا کہ ہمارا مقصد صرف عمرہ ادا کرنا ہے جنگ کرنا نہیں۔ آخر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کر کے چلے جائیں گے۔ حضرت عثمان نے بھی کفار قریش کو سمجھانے کی کوشش کی مگر کفار نے کسی بھی بات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اس بحث مباحثہ میں اتنی دیر ہو گئی کہ حضرت عثمان کے نہ آنے سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ میں

بے چینی بڑھنا شروع ہوئی۔ اسی دوران یہ خبر پھیل گئی کہ کفار قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا۔ اس خبر کے پھیلتے ہی ایک کہرام مچ گیا نبی کریم ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ سے بیعت لی کہ جب تک ہم حضرت عثمان کے خون کا بدلہ نہیں لے لیتے اس وقت تک ہم واپس نہیں جائیں گے یعنی ہم مر جائیں گے مگر دشمن کو پیٹھ دکھا کر نہ جائیں گے۔ اسلامی تاریخ میں اس بیعت کو ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے۔

اس بیعت میں چودہ سو صحابہ کرامؓ نے عہد کیا جن میں خلفاء راشدینؓ بھی شریک تھے چونکہ حضرت عثمانؓ جو خلیفہ راشد ہیں وہ مکہ میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اس طرح اس بیعت رضوان میں چاروں خلفاء راشدین شریک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام صحابہ کرامؓ کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان کے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ فرمایا کہ اللہ کو صحابہ کرامؓ کے جذبے اور خلوص کا اچھی طرح علم تھا اس لئے اللہ نے ان پر ''سکینہ'' نازل فرمایا یعنی اس بے سکونی، مایوسی اور گھبراہٹ کے وقت ہر طرح کے اضطراب اور پریشانی کے مقابلے کے لئے ان کے دلوں میں اطمینان و سکون پیدا فرما دیا اور اس واقعہ کو بہت قریبی فتح کی بنیاد بنا دیا۔ اس میں فتح مکہ اور فتح خیبر کی طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ اب تم بہت جلد (فتح خیبر کے ذریعہ) بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کرو گے اور بہت جلد مکہ فتح ہو کر ہر طرف دین اسلام کا فروغ ہو گا جس سے ہزاروں فائدے اور مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک بڑا نازک وقت تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے سب لوگ حدیبیہ میں موجود تھے مدینہ منورہ خالی تھا یہود اور مشرکین کے قبیلے ان پر چڑھائی کر سکتے تھے۔ ادھر جو صحابہ کرامؓ عرب کے رواج کے مطابق صرف ایک ایک تلوار ہاتھ میں لے کر عمرہ کی نیت سے آئے تھے اور کفار کے بنائے گئے گڑھ کے قریب تھے وہ کفار ان پر حملہ کر کے ان کو شدید نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کفار کو اس طرف سوچنے کا موقع ہی نہ دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا یہ بھی اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت تھی۔

کیونکہ اللہ کی یہ مشیت تھی کہ وہ اہل ایمان کے خلوص اور ہمت و طاقت کو ایک نشانی بنا دے اور ان کو ہدایت کے جو بھی مقام اور مرتبے حاصل تھے ان میں اور اضافہ و ترقی فرما دے۔ اللہ نے ساتھ ہی ساتھ اس بات کی خوش خبری بھی عطا فرما دی کہ اس صبر و تحمل اور سکینہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں ان علاقوں پر بھی فتح و نصرت عطا فرمائے گا جو ابھی تک مسلمانوں کے ہاتھ میں تو نہیں آئے لیکن اللہ نے ان کو گھیر لیا ہے اور بہت جلد وہ اہل ایمان کو عطا کر دیئے جائیں گے کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت و قدرت صرف اللہ کے لئے ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ سے راضی ہونے کی خوش خبری عطا فرمائی ہے یعنی جس طرح غزوہ بدر میں شریک صحابہ کرامؓ کی یہ شان ہے کہ اللہ ان سے ہمیشہ کے لئے راضی ہو گیا اسی طرح بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرامؓ سے راضی ہو جانے کی خوش خبری بھی عطا کی گئی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کے متعلق اس

موقع پر فرمایا" اَنْتُمْ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ "یعنی تم روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر ہو۔(بخاری ومسلم)

ام بشر سے روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

لَایَدْخُلُ النَّارَ اَحَد" مِمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔(مسلم شریف)

یعنی جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

قرآن کریم اور ان روایات سے یہ ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرام وہ ہیں جن سے اللہ قیامت تک کے لئے راضی ہوگیا ہے یہ نہ صرف صاحبان ایمان ہیں بلکہ اللہ نے ان کی مغفرت کا وعدہ بھی فرمالیا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ (نعوذ باللہ) حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تمام صحابہ کرامؓ مرتد ہو گئے تھے وہ لوگ ان آیات اور احادیث کی روشنی میں غور کریں کہ وہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے متعلق کس قدر بے ہودہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنی عاقبت کی فکر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی اطاعت ومحبت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت وشان کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـــُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۶

اور اگر یہ کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ پھر وہ کسی کو نہ تو اپنا حمایتی پاتے اور نہ کسی کو اپنا مددگار۔

اور یہ اللہ کی وہ سنت ہے جو پہلے ہی سے چلی آرہی ہے۔ اور تم اس کے طریقے میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں مکہ کی سرحد میں ان کافروں پر قابو پا جانے کے باوجود ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکے رکھا۔ تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

یہ وہی تو ہیں جنہوں نے کفر کیا۔ تمہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے جانوروں کو جو (حدیبیہ کے مقام پر رکے ہوئے تھے) ان کے ٹھکانے (قربان گاہ) پر پہنچنے سے روک دیا تھا۔ اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم ان مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو جنہیں تم پہچانتے نہ تھے ان کو بے خبری میں تم روند ڈالتے اور پھر تمہیں ان بے گناہوں کی وجہ سے نقصان پہنچتا۔ یہ جنگ روکی نہ جاتی۔ وہ اس لئے روکی گئی کہ وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے۔ البتہ اگر (یہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں) الگ ہو گئے ہوتے تو ہم (ان میں سے جو) کافر تھے ان کو سخت اور دردناک عذاب دیتے۔

اور جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں غیرت و حمیت کو جگہ دی جو جہالت کی غیرت و حمیت تھی تو اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول اور ایمان والوں پر سکینہ (سکون قلب) نازل کیا اور اس نے ان (اہل ایمان کو) پرہیزگاری پر جمائے رکھا۔ اور مسلمان ہی اس تقویٰ کی بات کے زیادہ حق دار اور اس کلمہ حق کے اہل تھے۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۶

لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ — وہ ضرور پیٹھ پھیریں گے

قَدْ خَلَتْ — یقیناً گذر گئی

بَطْنٌ — پیٹ۔ درمیان

اَظْفَرَ — اس نے قابو کیا

مَعْكُوْفٌ — رکا ہوا

اَنْ يَّبْلُغَ — یہ کہ وہ پہنچے

مَحِلَّهٗ — اپنی جگہ

اَنْ تَطَئُوْا — یہ کہ تم روند ڈالو

مَعَرَّةٌ — دکھ۔ گناہ۔ تکلیف

لَوْ تَزَيَّلُوْا — اگر وہ الگ ہو جائے۔ ٹل جائے

اَلْحَمِيَّةُ — غیرت۔ ضد۔ ہٹ

اَلْزَمَ — اس نے لازم کر دیا

اَحَقُّ — زیادہ حق دار

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۶

صلح حدیبیہ کے واقعات اور اس کی مصلحتوں کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ارشاد ہے کہ بے شک اللہ نے کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے اور جوابی کاروائی کرنے سے اور جذباتی لمحات میں اہل ایمان کو کفار پر حملہ کرنے سے روک دیا تھا لیکن اگر مسلمانوں کی غربت و بے بسی کے باوجود جنگ ہو جاتی تو کفار کو پیٹھ دکھا کر بھاگنا پڑتا اور ان کفار کی کسی قبیلے یا قوم کی طرف سے کوئی مدد نہ ہو سکتی اور ان کفار کو زبردست شکست اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا لیکن اللہ کی مصلحت یہ تھی کہ اس وقت جنگ نہ ہو تاکہ فساد اور شر پھیلانے والوں کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جائے اور جنگ کے نتیجے میں وہ بہت سے لوگ جو ایمان قبول کر چکے تھے یا ذہنی طور پر دین اسلام سے متاثر ہو کر اپنے ایمانی جذبوں کو چھپائے ہوئے تھے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے کیونکہ جب باہمی جنگ شروع ہو جاتی تو کفار اہل

ایمان کو نقصان پہنچاتے یا اہل ایمان جب حملہ کرتے تو بے خبری میں سب کو روندتے چلے جاتے۔ اس لئے اللہ نے ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ ہر حال میں صلح ہو جائے اور جنگ کی نوبت نہ آسکے۔ صلح حدیبیہ جس کو اہل ایمان اس کی بعض شرائط کی وجہ سے اپنے لئے توہین آمیز سمجھ رہے تھے اس میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں جن کے بہترین اثرات کو ہر اہل ایمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی باتوں اور مصلحتوں کو زیر مطالعہ آیات میں بیان ارشاد فرمایا ہے۔

اگر یہ صلح نہ ہوتی اور تم کافروں سے قتال و جہاد کرتے تو یہ کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور اس وقت ان کفار کی حمایت اور مدد کرنے کوئی نہ پہنچتا۔ اللہ کا یہی دستور اور قانون ہے (کہ جو اس نے ہمیشہ کفار و مشرکین کے متعلق اختیار فرمایا ہے) نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اللہ کے قانون اور دستور میں کبھی تبدیلی نہ پائیں گے۔ اس اللہ نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے تھے اور وہ بھی عین مکہ (مقام حدیبیہ جو مکہ سے قریب ہے) جب کہ اس نے تمہیں ان کفار پر غلبہ بھی دیدیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں پر نگران ہے اور دیکھ رہا ہے۔ فرمایا کہ (ہمیں یہ معلوم ہے کہ) یہ کفار وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر و انکار کا طریقہ اختیار کیا۔ انہوں نے عمرہ کی ادائیگی سے مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جو جانور تھے ان کو منیٰ جانے سے روکا۔ ان باتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ جنگ کے ذریعہ ان کفار کو تہس نہس کر دیا جاتا لیکن جنگ نہ کرنے میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ مکہ میں بہت سے اہل ایمان مرد اور عورتیں وہ تھے جو کفار کے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے تھے وہ اہل ایمان کے ہاتھوں بے خبری میں مارے جاتے اور روندے جاتے۔ یہ اس لئے بھی کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر یہ اہل ایمان مکہ میں نہ ہوتے تو ہم مومنوں کے ہاتھوں کفار کو دردناک سزا دلاتے کیونکہ یہ کفار پھر سے اسی جاہلیت کی ضد اور عصبیت پر قائم تھے لیکن اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر ''سکینہ'' سکون قلب (اور اطاعت رسول کے جذبے) کو نازل فرمایا اور ان اہل ایمان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا کیونکہ وہی اہل ایمان اس کے زیادہ حق دار بھی تھے۔ اللہ وہ ہے جو ہر بات کی مصلحت اور حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾

ع ۴ ۳ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو برحق تھا۔ کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ داخل ہو گے۔ سر منڈواتے یا اپنے سروں کے بال کترواتے ہوئے اس طرح داخل ہو گے کہ تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا۔ پھر اللہ ان باتوں سے خوب اچھی طرح واقف ہے جسے تم نہیں جانتے۔ پھر اللہ نے (مسجد حرام میں داخلے سے پہلے) ایک ایسی فتح عنایت کر دی جو بہت قریب تھی۔

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ (صحابہ کرامؓ) جو ان کے ساتھ ہیں (ان کی خصوصیت یہ ہے کہ) کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم و کرم کا پیکر ہیں۔ تم انہیں کبھی رکوع اور کبھی سجدوں میں دیکھو گے۔ وہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کی رضامندی (حاصل کرنے میں) لگے رہتے ہیں۔ ان کی (سچائی اور صداقت) کی علامت سجدوں کی کثرت سے ان کے چہروں پر نمایاں ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی (عظمتوں کی) مثالیں توریت اور انجیل میں موجود ہیں۔ (ان کی مثال ایسی ہے) جیسے ایک کھیتی کہ اس نے کونپل نکالی پھر اس کو سہارا دیا اور وہ بڑھ کر موٹی ہوئی پھر وہ کھیتی اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی جو کاشت کرنے والوں کو خوش منظر دکھائی دینے لگی۔ (اسی طرح صحابہ رسول بھی مضبوط ہوں گے) تا کہ اللہ ان کافروں کو غیض و غضب میں مبتلا کر دے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو اللہ نے ان سے بہت بڑی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

صَدَقَ اللّٰهُ	اللہ نے سچ فرمایا
اَلرُّءْ يَا	خواب
لَتَدْخُلُنَّ	البتہ تم ضرور داخل ہو گے
اٰمِنِيْنَ	امن والے۔ سکون والے
مُحَلِّقِيْنَ	سر کے سارے بال منڈوانے والے
رُؤُسٌ (رَاْسٌ)	سر
مُقَصِّرِيْنَ	بال چھوٹے کرنے والے۔ قصر کرنے والے
دُوْنَ ذٰلِكَ	اس کے سوا۔ اس کو چھوڑ کر
اَرْسَلَ	اس نے بھیجا
اَلْهُدٰى	ہدایت۔ رہنمائی
لِيُظْهِرَهٗ	تاکہ وہ اس کو غالب کر دے
كَفٰى	کافی ہے
شَهِيْدٌ	گواہ
اَشِدَّاءُ	زبردست۔ زوردار
رُحَمَآءُ	نرم دل
تَرٰى	تو دیکھتا ہے
يَبْتَغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں
رِضْوَانٌ	رضا۔ مرضی
سِيْمَاءٌ	علامت۔ پیشانی
اَثَرِ السُّجُوْدِ	سجدوں کا اثر۔ سجدوں کے نشان
زَرْعٌ	کھیتی
شَطْاً	ڈنٹھل۔ کونپل
اٰزَرَ	اس نے قوت دی

اِسْتَغْلَظَ	وہ موٹا ہوا
اِسْتَوٰی	وہ سیدھا ہوا
سُوْقٌ	پنڈلی
يُعْجِبُ	وہ خوش کرتا ہے
اَلزُّرَّاعُ	کاشت کار
لِيَغِيْظَ	تا کہ وہ غصہ دلائے
اَجْرًا عَظِيْمًا	بڑا اجر وثواب

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

جیسا کہ سورۂ فتح کی ابتدا میں اس کی تفصیل عرض کردی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ۶ھ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ بیت اللہ شریف میں عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ چونکہ نبی کا خواب وحی کا درجہ رکھتا ہے اس لئے صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار پر غلبہ عطا فرمانے والے ہیں اور مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اپنے طور پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آس پاس کی ان بستیوں میں بھی کچھ لوگ تیار ہو گئے جو ایمان لا چکے تھے۔

تقریباً چودہ سو صحابہؓ جانے کے لئے تیار ہو گئے تو نبی کریم ﷺ اسی سال عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرما کر روانہ ہو گئے۔ حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا جو مکہ مکرمہ سے قریب تر جگہ ہے۔ کفار نے آپ کو بیت اللہ شریف سے روکا۔ آخر کار وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ان سے صلح پر آمادگی ظاہر فرمادی اور آپس میں ایک صلح نامہ تیار ہو گیا جس میں آپ نے اس شرط کو بھی مان لیا کہ اس سال نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کرلیں گے۔ چنانچہ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر قربانی کے جانور ذبح کئے، احرام کھول دیا اور واپسی کا سفر اختیار فرمایا۔ اس موقع پر بعض صحابہ کرامؓ کے دل میں یہ بات آئی کہ اللہ کے رسول ﷺ کا خواب تو پورا نہ ہو سکا۔

اس پر زیر مطالعہ آیات نازل فرما کر اللہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول ﷺ کا خواب سچا خواب ہے جو بہت جلد پورا ہو کر رہے گا۔ اہل ایمان مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور پورے امن واطمینان کے ساتھ ان کی حاضری ہوگی اور پھر وہ اپنے سروں کو منڈوائیں گے یا بالوں کو کم کرائیں گے۔ وہ کسی طرح کا خوف اور اندیشہ دل میں نہ لائیں گے کیونکہ اللہ کو اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ اس کے کیا نتائج ہیں اور ان کو بہت جلد فتح ونصرت بھی عطا کی جائے گی کیونکہ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ وہ دین اسلام کو ہر مذہب پر غالب فرمادیں اور اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور جو بھی ان کے ساتھ ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں یعنی جب بھی ان کو اللہ ورسول کا حکم پہنچے گا تو پھر وہ اس کی تعمیل میں کمی نہ کریں گے اور کوئی رشتہ ناتا آڑے نہ آ سکے گا وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے بہترین احسان اور نرم دلی کا مظاہرہ کرتے نظر آئیں گے۔

ان کے رکوع، سجدے محض اللہ کے فضل و کرم کی تلاش اور اس کی رضا مندی و خوشنودی کے لئے ہوں گے۔ وہ اللہ کی عبادت و بندگی اس طرح کرتے ہوں گے کہ ان کے چہروں کا نور اور نماز کے نشانات چمکتے دمکتے ہوں گے۔ فرمایا کہ ان کی مثالیں توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی۔ تکمیل دین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ دین مکمل ہو کر رہے گا جس طرح ایک پودا پہلے اپنی کونپل نکالتا ہے پھر وہ مضبوط ہوتا ہے پھر وہ کونپل موٹی ہو کر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے اور پھر کسان اس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا پودا بھی سرسبز و شاداب ہوگا اور کافر اس کو دیکھ کر سوائے اپنی بوٹیاں نوچنے کے اور کچھ بھی نہ کرسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالح رکھنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

☆ تاریخ گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلے سال تو عمرہ ادا نہ کرسکے آئندہ سال ۷ ہجری میں آپ نے عمرہ قضا ادا فرمایا۔ اور قرآن کریم میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ بھی پورا ہو کر رہا۔ صلح حدیبیہ ہونے کے بعد دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام بہت تیزی سے آگے بڑھا۔ موافق فضا پیدا ہوئی۔ خیبر کا ایک سو میل کا علاقہ فتح کرنے کے بعد اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی۔

مدینہ میں رہنے والے کفار و مشرکین شکست کھا کر دب گئے اور کفار پر مکمل غلبہ اور فتح کی راہ ہموار ہو گئی۔ اظہار دین اور غلبہ دین کا کام آسان ہو گیا۔ عمرہ ادا کرنے کے ایک سال بعد ۸ھ میں بغیر جنگ کئے مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور اس طرح خیبر سے حجاز تک اسلامی سلطنت بن گئی۔

دو سال بعد حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ نے دین اسلام کو نہ صرف مکمل غلبہ اور عظیم طاقت بنا دیا تھا بلکہ وہ دین جس کو حضرت آدمؑ لے کر آئے تھے اور تمام انبیاء کرامؑ اور رسول اسی دین کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے تھے اسی دین اسلام کو خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر مکمل فرما دیا گیا اور نعمت نبوت کو بھی آپ کی ذات پر مکمل کر دیا گیا تاکہ اس تاریخی انقلاب سے وہ حالات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں جن حالات کی بنا پر تعلیمات الٰہی ختم ہو گئیں یا ان میں تحریف کر دی گئی تھی اور جن حالات میں نئے نبی کی ضرورت پڑتی ہے۔

چونکہ دین مکمل ہو گیا اور اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اپنے اوپر رکھ لیا تو اب قیامت تک نہ تو کسی دین اور کسی شریعت کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے نبی یا رسول کی۔

حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ ان کی امت آخری امت ہے اور قرآن کریم اللہ کا آخری پیغام ہے۔

☆ اصل میں توریت اور انجیل میں حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک اور وہ تمام نشانیاں موجود تھیں جنہیں اہل کتاب نے ختم کرنے کی کوشش کی مگر بہت کچھ تبدیلیوں کے باوجود آج بھی توریت اور انجیل میں وہ پیش گوئیاں موجود ہیں جو نبی کریم ﷺ کی صداقت و نبوت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہیں۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۃ الفتح کی آیات کا ترجمہ، اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۴۹

الحُجُرَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الحجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	49
کل رکوع	2
آیات	18
الفاظ وکلمات	350
حروف	1573
مقام نزول	مدینہ منورہ

مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں
فرمایا گیا کہ اگر دو بھائیوں یا مسلمانوں کی جماعت میں کبھی کوئی شدید اختلاف یا جھگڑا پیدا ہو جائے تو ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان صلح صفائی کرا دیا کرے۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام ایمان کی علامت اور روح کی حلاوت ہے۔ کوئی شخص نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ کوئی آدمی ایسا کام نہ کرے جس میں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی خلاف ورزی ہوتی ہو اور کوئی کام نبی ﷺ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

☆ اس سورۃ میں ہر مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا احترام اور تعظیم کرے اس کے لیے کچھ آداب بتائے گئے ہیں۔

(۱) پہلا ادب یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھے یعنی کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو۔ اللہ اور رسول کے مقابلے میں اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ وہی کام کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

(۲) فرمایا کہ تم اپنی آواز کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو بلکہ ان کی آواز سے اپنی آواز کو پست رکھو۔ اللہ کو یہی پسند ہے۔

(۳) فرمایا کہ تم نبی کریم ﷺ کو اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اس بے ادبی کی وجہ سے غارت ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

(۴) ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے اندر مصروف ہوں تو ان کو باہر سے آوازیں نہ دی جائیں بلکہ اس وقت تک انتظار کیا جائے جب تک آپ ﷺ خود ہی باہر تشریف نہ لے آئیں۔

(۵) ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ اگر کسی طرف سے کوئی بات پہنچے تو اس کو سنتے ہی مشہور نہ کر دو بلکہ اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ جب تمہارے اندر رسول ﷺ موجود ہیں (یا آپ ﷺ کے بعد آپ کے تابع دار موجود ہوں) تو ان کو اطلاع کر دو تا کہ وہ اس کی تحقیق کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کسی کو نقصان پہنچا دو۔

نبی کریم ﷺ کے ادب و تعظیم کا حکم دے کر فرمایا گیا کہ اہل ایمان آپس میں بھی ایک دوسرے کا احترام کرنے والے بنیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے ان کا معاشرہ بکھر کر رہ

اللہ نے سب لوگوں کو خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پہچان سکے۔ لیکن حسب نسب، خاندان اور قبیلہ ایک دوسرے پر فخر کے لیے نہیں بنایا گیا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہے جو پرہیز گار اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

جائے۔ اس کے لیے چند بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) پہلا اصول یہ ہے کہ اگر مومنوں کی دو جماعتوں میں کسی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو ممکن حد تک ان دونوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح صفائی کرانے کی کوششیں کی جائیں کیونکہ دونوں جماعتیں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۲) کوئی مرد دوسرے مرد کا، کوئی مردوں کی جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے اسی طرح عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ ہوسکتا ہے جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ ان سے بہتر ہوں جو مذاق اڑا رہے ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کو کسی طرح کے طعنے نہ دیا کریں کیونکہ مومن کی شان نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو طعنے دیں۔

(۴) نہ برے القاب اور برے الفاظ سے ایک دوسرے کو پکاریں۔

(۵) کوئی بدگمانی سے کام نہ لے۔ کیونکہ کبھی کبھی بدگمانیوں کی وجہ سے تباہی پھیل جاتی ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(۶) نہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائیاں یعنی غیبت کی جائے کیونکہ یہ اتنی بری بات ہے کہ جیسے آدمی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ جس طرح مردہ بھائی کا گوشت کھانا کوئی بھی گوارا نہیں کرسکتا اسی طرح غیبت کرنا کیسے گوارا کرسکتا ہے۔

(۷) سب انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں جن میں مختلف قبیلے اور خاندان ہیں۔ یہ قبیلے اور خاندان ایک دوسرے کی پہچان تو ہیں لیکن فخر کرنے کی ان میں کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ شخص ہے جو تقویٰ میں سب سے آگے ہے۔

(۸) اللہ کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ بھی شکر کا مقام ہے فخر کا مقام نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی شخص اپنے ایمان لانے کا دعویٰ نہ کرے۔

فرمایا کہ اصل میں وہ شخص مومن ہے جو دل سے اللہ کو ایک مانتا ہے۔ اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے ایمان و اسلام کا احسان جتاتا پھرے۔ یہ تو اللہ کا احسان اور کرم ہے کہ اس نے تمہیں ایمان اور اسلام لانے کی توفیق دی ہے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ اللہ ہر شخص کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے وہی ہر چیز پر اجر اور ثواب عطا کرنے والا ہے۔

سُورَةُ الحُجُرَات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجۡہَرُوۡا لَہٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَہۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کی اجازت) سے پہلے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ تم ان سے اس طرح پکار کر بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال برباد ہو کر رہ جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے بڑی مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان

میں سے اکثر بے عقل لوگ ہیں۔ اور اگر وہ ذرا صبر سے کام لیتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اللہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لَا تُقَدِّمُوْا	تم آگے نہ بڑھو
لَا تَرْفَعُوْٓا	بلند مت کرو
اَصْوَاتٌ (صَوْتٌ)	آوازیں
لَا تَجْهَرُوْا	چلاؤ مت۔ شور مت کرو
تَحْبَطُ	ضائع کرتا ہے
يَغُضُّوْنَ	دھیما کرتے ہیں۔ نیچی کرتے ہیں
اِمْتَحَنَ	امتحان لیا۔ آزمایا
يُنَادُوْنَ	وہ آوازیں دیتے ہیں
وَرَآءَ	پیچھے
اَلْحُجُرَاتُ (اَلْحُجْرَةُ)	حجرے۔ کمرے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

سورۃ الحجرات میں اہل ایمان کو رسول اللہ ﷺ سے ملنے اور آپ کی خدمت میں حاضری کے آداب و احکامات، آپ ﷺ سے محبت اور اصلاح نفس کے بنیادی اصول سکھائے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت سے دنیا اور آخرت کی تمام کامرانیاں حاصل ہو سکیں۔

اصل میں مدینہ منورہ کے آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے نئے نئے مسلمان ابتداء میں بہت سے ان اصولوں سے واقف نہ تھے جو اللہ کے محبوب نبی اور رسول ﷺ سے فیض حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ تھے سادہ اور بے تکلف معاشرہ تھا جس کی وجہ سے بعض قبیلوں کے سردار جب آپ کے پاس آتے اور آپ کو گھر سے باہر نہ دیکھتے تو رواج کے مطابق گھر کے باہر سے آپ کو

آوازیں دیتے اور کہتے "یا محمد اُخرُج الیْنَا" اے محمد ﷺ ہمارے لئے باہر آیئے۔ اسی طرح جب آپ کسی مجلس میں کچھ ارشاد فرماتے یا آپ تشریف رکھتے تھے تو آپس میں اس طرح زور زور سے بولتے کہ جس سے آپ ﷺ کی آواز دب جاتی یا جب آپ چلتے تو لوگ آپ سے آگے چلتے یا بہت سی باتوں میں مشورہ مانگے بغیر اپنی رائے دیدیتے۔ ان تمام باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی اس لئے ان آیات میں اہل ایمان کی تربیت کے لئے چند بنیادی اصولوں کو بتایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلا اصول یہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ۔ جب آپ کوئی فیصلہ فرما رہے ہوں تو اپنی رائے پیش نہ کرو۔ اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ تمہاری ہر بات کو سنتا ہے اور تمہارے ہر معاملے کی پوری حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر رسول اللہ ﷺ کسی بات میں مشورہ طلب فرمائیں تو اپنی رائے اور مشورہ پیش کیا جائے اگر مشورہ نہ فرمائیں تو اپنی رائے سے کوئی بات نہ کریں۔

بعض علماء ومفسرین نے اس آیت کا مفہوم یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس اصول کے تحت اپنے کسی بڑے اور بزرگ کے آگے آگے چلنا اور دوسرے معاشرتی آداب میں پہل کرنا مناسب نہیں ہے چنانچہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابو درداءؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو درداءؓ تم ایسے شخص کے آگے چل رہے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں سورج کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر وافضل ہو۔ (روح البیان)

دوسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ جب اہل ایمان رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھیں تو اپنی آواز کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچا اور بلند نہ کریں اور اس طرح بات نہ کریں جس طرح وہ آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں۔ فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ ادب یہ سکھایا گیا کہ وہ جب آپ کی مجلس میں آئیں تو ادب واحترام کا پیکر بن کر آئیں۔ دھیمی آواز سے بات کریں اور شور نہ مچائیں۔

علماء مفسرین نے اس ادب کے ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بزرگوں سے بات چیت اور گفتگو کرتے وقت ان کے مرتبے اور مقام کا لحاظ رکھا جائے اور گفتگو میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے ان کے بزرگوں کو یا والدین کو کسی طرح کی تکلیف پہنچے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ محتاط ہو گئے اور ایک دن عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم اب مرتے دم تک آپ سے اسی طرح بولوں گا جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ (درمنثور)

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی آواز اس قدر اونچی تھی کہ اگر مکہ کے کسی پہاڑ پر گفتگو کر رہے ہوتے تو شہر مکہ تک آپ کی آواز پہنچتی تھی لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں اس قدر آہستہ بولنے لگے تھے کہ بعض صحابہؓ فرماتے

ہیں کہ ہم ان سے پوچھتے کہ اے عمرؓ تم نے ہم سے کچھ کہا ہے؟

اسی طرح حضرت ثابت بن قیسؓ کی آواز کافی بلند تھی وہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بہت روئے اور اپنی آواز کو بہت پست کرلیا۔ (درمنثور)

صحابہ کرامؓ کے اس ادب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے روضہء اقدس پر حاضری کے وقت آپ کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ پورے ادب واحترام کے ساتھ آہستہ آواز سے درود وسلام پڑھا جائے۔ زور سے سلام پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح جس جگہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پڑھی پڑھائی جارہی ہوں وہاں بھی آپ کے کلام کا ادب یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نرم اور دھیمی آواز سے بولتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ نے نیکی اور پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کی خطائیں معاف کردی گئی ہیں اور ان کے لئے بہت زیادہ اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اہل ایمان کو تیسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آرام کا خیال بھی رکھیں اگر آپ اپنے گھر کے اندر ہوں تو آپ کو باہر سے اس طرح آوازیں نہ دی جائیں جس طرح عام طور پر ایک دوسرے کو آوازیں دی جاتی ہیں بلکہ آپ کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ باہر تشریف لے آئیں تو آپ سے ادب واحترام کے ساتھ گفتگو کی جائے اور آپ کے باہر آنے کا انتظار کیا جائے۔

صحابہ کرامؓ تو حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے ادب واحترام کا پیکر بن چکے تھے لیکن جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ان کے سردار حضور اکرم ﷺ کو اپنے رواج کے مطابق گھر کے باہر سے آوازیں دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ ناسمجھ ہیں ان کو حضور اکرم ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنا چاہیے اسی میں ان کے لئے بہتری ہے بہرحال اگر ناسمجھی میں غلطی ہوگئی ہو تو اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا أَن تُصِيبُوا قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ۞٦ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَٰنَ وَزَيَّنَهُۥ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰٓئِكَ هُمُ الرَّٰشِدُونَ ۞٧ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۞٨

ترجمہ: آیت نمبر ۶ تا ۸

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بے خبری میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تم اپنے کئے پر شرمندگی کا اظہار کرتے پھرو۔ اور تم اس بات کو جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ رسول تمہاری ہر رائے پر عمل کرنے لگے تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ نے تمہارے لئے تمہارے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا اور تمہیں کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت عطا کر دی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھے سچے راستے پر چلنے والے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کا انعام ہے۔ اللہ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶ تا ۸

نَبَأٌ — خبر

تَبَيَّنُوْا — چھان بین کر لیا کرو

اَنْ تُصِيْبُوْا — یہ کہ تم پہنچ جاؤ۔ یہ کہ تم جا پڑو

جَهَالَةٌ — نادانی۔ ناوقفیت

فَعَلْتُمْ — تم نے کیا

لَعَنِتُّمْ — البتہ تم مصیبت میں پڑ جاتے

حَبَّبَ — محبوب بنا دیا۔ محبت ڈال دی

زَيَّنَهٗ — اس کو خوبصورت بنا دیا

كَرَّهَ — نفرت ڈال دی

اَلْفُسُوْقُ — گناہ۔ نافرمانی

اَلْعِصْیَانُ نافرمانی

رَاشِدُوْنَ راہ پائے ہوئے

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۸

عام آدمی کی لغزش، غلطی اور نافرمانی کو گناہ اور فسق کہا جاتا ہے لیکن بعض ایسی باعظمت اور اہم شخصیات جو دوسروں کے لئے نمونہ ہوتی ہیں ان کی معمولی سی بات لغزش اور بھول بھی بڑی بات سمجھی جاتی ہے اور ان کی شخصیت کی عظمت کی وجہ سے اس کو گناہ اور نافرمانی کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ کے نبی اور رسول ''معصوم عن الخطا'' ہوتے ہیں۔ جن سے نہ تو کسی گناہ کے سرزد ہونے یا گناہ کرنے کا تصور کیا جاسکتا ہے نہ وہ گناہ کرتے ہیں نہ ان کی طرف گناہ کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود اگر ان سے کوئی معمولی غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو اس کو گناہ کہہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ اب ان گناہوں سے مراد ہرگز وہ گناہ نہیں ہیں جیسے عام لوگ گناہ کرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دین اسلام کے فروغ کی جدوجہد میں کہیں کوئی کمی یا کوتاہی رہ گئی ہو، کوئی لغزش یا بھول ہوگئی ہو یا آئندہ ہونے کا امکان ہو تو اللہ نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ اسی طرح آپ کی نسبت کی وجہ سے آپ کے جاں نثار صحابہؓ کا رتبہ اور مقام بھی بہت بلند ہے اور وہ کائنات کی بہترین مخلوق ہیں اس لئے ان کی کوئی معمولی سی لغزش اور بھول چوک بھی بڑی اہم ہے۔ اس لئے کسی مقام پر اس کو فسق بھی کہہ دیا گیا ہے۔ نبی اور صحابی میں فرق یہ ہے کہ نبی معصوم ہوتا ہے اور صحابی معصوم نہیں ہوتا۔ اگر کسی صحابی سے کوئی گناہ ہو جائے تو حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور تربیت کی وجہ سے اس کو فوراً ہی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے کیونکہ اللہ نے ان کے لئے فرمادیا ہے کہ ''اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ رضائے الٰہی گناہوں کی معافی کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتی۔ زیر مطالعہ آیات میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اہل ایمان کو ایک اصولی بات بتائی گئی ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے والد قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے دین اسلام قبول کرلیا۔ آپ ﷺ نے ان کو دین اسلام کی بنیادی تعلیمات تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زکوٰۃ بھی ادا کریں۔ حضرت حارثؓ نے کہا کہ میں اپنے قبیلے والوں کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا اور اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو میں ان سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کہوں گا۔ جو لوگ میری بات مان لیں گے ان سے زکوٰۃ وصول کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ آپ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو اپنا کوئی قاصد بھیج دیجئے میں زکوٰۃ اس کے حوالے کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت حارث دولت ایمان سے مالا مال جب اپنے

قبیلے میں پہنچے اور انہوں نے اپنے قبیلے والوں کو بتایا تو قبیلے والوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت حارثؓ نے مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کر لی اور انتظار کرنے لگے جب متعین تاریخ گذر گئی اور آپ کی طرف سے کوئی نمائندہ یا قاصد نہیں آیا تو انہیں تشویش ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ کہیں کسی بات پر نبی کریم ﷺ ہم سے ناراض تو نہیں ہو گئے؟ ورنہ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ وعدے کے مطابق کسی کو نہ بھیجتے۔ حضرت حارثؓ نے اپنے اس اندیشے کا ذکر قبیلے کے بڑے لوگوں سے کیا۔ سب نے طے کیا کہ ہم سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر زکوٰۃ پیش کریں گے۔ یہ طے کر کے وہ لوگ روانہ ہو گئے۔

ادھر یہ واقعہ پیش آیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقرر وعدے کے مطابق حضرت ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط کو اپنا قاصد بنا کر زکوٰۃ کی رقم وصول کرنے کے لئے قبیلہ بنو مصطلق روانہ کر دیا۔ حضرت ولید آپ کے حکم کی تعمیل میں روانہ تو ہو گئے مگر وہ اس خیال سے سخت پریشان تھے کہ ان کی اور حضرت حارث کے قبیلے کی پہلے سے زبردست دشمنی چلی آ رہی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ پرانی دشمنی کی بنا پر ان کو قتل کر دیں۔ جب وہ قبیلہ بنو مصطلق کے قریب پہنچے اور اس قبیلے کے لوگوں کو اس بات کا علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچنے ہی والا ہے تو بہت سے لوگ استقبال کے لئے اپنی بستی سے باہر جمع ہو گئے۔ جب حضرت ولید نے ان بہت سے لوگوں کو دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ وہیں سے پلٹ گئے اور آپ ﷺ کے پاس آ کر یہ بات بنا دی کہ قبیلے والوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنے پر بھی آمادہ تھے۔ یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ کو سخت افسوس ہوا اور صحابہ کرامؓ میں اشتعال پھیل گیا۔ تمام صحابہؓ یہ چاہتے تھے کہ ایسے لوگوں کو فوری طور پر سزا دی جائے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں مجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرما دیا تا کہ وہ حالات معلوم کر کے مناسب کاروائی کریں۔ ادھر حضرت حارث اپنے ذمہ دار لوگوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ کے قریب حضرت خالد اور حضرت حارث کی ملاقات ہوئی۔ حضرت حارث نے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کے لئے نکلے ہیں۔ حضرت حارث کے پوچھنے پر انہوں نے حضرت ولید کا واقعہ بیان کیا اس پر حضرت حارثؓ نے قسم کھا کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے میں نے تو ولید ابن عقبہ کو دیکھا تک نہیں اور نہ وہ میرے پاس آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ولید ابن عقبہ سے بلا کر پوچھا انہوں نے اس کا اقرار کر لیا۔ اس کے بعد زیر مطالعہ آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات میں ایک بنیادی بات ارشاد فرما دی گئی ہے کہ جب بھی اس طرح کا کوئی واقعہ پیش آئے تو اس کی پوری تحقیق کر لی جائے کیونکہ عام طور پر حالات کی خرابی اور لڑائی جھگڑوں کی ابتداء بے تحقیق باتوں سے ہوا کرتی ہے۔ ارشاد ہے

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (نافرمان) شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی پوری طرح جانچ پڑتال کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم پر چڑھ دوڑو اور پھر بعد میں تم اپنے کئے پر شرمندگی محسوس کرو۔ تم اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اگر وہ تمہاری بہت سی باتوں کو مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔

اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا کر دی ہے اور اسے تمہارے دلوں میں پسندیدہ بنا دیا ہے اور کفر و فسق سے تم نفرت کرتے ہو۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و کرم سے سیدھے راستے پر ہیں۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات کی حکمت سے واقف ہے۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)۔ اہل ایمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ کسی بات اور اطلاع پر اس وقت تک عمل نہ کریں جب تک اس کی پوری تحقیق نہ کر لی جائے۔ بے تحقیق بات پر عمل کرنے سے سوائے شرمندگی کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(۲)۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو مصطلق کے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے لیکن صحابہ کرامؓ کے اشتعال کو دیکھتے ہوئے آپ نے پورے معاملہ کی تحقیق کے لئے حضرت خالد بن ولید کی سربراہی میں مجاہدین کا ایک دستہ بھیج دیا تھا تا کہ بروقت کوئی کاروائی کی جا سکے۔

(۳)۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے نزدیک ایمان انتہائی پسندیدہ اور محبوب تھا اور وہ کفر و فسق اور ہر طرح کی نافرمانیوں سے نفرت کرتے تھے۔ لہٰذا اگر کبھی نادانستگی میں ان سے بھول چوک ہو جائے تو ان کو توبہ کی توفیق عطا کر دی جاتی ہے۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾

الثلثة ۲۱/۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۰

اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرنے لگے تو جو گروہ زیادتی کرتا ہے تم اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف سے کام لو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مومن آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں تو دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم و کرم کیا جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۰

طَائِفَتَانِ	دو جماعتیں۔ دوگروہ
بَغَتْ	زیادتی کی
حَتّٰى تَفِيْءَ	یہاں تک کہ لوٹ آئے
اَلْمُقْسِطِيْنَ	انصاف کرنے والے
اِخْوَةٌ (اَخٌ)	بھائی

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۰

دیکھا یہ گیا ہے کہ زیادہ تر اختلافات اور باہمی جھگڑے بعض غلط فہمیوں، بدظنیوں، خاندانی اور قوم اور قبیلے کے تعصبات کی وجہ سے جڑ پکڑتے ہیں۔ اگر ان چیزوں سے بچا جائے تو کبھی جھگڑے نہ ہوں اور وہ لوگ جو بدگمانیاں پیدا کر کے معمولی جھگڑوں اور اختلافات کو قتل و غارت گری تک پہنچا دیتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر وہ بات جس سے لڑائی جھگڑے کا اندیشہ ہو یا اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو اس خبر کو ذمہ داروں تک پہنچا دیا جائے تا کہ وہ اس کی پوری تحقیق کر کے معاملہ کی جڑ تک پہنچ سکیں۔ بغیر تحقیق اور معلومات کے اگر کوئی قدم اٹھایا جائے گا تو اس سے نہ صرف آپس میں بدمزگی پیدا ہوگی بلکہ بعد میں آدمی کو پچھتانا پڑے گا۔

زیر مطالعہ آیات میں اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اگر ان میں آپس کے اختلافات کی وجہ سے بات قتل و قتال تک پہنچ جائے تو یہ ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ آگ بھڑکنے سے پہلے اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور آپس میں صلح کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں لیکن ان میں کسی ایک کی طرف داری خاندانی اور قومی تعصب کی وجہ سے نہ کریں بلکہ عدل و انصاف کا دامن تھامے رہیں

کیونکہ اگر وہ محض اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے مصالحت کی کوشش کریں گے تو ان پر اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے''۔ اگر صلح اور مصالحت کی ہر کوشش ناکام ہو جائے تو پھر وہ یہ دیکھیں کہ کون حق پر ہے اور کس کی طرف سے زیادتی ہو رہی ہے۔ جو حق پر ہو اس کا ساتھ دیا جائے اور زیادتی کرنے والے سے اس وقت تک لڑیں جب تک یہ فتنہ دب نہ جائے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف اس حد تک نہیں پہنچا کہ جس کی نوبت باہمی جنگ وجدال اور قتال تک پہنچے۔ البتہ صحابہ کرامؓ کے دور میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن میں بات انتہا تک پہنچ گئی۔ صلح کرانے والوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کی لیکن غلط فہمیاں پیدا کرنے والوں نے صلح کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جس سے باہمی جنگ کی نوبت تک آئی اور صحابہ میں سے جس نے بھی اپنے اجتہاد کے مطابق جس کو صحیح سمجھا اس کا ساتھ دیا۔ لیکن یہ جنگیں کفر واسلام کی جنگیں نہ تھیں کہ ان میں سے ایک جماعت تو کافر ہو گئی تھی اور دوسری مسلمان رہی تھی بلکہ یہ ان کے آپس کے معاملات تھے جو خلاف فطرت بات نہ تھی۔ اگر کوئی صحابہ کرامؓ کے آپس کے معاملات کو کفر واسلام کی جنگ قرار دیتا ہے تو وہ سخت ناانصافی کرتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے سامنے نبی کریم ﷺ کے یہ ارشادات ہمیشہ رہبر ورہنما رہے ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اگر ان کے درمیان کبھی کسی بات پر کسی غلط فہمی کی وجہ سے سخت اختلاف یا جھگڑا پیدا ہو جائے تو وہ آپس میں اسلامی جذبے کے تحت پھر سے ایک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مومنوں کی مثال آپس کی محبت، یگانگت، وابستگی اور ایک دوسرے پر شفقت ومحبت کا معاملہ ایسا ہے جیسے ایک جسم کا ہوتا ہے۔ اگر جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو آدمی بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے۔ فرمایا مومن ایک دوسرے کے لئے دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ایک (اینٹ) دوسرے سے قوت وطاقت حاصل کرتی ہے۔ (بخاری وترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کو ذلیل ورسوا نہیں کرتا کیونکہ ایک آدمی کے لئے یہی بری بات ہے کہ وہ اپنے بھائی کی توہین کرے۔ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں فرمایا ہے کہ اگر دو بھائیوں میں شدید اختلاف ہو جائے تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرانے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ کو وہ لوگ بہت پسند ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہوئے ہمیشہ عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

اے ایمان والو! مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کی کسی جماعت کا مذاق نہ اڑائے۔ ممکن ہے کہ جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں۔ شاید کہ جو عورتیں مذاق اڑانے والی ہیں ان سے وہ بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعنے مت دو، ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد فسق (نافرمانی) کا نام ہی برا ہے۔ اور جو لوگ (ان باتوں سے) توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

اے ایمان والو! بہت سے گمان کرنے سے بچو۔ کیونکہ بلا شبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حالات کی کھوج میں نہ لگو۔ نہ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کو کھائے۔ یقیناً تم اس کو گوارا نہ کرو گے۔ اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

لَا يَسْخَرْ — مذاق نہ اڑائے

لَا تَلْمِزُوْٓا	طعنے مت دو
لَا تَنَا بَزُوْا	برے نام نہ رکھو
اَلْقَابٌ	لقب۔نام رکھنا
بِئْسَ	برا ہے
لَمْ يَتُبْ	توبہ نہ کی
اِجْتَنِبُوْا	بچتے رہو
لَا تَجَسَّسُوْا	ٹوہ میں نہ لگو
لَا يَغْتَبْ	غیبت نہیں کرتا
اَيُحِبُّ	کیا پسند ہے؟
اَنْ يَّاْكُلَ	یہ کہ وہ کھائے
لَحْمٌ	گوشت
كَرِهْتُمْ	تم نے برا سمجھا

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

آپس میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، طعنے دینا، کسی کو برے الفاظ والقاب سے پکارنا، بدگمانیاں کرنا، دوسرے کے عیب تلاش کرنا اور پیٹھ پیچھے اپنے بھائیوں کی غیبت کرنا یہ سب وہ باتیں ہیں جن سے فسادات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور ملت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان سب برائیوں اور گناہوں سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے۔ ایک مومن سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایمان لانے کے بعد طعنے دینے، بدکلامی کرنے اور بدزبانی کرنے جیسی برائیوں میں مبتلا ہوگا۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ محبت واخلاص کا پیکر ہوتا ہے جس سے کسی کو کسی طرح کی اذیت نہیں پہنچتی۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک تم میں باہمی محبت واخلاص نہ پیدا ہو جائے۔ انسانی تکبر کو توڑنے کے لئے آپ نے فرمایا کہ "کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرنے لگو تو تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے اور وہ یہ

ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو اور اس کو (اپنے معاشرہ میں) خوب رواج دے کر عام کردو۔

جب کوئی آدمی ہر وقت دوسرے کی نجی زندگی اور اس کے حالات کی کھوج میں لگ جاتا ہے اور بدگمانیوں کے دائرے میں گھومنے لگتا ہے تو وہ اپنی اصلاح اور اپنے عیبوں پر نگاہ کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ”تم اپنے بھائی کے عیب کو ظاہر نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اس کو تو معاف کردے اور تمہیں اس (عیب) میں مبتلا کردے۔

زیر مطالعہ آیات میں ان ہی باتوں کو بیان فرمایا گیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱)۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرد یا عورت کسی دوسرے شخص یا کسی گروہ کا مذاق نہ اڑائے کیونکہ ممکن ہے جن لوگوں کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں۔ اصل میں کسی کا مذاق اڑانا، پھبتیاں کسنا اور جملے بازی کرنا اس کو ذلیل و رسوا کرنا اور اس کی دل شکنی کرنے کے علاوہ تکبر اور غرور کا بھی ایک انداز ہے۔ کیونکہ جب کوئی کسی کا مذاق اڑاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس سے بہتر اور افضل و اعلیٰ سمجھتا ہے یعنی وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ہر عیب سے پاک ہوں سارے عیب اور خرابیاں دوسروں کے اندر موجود ہیں۔ یہ تکبر کا انداز ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے اور ایسے شخص یا گروہ کو اپنی ہر اصلاح سے محروم فرمادیتے ہیں کیونکہ ایمان لانے کے بعد فسق و نافرمانی کا ہر انداز انتہائی ناپسندیدہ ہے اگر اس نے اپنی اصلاح کی فکر نہ کی تو اس کا شمار ظالموں اور بے انصافوں میں ہوگا۔

(۲)۔ بدگمانیوں سے بچنا

اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کے دل میں کسی کی طرف سے کوئی بدگمانی اور غلط خیال قائم ہو جائے تو اس کی ہر اچھی بات بھی اس کو بری لگنے لگتی ہے۔ اس لئے ہر طرح کی بدگمانیوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہی بدگمانیاں بڑھتے بڑھتے بعض گناہوں کا سبب بن جاتی ہیں۔ بدگمان آدمی دوسروں پر تہمت والزام لگانے سے بھی باز نہیں آتا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے

وَ اِيَّاكُمْ وَ الظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ

یعنی تم بعض گمانوں سے بچا کرو کیونکہ گمان ایک جھوٹی بات کا نام ہے۔

(۳)۔ تجسس

جب کوئی شخص کسی کے متعلق بدگمان ہو جاتا ہے تو پھر یہ دائرہ پھیلنا شروع ہو جاتا ہے اور گمان کرنے والا دوسرے کے عیب کی جستجو اور تلاش میں لگ جاتا ہے جو کہ گناہ ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ”مسلمانوں کی غیبت نہ کرو نہ کسی کے عیب تلاش کرو۔ کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کے عیب تلاش کرتا ہے تو اللہ اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رسوا اور ذلیل کر کے چھوڑتا ہے۔ (قرطبی)

(۴)۔ غیبت

غیبت درحقیقت معاشرہ کی وہ خرابی ہے جو اس معاشرہ کو بدترین نتائج سے دوچار کردیتی ہے کیونکہ غیبت اس کو کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے کہ اگر اس شخص کے منہ پر وہی بات کہی جائے تو اس کو اذیت پہنچے۔ لیکن اگر کسی کے

پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اس میں نہیں ہے تو اس کو اتہام والزام کہتے ہیں۔ غیبت اور کسی پر غلط الزام لگانا دونوں ہی سخت گناہ ہیں جس کی معافی توبہ کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ غیبت کرنے والا درحقیقت اپنے بھائی کی عزت کی دھجیاں بکھیرنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو گوارہ کرسکتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یقیناً وہ کسی حال میں اس کو گوارا نہیں کرسکتا۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میرا ایک ایسی جماعت پر گذر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے بدن کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور اس کی آبرو سے کھیلتے تھے (بغوی)۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کی بری عادت سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے اور فرمادیا ہے کہ اگر تم نے اس بری عادت سے توبہ نہ کی تو سخت نقصان اٹھاؤ گے اور اگر تم نے توبہ کر لی تو اللہ تمہاری توبہ کو قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(۵)۔ طعنے دینا

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ "لمز" سے بچیں۔ لمز کے معنی ہیں کسی کے عیب نکالنا اور اس کو طعنے دینا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی کو کسی طرح سے بھی طعنے دیتا ہے یا اس کے عیب تلاش کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ نہ صرف اس کی توہین کرتا ہے بلکہ اس کے عیب تلاش کرنے اور طعنے دینے میں اس بات کو بھول جاتا ہے کہ وہ خود کتنے عیبوں میں مبتلا ہے اس طرح وہ اپنی اصلاح سے غافل ہو جاتا ہے اور خود ہی ذلیل وخوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسے ہر شخص میں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ یہ بھی تکبر اور غرور کی ایک شکل ہے جو اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

(۶)۔ برے القاب سے پکارنا

بعض لوگ اپنی بڑائی اور برتری ثابت کرنے کے لئے دوسرے شخص کو ایسے برے برے الفاظ اور القاب سے یاد کرتے ہیں جو اس کی توہین ہوتی ہے۔ جیسے کسی کو اندھا، لولا لنگڑا اور کانا کہہ دیا۔ کسی کی ذات میں کیڑے نکال دیئے اسی طرح اگر کسی سے غفلت میں کوئی گناہ ہو گیا اور اس نے اللہ سے معافی بھی مانگ لی تو اب یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے۔ کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کے گناہ کا نام لے کر اس کو پکارے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کو ایسے گناہ پر شرم دلائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو ہوسکتا ہے اللہ اس شرم دلانے والے کو اس گناہ میں مبتلا کر کے اسے ذلیل ورسوا کر دے۔ (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ برے القاب والفاظ ہی نہیں بلکہ کسی کو اس کے گناہوں پر شرم دلانا یا اس کو ذلیل ورسوا کرنا ایک غلط حرکت ہے جس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مومن کا دوسرے مومن پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو ایسے نام اور لقب سے پکارے جو اسے پسند ہو۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے بھی یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ نے دوسروں کو ایسے الفاظ سے یاد فرمایا ہے جس سے ان کی عزت میں چار چاند لگ گئے ہیں اور صحابہ کرامؓ نے بھی ان القابات کو اپنے نام کا حصہ قرار دیا ہے جیسے

صدیق، فاروق، غنی، بوتراب، اسد اللہ، سیف اللہ، امین الامت، ابوہریرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی اس مبارک سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا اور خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳

خَلَقْنَا	ہم نے پیدا کیا
ذَكَرٌ	مرد
اُنْثٰى	عورت
شُعُوْبٌ	خاندان
قَبَائِلُ	قبیلے
لِتَعَارَفُوْا	تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو
اَكْرَمُ	سب سے زیادہ عزت والا
اَتْقٰى	بہت زیادہ پرہیز گار

تشریح: آیت نمبر ١٣

دنیا پرستوں نے مال و دولت کی بنیاد پر ساری کائنات کے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک طرف تو غریب مزدور اور محنت کش طبقہ ہے دوسری طرف دولت مند، سرمایہ دار اور عیش پسند طبقہ ہے۔ لوگوں کے نزدیک جس کے پاس جتنی دولت، سرمایہ اور اونچی بلڈنگیں اور بہترین سواریاں ہیں اس کو عزت دار اور بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے خواہ اس میں ہزاروں عیب کیوں نہ ہوں اس کے برخلاف وہ آدمی جس کے پاس مال و دولت نہیں ہے محض اس کی اپنی ذاتی شرافت ہے اور دنیاوی وسائل سے وہ محروم ہے تو اس کو معاشرہ میں چھوٹا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس طبقاتی تقسیم نے دنیا میں سارے فسادات اور ظلم و جبر کو جنم دیا ہے۔ اسی لئے دین اسلام نے انسانی شرافت اور بڑائی کا معیار مال و دولت اور سرمائے کو نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیز گاری کو قرار دیا ہے۔ وہ شخص جو اللہ سے ڈرتا ہے تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی گذارتا ہے وہ اللہ کے نزدیک انتہائی معزز اور قابل احترام ہے لیکن وہ سرمایہ دار شخص جو برائیوں اور گناہوں میں مبتلا ہے، اللہ کا نافرمان اور ظالم و جابر ہے وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنا ہی باعزت اور بڑا آدمی ہو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا کے لوگوں کے نزدیک عزت و شرافت کا معیار مال و دولت ہے لیکن اللہ کے نزدیک تقویٰ ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت بھی رنگ و نسل، زبان، وطن، خاندان، اولاد، مال و دولت اور نسبی شرافت پر فخر کیا جاتا تھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے اس ادنیٰ اور اعلیٰ کے من گھڑت تصور کو بے بنیاد قرار دے کر تقویٰ و پرہیز گاری کو انسانی شرافت کا معیار قرار دیا چنانچہ آپ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے نہ کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی سفید اور سرخ رنگ والے کو دوسروں پر سوائے تقویٰ کے کوئی بڑائی اور فضیلت حاصل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (آدمؑ و حواؑ) سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قبیلوں اور خاندانوں میں محض ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے تقسیم کیا ہے۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ و پرہیز گاری والا ہے۔ بے شک اللہ کو ہر بات کا پورا پورا علم ہے اور وہ ہر ایک کی خبر رکھنے والا ہے۔

صرف دین اسلام ہی وہ دین ہے جس نے ساری دنیا میں پھیلی ہوئی بے شمار مخلوق کی نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک بنایا ہے ورنہ دنیا پرستوں نے تو لوگوں کو اتنے خانوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا ہے کہ آدمیت کی شکل پہچاننا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

انسانی شکل کا یہ بگاڑ انسان کی خود غرضی، لالچ، رنگ ونسل، زبان، وطن اور قومیت اوراس کی تقسیم سے پیدا ہوا ہے۔ یہ صرف دین اسلام ہی ہے جس نے ساری دنیا کو بتا دیا کہ ذات، پات، چھوٹا، بڑا، کالا، گورا، عرب اور عجم ان سب کی اصل ایک ہے کیونکہ اللہ نے سب مردوں اور عورتوں کو ایک ہی ماں باپ سے وجود عطا کیا ہے۔ قبیلہ، خاندان، زبان اور وطن یہ ایک دوسرے کی پہچان کا ذریعہ تو ہیں لیکن ان میں فخر وغرور کی کوئی بات نہیں ہے۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ قومیتوں، خاندانوں اور قبیلوں پر فخر نے انسان کو اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ آج پوری دنیا کے تمام خطوں میں شدید کرب اور اذیت میں مبتلا لوگوں کی چیخیں اور آہیں بھی گھٹ کر رہ گئی ہیں۔ نسل پرستی کے نعرے کی ابتدا یہودیوں سے ہوئی ہے جنہوں نے بنی اسرائیل کو اللہ کی منتخب اور پسندیدہ مخلوق قرار دے کر غیر اسرائیلیوں کو حقیر و ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ہندوؤں نے برہمنوں کو ساری عزت وسربلندی کا مالک قرار دے کر شودروں اور نیچی ذات والوں کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا ہے۔ افریقہ اور امریکہ میں کالے اور گورے کے فرق نے جو تباہی مچائی ہے اس سے تاریخ بھی شرما جاتی ہے۔ یورپ کے گوروں نے براعظم امریکہ میں ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کیا ہے اس کی داستانوں کی گونج سے آج بھی پورا امریکہ لرز رہا ہے۔ یورپ کے سرمایہ دار اگر غریب اور مزدور پر ظلم کی انتہا نہ کر دیتے تو کمیونزم اور سوشلزم کا کینسر جنم نہ لیتا۔ ان ہی باتوں کا اثر ہے کہ نازی جرمنوں کے نسل پرستانہ فلسفہ اور نارڈک نسل کی برتری نے دنیا کو پہلی جنگ عظیم کے شعلوں میں دھکیل دیا جس کے نتیجے میں دوسری جنگ عظیم ہوئی۔ ہر ملک نے اپنی حفاظت کے نام پر ایسے ایسے ہتھیار بنا ڈالے کہ انسان کو بارود کے ڈھیر پر لا کر بٹھا دیا ہے نجانے کب کوئی پاگل اور دیوانہ سربراہ ساری دنیا کو تباہ و برباد کرنے کا سبب بن جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو متقی اور غیر متقی میں تقسیم کر کے انسانیت پر احسان عظیم کیا ہے اور یہی فلسفہ حیات اب بھی دنیا بھر کے لوگوں کو انسانیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا سکتا ہے۔ دنیا کے سامریوں نے سرمایہ داری کے بچھڑے کو اتنا طاقت ور بنا دیا ہے کہ اس کا مقابلہ مشکل ہے لیکن اللہ کا نظام انسانوں کے ان بتوں کو توڑنے کی طرف متوجہ ہو چکا ہے اور عجب نہیں کہ اللہ اپنے دین کو ہر نظریہ حیات اور ہر ایک دین پر غالب کرنے کے لئے سوئی ہوئی امت کو جگا کر دنیا کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھما دے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْــــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

ع ۲ ۸ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے فرماں برداری قبول کر لی ہے۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں کے اندر داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال کے اجر و ثواب میں ذرا بھی کمی نہ کی جائے گی۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ (درحقیقت) ایمان والے تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ پھر انہوں نے کبھی شک نہیں کیا اور جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہی سچے لوگ ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنے ایمان کی اطلاع دے رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تو ان سب باتوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) یہ لوگ اپنے ایمان لانے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ دھرو بلکہ اللہ کا تم پر یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف رہنمائی عطا فرمائی اگر تم واقعی ایمان کے دعوے میں سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی ہوئی چیز کا علم رکھتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

اَسْلَمْنَا ہم نے مان لیا

لَا یَلِتْ نہ گھٹائے گا

لَمْ یَرْتَابُوْا انہوں نے شک نہیں کیا

جَاھَدُوْا انہوں نے جہاد کیا

اَلصّٰدِقُوْنَ سچ بولنے والے

اَتُعَلِّمُوْنَ کیا تم جتاتے ہو۔ سکھاتے ہو

یَمُنُّوْنَ وہ احسان جتاتے ہیں

یَمُنُّ وہ احسان کرتا ہے

اَنْ ھَدٰی یہ کہ اس نے راستہ سمجھایا

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

سورۃ الحجرات کی ان آخری آیات کے سلسلہ میں علماء مفسرین نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ شدید قحط پڑ گیا۔ اس دوران قبیلہ بنو اسد کے کچھ لوگوں نے مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بظاہر ایمان قبول کر لیا۔ کہتے ہیں کہ ایمان لانے کا سبب یہ تھا کہ صدقات وغیرہ حاصل کئے جائیں۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرتے ہی طرح طرح کے مطالبے شروع کر دیئے اور ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہوں نے اسلام قبول کر کے نبی کریم ﷺ پر کوئی بڑا احسان کیا ہے۔ حالانکہ اس بات پر انہیں اللہ اور اس کے رسول کا احسان مند ہونا چاہیے تھا کہ اللہ کی توفیق سے رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل ہو گیا ہے کیونکہ جب تک اللہ کی توفیق نہ ہو اس وقت تک ایمان اور عمل صالح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور پھر جو شخص اللہ کے لئے کوئی نیک عمل کرتا ہے اس کو جتانے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کے بتائے بغیر اللہ اس کو دیکھ رہا ہے اور اسے ایک ایک عمل اور ایک ایک لمحہ کی خبر ہے۔ چونکہ ان دیہاتیوں نے ظاہری طور پر ایمان قبول کیا تھا اور ابھی ایمان ان کے دلوں کی گہرائیوں تک نہ پہنچا تھا لہٰذا انہوں نے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدینہ کے راستوں میں غلاظت اور گندگی پھیلا دی اور بازاروں میں چیزوں کی قیمتیں بڑھا

دیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر یہ احسان رکھا کہ اے نبی ﷺ! آپ دیکھئے کہ اور لوگ تو آپ سے ایک طویل عرصہ تک جنگ کرتے اور مخالفت کرتے رہے ہیں اور آپ کی مخالفت میں انہوں نے اپنی ساری طاقتیں لگادی تھیں لیکن ہم نے تو اس طرح ایمان قبول کیا ہے کہ آپ کو جنگ کی زحمت بھی گوارا نہ کرنا پڑی اس لئے ہم سب سے زیادہ ہر طرح کے فوائد کے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ ہم نے اطاعت قبول کرلی ہے اور کچھ اعمال بھی کرنے لگے ہیں لیکن ابھی تک ایمان دلوں کی گہرائیوں تک نہیں پہنچا اس لئے ایمان کا دعویٰ بڑی چیز ہے کیونکہ ابھی تو تم نے صرف اسلام قبول کیا ہے لہٰذا تم اپنے ایمان لانے کا احسان نہ جتاؤ۔ اس جگہ ''مومن اور مسلم'' کی بحث کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اسلام کے لغوی معنی مراد لئے گئے ہیں اصطلاحی معنی نہیں کیونکہ اسلام ظاہری اعمال میں فرماں برداری کا اور مخالفت ترک کرنے کا اظہار ہے۔ جب کہ ایمان دل کی گہرائیوں سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

دیہات کے رہنے والے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی ﷺ آپ فرمادیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے اطاعت قبول کرلی کیونکہ ابھی تک ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (پوری طرح) قبول کرلی تو اللہ تمہارے اعمال میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے گا۔ بلاشبہ اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔ مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ پھر ہر طرح کے شک وشبہ سے دور رہے اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہ لوگ اپنے (ایمان کے) دعوے میں سچے ہیں۔

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنا دین (طریقہ) سکھا رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تو آسمانوں اور زمین کی ہر بات سے واقف ہے۔ اور درحقیقت وہی ہر بات کا جاننے والا ہے۔ (اے نبی ﷺ) یہ لوگ آپ پر اسلام لانے کا احسان جتا رہے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ بلکہ تم پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت نصیب کی۔ اگر تم سچے ہو تو (اس حقیقت کا انکار نہیں کرسکتے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں سے واقف ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچے ایمان کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ کے اس احسان کو ماننے کی سمجھ عطا فرمائے کہ اگر اس کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں ایمان ہی نصیب نہ ہوتا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۵۰

قٓ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ قٓ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	50
کل رکوع	3
آیات	45
الفاظ وکلمات	376
حروف	1525
مقام نزول	مکہ مکرمہ

انسان اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے اللہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس نے ہر آدمی پر دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی اچھی یا بری باتوں کو لکھتے جا رہے ہیں۔ ان کے اس نامہ اعمال کو وہ قیامت کے دن ہر آدمی کے سامنے رکھ دیں گے۔ پھر ان کے اعمال کے مطابق ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائیں گے۔

جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا اب بھی اور مجرمین کے لیے جگہ باقی ہے؟ جہنم کہے گی الٰہی! اگر اور جہنمی ہیں تو ان کو بھیج دیجیے ابھی گنجائش ہے اور اس طرح ان کافروں اور مشرکین کو اور ان کے شیطانوں کو جہنم میں ڈال کر اوپر سے جہنم کو ڈھک دیا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو لوگوں کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔ لیکن کفار یہ کہتے ہیں کہ

(۱) بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ اللہ نے اس کو نبی بنا کر بھیجا ہے جو ہم جیسا ہی ہے؟

(۲) دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ یہ ایسی بات ہے جسے ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ اپنے سروں کے اوپر اس آسمان کو نہیں دیکھتے جو بڑی شان والا ہے۔ جسے ہم نے چاند، سورج اور ستاروں سے سجایا ہے۔ جس نے اس زمین و آسمان کو بنایا ہے اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ آدمی کو مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ پیدا نہ کر سکے۔

فرمایا زمین کو دیکھو اس کو اللہ نے کس طرح بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بنائے ہیں۔ اسی نے زمین میں طرح طرح کی چیزیں اگائی ہیں۔ بلندیوں سے پانی برسا کر اس سے خوبصورت باغات، سرسبز و شاداب درخت اور ان پر طرح طرح کے پھل پیدا کیے ہیں۔ جب بارش نہیں ہوتی تو زمین مردہ سی ہو کر رہ جاتی ہے لیکن جیسے ہی پانی برستا ہے تو زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ مردہ زمین پر بارش برسانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح جب ساری دنیا کے انسان مر جائیں گے تو اللہ ان کو اسی طرح زندہ فرما دے گا۔

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کفار و مشرکین کو ان کے برے انجام سے ڈراتے رہیے اور کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر کیجیے۔

☆ فرمایا کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں گزری ہیں۔ قوم نوح، کنویں والے، قوم ثمود، قوم عاد، قوم فرعون، قوم لوط، گھنے جنگلات والے اور قوم تبع۔ یہ بڑی ترقی یافتہ اور مضبوط قومیں تھیں لیکن جب انہوں نے نبیوں کو اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلایا اور ضد میں بہت آگے نکل گئے تب ان پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ اپنے بدترین انجام سے نہ بچ سکے اور ان قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔ فرمایا کہ یہ احمق اتنی بات نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کیا پہلی مرتبہ انسان اور کائنات کو پیدا کر کے تھک گیا ہے اور اب وہ انسان اور کائنات کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ یہ کیسا برا تصور ہے کہ انہوں نے خود ہی فیصلہ کر لیا کہ اب اللہ آدمی کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہو سکتا تھا مگر دوبارہ پیدا کرنا کیسے ناممکن سمجھ لیا ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے ہر ایک عمل کی خبر ہے۔ پھر اس نے اپنے دو ایسے فرشتے ہر انسان پر مقرر کیے ہوئے ہیں جو آدمی کی ایک ایک حرکت اور باتوں کو لکھتے جا رہے ہیں۔

☆ فرمایا کہ موت کے دروازے سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔ موت آدمیوں پر بھی طاری ہوتی ہے اور کائنات پر بھی طاری کی جائے گی۔ پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان اور ہر جان دار ختم ہو جائے گا اور جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے متعلق جو کفر و شرک کرتا، ضد اور عناد سے کام لے کر ہر نیک کام سے دوسروں کو روکتا تھا۔ دین میں طرح طرح کے شبہے پیدا کرتا اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود بنا کر رکھتا تھا حکم دیا جائے گا کہ اس کو سخت جہنم میں جھونک دیا جائے۔ اس وقت کفار و مشرکین شیطانوں پر الزام لگاتے ہوئے کہیں گے کہ الٰہی! یہی وہ شیطان ہیں جنہوں نے ہمیں بہکایا تھا اور راستہ سے بھٹکا دیا تھا۔ اس پر شیطان کہیں گے کہ الٰہی! ہم نے انہیں گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو خود اپنے اختیار سے گمراہی کے گڑھے میں جا گرے تھے اور ہر برائی اور بدترین کام کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب آپس میں جھگڑا کرنے سے کیا فائدہ۔ آج کا دن وہ ہے کہ جس نے جیسا کیا تھا وہ اس کو بھگتے گا۔ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ گمراہی کا راستہ اختیار نہ کرو اس وقت تم اس بات پر غور و فکر نہیں کرتے تھے۔ یاد رکھو اللہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ انسان خود ہی اپنے نقصان کا ذمہ دار ہے۔

☆ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا اب بھی اور مجرمین کے لیے جگہ باقی ہے؟ وہ جہنم کہے گی الٰہی! اگر اور جہنمی ہیں تو ان کو بھیج دیجیے ابھی گنجائش باقی ہے اور اس طرح ان کافروں، مشرکوں اور شیطانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور جہنم کو ڈھک دیا جائے گا۔

☆ اہل تقویٰ اور اہل ایمان سے کہا جائے گا کہ تم سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا تھا وہ یہ جنت ہے اور جنت کو ان کے قریب تر کر دیا جائے گا یعنی ان جنتیوں کو ایسا محسوس ہوگا جیسے جنت بالکل ان کے سامنے ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب تم امن و سلامتی اور سکون سے یہاں رہو۔ اب اس میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ ان جنتوں میں تم جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا اور ان کو بغیر مانگے بھی بہت کچھ دیا جائے گا۔

☆ فرمایا گیا کہ یہ کفار و مشرکین اپنی طاقت اور سرداریوں پر نہ اترائیں کیونکہ ان سے پہلے گزری ہوئی قومیں ان سے بھی طاقت ور اور مضبوط تھیں لیکن جب انہوں نے نافرمانیوں سے توبہ نہ کی تو ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

☆ اللہ نے فرمایا کہ اس نے چھ دن میں ساری کائنات کو پیدا کیا۔ وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کفار و مشرکین آپ ﷺ کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے۔ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیجیے اور رات کے ایک حصے میں اس کی تسبیح کیجیے۔ نمازوں کا اہتمام کیجیے۔ فرمایا زندگی اور موت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ساری دنیا کے سب اولین و آخرین کو جمع کر لینا بہت آسان ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کفار کو سمجھاتے رہیے۔ ان کو سمجھانا ہی آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے آپ ﷺ ان پر زبردستی کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں وہ ضرور آپ ﷺ کی بات پر دھیان دیں گے۔

سورۃ قٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ﴿١﴾ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٢﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿٣﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿٤﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ﴿٥﴾ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿٦﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿٧﴾ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿٨﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ﴿٩﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿١٠﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿١١﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿١٢﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿١٣﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

قاف۔حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

اس شان والے قرآن کی قسم۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہے کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ڈرانے والا آ گیا ہے۔ پھر وہ کافر کہتے ہیں کہ یہ تو عجیب سی بات ہے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے (دوبارہ اٹھائے جائیں گے) یہ تو عقل اور سمجھ سے دور کی بات ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) حالانکہ ہم ان اجزا کو جنہیں زمین نے کم کر دیا ہے (یا کھا لیا ہے) اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس سچی بات پہنچ گئی تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا۔ اب وہ کشمکش اور الجھن میں مبتلا ہیں۔

کیا انہوں نے اس آسمان کو نہیں دیکھا جو ان کے سروں پر (چھت کی طرح) ہے کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے کیسے آراستہ کیا ہے؟ اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے؟ (کیا وہ) زمین کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس کو پھیلا کر اس میں بھاری پہاڑ جما دیئے اور اس میں ہم نے ہر قسم کی پر رونق چیزیں اگا دیں۔ اس میں (ہر اس شخص کے لئے) ہدایت و نصیحت ہے جو اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ (کیا وہ نہیں دیکھتے کہ) ہم نے آسمان سے ایک برکت والا (نفع والا) پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ بہت سے باغات اور اناج کو پیدا کیا (جو کھیت بن جاتا ہے) اور پھر کاٹا جاتا ہے۔ اس نے کھجوروں کے اونچے اونچے درخت اگائے کہ ان درختوں کا گابھا خوب گتھا ہوا ہوتا ہے۔ (یہ اللہ نے) بندوں کے لئے رزق کا ذریعہ بنایا ہے) اور پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندگی بخشی ہے (جو لوگ مر چکے ہیں ان کا بھی) نکلنا اسی طرح سے ہوگا۔

ان سے پہلے قوم نوح، کنویں والے، قوم ثمود، قوم عاد، قوم فرعون اور قوم لوط، ایکہ والے اور قوم تبع نے بھی (اللہ کے نبیوں کو) اوروں کی طرح جھٹلایا۔ پھر ان پر رب کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ کیا پھر ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے (دوبارہ پیدا کرنے سے) تھک گئے ہیں۔ نہیں (اصل بات یہ ہے کہ) لوگ دوبارہ پیدا کئے جانے سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

عَجِبُوْآ	انہوں نے تعجب کیا
مُنْذِرٌ	ڈرانے والا
مِتْنَا	ہم مر گئے
رَجْعٌ بَعِيْدٌ	یہ تو لوٹنا دور کا ہے
تَنْقُصُ	گھٹاتی ہے
مَرِيْجٌ	الجھا ہوا
فُرُوْجٌ	سوراخ
مَدَدْنَا	ہم نے پھیلا دیا
اَلْقَيْنَا	ہم نے ڈال دیا
رَوَاسِيٌ (رَاسِيَةٌ)	بوجھ
زَوْجٌ بَهِيْجٌ	طرح طرح کی خوشنمائی۔ خوبصورتی
تَبْصِرَةٌ	دکھانا۔ سمجھانا
مُنِيْبٌ	پلٹنے والا۔ توجہ کرنے والا
اَلْحَصِيْدُ	کٹا ہوا کھیت
اَلنَّخْلُ	کھجور کا درخت
بٰسِقٰتٌ (بَاسِقَةٌ)	لمبے لمبے

طَلْعٌ	خوشہ
نَضِيْدٌ	ایک دوسرے سے ملا ہوا۔ گتھا ہوا
اَلرَّسُّ	پرانا کنواں
اَلْاَيْكَةُ	گھنا جنگل
تُبَّعٌ	پیچھے چلنے والا
حَقَّ	ثابت ہوا
وَعِيْدٌ	میرا ڈراوا
لَبْسٌ	شک

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

سورۂ ق سے قرآن کریم کی ساتویں اور آخری منزل کا آغاز ہورہا ہے۔ ق حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت کی قسم کھا کر فرمایا یہ وہ بلند رتبہ اور عظمت وجلال والی کتاب ہے جسے ان تمام کتابوں پر عزت وشرف حاصل ہے جو اس سے پہلے نازل کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا مقابلہ اور کوئی کتاب نہیں کرسکتی۔ اس کتاب میں اس بات کو نہایت واضح طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں انسان کا قیام عارضی ہے حقیقی زندگی کا آغاز آخرت سے ہوگا۔ دنیا میں وقتی زندگی گذارنے کے بعد ہر شخص کو ایک مقرر دن (قیامت کے دن) اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا پھر جزا اور سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ان تمام باتوں کو اللہ کے پیغمبر آکر بتاتے ہیں تاکہ راستہ سے بھٹکے ہوئے انسان سیدھے راستے پر آجائیں جو ان کی اطاعت وفرماں برداری کرتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں لیکن اللہ ورسول کے منکر جب گناہوں کی حدوں کو پار کر جاتے ہیں تو پھر ان کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار اس بات کو بڑی حیرت اور تعجب سے کہتے رہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں بتانے والے پیغمبران ہی

جیسے بشر ہیں۔ ان میں اور ہم میں فرق کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ کے پیغمبران ہی میں سے ان کی اصلاح کے لئے نہ بھیجے جائیں تو پھر وہ کون سی مخلوق ہوگی جو پیغمبر بنا کر بھیجی جائے گی۔ انبیاء کی بشریت کا انکار کفار کا مزاج رہا ہے جس کا مظاہرہ وہ کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ اگر اللہ فرشتے کو بھی پیغمبر بنا کر بھیجتا تو وہ بھی بشر ہی ہوتا۔

کفار اس بات میں بھی تعجب کرتے ہیں کہ جب وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے ان کی ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ان کے جسم کے سارے اجزاء بکھر جائیں گے تو ان کے اجزاء کس طرح جمع کئے جاسکیں گے؟ دنیا کے اربوں کھربوں انسانوں کے اجزا جمع ہو کر دوبارہ کس طرح انسانی شکل اختیار کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں تعجب اور حیرت کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ کو معلوم ہے انسانی جسم کے اعضاء کو کس زمین نے کھایا ہے اور ان کے جسم کے کون کون سے اجزا باقی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے ان تمام باتوں کا پورا حساب ایک ایسی کتاب میں درج کر رکھا ہے جو ہر طرح کی تبدیلی سے محفوظ ہے اور وہ کتاب خود اس کی حفاظت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ کفار کسی ایک بات پر جم کر سوچ ہی نہیں سکتے کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔ یہ ہر چیز میں ڈانوا ڈول ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ کائنات میں ظاہری انقلاب اور قوموں کے انجام پر ذرا بھی سنجیدگی سے غور کر لیں تو انہیں ان میں سے کسی بات پر نہ تو حیرت ہوگی اور نہ تعجب ہوگا۔ فرمایا کہ ذرا اپنے اوپر ایک بلند و بالا آسمان کو دیکھو اللہ نے اس کو کس طرح بنایا ہے نہ ستون ہے نہ سہارا اور آسمان اپنی عظمتوں کے ساتھ چھت کی طرح سے تان دیا گیا ہے جسے چاند، سورج اور ستاروں کی چمک سے روشن و منور کر رکھا ہے اس میں کہیں شگاف یا دراڑ نہیں ہے۔ اپنے پاؤں تلے زمین کو دیکھیں کہ اللہ نے اس کو پھیلا کر اس میں کس طرح توازن برقرار رکھنے کے لئے بڑے بڑے پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا تا کہ وہ زمین انہیں لے کر ایک طرف کو نہ ڈھلک جائے۔ پھر زمین میں طرح طرح کے حسن و جمال اور خوبصورتیوں کو بکھیر دیا ہے۔ جب یہ زمین خشک اور مردہ سی ہو جاتی ہے تو بلندی سے پانی برسایا جاتا ہے جس سے مردہ سی زمین دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے ہر طرف خوبصورت باغات، لہلہاتے کھیت، کھجوروں کے جھنڈ کے جھنڈ اس میں لگے ہوئے گابھے اور رزق کے مختلف سامان اسی پانی سے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

فرمایا کہ ان تمام باتوں میں تعجب اور حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر پانی کے چھینٹے سے زمین دوبارہ سرسبز و شاداب ہو کر ایک نئی زندگی حاصل کر سکتی ہے اور اللہ کے حکم سے پھل دینے لگتی ہے وہی اللہ جب سارے مردوں کو قبروں سے اٹھا کر ان کے اجزا کو جمع کر کے ان کی اپنی شکل و صورت پر دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا تو اس میں کسی حیرت کی بات نہیں ہے یہ تو اللہ کی قدرت و طاقت ہے وہ کائنات میں جس طرح چاہتا ہے تبدیلیاں کرتا ہے وہی انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی طاقت و قوت رکھتا ہے۔

فرمایا کہ یہ تو دنیاوی انقلابات ہیں۔ اگر دنیا بھر کی بڑی بڑی قوموں کے عبرت ناک انجام کو دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آ جائے گی کہ اللہ کے سامنے دنیا کی طاقتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب بھی اس کی زمین پر نافرمانی کی جاتی ہے تو اللہ کا قانون قدرت دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے نافرمان قوموں کے متعلق فرمایا ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو پھر ان کی ترقیات، مال و دولت اور اونچی اونچی بلڈنگیں ان کے کام نہ آ سکیں۔ حضرت نوحؑ اور حضرت شعیبؑ کی قومیں قوم ثمود اور قوم عاد، فرعون اور لوطؑ کی قوم گھنے جنگل والے اور قوم تبع ان قوموں کی زندگیاں گواہ ہیں کہ اللہ نے ان قوموں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے۔ جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تو ان کو تباہ و برباد کر کے نشان عبرت بنا دیا۔ اصحاب الرس، اصحاب ایکہ اور قوم تبع کون تھے ان کی تفصیل یہ ہے۔

﴿اصحاب الرس﴾ (کنویں والے)۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو ان کی نافرمانیوں سے روکا تو وہ ان کے مخالف ہو گئے اور اس قوم کی نافرمانیاں بڑھتی ہی چلی گئیں۔ آخر کار اس قوم پر عذاب کا فیصلہ آ گیا اور وہ قوم تہس نہس کر دی گئی۔ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے تقریباً چار ہزار آدمی تھے جنہیں اللہ نے اس عذاب سے بچا لیا اور حضر موت کے علاقے میں حضرت صالح اور ان کی قوم کے لوگ جا کر آباد ہو گئے۔ جس جگہ قیام کیا تھا وہاں ایک کنواں تھا۔ (**اَلرَّس** کنویں کو کہتے ہیں)۔ فرمایا کہ اصحاب الرس (کنویں والے) شروع میں تو اللہ کے فرماں بردار رہے جب حضرت صالح علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو آہستہ آہستہ اس قوم میں بت پرستی شروع ہو گئی۔ اسی کفر و شرک اور نافرمانی کی اصلاح کے لئے جب اللہ نے ایک پیغمبر کو بھیجا تو انہوں نے ان کی بات سننے سے انکار کر دیا اور ان کو شہید کر دیا۔ اس نافرمانی کی وجہ سے اس قوم پر عذاب نازل کیا گیا۔ وہ کنواں جس پر ان کا دار و مدار تھا وہ کنواں خشک ہو کر ویران ہو گیا اور ان کی بنائی ہوئی اونچی اونچی بلڈنگیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔

﴿اصحابُ الایکہ﴾ الایکہ گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ یہ علاقہ بہت سر سبز و شاداب تھا اور گھنے باغات سے گھرا ہوا تھا۔ پانی بھی بڑی کثرت سے تھا۔ آج کل یہ علاقہ اردن کی سلطنت میں ہے۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں بڑھ گئیں تو اللہ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت شعیبؑ کو بھیجا جب اس قوم نے ان کی مسلسل نافرمانیاں کیں اور اللہ و رسول کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا تو اس قوم پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ قوم تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔

﴿قوم تبع﴾ یمن کے بادشاہوں کو ''تبع'' کہا جاتا ہے جس طرح مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ قوم تبع کو اپنی خوش حالی پر بڑا ناز تھا۔ وہ کوئی صحیح بات سننے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ نے اس قوم کو شدید عذاب کے ذریعہ تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ان کا مال اور دولت اور ان کی ترقیات ان کے کسی کام نہ آ سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ قوموں کا ذکر کر کے مکہ کے کفار و مشرکین کو آگاہ کیا ہے کہ وہ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نافرمانیاں نہ کریں ورنہ وہ بھی اللہ کے غضب کا شکار ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ کا دستور اور قانون ہر زمانہ میں یکساں رہا ہے۔ وہ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے اور فرماں برداروں کو دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں عطا کرتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَىَّ عَتِيْدٌ ۗ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۙ ﴿٢٥﴾ الَّذِىْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِى الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَىَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾

ع ٢ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ١٦ تا ٢٩

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات ابھرتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے دو فرشتے اس کے اعمال کو لکھ رہے ہیں۔ اس کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے اس کے پاس ایک نگراں موجود نہ ہو۔ اور موت کی وہ سختی آ پہنچی جو برحق ہے۔ (جس سے وہ زندگی بھر) بچتا پھرتا تھا۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو یہی دن عذاب کے وعدے کا دن ہوگا۔ ہر

شخص (میدان حشر میں) اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک (فرشتہ) حشر میں لانے والا اور ایک گواہ ہوگا۔ (اس سے کہا جائے گا کہ) تو اس دن سے غفلت میں تھا جس کے پردے کو ہم نے ہٹا دیا ہے۔ آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔ اور اس کا وہ ساتھی (فرشتہ) جو گواہ تھا کہے گا کہ اس کا نامہ اعمال میرے پاس تھا جو حاضر ہے۔

(حکم دیا جائے گا کہ) تم ہر اس شخص کو جہنم میں جھونک دو جو ناشکرا اور زیادتی کرنے والا، نیکی سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا تھا۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود بنایا اس کو بھی شدید عذاب میں جھونک دو۔

اس کا وہ ساتھی (جو شیطان تھا) کہے گا کہ اے پروردگار میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود گمراہی میں دوڑا پھرتا تھا۔ فرمایا جائے گا کہ میرے سامنے نہ جھگڑو کیونکہ میں پہلے ہی تمہارے پاس عذاب کا وعدہ بھیج چکا تھا۔ میرے پاس کوئی بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

لغات القرآن　　آیت نمبر ۱۶ تا ۲۹

تُوَسْوِسُ	چپکے سے وسوسہ ڈالتا ہے
حَبْلُ الْوَرِيْدِ	شہ رگ
قَعِيْدٌ	بیٹھا ہوا
مَا يَلْفِظُ	کوئی لفظ نہیں نکالتا
رَقِيْبٌ	نگہبان۔ نگرانی کرنے والا
سَكْرَةُ الْمَوْتِ	موت کی بے ہوشی
تَحِيْدُ	کتراتا ہے
يَوْمُ الْوَعِيْدِ	ڈرنے کا دن
سَائِقٌ	چلانے والا

غِطَاءٌ	پردہ
حَدِيْدٌ	بہت تیز
قَرِيْنٌ	ساتھی
لَدَيَّ	میرے پاس
اَلْقِيَا	تم دونوں ڈال دو
عَنِيْدٌ	ضدی
مَنَّاعٌ	روکنے والا
مُعْتَدٌ	حد سے آگے بڑھ جانے والا
مُرِيْبٌ	شک وشبہ ڈالنے والا
اَطْغَيْتُ	میں نے سرکشی کی
لَا تَخْتَصِمُوْا	تم نہ جھگڑو

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۹

ان آیات میں موت اور قیامت کے ہولناک دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جو کفار دنیا میں غرور وتکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے اور وہ نبیوں کی بات بھی نہ مانتے تھے ان کو اپنے کرتوتوں کی سزا اور اگر کسی نے بہترین اعمال کئے ہوں گے تو ان کو ان کے تصور سے زیادہ انعامات سے نوازا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اس کے دل میں پیدا ہونے والے ہر خیال سے اچھی طرح واقف ہیں۔ رگ جان جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے وہ اس سے اتنی قریب نہیں ہے جتنا ہم اس سے قریب ہیں۔ اس کی اندرونی کیفیات کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں کہیں جانے اور کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے دل ودماغ میں جو بھی خیالات آتے ہیں یا وہ عمل کرتا ہے وہ ہماری نظر میں ہے۔ فرمایا کہ ہم نے اس کے دائیں اور بائیں ایسے فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں جو اس کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ اور اس کے کئے ہوئے ہر کام سے واقف ہیں اور وہ اس کو برابر لکھتے چلے جارہے ہیں۔ جب اس پر اس موت کی بے ہوشی اور غشی طاری ہو جائے گی جس موت سے وہ بھاگتا اور موت کے نام سے بدکتا تھا وہ اس کو آکر

رہے گی۔اس سے بچنا ممکن نہیں ہوگا کیونکہ موت کا وہ دروازہ ہے جس سے سب کو گذرنا پڑتا ہے۔اس کے بعد اس کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔اسی طرح وہ جس قیامت کا یقین نہیں کرتا تھا وہ بھی آ کر رہے گی۔ جیسے ہی اللہ کے حکم سے صور میں پھونک ماری جائے گی اور قیامت قائم ہوجائے گی تو وہی دونوں فرشتے جو اس کے دائیں بائیں اس کے اعمال لکھ رہے تھے ان میں سے ایک تو اس کافر کو ہانکتا ہوا جہنم کی طرف لے جائے گا اور دوسرا فرشتہ اس کے تمام اعمال کا ریکارڈ لئے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ ہوگا۔فرشتے کہیں گے کہ دنیا میں تیری آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے اور تو دیکھ کر بھی اور سن کر بھی اس کا یقین نہیں کرتا تھا آج غفلت کے سارے پردے تیری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور آج تیری نظریں ہر چیز کو صاف صاف دیکھ رہی ہیں۔جو فرشتہ اس کے ساتھ رہتا تھا وہ اس کا نامہ اعمال سامنے رکھ کر کہے گا کہ یہ ہیں تیرے وہ اعمال اور کرتوت جنہیں تو دنیا میں کیا کرتا تھا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان جیسے تمام نافرمانوں کو جہنم میں جھونک دینے کا حکم دیں گے جو (١) حق آنے کے باوجود اس کا انکار کیا کرتے تھے۔(٢) اللہ کی ناشکری جن کا شیوہ بن چکا تھا۔(٣) وہ ہر بھلائی کے راستے سے دوسروں کو روکتے تھے۔(٤) غرور و تکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے۔(٥) حد سے نکل جانے والے تھے۔(٦) ہر چیز میں شک وشبہ پیدا کرتے تھے۔(٧) ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے تھے۔حکم ہوگا کہ آج ان کو جہنم میں جھونک دو۔

اللہ تعالیٰ شیطان سے فرمائیں گے کہ کیا تو نے ان کو بہکایا تھا۔وہ کہے گا کہ الٰہی! میں نے ان کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو خود ہی گمراہی کو اپنے گلے میں ڈالے پھرتے تھے۔ادھر کفار شیطان پر الزام لگاتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں اس نے بہکایا تھا اس کو پوری پوری سزا دی جائے اور ہمیں معاف کر دیا جائے۔

جب ان دونوں میں جھگڑا بڑھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب آپس میں جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔میں نے تو اپنے پیغمبروں کے ذریعہ تمہیں پہلے ہی آگاہ اور خبردار کر دیا تھا اور تمہیں اپنے فیصلے سے مطلع بھی کر دیا تھا۔وہ میرا فیصلہ اٹل اور ناقابل تبدیل ہے۔ہم کسی پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کیا کرتے۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ﴿٣٠﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ﴿٣١﴾ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ﴿٣٢﴾ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ﴿٣٤﴾ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

وہ دن (کتنا ہیبت ناک ہوگا) جب ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر چکی؟ وہ جہنم کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟

اور تقویٰ والوں کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی جو ان سے دور نہ ہوگی (فرمایا جائے گا کہ) یہ وہ جنت ہے جس کا وعدہ ہر اس شخص سے کیا گیا تھا جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اور (بندوں کے حقوق کی) حفاظت کرنے والا تھا۔ جو شخص رحمٰن کو دیکھے بغیر ڈرتا رہا اور رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوا (حکم دیا جائے گا کہ) سلامتی (عزت واحترام) کے ساتھ اس جنت میں داخل ہو جا جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ ان جنتوں میں ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس سے اور زیادہ دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

هَلِ امْتَلَاْتِ — کیا تو بھر گئی

اُزْلِفَتْ — قریب لائی گئی

اَوَّابٌ — جھکنے والا

اَلْخُلُوْدُ — ہمیشہ رہنے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

جب میدان حشر میں ہر شخص کے اعمال کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو جہنم میں داخل ہونے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ جہنم پکار اٹھے گی کہ کیا ابھی اور اللہ کے نافرمان ہیں جنہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا؟ مفسرین نے اس کے معنی یہ بھی کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ہی جہنم سے سوال فرمائیں گے کہ کیا اب بھی جہنم میں

اور جگہ موجود ہے؟ کیا اس کے علاوہ اور بھی جہنم والے ہیں۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ دوزخیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا پھر اس جہنم کو بند کر کے اوپر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ و رسول کی اطاعت میں گذاری ہوگی ان کو ایسی جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرف راحتیں ہی راحتیں ہوں گی اور کسی طرح کا کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذارنے والوں کے لئے جنت کو سنوارا جائے گا اور فرشتے اس میں ان کا پرجوش استقبال کریں گے۔ وہ جنت میں جیسی بھی خواہش کریں گے وہ ان کو اسی وقت بغیر کسی رکاوٹ کے عطا کردی جائے گی۔ اہل جنت کو سب سے بڑی نعمت ''دیدار الٰہی'' نصیب ہوگا۔ اور دیدار بھی اس شان کے ساتھ کہ درمیان سے ہر پردے کو ہٹا کر بے حجابانہ زیارت نصیب ہوگی۔ بعض روایات کے مطابق ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی ایسی زیارت نصیب ہوگی کہ دیدار الٰہی کے انوارات میں ہر شخص گم ہو کر رہ جائے گا۔ کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کو جہنم تک پہنچنے میں ایسا لگے گا جیسے کسی پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں لیکن اہل جنت کے لئے جنت کو اتنا قریب کردیا جائے گا کہ جنت میں پہنچنے کی مسافت اور فاصلہ کا احساس تک نہ ہوگا اور وہ پورے احترام کے ساتھ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ یوں تو اہل جنت کی بہت سی خصوصیات ہوں گی اس جگہ خاص طور پر چار صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اوّاب، حفیظ، خشی الرحمٰن اور قلب منیب۔

۱۔ اوّاب ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو شیطانی وسوسوں کے باوجود محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی ہر خواہش کو چھوڑ کر ہر اس بات کو اختیار کرتا ہے جس میں اللہ و رسول کی اطاعت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ دن رات اپنے گناہوں پر شرمندگی کا احساس کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور اس کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

۲۔ حفیظ جو کسی حال میں اپنے صغیرہ کبیرہ گناہوں کی تلافی کے لئے مخلصانہ کوششوں سے غافل نہ رہتا ہو۔

۳۔ خشی الرحمٰن جو ہر وقت اس احساس کو زندہ رکھتا ہو کہ اللہ بڑا رحیم و کریم ہے وہی اپنے بندوں پر بے انتہا رحمتیں نازل کرتا ہے لیکن اس تصور سے کانپتا اور ڈرتا رہتا ہو کہ کہیں وہ اللہ کے قہر کا شکار نہ ہو جائے۔

۴۔ قلب منیب ایسا دل جس میں اپنے نفسانی جذبوں کو چھوڑنے اور نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ و رسول کے ادب و احترام کا بے پایاں خیال غالب رہے۔ صحیح عقیدہ اور اللہ کی طرف رجوع رہنے والا دل ہو۔ ایسا دل جس میں نیکیوں کی محبت اور گناہوں سے نفرت اور توبہ و استغفار جس کا شعار ہو۔ ایسا دل جو ہر طرف سے کٹ کر محض اللہ کی رضا و خوشنودی کا طالب ہو۔

اہل جنت کی یہ چار صفات ہیں جو ان کو جنت کا مستحق ثابت کردیں گی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی ان صفات کو پیدا کر کے ہمیں جہنم سے نجات اور جنت کا مستحق بنا دے۔ آمین

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اور ہم (ان کفار مکہ سے پہلے) بہت سی (نافرمان) قوموں کو تباہ کر چکے ہیں جو ان سے زیادہ طاقت وقوت والی تھیں۔ پھر وہ شہروں میں (فریاد کرتے) پھرے کہ ان کے لئے کوئی پناہ کی جگہ ہے؟ بے شک اس میں ہر اس شخص کے لئے عبرت ونصیحت ہے جو دل رکھتا ہے یا جو پوری توجہ سے بات کو سنتا ہے۔ اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ اور ہمیں اس کام نے تھکایا نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ وہ کفار جو کچھ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور) اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات میں بھی اور سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی تسبیح کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

نَقَّبُوْا	وہ بھاگے دوڑے
مَحِيْصٌ	پناہ کی جگہ

سِتَّةُ اَیَّامٍ	چھ دن
مَامَسَّنَا	ہم کو نہیں چھوا
لُغُوْبٌ	تھکاوٹ۔ تھکن
اَدْبَارٌ	پیچھے۔ بعد میں

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اعلان نبوت کے بعد وہی لوگ جو نبی کریم ﷺ کو بہت چاہتے تھے اس طرح آپ کے دشمن بن گئے کہ آپ کا اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام کا مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا اور ان پر مکہ مکرمہ کی سرزمین کو تنگ کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے قوموں کے ابھرنے، عروج و ترقی تک پہنچنے اور نافرمانیوں کی وجہ سے مٹ جانے کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حق و صداقت کے راستے پر چلنے والوں کو پورے عزم و یقین کے ساتھ صبر کرتے رہنا چاہیے کیونکہ سچائی کے اس کلمے کو بلند کرنے میں لوگوں کی بے حسی، بداخلاقی کو برداشت کر کے کڑوے گھونٹ پینا ہی پڑتے ہیں۔ اگر اتنا کچھ سمجھانے کے باوجود قوم اپنی بداعمالیوں کا راستہ نہیں چھوڑتی تو پھر وہ قہر الٰہی کی زد میں آجاتی ہے۔ فرمایا کہ یہ مکہ کے لوگ جس طاقت و قوت پر ناز کر رہے ہیں ان سے پہلے گذری ہوئی قومیں ان سے بہت زیادہ طاقت و قوت اور دنیا کے وسائل رکھتی تھیں لیکن جب انہوں نے نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب ان پر اللہ کا فیصلہ آگیا اور پھر انہیں دنیا کے کسی کونے میں بھی پناہ نصیب نہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ تاریخ انسانی کے سچے واقعات ہیں جن سے عرب کے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ ان ظالم قوموں کے کھنڈرات کے پاس سے گذرتے رہتے ہیں لیکن عبرت حاصل نہیں کرتے اور اپنے انجام پر غور نہیں کرتے۔ فرمایا کہ انسانی تاریخ کے ان واقعات سے وہی لوگ عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں جن میں سوچنے اور سمجھنے کی اہلیت و صلاحیت زندہ ہوتی ہے لیکن جو لوگ بے حس ہو چکے ہوں اور وہ کسی بات کو سوچنے کی زحمت ہی نہیں کرتے اور غلط عقیدوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے اس زمین و آسمان یعنی کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ساتویں دن تھکن کی وجہ سے اس نے آرام کیا (نعوذ باللہ)۔ فرمایا کہ بے شک اللہ نے اس کائنات کو چھ دنوں میں بنایا لیکن ساتویں دن اس نے آرام نہیں کیا۔ وہ تھک کر نہیں بیٹھ گیا کیونکہ وہ لوگوں کی طرح ہاتھ پیر سے محنت نہیں کرتا کہ کچھ کام کر کے تھک جائے بلکہ جس کام کو وہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے کہتا ہے ''کن'' ہو جا اور وہ چیز اسی وقت وجود اختیار کر لیتی ہے۔ اب اس نے کائنات کو

بتدریج بنایا ہے یہ اس کی مصلحت ہے لیکن تھک جانا یہ تو انسانی عادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فرمایا کہ آپ ان کفار یہودیوں اور نصاریٰ کی اذیتوں پر صبر کیجئے۔ تحمل اور برداشت سے کام لیجئے، صبح و شام اور رات کے اندھیروں میں اور دن کی روشنی میں اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ دین اسلام کے مخالف جو اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں یہ خود ہی مٹ کر رہ جائیں گے۔ آپ اور آپ کے صحابہؓ اس کلمہ حق کو بلند کرتے رہیں ان کفار سے اللہ خود نبٹ لے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ

مکہ کے کفار جن نافرمانیوں اور رسول دشمنی میں لگے ہوئے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان سے پہلے وہ زبردست قوت اور طاقت رکھنے والی قومیں گذری ہیں جنہیں اللہ کے پیغمبروں نے ہر طریقے پر سمجھایا اور کفر و شرک سے باز رکھنے کی تلقین کی لیکن وہ اپنی بدمستیوں میں اللہ کے پیغمبروں کی باتوں کو ٹھکراتے رہے۔ آخر کار ان پر اللہ کا فیصلہ آگیا اور انہوں نے شہر شہر گھومنے اور پناہ کی جگہ تلاش کرنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو لگا دیا لیکن ان کو کسی جگہ بھی پناہ نصیب نہ ہو سکی۔ ان تمام واقعات سے اہل عرب اچھی طرح واقف تھے ان کے تباہ کئے گئے کھنڈرات سے اکثر گذرتے تھے مگر سب کچھ دیکھ کر بھی وہ عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے تھے اور اپنے بدترین انجام سے غافل تھے۔ فرمایا بات یہ ہے کہ ان کے پاس وہ نگاہیں نہیں ہیں جو اپنے انجام کو دیکھ سکیں وہ عقل و فکر نہیں جس سے وہ سوچ سکیں۔ جن کے پاس نگاہیں اور دل ہوتے ہیں وہی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ جو بھی بکواس کرتے ہیں آپ اس کی پرواہ نہ کیجئے بلکہ صبر و تحمل اور برداشت سے اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی جدوجہد کرتے رہیے اور صبح و شام سورج نکلنے سے پہلے، سورج ڈوبنے سے پہلے، کچھ رات کے اندھیروں میں اور کچھ سجدوں سے فارغ ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ کسی کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کرتا رہے گا اور دشمنان اسلام ہی گذشتہ قوموں کی طرح بے نام و نشان ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ اللہ کا یہی دستور ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿٤٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿٤٥﴾

ع ۱۶ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

اور سنو! جس دن پکارنے والا قریب ہی سے پکارے گا اور اس دن یقیناً سب لوگ اس چیخ کو (صور پھونکے جانے کو) سن لیں گے یہ ان کے قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ بے شک ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں۔ اور سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔ اس دن جب زمین پھٹ جائے گی اور لوگ اس کے اندر سے نکل کر دوڑ رہے ہوں گے ان سب کو جمع کر لینا ہمارے لئے آسان ہے۔ (اے نبی ﷺ) یہ لوگ جو باتیں بنا رہے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے تو ہیں نہیں (لہٰذا) آپ اس قرآن کے ذریعہ ہر اس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب سے ڈرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

اَلْمُنَادُ	ندا دینے والا۔ آواز دینے والا
تَشَقَّقُ	پھٹ پڑے گی
جَبَّارٌ	زبردستی کرنے والا
يَخَافُ وَعِيْدُ	جو میرے ڈرانے سے ڈرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

غفلت و کوتاہی کے ساتھ زندگی گذارنے والے قیامت کو دور کی چیز سمجھتے ہیں حالانکہ اہل ایمان اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ موجودہ دنیا آخر کار ایک دن ختم ہو جائے گی اور پھر سب کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زندگی میں کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ چنانچہ جب صور پھونکا جائے گا تو کائنات کی ابتداء سے انتہا تک جتنے بھی لوگ ہوں گے وہ اپنی قبروں سے دفن کی گئی یا جلائی گئی جگہوں سے زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب اللہ کے حکم سے حضرت اسرافیل صور میں پھونک ماریں گے تو اس ہیبت ناک آواز کو دور اور نزدیک والے اس طرح سنیں گے جیسے ان کو قریب ہی سے آواز دی گئی ہے۔ حضرت اسرافیل کہیں گے کہ

''اے گلی سڑی ہڈیو! ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانے والی کھالو! ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والے گوشت کے ٹکڑو! بکھر جانے والے ذروں سن لو کہ تمہیں اللہ یہ حکم دیتا ہے کہ حساب کے لئے جمع ہو جاؤ۔'' (بغوی)

حضرت اسرافیل کے اس اعلان کے بعد تمام مردے زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف دوڑنا اور بھاگنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح زمین و آسمان اور وقت کا نقشہ بدل جائے گا سب لوگ ایک ایسی نئی دنیا میں آنکھ کھولیں گے جہاں ساری دنیا کے لوگ جمع ہوں گے اور اس میدان میں ہر شخص سے زندگی میں کئے ہوئے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوگا؟ اللہ نے فرمایا کہ وہ اللہ جس کے ہاتھ میں انسان کی زندگی اور موت کا نظام ہے اس کے لئے خاک میں مل جانے والے ذروں کو جمع کر کے پھر سے ان کو انسانی شکل میں لے آنا کوئی دشوار اور مشکل بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ ایک سچائی ہے آپ اس پیغام حق کو ہر اس شخص تک پہنچا دیجئے جو نصیحت حاصل کرتا اور میرے عذاب سے ڈرتا ہے۔ آپ کا کام اس بات کو محبت و خلوص سے ہر شخص تک پہنچانا ہے کسی پر زبردستی کر کے ٹھونسنا نہیں ہے کیونکہ ہم نے آپ کو اس پیغام کے پہنچانے پر مامور کیا ہے آپ اپنا کام کرتے رہیے جو بھی سعادت مند ہے وہ اس بات پر دھیان دے گا اور اپنی آخرت سنوار لے گا لیکن بدبخت انسانوں کو بہت جلد اپنے برے انجام کا خود ہی پتہ چل جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶ تا ۲۷

• حٰمٓ • قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۱

الذّٰرِیَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الذّٰریٰت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	51
کل رکوع	3
آیات	60
الفاظ وکلمات	360
حروف	1553
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چار بڑی قوموں کا ذکر کیا۔ قوم نوح، قوم فرعون، قوم عاد اور قوم ثمود۔ یہ دنیا کی بہت بڑی اور دولت مند قومیں تھیں جب انہوں نے اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا کردی تو ان پر اللہ کا ایسا عذاب آیا جس نے ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

اللہ کا یہی دستور ہے کہ جب قومیں نافرمانیوں کی انتہا پر پہنچ جاتی ہیں اور بار بار کہنے کے باوجود اپنی اصلاح نہیں کرتیں تو پھر ان پر اللہ کا فیصلہ آ جاتا ہے اور پھر وہ قومیں طاقت وقوت کے باوجود اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتیں اور تباہ ہو جاتی ہیں۔

☆اس سورۃ کی ابتداء گرد و غبار اڑانے والی، بادلوں کے بوجھ کو لے کر چلنے والی ہواؤں، نرم رفتار سے چلنے والی کشتیوں اور رزق تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس قیامت کے دن کا وعدہ کیا گیا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دراصل یہ ان منکروں کے جواب میں قسم کھائی گئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت جس کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے کب واقع ہوگی؟ اللہ نے فرمایا کہ یہ قیامت تو ضرور آئے گی لیکن قیامت کا دن کافروں اور مشرکوں کے لیے بڑا بھاری دن ہوگا۔ اس دن مجرم آگ پر تپائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جس قیامت کی تم جلدی کیا کرتے تھے یہی وہ قیامت کا دن ہے۔ اب تم اپنے اعمال کی سزا بھگتو جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

☆لیکن یہ دن ان اہل ایمان لوگوں کے لیے جو پوری زندگی تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گزارا کرتے تھے بے انتہا انعام وکرم کا دن ہوگا۔ ان کو جنت کے سرسبز وشاداب باغات، بہتے ہوئے پانی کے صاف شفاف چشمے اور ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ یہ ان لوگوں کی نیکیوں کا بدلہ ہوگا جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی عبادت وبندگی کرتے تھے جو راتوں کے اکثر حصے میں عبادت کرنے کے باوجود اللہ سے ڈرتے ہوئے استغفار کرتے تھے۔ ان کے اعمال کی بلندی کا یہ حال ہے کہ ان کے مال ہر اس شخص کے لیے وقف تھے جو ان سے سوال کرتے تھے یا سوال نہیں کرتے تھے۔

☆اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں وہ اگر اپنے وجود ہی میں غور کرلیں تو ان کو اس کا جواب مل جائے گا۔ ہر آدمی رات کو سوتا ہے اور

کفار و مشرکین کے اعتراضات، طعنے اور الزامات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کیجیے صبر کیجیے کیونکہ جب بھی اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے ان کو اسی طرح ستایا۔ آپ ﷺ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے جس کے مقدر میں یہ سعادت ہے وہ ضرور حاصل کر کے رہے گا۔

صبح کو اٹھ جاتا ہے۔ رات کو سونا گویا موت کا طاری ہونا ہے اور سو کر اٹھنا دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ موت اور حیات تو اس پر روزانہ طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص مر گیا اس سے قبر میں چند سوالات کے بعد اس پر نیند طاری کر دی جائے گی اور اب اس کی آنکھ میدان حشر میں کھلے گی جہاں زندگی بھر کے معاملات کا فیصلہ کیا جائے گا۔

☆ اس سورۃ میں حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ کو بیان فرمایا گیا جب اللہ نے کچھ فرشتوں کو انسانی شکل میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک بیٹے کی خوش خبری سنائی اور قوم لوط پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب کا ذکر کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے ان سے پوچھا کہ اب ان کا کیا ارادہ ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ قوم لوط پر بارش کی طرح پتھر برسا کر ان کو تباہ کر دیا جائے۔

☆ قوم فرعون، قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو پانی میں غرق کر دیا۔ قوم عاد کو طوفانی آندھی سے اور قوم ثمود کو ہوا اور زلزلوں کے جھٹکوں سے اور قوم نوح کو سمندری طوفان میں ڈبو کر ہلاک کیا گیا۔ گویا انہوں نے تو پہلے ہی قیامت کا منظر دیکھ لیا۔ اسی طرح ایک وقت آئے گا جب اس ساری کائنات کو اسی طرح ختم کر دیا جائے گا اسی کو قیامت کہتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ اس کائنات میں جس اللہ نے آسمان کو چھت کی طرح تان دیا اور زمین کے فرش کو خوبصورتی سے بچھا دیا جس سے انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ دنیا میں جب بھی کائنات کے مالک کے ساتھ کسی طرح کا بھی شرک کیا گیا تو ان کی اصلاح کے لیے پیغمبر بھیجے گئے جب کفار اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہا۔

☆ کفار قریش نبی کریم ﷺ کو طعنے دیتے اور الزامات لگاتے تھے۔ آپ ﷺ کو مجنون اور جادوگر کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے کہ جو کفار آپ ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں بلکہ اللہ کے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ان کے ساتھ ان کی قوم نے یہی معاملہ کیا لہٰذا آپ ﷺ ان منکرین و مشرکین کی پرواہ نہ کیجیے کیونکہ یہ لوگ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان کی باتوں پر صبر کیجیے اور ان کو نصیحت کرتے رہیے جن لوگوں کے دلوں میں خوف الٰہی ہے وہ ضرور ایک دن آپ ﷺ کی بات مان کر نجات کا راستہ حاصل کر لیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسانوں اور جنات کو اپنی عبادت و بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ عبادت ان کے اپنے فائدے کے لیے ہے اللہ ہر ایک کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ اگر ساری دنیا مل کر اس کی نافرمانی کرتی ہے تب اور فرمانبرداری کرتی ہے اس وقت نہ اس کی کائنات میں کوئی چیز کم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز بڑھتی ہے یہ تو انسان کی اپنی سعادت کی بات ہے۔

فرمایا کہ درحقیقت وہ بڑے ظالم ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو سخت سزا مل کر رہے گی۔ قیامت کا دن ان لوگوں کے لیے بڑا ہولناک دن ہوگا۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ
اَمْرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ
مَنْ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾
يَسْــَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا
فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ
مُحْسِنِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ
يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي
الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي
السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ
مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۧ﴿۲۳﴾

ع ۱ / ۲۳ / ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۳

ان ہواؤں کی قسم جو گرد اڑانے والی ہیں۔ پھر ان بدلیوں کی قسم جو (پانی کا) بوجھ اٹھا کر چلنے والی ہیں۔ پھر (ان کشتیوں کی قسم) جو نرم رفتار سے چلنے والی ہیں۔ پھر ان تقسیم کرنے والے (فرشتوں) کی قسم جو اللہ کے حکم سے تقسیم کرتے ہیں۔ یقیناً تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے اور انصاف کا دن قائم ہونے والا ہے۔ قسم ہے راستوں والے آسمان کی کہ تم لوگ (آخرت کے بارے میں) مختلف باتیں کرتے ہو لیکن اس کو ماننے سے وہی انکار کرتا ہے جس کو اس سے پھرنا ہوتا ہے۔ قیاس اور گمان کرنے والے ہلاک کردیئے گئے۔ جو غفلت میں (پڑے ہوئے) اور اس دن کو بھولے ہوئے ہیں۔

پھر بھی وہ پوچھتے ہیں کہ انصاف کا دن کب (قائم) ہوگا؟ وہ دن ہوگا جب یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) تم (اللہ و رسول کے) جھٹلانے کی سزا کا مزہ چکھو۔ یہی وہ عذاب ہے جس کو مانگنے میں تم جلدی کیا کرتے تھے۔ بے شک پرہیز گار (جنت کے) باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ یہ اس کو لینے والے ہوں گے جو انہیں ان کا پروردگار عطا کرے گا کیونکہ وہ پہلے ہی سے پرہیز گار تھے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو (اللہ کی یاد میں) راتوں کو بہت کم سوتے تھے۔ اور رات کے آخری حصے میں (اللہ سے) استغفار کیا کرتے تھے۔ اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور سوال نہ کرنے والوں کا حق تھا۔ اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہاری اپنی ذات میں بھی (نشانیاں موجود ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آسمان اور زمین کے رب کی قسم کہ بے شک یہ بات بالکل برحق ہے (اسی طرح یقینی ہے) جس طرح تم باتیں کر رہے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۳

ذَارِیَاتٌ (ذَارِیَۃٌ) — اڑ کر بکھیرنے والیاں

اَلْحَامِلَاتُ — اٹھانے والیاں

وِقْرٌ	بوجھ
جَارِیَاتٌ	چلنے والیاں
یُسْرٌ	آسانی۔سہولت
اَلْمُقَسِّمَاتُ	تقسیم کرنے والیاں
تُوْعَدُوْنَ	تم جو وعدہ کئے گئے ہو
اَلْحُبُکُ (حُبِیْکَۃٌ)	راستے
یُؤْفَکُ	پھیرا جاتا ہے
اُفِکَ	پھیرا گیا ہے
اَلْخَرّٰاصُوْنَ	اٹکل کے تیر چلانے والے
غَمْرَۃٌ	غفلت
سَاھُوْنَ	بھولنے والے۔غفلت کرنے والے
اَیَّانَ	کب
یُفْتَنُوْنَ	الٹ پلٹ کئے جائیں گے
تَسْتَعْجِلُوْنَ	تم جلدی مچاتے ہو
عُیُوْنٌ (عَیْنٌ)	چشمے
یَہْجَعُوْنَ	تھوڑا سا سونا

اَلسَّائِلُ	سوال کرنے والا۔ مانگنے والا
اَلْمَحْرُوْمُ	غریب۔ مفلس۔ محروم رہنے والا
تَنْطِقُوْنَ	تم بولتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۳

اصل میں وہ لوگ جو آخرت کا انکار کرتے تھے انسان کے مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت میں حساب کتاب کو عقل سے دور کی بات قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں آخرت وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے منکرین کو یقین دلانے کے لئے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے اور بتایا ہے کہ ان پر غور کرلو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اور اس میں انقلابات اس کے گواہ ہیں کہ ایک دن اس نظام کو توڑ دیا جائے گا اور نئی زمین اور آسمان وجود میں آجائیں گے وہی آخرت اور حشر کا دن ہے۔

فرمایا تم نہیں دیکھتے کہ جب زمین گرمی اور خشکی سے گرد و غبار بن جاتی ہے ہر طرف دھول اڑانے والی ہوائیں چلتی ہیں تو اس گرمی سے بادل بنتے ہیں اور ہوائیں ان بھاری بادلوں کو اٹھا کر ایک خاص بلندی تک لے جاتی ہیں اور پھر جس جگہ اللہ کا حکم ہوتا ہے یہ بادل برس کر اس خشک زمین کو تر کر دیتے ہیں اور پھر اس میں ایک خاص رونق ابھر کر سامنے آتی ہے۔ پانی پر کشتیاں چلتی ہیں جو اپنی نرم رفتار سے چل کر لوگوں تک رزق پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور پھر اللہ کے حکم سے اس کا رزق اس کی مخلوق میں تقسیم ہوتا ہے۔

فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح تم دیکھتے ہو کہ ایک خشک، بنجر، سوکھی ہوئی مٹی پر پانی پڑتے ہی ایک دم نکھار آجاتا ہے اور مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح جب اللہ کے حکم سے صور پھونکا جائے گا تو ساری مخلوق مرجائے گی اور جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اولین و آخرین کے تمام مردے اپنی اپنی جگہوں سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑنا شروع کر دیں گے۔

فرمایا اس کے علاوہ زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ خود انسان کے اپنے وجود کے اندر سیکڑوں نشانیاں موجود ہیں۔ غور کرنے والے اس حقیقت تک پہنچ ہی جاتے ہیں کہ اس پوری کائنات کا مالک صرف اللہ ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے نبیؐ! آپ جس قیامت کا ذکر کر رہے ہیں وہ کب آئے گی؟ فرمایا کہ قیامت تو آکر رہے گی اس کے آنے

میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن یہ دن کفار ومشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کے لئے بہت سخت دن ہوگا کیونکہ اس دن ان کفار کو آگ پر تپایا جائے گا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے زندگی بھر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری میں گذاری ہوگی تقویٰ و پرہیز گاری جن کی زندگی کا سرمایہ ہوگا وہ جنت کی راحتوں میں ہر طرح کی نعمتیں حاصل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے: ان ہواؤں کی قسم جو گرد اڑانے والی ہیں پھر یہی ہوائیں ان بدلیوں کو اپنے دوش پر لے کر چلتی ہیں جو پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کشتیوں کی قسم جو انسانی رزق اور اسباب کو لے کر ایک خاص وقار، انداز اور نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو (اللہ کے رزق کو) تقسیم کرنے والے ہیں کہ تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے اور ایک ایسا انصاف کا دن قائم ہوگا جس میں ہر شخص کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ کسی پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہ کی جائے گی۔ فرمایا کہ اس راستے والے آسمان کی قسم یعنی جس میں فرشتے اترتے اور چڑھتے ہیں کہ تم لوگ اس قیامت کے بارے میں کس قدر مختلف باتیں بنا رہے ہو یعنی کوئی اس کو مانتا ہے اور کوئی نہیں مانتا۔ حالانکہ اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لیا جائے تو وہ اس سچائی کی گہرائی تک پہنچ جائے گا۔ فرمایا کہ اس حقیقت کو وہی تسلیم کریں گے جن کے دل میں اللہ ورسول کی اطاعت کا جذبہ ہوگا لیکن وہ لوگ جو کسی سچائی کی بات کو دیکھنے اور سننے کے باوجود اس کا یقین نہیں کرتے وہ اپنے گمان پر عمل کر کے اپنے آپ کو سعادت کے ہر راستے سے محروم کر کے اپنے اوپر لعنتیں مسلط کرتے جا رہے ہیں۔ ان کی غفلت انہیں کہیں کا نہ چھوڑے گی۔ کفار کہتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ اللہ نے فرمایا کہ جب وہ دن آئے گا تو اس دن ان کفار ومشرکین کو جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا مگر تم نے ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا۔ اب تم اس عذاب کا مزہ چکھو اور جس عذاب کی جلدی کرتے تھے اس کی سزا بھگتو۔ ان لوگوں کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے نیکی اور پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی ان کو جنت کے باغوں اور چشموں کی نعمت عطا کی جائے گی۔ یہ سعادت ان لوگوں کے حصے میں آئے گی جو پرہیز گاری اور احتیاط کی زندگی گذارتے تھے۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے اور رات کے آخری حصے میں اللہ سے استغفار یعنی اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرتے تھے۔ جن کا مال ودولت صرف ان ہی لوگوں کے لئے نہیں تھا جو ان سے سوال کرتے تھے بلکہ ہر اس ضرورت مند شخص کے لئے وقف تھا جو شرم کے مارے سوال نہیں کرتا تھا۔ فرمایا کہ انسان بات کو سمجھنا چاہے تو کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں اور خود اس کی اپنی ذات میں جو نشانیاں موجود ہیں ان پر غور کر کے حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے آسمان میں تمہارا رزق رکھا ہے۔ فرمایا کہ زمین وآسمان کے رب کی قسم یہ بات بالکل سچ ہے اور جس طرح تم بول رہے ہو اسی طرح یہ بات برحق ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ تَرَكْنَا فِیْهَاۤ اٰیَةً لِّلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۳۷﴾ وَ فِیْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَ هُوَ مُلِیْمٌ ﴿۴۰﴾ وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾ وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ

وقف لازم

الجزء ۲۷

هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾

۲ ع ۴۳ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

(اے نبی ﷺ) کیا آپ کو ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی جب وہ اس کے پاس آئے۔ پھر انہوں نے سلام کیا۔ اس نے بھی سلام کا جواب دیا۔ وہ سمجھا کہ یہ کچھ اجنبی (مسافر) ہیں۔ پھر ابراہیمؑ خاموشی سے اپنے گھر گئے اور بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پھر اس کو (مہمانوں کے) سامنے رکھا اور کہا کھاتے کیوں نہیں؟ پھر ابراہیمؑ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا اور وہ (اجنبی مہمان یعنی فرشتے) کہنے لگے کہ آپ نہ ڈریئے۔ اور انہوں نے ان کو ایک بیٹے کی خوش خبری سنائی جو بڑا عالم ہوگا۔ ابراہیمؑ کی بیوی (حیرت سے چیختی) آئی اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ کیا میں بڑھیا اور بانجھ (اولاد جنوں گی)

ان (فرشتوں نے) کہا کہ آپ کے رب نے اسی طرح فرمایا ہے۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔ پھر (ابراہیمؑ نے) پوچھا کہ اے فرشتو! کیا معاملہ درپیش ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم (گناہ گار۔ نافرمان) قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم ان مجرموں پر پکی مٹی کے کنکر برسائیں۔ آپ کے رب کی طرف سے حد سے نکل جانے والوں کے لئے (ان کنکروں پر) خاص نشانات پڑے ہوئے ہیں۔ پھر ہم نے (قوم لوط کی) اس بستی میں سے جو ایمان لے آئے تھے ان سب کو نکال لیا۔ ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی اور گھر پایا ہی نہیں۔

ہم نے ان (تباہ حال بستیوں) میں ایسے لوگوں کے لئے نشانی چھوڑی ہے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ کو ہم نے فرعون کی طرف کھلے ہوئے معجزے کے ساتھ بھیجا۔ پھر اس نے (فرعون نے) اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اس سے منہ پھیرا اور کہا کہ یہ تو ایک جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ پھر ہم نے اس (فرعون) کو اور اس کے لشکر کو پکڑا اور اس کو دریا میں غرق کر دیا اور اس نے کام ہی ملامت کے کئے تھے۔ اور عاد (کے واقعہ میں بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان پر ایک ایسی آندھی بھیجی جو ان کے لئے کوئی اچھی چیز نہ تھی۔ وہ آندھی جس چیز پر سے گذرتی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اور ثمود (کے واقعہ میں بھی سامان عبرت ہے) جب ان سے کہا گیا

کہ تم چند روز تک اور فائدہ اٹھالو۔ پھر انہوں نے (اس کے باوجود) اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پھر ان کو (اچانک) ایک ہولناک کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ پھر وہ نہ تو کھڑے ہوسکے اور نہ آپ اپنی مدد کرسکے۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی (ہم ہلاک کر چکے تھے) کیونکہ وہ بھی بڑی فاسق و فاجر قوم تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

ضَیْفٌ مہمان

اَلْمُکْرَمِیْنَ عزت والے

مُنْکَرُوْنَ اجنبی لوگ

رَاغَ جلدی جلدی گیا

عِجْلٌ بچھڑا

سَمِیْنٌ تلا ہوا

اَوْجَسَ اس نے چھپا دیا۔ اس نے محسوس کیا

غُلَامٌ لڑکا

اَقْبَلَتْ وہ حاضر ہوئی

صَرَّةٌ چیختی چلاتی۔ آواز دیتی

صَلَّتْ اس نے پیٹا

عَجُوْزٌ بڑھیا

عَقِیْمٌ بانجھ۔ اولاد سے ناامید

مَا خَطْبُکُمْ تمہارا مقصد کیا ہے؟ ارادہ کیا ہے؟

مُسَوَّمَةٌ نشان لگے ہوئے

مُسْرِفِیْنَ	حد سے آگے بڑھنے والے
نَبَذْنَا	ہم نے پھینکا
اَلْیَمُّ	دریا
مُلِیْمٌ	قابل ملامت
اَلْعَقِیْمُ	منحوس
مَا تَذَرُ	نہیں چھوڑتی ہے
اَلرَّمِیْمُ	ٹکڑے ٹکڑے کر دینا
تَمَتَّعُوْا	فائدے حاصل کرلو
عَتَوْا	انہوں نے منہ پھیرا
مُنْتَصِرِیْنَ	بدلہ لینے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

ان آیات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت لوطؑ اوران کی نافرمان قوموں کے بدترین انجام خصوصاً قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱)۔ حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کی تفصیل اس سے پہلے سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں گذر چکی ہے یہاں ایک مرتبہ پھر حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ اجنبی مہمان آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نہایت آہستگی سے اٹھے اور گھر میں گئے اور ان کو جو چیز یعنی بچھڑا میسر تھا اس کو ذبح کر کے اور بھون کر مہمانوں کے پاس لے آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا کہ جو کچھ حاضر ہے اس کو کھائیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے محسوس کیا کہ اصرار کے باوجود انہوں نے نہیں کھایا۔ قبائلی زندگی میں کسی اجنبی مسافر کا کھانے سے پرہیز اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ جو مہمان آیا ہے وہ کسی اچھے ارادے سے نہیں آیا۔ جب مہمانوں نے حضرت ابراہیم کے اس خوف کو محسوس کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا اے ابراہیمؑ! ہم اللہ کی طرف سے ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے فرشتے ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ہم اللہ کی طرف سے آپ کو ایک بیٹے کی خوش خبری دینے کے لئے بھی بھیجے گئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی سورۂ ہود اور سورۂ حجر

میں تفصیل سے عرض کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے آبائی ملک عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوطؑ تھے۔ بعد میں حضرت ہاجرہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے مگر اس وقت تک حضرت سارہ کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ جب یہ فرشتے انسانی شکل میں آئے اس وقت اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو سال اور حضرت سارہ نوے سال کی تھیں۔ فرشتوں کی زبان سے یہ سن کر اولاد کی تمنا میں بوڑھی ہو جانے والی حضرت سارہ حیران و پریشان رہ گئیں اور انہوں نے حیرت سے چلا کر پوچھا کہ میں جب کہ بوڑھی ہو چکی ہوں اور بانجھ بھی ہوں میرے گھر اولاد کیسے ہوگی؟ فرشتوں نے عرض کیا اس میں تعجب اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ کا یہی فیصلہ ہے جو ہم نے آپ تک پہنچا دیا ہے۔ اس طرح ان فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی خوش خبری دی۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم ان پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب نے حد سے بڑھ جانے والے مجرموں کے کنکروں پر خاص نشان ڈال دیئے ہیں۔

حضرت ابراہیم سمجھ گئے کہ یہ فرشتے حضرت لوط کی قوم کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے قوم لوط پر عذاب کا حال سن کر فرمایا کہ وہاں تو لوطؑ بھی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں معلوم ہے کہ وہاں لوط بھی ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ ہم ان کو اور مومنوں کو بچالیں۔ یہ بھی بتایا چونکہ ان کی بیوی کافرہ ہے اور کفار کا ساتھ دیتی رہی ہے لہذا اس کے علاوہ سب کی نجات کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت لوط جن کا گھرانہ مومن گھرانہ تھا اس کو اور اہل ایمان کو بچالیا گیا بقیہ ساری قوم کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس قوم پر پتھر برسائے گئے شدید زلزلے سے ان کی بستی زمین کے اندر دھنسا دی گئی اور ان کے اوپر سمندر کا پانی چڑھ دوڑا اور اس طرح اللہ نے ان بستیوں اور وہاں کے رہنے والوں کو نشان عبرت بنا دیا۔ بحر مردار (Dead Sea) جس کا جنوبی علاقہ اس تباہی و بربادی کا منہ بولتا ثبوت آج بھی موجود ہے۔

(۲)۔ حضرت لوطؑ کی نافرمان اور مجرم قوم کے بدترین انجام کے بعد حضرت موسیٰؑ کی اس جدوجہد کا ذکر فرمایا گیا ہے جب انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کی بات سننے کے بجائے ان کو جادوگر اور دیوانہ قرار دے کر ان کی توہین کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں اس طرح غرق کر دیا کہ آج فرعون کے بدن کے سوا کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ وہ فرعون جس کا جسم بھی ہر نافرمان قوم اور اس کے سربراہوں کے لئے نشان عبرت و نصیحت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بچالیا جو حضرت موسیٰؑ کی دعوت پر ایمان لا چکے تھے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کا ذکر فرمایا جن کی اصلاح کے لئے حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا۔ قوم عاد دنیا کی ترقی یافتہ اور مال دار قوم تھی جس نے سیکڑوں سال تک دنیا پر حکومت کی تھی لیکن جب ان کا کفر و شرک اور ظلم و زیادتی بڑھتی ہی چلی گئی تو ان پر اللہ کا عذاب آیا اور ان کو اس طرح تیز آندھی سے تباہ و برباد کر دیا گیا کہ آج ان کا وجود تک مٹ چکا ہے۔ وہ ایسی خطرناک اور زبردست

آندھی تھی کہ جس چیز سے گذرتی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو بچالیا۔

(۴)۔ قوم ثمود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان کی اصلاح کے لئے بہت سے انبیاء کرامؑ کو بھیجا گیا مگر یہ قوم اپنی ترقیات اور مال و دولت اور اونچی اونچی بلڈنگوں میں ایسی بدمست ہو چکی تھی کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کی بات تک سننے سے انکار کر دیا اور آخر کار اللہ کا عذاب ایک ہیبت ناک آواز کی صورت میں ظاہر ہوا اس طرح کہ وہ قوم اپنے گھروں میں اوندھی پڑی رہ گئی اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

(۵)۔ حضرت نوحؑ جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اللہ کے دین کی طرف بلانے کی جدوجہد فرمائی۔ نافرمان قوم کو اپنی سرکشی، ظلم و زیادتی اور کفر و شرک سے بچنے کی تلقین کی مگر اس قوم نے ان کی ایک بات نہ مانی۔ آخر کار اللہ نے حضرت نوحؑ کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ ایک مقرر وقت پر آپ اپنے اہل خانہ ایمان لانے والوں اور جانوروں کے ایک ایک جوڑے کو لے کر اس کشتی میں سوار ہو جایئے۔ چنانچہ ایسا زبردست پانی کا طوفان آیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لینے والے بھی اس طوفان سے نہ بچ سکے۔ صرف وہی تین سو تیرہ اہل ایمان بچ سکے جو حضرت نوحؑ کی اس کشتی میں سوار تھے۔

ان تمام واقعات کو بیان کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب خواہ وہ اس زمانہ کے اہل مکہ ہوں یا قیامت تک آنے والے انسان ہوں وہ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اللہ کا یہ دستور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ جب بھی دنیا میں کفر و شرک اور ظلم و زیادتی حد سے بڑھ جائے گی اور نافرمان توبہ نہ کریں گے تو اللہ کا عذاب ان کی طرف متوجہ ہو کر رہے گا اور ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

اور آسمان کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور بے شک ہم بڑی وسیع قدرت رکھنے والے ہیں اور ہم نے ہی زمین کو بچھایا ہے اور (دیکھو) وہ کیا اچھا بچھانے والا ہے۔ اور ہم نے ہر چیز کو جوڑے جوڑے بنایا ہے تا کہ تم دھیان دے سکو۔ پھر تم اللہ ہی کی طرف دوڑو اور (اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ) بے شک میں تمہیں (تمہارے برے اعمال کے بدترین نتائج سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اور تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ۔ (آپ کہہ دیجئے) بے شک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔ (اے نبی ﷺ) جس طرح یہ لوگ آپ کو (برا بھلا کہتے ہیں) اسی طرح اس سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں نے ہر آنے والے رسول کو جادوگر اور مجنون کہا ہے۔ کیا یہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آرہے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ لوگ سرکش و نافرمان ہیں۔ پھر آپ ان سے بے رخی اختیار کیجئے (یعنی پرواہ نہ کیجئے) آپ پر اس کا کوئی الزام نہیں ہے۔ اور آپ لوگوں کو (حق و صداقت کی بات) سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ کا سمجھانا مومنوں کو نفع دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

اَلْمَاهِدُوْنَ	بچھانے والے
فِرُّوْٓا	دوڑو۔ بھاگو
اَتَوَاصَوْا	کیا انہوں نے آپس میں وصیت کی ہے
طَاغُوْنَ	سرکش اور ضدی لوگ

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

انبیاء کرامؑ کی عظمت اور ان کی دعوت توحید کو مان کر ایمان لانے والوں کی نجات اور کفر و شرک، ظلم و زیادتی کرنے والوں کی تباہی و بربادی کے بعد زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت و طاقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے ہی آسمان کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور ہم ہی اس سکڑی ہوئی زمین کو آہستہ آہستہ پھیلاتے چلے جا رہے ہیں۔ یعنی یہ ایک ایسا خاکہ ہے جس میں ہم ہر آن نئے سے نیا رنگ بھرتے چلے جا رہے ہیں۔ زمین میں بھی ہماری قدرت کے بے شمار نمونے موجود ہیں اس میں انسانوں کے لئے راحت و آرام کے ہر طرح کے اسباب پیدا کئے گئے ہیں۔ نر اور مادہ، مرد اور عورت، مثبت اور منفی ہر طرح کے جوڑے بنا کر اس تخلیق کی تکمیل کر رہے ہیں تا کہ قیامت تک اس کائنات کا پھیلاؤ بڑھتا ہی چلا جائے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے تا کہ ایک ایک آدمی کائنات کی سچائیوں پر غور و فکر کر کے اس کائنات کے مالک پر ایمان لے آئے۔ فرمایا اے لوگو! ایسے خالق و مالک اللہ ہی کی طرف دوڑو یعنی تمہاری زندگی کی دوڑ صرف دنیا ہی تک نہ ہو بلکہ توبہ کر کے اللہ کی طرف آ جاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس جملے کا مطلب یہی بتایا ہے کہ اپنے گناہوں سے بھاگ کر اسی ایک خالق و مالک اللہ کی طرف دوڑو۔ حضرت ابوبکر وراقؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ نفس و شیطان گناہوں کی طرف دعوت دے کر آدمی کو بہکاتے ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ حاصل کر لے تا کہ اللہ اس کو ہر ایک شر سے بچا لے۔ (قرطبی)

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں اللہ کے عذاب سے آگاہ کر دیا ہے اور کھول کھول کر یہ بتا دیا ہے کہ تمہاری نجات اسی میں ہے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسرے معبود نہ گھڑو۔ یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ برسوں سے اپنے غلط عقیدوں پر چمٹے ہوئے لوگوں سے آپ یہ فرما دیں کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ اس کی ذات اور صفات میں کسی کو کسی طرح شریک نہ کریں اس پر وہ آپ کو ستائیں گے اور جس طرح آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کو جادوگر اور دیوانہ کہتے تھے آپ کو بھی اسی طرح کہیں گے۔ کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ موجودہ کفار اور گذرے ہوئے نافرمان لوگوں کی ذہنیت ایک جیسی ہے گویا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نافرمان ہیں آپ ایسے لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ ان نادانوں سے اپنے آپ کو الگ رکھئے اور آپ ان کی باتوں پر کسی طرح کا رنج و غم نہ کیجئے آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ اللہ کا دین ہر شخص تک پہنچانے کی کوشش اور جدوجہد کرتے رہیے۔ اس سے فائدہ تو وہی اٹھائیں گے جو اہل ایمان ہیں۔ کفار و مشرکین کی یہ بدنصیبی ہے کہ وہ ہر سچائی کو جان بوجھ کر ٹھکراتے ہی رہیں گے۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے یہ فرما رہے ہیں کہ اگر آپ نے ان کی باتوں پر دھیان دیا اور مایوس ہو گئے تو اس سے ان کفار کا تو کچھ نہیں بگڑے گا البتہ اہل ایمان جو فرماں برداری میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ مایوس ہو جائیں گے لہٰذا آپ اپنے مقصد اور مشن کو اسی طرح جاری رکھئے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿٥٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿٥٨﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اور میں نے جنات اور انسانوں کو سوائے اپنی عبادت کے اور کسی چیز کے لئے پیدا نہیں کیا۔ نہ میں ان سے رزق کی خواہش کرتا ہوں اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ بے شک اللہ بہت رزق دینے والا ہے اور زبردست طاقت وقوت والا ہے۔ ان ظالموں کے لئے بھی سزا مقرر ہے جس طرح ان سے پہلے گناہ گاروں کے لئے مقرر تھی تو آپ (ان پر عذاب آنے کی) جلدی نہ کریں۔ پھران کافروں کے لئے اس دن بڑی خرابی ہے جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

مَآ اُرِيْدُ — میں نہیں چاہتا

يُطْعِمُوْنَ — وہ کھلاتے ہیں

ذَنُوْبٌ — پانی کا ڈول

تشریح: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

انسانوں کی طرح جنات بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور ہر ایک مخلوق کا دائرہ عمل اپنا اپنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن جنات اور

مومن انسانوں کی پیدائش کا بنیادی مقصد یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو کسی طرح شریک نہ کریں۔عبادت یہ ہے کہ اللہ ورسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اللہ اور بندوں کے تمام حقوق کو احسن طریقے سے پورا کیا کریں۔نہ حقوق اللہ میں کمی کریں نہ حقوق العباد میں۔اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔اس کے تمام احکامات کی پابندی کریں، اس کے سوا کسی کے سامنے اپنی پیشانی کو نہ جھکائیں، کسی دوسرے کے لئے بھوکے نہ رہیں، اس کے سوا کسی اور کے نام کی نذر و نیاز نہ کریں۔نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ کو سمجھیں اس کے سوا کسی کو نفع نقصان کا مالک نہ سمجھیں۔اللہ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کریں۔دعا کے لئے صرف اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔اسی بے نیاز ذات کو ساری کائنات کا خالق و مالک سمجھیں وغیرہ وغیرہ۔بندوں کے حقوق یہ ہیں کہ ایک دوسرے پر جتنے حقوق ہیں ان کو احسن طریقے پر بجالائیں، اولاد پر والدین کے حقوق ہیں اسی طرح والدین پر اپنی اولاد کو بہترین تربیت کے ذریعہ ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا اور معاشرہ کا بہترین فرد بنانا، بیوی، بھائی، بہن، رشتہ دار اور غریبوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور اللہ نے جوان کے حقوق مقرر کئے ہیں ان کو ادا کرنا۔اگرچہ حقوق انسانی کی تو ایک طویل فہرست ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے تمام حقوق ادا کرنا عبادت و بندگی ہے۔کسی کے حق میں کمی نہ کرنا یہی کمال بندگی ہے۔جنات اور انسانوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے یہ سب کچھ تمہیں عطا کیا ہے جو تمہارے فائدے کے لئے ہے۔اللہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے ساری مخلوق بھی اس کی بندگی چھوڑ دے تو اس کی کائنات میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اگر اللہ ہی ان سے رخ پھیر لے تو وہ ہر سعادت سے محروم ہو کر رہ جائیں گے۔

فرمایا کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہر گناہ گار اور خطا کار کو سزا دے کر رہتا ہے۔جب اللہ کی نافرمانیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں تو پھر ظالم قوم پر اللہ کا عذاب آ کر رہتا ہے۔یہ اس کا ایسا قانون ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ کفار کے لئے کسی عذاب کی جلدی نہ کیجئے کیونکہ ظالموں کے لئے اللہ نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ دن آجائے گا تو یہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے اور وہ دن کفار و منکرین کے لئے بڑا ہیبت ناک ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورة نمبر ۵۲

الطُّوْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۵۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	52
کل رکوع	2
آیات	49
الفاظ وکلمات	319
حروف	1334
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆اس سورۃ میں کوہ طور، کشادہ ورقوں میں لکھی گئی کتاب، بیت معمور، اونچی چھت (آسمان) اور موجیں مارتے سمندر کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کے پروردگار کا عذاب (ان کافروں پر) واقع ہو کر رہے گا جسے کوئی ٹال نہ سکے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جب آسمان تھرتھرا جائے گا، پہاڑ اڑتے پھریں گے۔ یہ دن اللہ کے دین کو جھٹلانے والوں کے لیے بڑا سخت دن ہوگا جو اس سچے دین کو کھیل بنائے ہوئے ہیں۔ جب انہیں دھکے دے کر جہنم کی طرف لے جاتے ہوئے کہا جائے گا کہ یہی وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ جادو ہے؟ یا تمہیں دیکھ کر بھی نظر نہیں آ رہا؟ ان کو اسی جہنم میں داخل کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا اس جہنم میں تم چلاؤ یا صبر کرو دونوں برابر ہیں کیونکہ یہ تمہارے ان اعمال کے بدلے میں دی گئی ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

☆اس ہولناک دن میں سب ایک ہی حالت میں نہ ہوں گے بلکہ جن لوگوں نے دنیا میں تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی کے ساتھ زندگی گزاری ہوگی ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ ان تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے جو ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا اور ان کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ اور پیو یہ تمہارے ان کاموں کا بدلہ ہے جو تم کرتے رہے تھے۔ وہ لوگ جنت میں بچھے ہوئے تخت اور مسہریوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کے نکاح کر دیئے جائیں گے اور ان کی وہ اولادیں اور گھر والے جو صاحبان ایمان ہوں گے ان کو جنت کے نچلے طبقے سے اعلیٰ ترین جنتوں میں لا کر آپس میں ملا دیا جائے گا اور وہ ان کے ساتھ ہی رہیں گے۔ ان کو ہر طرح کے پھل اور پرندوں کا بہترین گوشت اور دوسری نعمتیں عطا

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ کفار کی طرف سے اسی طرح مذاق اڑایا جاتا رہے گا لیکن آپ ان کی پرواہ نہ کیجیے کیونکہ آپ براہ راست اللہ کی نگرانی میں ہیں۔ آپ کا یہ سب مل کر بھی کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔
آپ صبر و تحمل اور برداشت سے کام لے کر اپنے مشن اور مقصد کو آگے بڑھاتے رہیے اور دلی سکون حاصل کرنے کے لیے صبح و شام اور رات کے آخری حصے میں اللہ کی حمد و ثنا کیجیے۔

فرمایا کہ یہ کفار نہایت بے عقل اور ناسمجھ ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہے۔ حالانکہ اللہ نے ساری دنیا کو اس بات کا چیلنج دیا ہے کہ اگر کسی کو قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر ذرا بھی شک وشبہ ہے تو وہ سب مل کر قرآن کریم کی ایک سورت ہی بنا کر لے آئیں۔ لیکن وہ ہزاروں مخالفتوں کے باوجود بھی قرآن کریم جیسا کلام بنا کر نہ لاسکے جو خود اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور یہ کوئی انسانی کلام نہیں ہے۔

کی جائیں گی۔ وہ ایک دوسرے سے بے تکلفی کے انداز میں شراب کے جام پر چھینا جھپٹی کر رہے ہوں گے۔ وہاں وہ کسی قسم کی لغو اور فضول باتوں کو نہ سنیں گے اور نہ کسی طرح کی بد کاریوں کو دیکھیں گے۔ ان کی خدمت کے لیے وہ لڑکے بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے جو پوری جنت میں قیمتی موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے دنیا میں گزرے ہوئے حالات کو پوچھیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو اپنے گھروں میں ڈرتے ہوئے زندگی گزار رہے تھے لیکن یہ اللہ کا کتنا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں خوف سے نجات عطا فرما کر ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما دی ہیں اور ہمیں اس جہنم کی آگ سے بچالیا جو جھلسا کر رکھ دینے والی ہے۔ یہ سب کا سب اللہ کا فضل واحسان ہے۔

☆ کفار قریش نبی کریم ﷺ پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہوئے آپ ﷺ کو کبھی کاہن، کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! اللہ کے فضل وکرم سے نہ تو آپ ﷺ کاہن ہیں نہ مجنون اور نہ شاعر بلکہ یہ لوگ آپ کے لیے برے دنوں کے منتظر ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے انجام کا انتظار کر رہا ہوں۔

فرمایا کہ یہ کفار کس قدر بے عقل لوگ ہیں کہ آپ ﷺ سے دشمنی میں اس بات کو بھول گئے کہ قرآن کریم اللہ کا وہ کلام ہے جو ہر ایک کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر کسی کو ذرا بھی شک ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو وہ اس جیسا کلام لے کر آجائے مگر ان سچائیوں کو جانتے ہوئے بھی وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ درحقیقت ایمان لانے سے بھاگنے کے بہانے اور ان کی بے عقلی کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان جیسے لوگوں سے آٹھ سوالات کیے ہیں۔

۱) کیا یہ لوگ خود اپنے خالق ہیں یا اپنی مرضی سے پیدا کیے گئے ہیں اور خود ہی اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں؟

۲) کیا زمین وآسمان کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟

۳) کیا ان کے پاس خزانے ہیں جن پر ان کا حکم چلتا ہے؟

۴) کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ غیب کی خبریں لے کر آتے ہیں؟ کیا ان کے پاس اس کی کوئی مضبوط دلیل ہے؟

۵) کیا یہ لوگ اللہ کے لیے تو (فرشتوں کو) بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور خود بیٹوں کو پسند کرتے ہیں؟

۶) اے نبی ﷺ! کیا آپ ان سے تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ، صلہ یا بدلہ مانگ رہے ہیں کہ اس کے بوجھ تلے یہ لوگ دبے جا رہے ہیں؟

۷) کیا اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود ہے جس کی یہ عبادت و بندگی کرتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں؟

۸) کیا ان کے پاس غیب سے لکھی لکھائی کوئی کتاب ہے جسے پڑھ کر یہ اس پر عمل کرتے ہیں؟

یقیناً نہ تو یہ خود اپنے خالق ہیں نہ انہوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا نہ ان کے پاس خزانے ہیں نہ وہ سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ عالم بالا کی خبریں لاتے ہیں۔ نہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ نہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود ہے۔ نہ آپ ﷺ ان سے کسی صلے یا بدلے کی خواہش کرتے ہیں نہ ان کے پاس کوئی لکھی لکھائی کتاب ہے۔ یہ سب باتیں دراصل ایمان سے بھاگنے کی کوششیں ہیں۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتے دیکھیں تو یہی کہیں گے کہ شاید کوئی گہرا بادل امڈا چلا آرہا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ یہ اس دن میں پہنچ جائیں گے جہاں نہ کوئی ان کے کسی کام آسکے گا اور نہ کسی طرف سے ان کی مدد کی جائے گی اور عذاب الٰہی ان پر چھا جائے گا۔ یہ فیصلے کا دن ہوگا آپ ﷺ صبر و برداشت سے کام لیجیے اور اپنے مقصد کو جاری رکھیے۔ یہ آپ ﷺ سے ہر طرح کی دشمنی کر سکتے ہیں مگر آپ ﷺ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے کیونکہ آپ براہ راست ہماری نگرانی میں ہیں۔ آپ ﷺ دلی سکون حاصل کرنے کے لیے صبح و شام اور رات کے آخری حصے میں اللہ کی حمد و ثنا کیجئے اسی میں سکون قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

سُورَۃُ الطُّور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِىۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّالۡبَيۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ وَالسَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ﴿۵﴾ وَالۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنۡ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ يَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا ۙ﴿۹﴾ وَّتَسِيۡرُ الۡجِبَالُ سَيۡرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ خَوۡضٍ يَّلۡعَبُوۡنَ ۘ﴿۱۲﴾ يَوۡمَ يُدَعُّوۡنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحۡرٌ هٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۚ﴿۱۵﴾ اِصۡلَوۡهَا فَاصۡبِرُوۡۤا اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا ۚ سَوَآءٌ عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

طور (پہاڑ کی قسم) اس کتاب کی قسم جو کھلے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے۔
اور آباد گھر (بیت المعمور) کی قسم اور اونچی چھت (آسمان) کی قسم۔ اور جوش مارتے سمندر کی قسم۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے۔ جس دن آسمان زور زور سے لرزنے لگے گا۔ اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ پھر اس دن (قیامت کو) جھٹلانے والوں کے لئے بڑی بربادی ہے۔ وہ لوگ جو بے ہودہ نکتہ چینیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ جس دن یہ لوگ جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے کر لائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ جہنم جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (ذرا دیکھ کر بتاؤ) کیا یہ کوئی جادو ہے؟ یا تمہیں اب بھی نظر نہیں آتا۔

(فرمایا جائے گا کہ) ان کو اس جہنم میں جھونک دو۔ تم برداشت کرو یا نہ کرو تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں۔ تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم اعمال کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۶

مَسْطُوْرٌ	لکھا ہوا
رَقٌّ	جھلی (جس پر اس زمانہ میں لکھا کرتے تھے)
اَلْمَعْمُوْرُ	آباد
اَلسَّقْفُ الْمَرْفُوْعُ	اونچی چھت
اَلْمَسْجُوْرُ	جوش مارنا
دَافِعٌ	دور کرنے والا
تَمُوْرُ	تھرتھرائے گا
تَسِيْرُ	چلے گا
خَوْضٌ	ڈوب جانا
يُدَعُّوْنَ	وہ دھکیلے جائیں گے
اِصْلَوْا	تم گھس جاؤ۔ داخل ہو جاؤ
تُجْزَوْنَ	تم بدلہ دیئے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے طور سینا، کتاب مسطور، بیت المعمور، سقف مرفوع اور بحر مسجور کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت

کے دن جب کفار و مشرکین پر عذاب مسلط کیا جائے گا تو کوئی اس کو ٹالنے والا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پرہیز گار بندوں پر ان کے بہتر اعمال کے بدلے جنت کی صورت میں اپنے انعامات کی بارش کرے گا تو اس میں رکاوٹ ڈالنے والا کوئی نہ ہوگا۔

(۱)۔طور (پہاڑ)

مدین اور صحرائے سینا میں واقع مشہور پہاڑ طور ہے جس پر حضرت موسیٰ کو اللہ سے کلام کرنے اور توریت جیسی کتاب کے عطا کئے جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(۲)۔کتاب مسطور (لکھی ہوئی کتاب)

اس سے بظاہر توریت مراد ہے لیکن ہو سکتا ہے اس سے قرآن کریم اور جو صحیفے نازل ہوئے ہیں وہ مراد ہوں۔

(۳)۔بیت المعمور (آباد گھر)

اس سے بیت اللہ یا وہ گھر مراد ہے جو ساتویں آسمان پر فرشتوں کا کعبہ ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ یہ فرشتوں کا وہ کعبہ ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت اور طواف کے لئے آتے ہیں اور ایک دفعہ طواف کے بعد ان کو قیامت تک دوبارہ موقع نہیں ملے گا۔ ہر روز نئے ستر ہزار فرشتے آتے ہیں۔ یہی وہ بیت المعمور ہے کہ جب نبی کریم ﷺ معراج میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بیت المعمور کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

(۴)۔سقف مرفوع (اونچی چھت)

آسمان جو چھت کی طرح ہمارے سروں پر قائم ہے یا اس سے مراد عرش الٰہی ہے جس کا سایہ ہر چیز پر ہے۔

(۵)۔البحر المسجور (جوش مارتا، ابلتا سمندر)

احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سمندر بھی آگ بن جائے گا۔ ان آیات میں سب سے پہلے قیامت کے دن کفار و مشرکین پر عذاب اور کائنات میں جو بھونچال آئے گا اس کا ذکر کرتے ہوئے کوہ طور، توریت، بیت المعمور، بلند آسمان اور ابلتے جلتے سمندر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس کائنات میں اصل طاقت و قوت صرف ایک اللہ کی ہے۔ وہی سزا دیتا ہے اور وہی نیک اعمال پر بہترین جزا عطا فرماتا ہے۔ فرمایا کہ قیامت کا دن منکرین و مشرکین پر اور جنت و جہنم کا مذاق اڑانے والوں کے لئے بڑا سخت اور ہیبت ناک دن ہوگا جس کو ساری دنیا مل کر بھی ٹال نہیں سکتی آسمان بھی تھرتھرا کر کانپنے لگے گا اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ پہاڑ جیسی عظیم مخلوق جو زمین کا توازن قائم کئے ہوئے ہیں وہ اس قدر بے وزن ہو جائیں گے کہ روئی کے گالوں کی

طرح اڑتے پھریں گے اور ساری کائنات کو الٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ میدان حشر قائم ہوگا۔ اہل جنت کو جنت کی ابدی راحتوں کی طرف عزت سے لے جایا جائے گا اور کفار و مشرکین کو دھکے دے دے کر جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔

اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا تم مذاق اڑاتے اور اس کا انکار کرتے ہوئے اس کو نظر بندی اور جادو کہا کرتے تھے۔ فرمایا جائے گا کہ اب جہنم تمہارے سامنے ہے۔ اب تم اس کو دیکھو اور بھگتو۔ کیا اب بھی تم وہی کہو گے جو دنیا میں کہا کرتے تھے اس کو جادو قرار دیتے اور اس کا انکار کرتے تھے۔ اب تمہارا رونا، چلانا، چیخنا تمہارے کسی کام نہ آسکے گا اب تمہیں وہی سب کچھ بدلے میں دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَٰكِهِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَىٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٔينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَٰهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَٰنٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ أَلَتْنَٰهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَىْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾ وَأَمْدَدْنَٰهُم بِفَٰكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَٰزَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوٓا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِىٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَىٰنَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾

ع ۱ ۲۸ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۸

بے شک پرہیز گار جنتوں اور اس کی نعمتوں میں ہوں گے۔ جو کچھ ان کے رب نے ان کو دیا ہوگا اس میں خوش ہوں گے۔ انہیں ان کا رب عذاب جہنم سے بچالے گا (اور کہا جائے گا) جو کچھ تم (نیک عمل) کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں تم خوب مزے لے لے کر کھاؤ پیو۔ یہ لوگ برابر برابر بچھے ہوئے تخت (تختوں) پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کی پیروی کی ہوگی ہم ان کو ان کی اولاد سے ملا دیں گے اور ہم ان کے اعمال کا اجر کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے عمل کے سبب رہن رکھا ہوا ہے۔ ہم (اہل جنت کو قسم قسم کے) میوے اور گوشت اور جو کچھ وہ چاہیں گے (سب کچھ دیں گے) وہ جنت میں جام پر چھینا جھپٹی کریں گے نہ ان (جنتوں میں) فضول بکواس ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات۔ اور غلمان (خادم لڑکے) جو ان کی خدمت کے لئے ہوں گے ان کے چاروں طرف پھرتے ہوں گے جیسے محفوظ موتی اور اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں گفتگو کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر (دنیا) میں ڈرا کرتے تھے۔ پھر ہم پر اللہ نے احسان کیا اور ہمیں عذاب جہنم سے بچالیا۔ ہم اس سے پہلے اسی کو پکارا کرتے تھے۔ بے شک وہ بڑا ہی احسان کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۸

فٰکِھِیْنَ	دل بہلانے والے
ھَنِیْءٌ	ہنسی خوشی
مَصْفُوْفَةٌ	برابر برابر بچھائے گئے
حُوْرٌ (حَوْرَاءُ)	خوبصورت (آنکھوں والیاں)

عِيْنٌ (عَيْنَاءُ)	بڑی بڑی آنکھیں
مَا اَلَتْنَا	ہم نے کمی نہیں کی
رَهِيْنٌ	پھنس جانا
يَتَنَازَعُوْنَ	وہ جھگڑیں گے۔چھینا جھپٹی کریں گے
غِلْمَانٌ	لڑکے۔کم عمر بچے
لُؤْلُؤٌ	موتی
مَكْنُوْنٌ	چھپائے گئے قیمتی
اَقْبَلَ	وہ متوجہ ہوا۔سامنے ہوا
اَلسَّمُوْمُ	گرم گرم ہوا

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۸

کفار و مشرکین کے بدترین انجام کو بیان کرنے کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ جو لوگ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذارتے اور محض اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے گناہوں سے بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جہاں ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی جو ان کو کسی خاص مدت کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ اور برابر ملتی رہیں گی جن سے اہل جنت ایک خاص خوشی اور مسرت محسوس کریں گے کیونکہ انہیں اس جہنم کا کوئی خوف نہ ہوگا جس سے ان کو بچا لیا گیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان حسن عمل کرنے والوں سے فرمائیں گے کہ دنیا میں تم نے جو کچھ کیا ہے یہ اس کا بدلہ ہے اب خوب مزے لے لے کر کھاؤ پیو کسی طرح کا غم اور فکر نہ کرو۔ ان اہل جنت کا یہ حال ہوگا کہ وہ بادشاہوں کی طرح خوبصورت بستروں اور تخت پر شاہانہ انداز سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ حسین و جمیل بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیا جائے گا ایک لطف یہ بھی ہوگا کہ اہل جنت کے وہ گھر والے، اولاد، اور رشتہ دار جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذاری ہوگی اور وہ اپنے معمولی عمل کے اعتبار سے اعلیٰ درجے

کے مستحق نہ ہوں گے ان کو بھی اعلیٰ درجے کے والدین یا اعلیٰ درجہ کی اولاد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صالح مومنین کی اولاد کو بھی ان کے بزرگ والدین کے درجہ میں پہنچا دیں گے۔ اگرچہ وہ عمل کے اعتبار سے اس درجے کے مستحق نہ ہوں گے تا کہ ان کے والدین اور بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ (بیہقی)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کا درجہ جنت میں ان کے عمل کی مناسبت سے بہت اونچا فرما دیں گے اس پر یہ اللہ تعالیٰ سے پوچھیں گے کہ الٰہی ہمیں یہ درجہ اور مقام کہاں سے مل گیا (یعنی ہم تو اس درجے کے قابل نہ تھے) جواب دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد نے تمہارے لئے مغفرت کی دعائیں کی تھیں یہ اسی کا اثر ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

فرمایا کہ ہر انسان اپنے عمل میں محبوس ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور اس کا الزام دوسرے پر ڈال دیا جائے گا بلکہ آدمی جیسا عمل کرے گا اس کو اس سے بہتر بدلہ دیا جائے گا۔ البتہ اللہ کا یہ کرم ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کرے گا تو اس کا بدلہ اس جیسا ہی دیا جائے گا جو اس نے کیا ہوگا۔ فرمایا کہ اہل جنت کو ہر وہ چیز دی جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے جنت میں اہل جنت کو ایسی شراب عطا کی جائے گی جس میں نہ تو کوئی گناہ کی بات ہوگی نہ فضول بکواس ہوگی وہ بے تکلف شراب کے جام لنڈھائیں گے اور ہنسی مذاق اور دل لگی کے لئے جام پر چھینا جھپٹی کر رہے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لئے غلمان (لڑکے) جو خوبصورت اور محفوظ موتیوں کی طرح ہوں گے ان کے چاروں طرف پھرتے ہوں گے۔ وہ اہل جنت ایک دوسرے سے خوب باتیں کریں گے اور یہ بھی کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں اپنے انجام کے متعلق سوچ سوچ کر ڈرتے رہتے تھے لیکن اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کی ابدی راحتیں عطا فرما دی ہیں اور دنیا میں رہ کر جن چیزوں کی تمنا کر سکتے تھے وہ سب کچھ ہمیں عطا کر دی گئی ہیں۔ واقعی اللہ اپنے بندوں پر احسان کرنے والا مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِۦ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿٣١﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَآ ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ

تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا
صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ
اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ
مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ
تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ
فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ
الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾
فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا
يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

ع ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ پروردگار کے فضل و کرم سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم تو ان کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

کیا ان کو ایسی باتیں ان کی عقلیں سکھاتی ہیں یا یہ لوگ سرکش اور نافرمان ہیں؟ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہے۔ نہیں۔ بلکہ یہ ایمان (نہ لانے کے بہانے ہیں) اسی لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔

اگر یہ سچے ہیں تو اس قرآن جیسا لے کر آ جائیں۔ کیا یہ کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ کیا انہوں نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) وہ یقین نہیں رکھتے۔

کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ کوئی حاکم ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے کہ وہ (آسمانوں پر جا کر) باتیں سنتے ہیں؟ پھر (اگر ایسا ہے تو) وہ سننے والا کوئی مضبوط اور واضح دلیل پیش کرے۔

کیا اللہ کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور تمہارے ہاں بیٹے ہیں؟ کیا آپ ان سے (اس تبلیغ دین پر) کوئی معاوضہ مانگ رہے ہیں کہ وہ اس کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی غیب (کا علم) ہے جسے وہ دیکھ رہے ہیں؟

کیا یہ لوگ کوئی چال چل رہے ہیں (تو یاد رکھیں) وہ کافر خود ہی اپنے جال میں پکڑے جائیں گے۔

کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے؟ (حالانکہ) اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ اگر یہ لوگ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھیں تو کہیں گے کہ یہ تو کوئی تہ در تہ جما ہوا بادل ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے جب تک یہ اس دن کو نہ دیکھ لیں جس

دن ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔

اس دن ان کا مکر وفریب ان کو ذرا بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ان ظالموں کو اس دن کے عذاب کے علاوہ بھی عذاب ہونے والا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں۔

آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کیجئے کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جب آپ اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرلیا کریں اور رات کے بعض حصے میں بھی اور ستارے چھپ جانے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

کَاهِنٌ	غیب کی خبریں بتانے والا
نَتَرَبَّصُ	ہم انتظار کر رہے ہیں
رَيْبُ الْمَنُوْنِ	زمانہ کی گردش
اَحْلَامٌ (حِلْمٌ)	عقلیں
طَاغُوْنَ	سرکشی کرنے والے
اَلْمُصَيْطِرُوْنَ	حکم چلانے والے
سُلَّمٌ	سیڑھی
مَغْرَمٌ	تاوان (جو کسی کو زبردستی دینا پڑے)
مُثْقَلُوْنَ	دبے جاتے ہیں

کِسَفاً	ٹکڑا
مَرْکُوْمٌ (رَکِمَ)	تہہ پر تہہ جمی ہو
یُصْعَقُوْنَ	وہ گر پڑیں گے
بِاَعْیُنِنَا	ہماری نظر میں ہے۔ ہماری نگرانی ہے
اَلنُّجُوْمُ	ستارے

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

اعلان نبوت کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ اور مشرکین کے سامنے دین اسلام کی سچائیوں کو رکھ کر بے حقیقت بتوں سے منہ پھیرنے کی دعوت دی تو شروع میں انہوں نے ایک وقتی بات سمجھ کر نظر انداز کر دیا لیکن جب یہ روشنی پھیلنا شروع ہوئی اور قریش مکہ نے یہ محسوس کیا کہ لوگ بہت تیزی سے آپ کی باتوں کو سن کر متاثر ہو رہے ہیں تو انہیں فکر ہوئی اور انہوں نے آپ کی شخصیت اور آپ کی تحریک کی حیثیت کو کم کرنے کے لئے نہایت غیر سنجیدہ باتیں بنانا شروع کر دیں تا کہ لوگ ان تمام باتوں کو سن کر سنجیدگی سے نہ لیں بلکہ ایک دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کر دیں۔ کبھی کہتے کہ آپ مجنون شاعر ہیں۔ کبھی کہتے کہ غیب کی خبریں دینے والے کاہن ہیں۔ اور اس قرآن کو وہ خود گھڑ کر یا کسی سے سن کر یا سیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ وہ آپ کی بدخواہی کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے کہ یہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ بہت جلد ان پر ہمارے بتوں کی مار پڑے گی اور یہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم اسی گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ کے فضل و کرم سے نہ تو آپ شاعر ہیں اور نہ مجنوں ہیں نہ غیب کی خبریں دینے والے کاہن ہیں بلکہ اللہ رب العالمین کے رسول ہیں اور قرآن کریم اسی نے نازل کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں اسی لئے اس تحریک اور کلام پر وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر اس کلام کو آپ نے خود گھڑ لیا ہے تو اس وقت بڑے بڑے زبان کے ماہرین اور شاعر ہیں جنہیں اپنی زبان پر اس قدر ناز ہے کہ وہ اپنے سامنے کسی کو زبان داں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اگر یہ سچے

ہیں تو سب مل کر اس قرآن جیسا کوئی دوسرا کلام لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی کفار سے چند سوالات کئے ہیں اور پوچھا ہے کہ بتاؤ:

۱) کیا یہ سب کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود ہی پیدا ہو گئے ہیں؟ کیا یہ خود اپنے خالق ہیں؟

۲) کیا زمین اور آسمانوں کو انہوں نے خود ہی پیدا کر لیا ہے وہ کیسے بے یقین لوگ ہیں؟

۳) کیا ان لوگوں کے پاس ان کے پروردگار کے خزانے موجود ہیں جن پر یہ اترا رہے ہیں؟

۴) کیا یہ لوگ کوئی حاکم یا بادشاہ ہیں کہ ہر طرف ان کی حکومت چل رہی ہے؟

۵) کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے کہ جس کے ذریعہ وہ آسمانوں میں جا کر غیب کی باتیں سنتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو کوئی مضبوط اور واضح دلیل پیش تو کریں۔

فرمایا کہ یہ دلیل تو کیا پیش کریں گے ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ خود تو ان کا یہ حال ہے کہ اگر بیٹا ہو جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بیٹی پیدا ہو جائے تو شرمندگی کے مارے منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔

فرمایا کہ یہ کیسی عجیب تقسیم کر رکھی ہے کہ اپنے لئے تو بیٹوں کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کی باتیں کر رہا ہوں تا کہ تمہاری دنیا اور آخرت سدھر جائے تو کیا میں تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ یا اجرت مانگ رہا ہوں کہ اس کے بوجھ سے تم دبے چلے جا رہے ہو فرمایا کہ آپ ذرا کفار سے پوچھئے کہ کیا ان کے پاس کوئی غیب کا علم ہے جو ان کے پاس لکھا ہوا ہے اور اس کے ذریعہ وہ یہ سب باتیں کر رہے ہیں یا یہ لوگ کوئی بے ڈھنگی چال چل رہے ہیں؟ فرمایا کہ اگر ایسا ہے کہ یہ لوگ کوئی چال چل رہے ہیں تو وہ وقت دور نہیں ہے جب یہ خود ہی اپنے جال میں پھنس جائیں گے اور اس سے نکل نہ سکیں گے۔

فرمایا کہ ان سے پوچھئے کہ ایک اللہ کے سوا کیا تمہارا دوسرا معبود ہے جس کی تم عبادت و بندگی کرتے ہو۔ حالانکہ اللہ کی ذات ہر طرح کے شرک سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ فرمایا کہ ان کا یہ حال ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں نبی مان لیں گے اگر آسمان کا ایک ٹکڑا توڑ کر دکھا دو۔ فرمایا کہ اول تو یہ ایک احمقانہ مطالبہ ہے لیکن اگر ہم اپنی قدرت کا نمونہ دکھاتے ہوئے آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دیں تو یہ اس کا یقین نہ کریں گے اور کہیں گے کہ یہ تو کوئی گہرا بادل ہے جو بادل پر بادل جما ہوا ہے۔

فرمایا کہ جب انہوں نے ہر سچائی کو جھٹلانے کا فیصلہ کر رکھا ہے تو آپ ان کی غیر سنجیدہ اور جاہلانہ باتوں کی پرواہ نہ کریں ان

کو ان کے حال پر چھوڑ کر اپنے مشن اور مقصد کو پھیلاتے رہیے۔ قیامت کا وہ ہولناک دن آ کر رہے گا جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے اس دن ان کا مکر و فریب ان کے کسی کام نہ آئے گا نہ ان کو ان کی چالیں فائدہ دیں گی اور نہ کوئی ان کی مدد کے لئے آئے گا۔ یہ تو آخرت کے عذاب کی بات ہے فرمایا کہ ان کو تو اسی دنیا میں سخت سزا ملے گی لیکن ابھی یہ جانتے نہیں بہت جلد جان لیں گے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے حکم پر صبر کرتے رہیے یہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کیونکہ آپ براہ راست ہماری نظروں میں ہیں ہم خود آپ کی حفاظت کر رہے ہیں۔

فرمایا کہ جب آپ بیدار ہوں تو اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتے رہیں۔ اسی طرح رات کے کچھ حصے میں اور ستارے چھپ جانے کے بعد بھی اس کی تسبیح اور ذکر کرتے رہیے اللہ تعالیٰ آپ کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرمائے گا اور یہ لوگ ذلیل و خوار ہوں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورة نمبر ۵۳

النَّجْم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النجم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	53
کل رکوع	3
آیات	62
الفاظ وکلمات	365
حروف	1450
مقام نزول	مکہ مکرمہ

لات، منات اور عزیٰ وہ بت ہیں جو عورتوں کے نام ہیں جو کفار کے بڑوں نے اس تصور کے ساتھ نام رکھے تھے کہ نعوذ باللہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ بیٹیاں قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کر کے ان کو جہنم کے عذاب سے نجات دلوادیں گی۔
اللہ نے فرمایا کہ یہ کیسی بے ڈھنگی اور ظالمانہ تقسیم ہے کہ خود تو لڑکیوں کو قابل نفرت سمجھتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ان گھروں میں لڑکے پیدا ہوں۔ تم نے اللہ کے لیے فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بنا دیا۔ تو یاد رکھو اللہ ان تمام باتوں اور شرک سے پاک ہے۔
قیامت کے ہولناک دن فرشتے تو کیا کسی پیغمبر کو بھی اس وقت تک کسی کی سفارش کا حق نہ ہوگا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ دی جائے۔ سفارش اسی کی ہوگی جس کے لیے اللہ چاہے گا۔

ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کے مجمع میں سورہ النجم کی تلاوت فرمائی تو اس وقت اہل ایمان کے ساتھ ساتھ کافر ومشرک سب ہی موجود تھے۔ جب سجدہ کی آیت آئی تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے تو سجدہ کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس وقت جتنے بھی لوگ موجود تھے وہ سب بھی سجدے میں گر گئے اور قریش کے بڑے بڑے سردار اور مخالفین سجدہ کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔

ستارہ جب غائب ہو جاتا ہے اس کی قسم کھا کر فرمایا کہ تمہارے یہ رفیق (ساتھی) جو ہمیشہ تمہارے سامنے ہیں یہ اللہ کا پیغام پہنچانے میں راہ حق سے نہ بھٹکے اور نہ انہوں نے کوئی غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ آپ نبی ﷺ برحق ہیں آپ ﷺ کوئی بات اپنی ذاتی خواہش سے بیان نہیں کرتے بلکہ آپ ﷺ کی طرف جو وحی نازل ہوتی ہے آپ اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ (جبرئیل) آپ ﷺ کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ فرشتہ جو بے انتہا طاقت وقوت والا ہے۔ وہ ایک مرتبہ اپنی اصلی صورت پر سامنے آیا جب کہ وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔ (جب آپ ﷺ اس فرشتے کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تو) وہ آپ ﷺ کے بہت زیادہ قریب آیا اتنا کہ آپ ﷺ کے اور اس کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ پھر اللہ نے آپ ﷺ پر جس قدر وحی بھیجنا چاہی آپ ﷺ پر وحی کو بھیجا۔ نظر نے جو کچھ دیکھا تھا دل نے اس میں کسی جھوٹ کو نہ ملایا تھا۔ کیا تم لوگ ان سے اس بات میں جھگڑ رہے ہو جس کو انہوں نے آنکھ سے دیکھا تھا۔

زمین و آسمان اور ساری کائنات میں سارا اختیار اللہ کا ہے جو جیسا عمل کرے گا اس کو ایسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ اگر کوئی برے راستے کا انتخاب کر کے اس پر عمل کرے گا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی اور اگر کسی نے نیک اور بہتر راستے اختیار کر کے نیک عمل کیا ہوگا تو اس کو اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ اور جزا عطا فرمائیں گے۔

اور ایک مرتبہ پھر انہوں نے اس کو (نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ جس کے پاس ہی ''جنت الماویٰ'' ہے اس وقت اس بیری کے درخت (سدرۃ المنتہیٰ) پر ہر طرف اللہ کے انوارات اور فرشتے چھائے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھنے میں آپ ﷺ کی نہ تو نظر بہکی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی اور آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

فرمایا کیا تم نے کبھی لات، عزیٰ اور ایک تیسرے بت منات پر بھی غور کیا ہے؟ وہ کیا ہیں؟ اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ وہ کچھ عورتوں کے نام ہیں جن پر ان بتوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں کیونکہ تمہارا گمان یہ ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہ تصویریں ان ہی کی ہیں۔ فرمایا یہ کس قدر بے ڈھنگی تقسیم ہے کہ تم اپنے گھروں میں بیٹیاں پیدا ہونے کے بعد شرمندگی سے منہ چھپاتے پھرتے ہو اور لڑکیوں کے وجود کو نفرت سے دیکھتے ہو۔ تم نے اللہ کے لیے تو بیٹیوں کو پسند کیا اور خود تم چاہتے ہو کہ تمہارے گھروں میں لڑکے ہوں یہ کیسی ظالمانہ تقسیم ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تصور کرنا اور ان ہی پر تصویر بنا کر ان کی عبادت و پرستش کرنا اور یہ سمجھنا کہ قیامت میں یہ فرشتے (جن کو وہ اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے) ان کی سفارش کر کے ان کو عذاب الٰہی سے بچالیں گے یہ ان کا محض وہم اور گمان ہے جس کی وہ عبادت و بندگی کر رہے ہیں۔ یہ محض ان کی طرف سے گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ ان کا گمان ہے جس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ فرمایا کہ فرشتے نہیں بلکہ کوئی بھی اس کی بارگاہ میں کسی کی سفارش اور شفاعت نہیں کر سکتا جب تک اس کو سفارش کرنے کی اجازت نہ ہو یا وہ اس کو پسند نہ کرے۔ دنیا اور آخرت کا مالک اللہ ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے۔

فرمایا کہ لات، منات اور عزیٰ یہ بتوں کے وہ نام ہیں جو ان کے باپ دادا نے رکھ لیے تھے۔ یہ ان کی اپنی خواہشات تھیں جن کی انہوں نے پیروی کی ورنہ اللہ نے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی سند یا دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ان کا محض خیال اور گمان ہے۔ درحقیقت کسی کا گمان حق کی جگہ نہیں لے سکتا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ذکر سے منہ پھیر کر چل رہے ہیں اور انہیں دنیا کے سوا کچھ نہیں چاہیے آپ ﷺ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے کیونکہ ان کے علم کی انتہا بس یہیں تک ہے۔ آپ ﷺ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔

فرمایا زمین و آسمان میں سارا اختیار اللہ ہی کا ہے۔ جس نے بھی برے راستے کا انتخاب کیا وہ اس کو اس کی سزا دے گا اور

جن لوگوں نے بہترین اور نیک راستے کا انتخاب کر کے اس پر قدم بڑھائے ہوں گے ان کو بہترین جزا اور بدلہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ کر چلتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی ہلکا پھلکا گناہ ہو جائے تو آپ کے پروردگار کا دامن رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ اللہ تمہاری کمزوریوں اور خوبیوں سے اچھی طرح واقف ہے اس وقت سے وہ تمہیں جانتا ہے جب تمہیں مٹی سے پیدا کر کے ماں کے پیٹ میں تم نے ایک بچے کی شکل اختیار کی تھی۔ تم اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو وہ جانتا ہے کون متقی اور پرہیزگار ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کبھی اس شخص کے حالات پر بھی غور کیا جو اللہ کے راستے سے بھٹک گیا۔ کچھ خرچ کیا اور کہیں وہ رک گیا۔ کیا اس کے پاس کوئی غیب کا علم ہے کہ اس نے ہر حقیقت کو دیکھ لیا ہے۔ کیا اسے ان صحیفوں (کتابوں) کی خبر ملی ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس تھیں۔ وہ ابراہیمؑ جنہوں نے وفا کا حق ادا کر دیا تھا۔ ان صحیفوں میں لکھا ہوا ہے کہ

(۱) کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

(۲) انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ جدوجہد کرتا ہے۔

(۳) اس کی جدوجہد اللہ کی نظر میں ہے وہ ہر ایک کو اس کا بدلہ دے گا۔

(۴) یہ کہ آخر کار تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(۵) وہی ہنساتا ہے وہی رلاتا ہے۔

(۶) زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۷) اس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا جب کہ اس ایک بوند سے جو ٹپکائی گئی (اسی سے اس کا وجود ہے)۔

(۸) مرنے کے بعد دوبارہ زندگی دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۹) وہی مال اور جائیداد عطا کرتا ہے۔

(۱۰) وہی اس ستارے "شعریٰ" کا رب ہے (جس کو تم پوجتے ہو)۔

(۱۱) اسی نے قوم عاد یعنی عاد اولیٰ کو ہلاک کیا۔

(۱۲) اور اسی نے ثمود کو اس طرح مٹایا کہ کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

(۱۳) اور اسی نے قوم نوحؑ کو جو بڑے ظالم اور سرکش تھے تباہ کیا۔

(۱۴) اوندھی گری ہوئی بستیوں کو (قوم لوطؑ کو) اٹھا پھینکا۔

(۱۵) پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے یعنی ان پر عذاب آ کر رہا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مخاطب! تو اپنے رب کی کن نعمتوں میں شک وشبہ کرے گا۔ فرمایا کہ یہ پیغمبر ﷺ بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغام بر ہیں (ان کو مان لو) کیونکہ وہ جلدی آنے والی چیز (قیامت) بہت قریب آ پہنچی۔ کیا تم یہ سب باتیں سن کر بھی کلام الٰہی میں تعجب کرتے ہو۔ تم ہنستے ہو مذاق اڑاتے ہو (اور اپنے برے انجام پر) روتے نہیں ہو۔ اور تم غرور وتکبر کرتے ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ﴿۹﴾ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى ﴿۱۱﴾ أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ﴿۱۵﴾ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَأٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

تارے کی قسم جب وہ غروب ہوا۔

تمہارے رفیق نے نہ تو راستہ گم کیا اور نہ وہ غلط چلے۔ نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کرتے ہیں سوائے اس کے جو (ان کی طرف) وحی کی جاتی ہے۔

انہیں وہ سکھاتا ہے جو بڑی طاقت والا ہے۔ جو حکمت والا ہے۔ پھر وہ سامنے کھڑا ہوا جب کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ (جبرئیل) نزدیک ہوا اور اتر آیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ پھر اللہ نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر وحی

نازل کی جو بھی اسے پہنچانی تھی۔ (آپ ﷺ نے جو دیکھا) اس کے سمجھنے میں دل نے غلطی نہیں کی۔ تو کیا پھر تم ان کی (رسول کی) دیکھی ہوئی چیز میں ان سے جھگڑتے ہو اور بلاشبہ انہوں نے (جبرئیل) کو ایک مرتبہ اور بھی اترتے دیکھا تھا۔ اس سدرۃ المنتھی (بیری کے درخت) کے پاس دیکھا تھا جس سدرۃ المنتھی کے پاس جنت الماوی (آرام سے رہنے والی جنت) ہے۔ اس وقت اس (سدرۃ المنتھی) کو ڈھانپ رکھا تھا جس نے بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ نہ اس کی آنکھ نے دھوکا کھایا اور نہ وہ حد سے آگے بڑھا۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۸

هَوٰى	نیچے اترا۔ غائب ہوا
غَوٰى	راہ بھٹک گیا
مَايَنْطِقُ	وہ نہیں بولتا
شَدِيْدُ الْقُوٰى	بڑی طاقتوں والا
ذُوْمِرَّةٍ	زوردار
اَلْاُفُقُ الْاَعْلٰى	بلند کنارا
دَنَا	قریب ہوا
تَدَلّٰى	وہ آگے بڑھا۔ لٹک گیا
قَابَ	مقدار
قَوْسَيْنِ	دو کمانیں
تُمٰرُوْنَ	تم جھگڑتے ہو
نَزْلَةً	اترنا
سِدْرَةٌ	بیری کا درخت

یَغۡشٰی	وہ ڈھانپ لیتا ہے
مَازَاغَ	نہیں لڑا
مَاطَغٰی	حد سے نہ بڑھا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

ستارے غائب ہو جانے کے بعد جب سورج نکلتا ہے تو ہر طرف اس کی کرنوں سے دنیا جگمگا اٹھتی ہے۔ درختوں پر ایک پھبن اور ہر چیز پر رونق آ جاتی ہے۔ اندھیرے سمٹ جاتے ہیں اور سورج کی روشنی کے سامنے ہر روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح کفر اور ظلم کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں لوگوں کی ہدایت کیلئے اللہ کے پیغمبر آتے رہے اور توحید و رسالت کی تعلیمات اور اللہ کے دین کی روشنی سے دنیا کو منور کرتے رہے لیکن جب اللہ نے اپنے آخری نبی اور آخری محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تو اس روشنی کی تکمیل ہوگئی اور ساری دنیا کے روحانی اندھیرے دور ہو گئے۔ اور اب یہ شمع رسالت قیامت تک اسی طرح اپنی روشنی بکھیرتی رہے گی۔ فرمایا کہ ستاروں کی قسم جس طرح یہ ستارے چاند اور سورج اپنی جگہ پر قاعدے طریقے سے چلتے ہیں اور ان کی رفتار میں نکلنے اور ڈوبنے میں کبھی کوئی فرق نہیں آتا اور وہ اپنی مستعدی سے اپنی جگہ جم کر چلتے ہیں اسی طرح ہمارے رسول بھی پوری مستعدی اور شان سے اللہ کے احکامات کو پوری دیانت داری سے ساری دنیا تک پہنچا رہے ہیں انہوں نے شب معراج اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا اور سنا وہ سورج کی روشنی کی طرح صاف اور واضح تھا جس کے دیکھنے میں نہ تو وہ بھٹکے اور نہ انہوں نے کوئی غلطی کی۔

فرمایا کہ ہمارے محبوب نبی پر جو فرشتہ وحی لے کر اترتا ہے (جبرئیل امین) وہ بڑی قوت و طاقت والا، مضبوط و توانا، زور آور، جسمانی اور روحانی طاقتوں کا مالک ہے جس کے چھ سو بازو ہیں۔ اگر وہ اپنی اصلی آواز نکالیں تو لوگوں کے کلیجے پھٹ جائیں۔ ان کی طاقت و قوت کا یہ حال ہے کہ جب انہوں نے اللہ کے حکم سے قوم لوط کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان تک بلند کیا اور پھر اس قوم کو زمین پر پٹک دیا تو وہ قوم اور اس کی بستیاں اس طرح برباد ہوگئیں کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر آ گیا اور پھر سمندر کا پانی ان پر چڑھ دوڑا اور ان کی بستیوں کو سمندر میں غرق کر کے نشان عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے لئے فرمایا ہے کہ وہ کریم ہیں عزت و قوت والے ہیں جن کا اللہ کے ہاں ایک اعلیٰ مقام ہے۔ سب فرشتوں کے مقابلے میں ان کو اللہ کی بارگاہ میں زیادہ قرب اور پہنچ ہے۔ وہ مطاع ہیں یعنی آسمان کے فرشتے بھی ان کی بات ماننے پر مجبور ہیں اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں جن کے امین اور معتبر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اللہ کے اس طاقت ور فرشتے کے سامنے شیطان کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کی رکاوٹ ڈال سکے لہٰذا یہ اللہ کا کلام کسی شیطان کے ذریعہ نہیں پہنچا کہ آپ کو کاہن کہا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتھی کے پاس۔

ابتدائے وحی کے وقت ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس وقت حضرت جبرئیل آپ کے پاس عام انسانی شکل میں آئے تا کہ آپ کو تسلی دے سکیں چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو اٹھایا، تسلی دی اور اتنے قریب ہو گئے کہ حضرت جبرئیل اور نبی کریم ﷺ کے درمیان دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ رہا۔ پھر انہوں نے اللہ کے حکم سے جو اس نے چاہا آپ پر وحی نازل کی۔

دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتھی کے پاس آپ نے حضرت جبرئیل کو دیکھا کہ وہ رفرف کے لباس میں ہیں اور زمین و آسمان کی فضا کو ان کے وجود نے بھر رکھا تھا۔ ان کے وجود کا پھیلاؤ چھٹے آسمان سے ساتویں آسمان تک تھا۔ پھر وہ عام شکل میں قریب آئے اور اتنے قریب ہوئے کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ کو اس شب معراج میں اللہ کی نشانیاں دکھائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس رات کو جو کچھ دیکھا نہ آپ کی آنکھ نے دھوکا کھایا اور نہ آپ کی آنکھ بھٹکی اس طرح اللہ نے اپنی بہت سی نشانیاں دکھا کر ختم نبوت کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند باتوں کی وضاحت پیش خدمت ہے

(۱)۔ اس جگہ اللہ نے ''النجم'' (ستارہ) کی قسم کھا کر نبی کریم کی شان رسالت کو بیان کیا ہے۔ یہ کون سا ستارہ ہے اس سلسلہ میں مفسرین کرامؒ نے مختلف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

☆ اس سے صرف ایک ستارہ نہیں بلکہ ستاروں کی جنس مراد ہے یعنی ستاروں کا جھرمٹ، کہکشاں

☆ اس سے شہاب ثاقب مراد ہیں جن کے ذریعہ ان شیاطین کو مار کر بھگایا جاتا ہے جو آسمانوں پر مستقبل کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے یہ شیاطین آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی گفتگو سن لیتے اور پھر آ کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے وہ کاہن جنات و شیاطین کی باتوں کو سن کر اور کچھ خود سے گھڑ کر لوگوں کے سامنے مستقبل کی پیشین گوئیاں کر دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اللہ نے جنات و شیاطین پر پابندی لگا دی اور اگر کوئی جن یا شیطان آسمان کی طرف بلند ہو کر سننے کی کوشش کرتا تو اس کے پیچھے شہاب ثاقب یعنی آسمانی انگارے برسائے جاتے تھے۔

☆ بعض مفسرین نے ''النجم'' سے مراد قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کو لیا ہے۔

☆ بہر حال ''النجم'' سے ستارے مراد ہوں یا شہاب ثاقب اللہ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جب یہ ستارے ڈوب جاتے ہیں تب ہی صبح ہوتی ہے اور اس سے رات کے اندھیرے سمٹ جاتے ہیں اب نبی کریم ﷺ کی آمد اور قرآن کریم کی آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اگر کہیں روشنی ہے تو وہ صرف خاتم الانبیاء ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین ہی کی ہے۔

(۲)۔اس میں نبی کریم ﷺ کو ''صاحبکم'' فرمایا یعنی تمہارے رفیق، تمہارے ساتھی۔اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جو اس دین اسلام کو لے کر آئے ہیں وہ کہیں اور سے نہیں آئے ہیں یہ وہی ہیں جن کے بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کے ایک ایک لمحے سے مکہ کا بچہ بچہ واقف تھا۔جن کو صادق و امین اور معتبر سمجھا جاتا تھا۔آج اعلان نبوت کے بعد ان جیسی عظیم ہستی کے متعلق طرح طرح کی نامناسب باتیں کرنا ان کو زیب نہیں دیتا۔انہوں نے معراج میں جو کچھ دیکھا وہ اللہ کی نشانیاں تھیں۔جو کچھ آنکھوں سے دیکھا اس میں نہ وہ گمراہ ہیں اور نہ راستے سے بھٹکے ہیں بلکہ جو کچھ انہوں نے دیکھا اور جو کچھ عطا کیا گیا وہ برحق تھا۔آپ کی شان یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی کہتے ہیں جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہیں ہوتی آپ بیان نہیں فرماتے۔

(۳)۔سورۃ النجم وہ سب سے پہلی سورت ہے جس کا نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا۔آپ نے اس کی تلاوت فرمائی۔ اس مجمع میں اہل ایمان کے علاوہ کفار و مشرکین بھی تھے جب آیت سجدہ آئی تو آپ نے اور تمام مسلمانوں نے سجدہ کیا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت تمام کفار و مشرکین نے بھی اللہ کے سامنے سجدہ کیا۔

(۴)۔عربوں میں باہمی دوستی کے دو طریقے تھے ایک تو یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر دوستی کرتے تھے۔دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ دونوں شخص اپنی اپنی کمانوں کی لکڑی تو اپنی طرف کر لیتے اور کمان کی ڈور دوسرے کی طرف۔اس طرح جب دونوں کمانوں کی ڈور مل جاتیں تو یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ دو دشمنوں میں محبت اور قربت ہوگئی۔اس قرب کے وقت ان دونوں میں دونوں ''قوسوں'' کے ماپ کا فاصلہ رہتا تھا یعنی تقریباً دو ہاتھ (ایک گز) اس کے بعد ''ادنیٰ'' کہہ کر بتا دیا کہ یہ اس سے بھی زیادہ قریب اور ملا ہوا تھا۔

(۵)۔ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ایک درخت ہے جس کو ''سدرۃ المنتھیٰ'' کہتے ہیں۔عربی میں ''سدرہ'' بیری کے درخت کو کہتے ہیں جس کی کیفیت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو بھی احکامات یا رزق نازل ہوتے ہیں ان کا فیصلہ سدرہ تک پہنچتا ہے وہاں سے جن ملائکہ کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے وہ اس کو لے کر زمین کی طرف لاتے ہیں۔

اسی طرح دنیا میں جتنے انسانی اعمال ہیں وہ سدرہ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔فرمایا کہ اسی سدرہ کے پاس وہ جنت بھی ہے جو اللہ کے نیک بندوں کے رہنے کی باعزت جگہ ہے اس کو ''جنت الماوٰی'' فرمایا گیا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ شب معراج تشریف لائے تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہم بھی اس رات رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔اللہ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ تمام فرشتے سدرہ کے درخت اور اس کے ہر پتے پر اس طرح آپ کا انتظار کرنے لگے کہ ان کی جگمگاہٹ سے ایسا لگتا تھا جیسے سونے کے پروانے ایک دوسرے پر گر رہے ہیں۔یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت جبرئیل جیسے مقرب فرشتے نے بھی آگے جانے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی تھی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اس سے آگے ایک قدم بھی جاؤں گا تو اللہ کی تجلی سے میرے پر جل جائیں گے۔اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بہت سی نشانیاں دیکھیں جن کے دیکھنے میں نہ تو آپ کی آنکھ نے دھوکا کھایا اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی۔

اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَ الۡعُزّٰی ﴿۱۹﴾

وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الۡاُخۡرٰی ﴿۲۰﴾ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَ لَہُ الۡاُنۡثٰی ﴿۲۱﴾ تِلۡکَ اِذًا قِسۡمَۃٌ ضِیۡزٰی ﴿۲۲﴾ اِنۡ ہِیَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّیۡتُمُوۡہَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَہۡوَی الۡاَنۡفُسُ ۚ وَ لَقَدۡ جَآءَہُمۡ مِّنۡ رَّبِّہِمُ الۡہُدٰی ﴿۲۳﴾ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰہِ الۡاٰخِرَۃُ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾ وَ کَمۡ مِّنۡ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُہُمۡ شَیۡئًا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰہُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡضٰی ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی ﴿۲۷﴾ وَ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ﴿۲۸﴾

ع ۵ / ۲۵ / ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۸

کیا پھر تم نے لات، عزیٰ اور ایک تیسرے (معبود) منات پر غور کیا؟ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اس کے لئے (یعنی اللہ کے لئے) بیٹیاں ہیں۔ یہ تو بہت ہی بے انصافی کی تقسیم ہے۔ یہ تو چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ان کے (ثبوت پر) کوئی مضبوط دلیل بھی نازل نہیں کی ہے۔ یہ لوگ محض اپنے بے بنیاد خیالات اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اس کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان کی ہر خواہش (اس کی مرضی کے مطابق) پوری ہوتی ہے۔ یہ دنیا اور وہ دنیا سب کا اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔

کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ان کے کام نہ آئے گی سوائے اس کے کہ

اللہ جس کو سفارش کا حق دینا چاہے اور وہ اس کی سفارش کو پسند بھی کرتا ہو۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو عورتوں کے جیسے نام دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ لوگ صرف اپنے بے بنیاد خیالات کے پیچھے چلتے ہیں اور یقیناً بے بنیاد خیالات حق کے مقابلے میں ان کے ذرا بھی کام نہ آسکیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۸

ضِیْزٰی	ظالمانہ۔ ٹیڑھی چیز
یَرْضٰی	وہ پسند کرتا ہے
یُسَمُّوْنَ	وہ نام رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۷

قریش مکہ اور آس پاس کے قبائل نے ''بیت اللہ'' کو اپنی جہالت اور نادانی میں بتوں کی گندگی سے بھر دیا تھا۔ تین سو ساٹھ بتوں میں سے طائف، مکہ، مدینہ اور حجاز کے اردگرد کے لوگ لات، عزی اور منات کو بہت مانتے تھے۔ قدیم عرب کے یہ تین مشہور بت تھے جن سے انہوں نے اپنی آرزوئیں اور تمنائیں وابستہ کر رکھی تھیں۔

لات طائف والوں کا بت تھا جس کو بنو ثقیف بہت زیادہ مانتے تھے۔

عُزّٰی مکہ کے قریب وادی نخلہ میں حراض کے مقام پر قریش اور بنو کنانہ کا بت تھا۔

منات مدینہ کے اوس و خزرج کا وہ بت جو قدید کے مقام پر نصب تھا۔ اوس و خزرج کے قبائل اس کا بہت احترام کرتے تھے اور ایسی ایسی کہانیاں مشہور کر رکھی تھیں کہ بنو قریش بھی اس کے آگے جھکنے کو بڑی نیکی سمجھتے تھے چنانچہ قریش اور دوسرے قبیلوں کے لوگ حج کے بعد منات کی زیارت کے لئے جاتے۔ قربانی کے جانور لے جاتے اور نذریں چڑھاتے۔ لبیک، لبیک (حاضر ہوں میں حاضر ہوں) کی صدائیں بلند کرتے جاتے۔ منات کے احترام کا یہ حال تھا کہ اس کی زیارت کے مقابلے میں صفا مروہ کی سعی تک کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔

لات، عزی اور منات یہ بت سب کے سب مونث تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتوں کو بھی اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ انہوں نے بغیر کسی سند اور دلیل کے یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ بت اور فرشتے جو اللہ کی بیٹیاں ہیں جب وہ قیامت میں ہماری سفارش کریں گی تو اللہ ان کی سفارش کو رد نہیں کرے گا کیونکہ بیٹیوں کی بات عام طور پر باپ مان ہی لیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اس کے نزدیک تو بیٹا، بیٹی یکساں ہیں۔ اللہ نے سوال کیا ہے کہ تمہارے نزدیک تو سب مخلوق میں سب سے زیادہ بری چیز لڑکیاں ہیں۔ تمہارے ہاں نرینہ اولاد ہوتی ہے تو تم خوشی سے دیوانے ہو جاتے ہو اور اگر لڑکیاں ہو جائیں تو غم اور شرمندگی کے مارے تمہارے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو تم لڑکیوں کی پیدائش تک کو توہین سمجھتے ہو اور اللہ کے لئے فرشتوں تک کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو۔ اس سے زیادہ جہالت، نادانی اور بے انصافی کی بات اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اور تمہارے باپ دادا نے جو طرح طرح کے نام رکھ کر بت بنا رکھے ہیں یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جن کی نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ سند ہے۔ دراصل یہ محض ان کی خواہشیں ہیں جن کو انہوں نے مختلف نام دے رکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں اور آخرت میں سارا اختیار صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو جو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ اس کے سامنے اس وقت تک کسی کو سفارش کرنے کا اختیار نہیں ہے جب تک وہ اجازت نہ دیدے۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چل کر حق و صداقت کو جھٹلاتے ہیں ان کے بے بنیاد خیالات اور من گھڑت تصورات دنیا اور آخرت میں ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور جب وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان کے یہ بت اپنی عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے سارا الزام بت پرستوں اور خواہشات نفس کے پیچھے چلنے والوں پر ڈال دیں گے۔ اس وقت حسرت اور افسوس بھی کسی کے کام نہ آسکے گا۔

اللہ نے ایک چبھتا ہوا سوال کیا ہے۔ یہ بتاؤ کیا انسان کی ہر خواہش اور تمنا اس کی مرضی کے مطابق پوری ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو بے بنیاد تمناؤں سے کیا فائدہ جن کا فائدہ نہ اس دنیا میں ملے گا اور نہ آخرت میں۔

فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿٣٠﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ﴿٣١﴾ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

الربع

إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ﴿۳۲﴾

ع ۶ / ۲ / ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

(اے نبی ﷺ) آپ ایسے شخص سے منہ پھیر لیجئے جس نے ہماری نصیحت سے منہ پھیر لیا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ ان کے علم کی انتہا یہیں تک ہے۔ آپ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا اور کون شخص ہے جس نے ہدایت حاصل کر لی ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے تا کہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جنہوں نے گناہ (برائی) کی ہے اور جنہوں نے اچھے کام کئے ہیں ان کو بہترین بدلہ عطا کرے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں سوائے اس کے کہ ان سے کوئی معمولی گناہ ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کا پروردگار بہت زیادہ وسیع مغفرت کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں جانتا ہے۔ جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے سے تھے۔ لہٰذا تم زیادہ پاک باز بننے کی کوشش نہ کرو۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیز گار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

مَبْلَغٌ	پہنچنے کی جگہ
اَسَآءُ وْا	انہوں نے برے کام کئے
يَجْتَنِبُوْنَ	جو بچتے ہیں
كَبَائِرُ الْاِثْمِ	بڑے بڑے گناہ
اَلْفَوَاحِشُ	بے حیائیاں

اَللَّمَمُ	تھوڑا سا گناہ۔ خطا
اَنْشَأَ	اس نے پیدا کیا
اَجِنَّةٌ (جَنِيْنٌ)	ماں کے پیٹ میں بچے
لَا تُزَكُّوْا	پاکباز نہ بنتے پھرو

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان لوگوں کی اصلاح کی جدوجہد کرتے رہیے جن کا مقصد زندگی اللہ کو راضی کرنا ہے اور ان کا ہر قدم اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کے لئے اٹھتا ہے لیکن وہ لوگ جن کا مقصد دنیا کی زندگی کا آرام و سکون، راحت اور عیش و عشرت حاصل کرنا ہے ان کی عقل ان کا فہم اس سے آگے بڑھتا ہی نہیں۔ ان کے نزدیک جو کچھ ہے وہ بس یہی دنیا ہے جس کے چکر میں وہ دن رات دیوانگی کی حد تک لگے رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ایسے دنیا پرستوں کی پرواہ نہ کیجئے اور ان سے اپنا رخ موڑ کر اہل ایمان کی طرف کر لیجئے۔ اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کون اس کے راستے اور ہدایت پر ہے اور کون اس سے بھٹک کر دور جا پڑا ہے۔ یہ ساری کائنات اور زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک وہی ہے۔ وہی گمراہوں کو ان کے برے انجام تک پہنچائے گا اور جن لوگوں نے تقویٰ، پرہیز گاری اور نیکی کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی ان کو بہترین بدلہ اور اجر عطا فرمائے گا۔ یہ نیک لوگ وہ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ کر چلنے کے عادی ہیں۔ اور اگر بشری کمزوریوں کی وجہ سے ان سے کسی طرح کی کوتاہی، غفلت یا چھوٹا موٹا گناہ سرزد ہو گیا ہوگا تو وہ اس پر ضد اور اصرار کرنے کے بجائے فوراً اللہ سے سچے دل سے توبہ کر لیتے ہیں تو یقیناً وہ لوگ اپنے پروردگار کی رحمت و مغفرت کے دامن کو بہت وسیع پائیں گے۔ وہ اللہ جس نے انسان کو زمین سے پیدا کیا ہے وہ انسانی فطرت اور مزاج کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ آدمی کو غرور و تکبر کرنے اور اپنی پاکیزگی پر فخر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دنیا جانتی ہو یا نہ جانتی ہو وہ اللہ تو اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کون متقی پرہیزگار ہے اور کون گلے گلے تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

(۱)۔ اللہ کا دین پہنچانے کے سلسلہ میں ہر شخص پر محنت کرنے کی ضرورت ہے لیکن جو لوگ دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہو چکے ہوں ان کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ جیسے موجودہ دور میں اہل ایمان کی تعداد ساری دنیا میں ہر قوم سے زیادہ ہے۔ اللہ نے سارے خزانے اور وسائل مسلمانوں کے قدموں میں ڈال دیئے ہیں۔ غیر مسلموں کو دین اسلام کی طرف رغبت دلاتے رہنا چاہیے لیکن صرف اسی طرف لگا رہنے میں اتنا فائدہ نہیں ہے جتنا اس بات میں فائدہ ہے کہ مسلمانوں کو صحیح معنیٰ میں مسلمان بنایا جائے۔

آج اگر صرف مسلمان ہی دین اسلام پر پوری طرح عمل کرنے والے بن جائیں تو ہمیں صرف غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی فکر نہیں پڑے گی۔ اگر آج سارے مسلمان عالمی غنڈہ گردی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہو جائیں تو یہی غیر مسلم مسلمانوں کے قدموں کی دھول بن کر رہ جائیں گے۔ اس آیت میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

(۲)۔ کبیرہ گناہ ویسے تو کبیرہ گناہوں کی فہرست بہت طویل ہے ان میں سے چند کبیرہ گناہوں سے بچنے کی بہت ضرورت ہے جیسے زنا کاری اور بدکاری، لواطت (قوم لوط کا عمل)، چوری، ڈاکہ، قتل و غارت گری، سود، جوا، شراب نوشی اور نشہ پیدا کرنے والی چیزوں کا استعمال، والدین کی نافرمانی، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا، رشوت، مردار جانور اور خنزیر کا گوشت کھانا، کسی شخص یا یتیم کے مال پر زبردستی قبضہ کر لینا، جادو سیکھنا سکھانا، ماپ تول میں کمی کرنا، غیبت، چغل خوری، جھوٹی قسم، جھوٹی گواہی، قطع رحمی، اور صغیرہ گناہوں کو معمولی سمجھ کر مسلسل کرتے رہنا یہ بھی کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح ناچ گانا وغیرہ یہ سب کے سب کبیرہ گناہ ہیں۔ اگر کسی نے بڑے بڑے گناہوں سے توبہ نہ کی اور جس کا حق ہے اس کو اس کا حق ادا نہ کیا تو آخرت میں وہ زبردست خسارہ میں رہے گا۔ وہاں جا کر ایسا پچھتاوا ہوگا جس کا اس دنیا میں رہ کر تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

صغیرہ گناہ ۔۔۔۔ وہ ہیں جن کے لئے دنیا میں تو سزا مقرر نہیں ہے اور نہ آخرت میں عذاب دینے کی وعید ہے یعنی وہ گناہ جو انسان سے اتفاقیہ طور پر بغیر کسی ارادہ کے سرزد ہو جائیں لیکن صغیرہ گناہوں سے بچنا بھی بہت ضروری ہے۔ صغیرہ گناہوں کو جان بوجھ کر مسلسل کرتے رہنا ان کو گناہ کبیرہ بنا دیتا ہے۔

(۳)۔ فلا تزکوا انفسکم ۔۔۔۔ یعنی اپنے آپ کو مقدس و محترم، گناہوں سے پاک سمجھنا اور خود اپنے منہ سے اپنی تعریفیں کرنا، ڈینگیں مارنا یہ اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ باتیں ہیں کیونکہ یہ بھی تکبر اور غرور کا ایک انداز ہے جس میں آدمی اپنے آپ کو تو ہر عیب سے پاک سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔

اصل میں خود پسندی انسان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے کیونکہ جب وہ اپنی حماقتوں پر بھی تقدس کے پردے ڈالے رکھے گا تو نہ وہ کسی سے کچھ سیکھے گا اور نہ اس میں کسی اچھی بات کے اختیار کرنے کا جذبہ ہوگا اس طرح وہ دنیا اور آخرت کی ہر سعادت سے محروم رہے گا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ سے جب کسی نے دوسرے کی تعریف کی تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی تعریف کرنی ہو تو ان الفاظ سے کرو کہ "میرے علم میں یہ شخص متقی ہے" میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے نزدیک وہ ایسا ہی پاک صاف ہے جیسا کہ میں سمجھ رہا ہوں۔ (الحدیث)

(۴)۔ مَبْلَغ علم اس سے مراد انسان کے عقل و فہم کی پہنچ ہے یعنی یہ لوگ بس اتنا ہی سوچ اور سمجھ سکتے ہیں جو انہوں نے دنیا میں دیکھا ان کا علم اور سمجھ آخرت تک پہنچا ہی نہیں۔ فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجئے کیونکہ ایسی محدود سوچ رکھنے والوں سے اللہ خوب اچھی طرح واقف ہے وہی تو ان کا خالق ہے۔ وہ ہر انسان کی فہم و فکر، عقل و سمجھ اور محنت کے نتائج سے اچھی طرح واقف ہے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا فَمَا اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدة

السجدہ ع ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

(اے نبی ﷺ) آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے (دین حق سے) منہ پھیرا۔ اس نے تھوڑا سا دیا اور وہ رک گیا۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیا انہیں ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰؑ کے صحیفوں میں تھی اور اس (ابراہیمؑ کے صحیفوں میں تھی) جس نے ہر حکم پورا کر دکھایا۔ وہ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے جدوجہد کی ہے۔ اور بے شک انسان اپنی کوشش اور جدوجہد کو بہت جلد دیکھ لے گا۔

پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور بے شک سب کو اپنے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔ اسی نے ہنسایا اسی نے رلایا۔ اسی نے موت دی اسی نے زندگی عطا کی اور بے شک اسی نے نر اور مادہ جوڑے پیدا کئے اس نطفہ سے جب وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔ اور بے شک دوسری مرتبہ پیدا کرنا اس کے ذمے ہے۔ اسی نے مال دار بنایا وہی باقی رکھتا ہے۔ اور وہی شِعریٰ (ستارے کا نام ہے) کا پروردگار ہے (جس کی اہل عرب پرستش کرتے تھے)۔ اسی نے عاد اولیٰ (قوم عاد) کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی (اسی طرح ہلاک کیا) اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور اس سے پہلے قوم نوحؑ کو بھی (ہلاک کیا) بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے۔ اور لوط کی بستیاں جن کو ان پر الٹ مارا گیا۔ پھر ان کو (سمندر کے پانی نے) ڈھانپ لیا (تمہیں معلوم ہے کہ) جس چیز نے ان کو ڈھانپ لیا تھا۔ تو (اے مخاطب) تو اپنے رب کی کس کس نعمت پر شک کرتا رہے گا۔ یہ (نبی ﷺ بھی) پہلے ڈرانے والوں کی طرح (تمہیں برے انجام سے) ڈرانے والے ہیں۔ قریب آ پہنچی قریب آنے والی (گھڑی) اللہ کے سوا کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے۔ کیا پھر بھی تم اس بات (قرآن مجید) میں تعجب کرتے ہو اس پر ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم تکبر اور غرور کرتے ہو۔ پھر تم اللہ کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت و بندگی کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

اَکْدٰی وہ رک گیا

لَمْ یُنَبَّأْ مطلع نہیں کیا گیا

وِزْرَ اُخْرٰی	دوسرے کا بوجھ
سَعٰی	اس نے کوشش کی۔ جدوجہد کی
سَوْفَ یُرٰی	بہت جلد وہ دیکھ لے گا
اَضْحَکَ	اس نے ہنسایا
اَبْکٰی	اس نے رلایا
اَقْنٰی	مال دار کیا
اَلْمُؤْتَفِکَۃُ	اوندھی کی گئیں (بستیاں)
غَشّٰی	اوپر سے گرا
تَتَمَارٰی	تو شک کرے گا
اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ	آنے والی گھڑی قریب آ گئی
سَامِدُوْنَ	کھیلنے والے
اُعْبُدُوْا	تم بندگی کرو

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

سورۃ النجم کی یہ اٹھارہ آیات جن پر اس سورت کو ختم کیا گیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حق وصداقت کی روشنی کو دیکھ کر اس کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب ان پر دنیا کے مفادات کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ پھر سے ان ہی اندھیروں کی طرف پلٹ جاتے ہیں جہاں انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے ہوئے ہر عمل کا پوری طرح ذمہ دار ہے۔ وہ اس دنیا میں رہ کر جو کچھ کرے گا اس کا اچھا یا برا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اس کے ایک ایک عمل کی جانچ پڑتال کی جائے گی "جیسا کرے گا ویسا بھرے گا" کوئی شخص اپنے عمل کے انجام سے نہ تو بچ سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص اس کو بچا سکتا ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبر اسی تعلیم کو لے کر آتے رہے اور پوری یکسانیت اور ہم آہنگی کے ساتھ ایک ہی بات کو کہتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے دین کی سچائیوں کو دیکھنے کے باوجود اس سے منہ پھیر لیا، دل چاہا کچھ دے دیا دل نہ چاہا تو اس کو روک لیا۔ فرمایا کہ وہ

شخص جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے کوئی اس کو دیکھنے، سننے والا نہیں ہے اور اس کی بیٹھے بٹھائے یوں ہی نجات ہو جائے گی کیا اس نے پردہ غیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہے جسے دیکھ کر وہ اس قدر مطمئن اور خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا اس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات نہیں پہنچیں جن میں صاف صاف فرمادیا گیا ہے کہ

ا۔ کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی اگر کوئی شخص گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا ہے۔ گناہوں کے بوجھ سے تنگ آکر وہ کسی سے کہے کہ میرا بوجھ بھی تم اٹھالو تو کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اس کا بوجھ اٹھالے۔

۲۔ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کی اس نے سعی، جدوجہد اور بھاگ دوڑ کی ہے۔ یعنی اس نے جو بویا ہے وہی کاٹے گا یہ نہیں ہوگا کہ کانٹے بونے کے بعد وہ پھولوں کی سیج پر آرام کرے گا بلکہ اس آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں اسے انہیں کانٹوں پر بسر کرنا ہوگا۔ اس کے ایک ایک عمل کی جانچ پڑتال کے بعد اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

۳۔ فرمایا کہ بے شک انسان اپنی جدوجہد کو بہت جلد (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان یہ نہ سمجھے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے بلکہ انسان کے ہر عمل اور زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کا ریکارڈ موجود ہے جو اس کو پیش کیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس کا انکار کرے گا تو اس کے بدن کا ہر عضو اس کے گناہوں کی شہادت و گواہی پیش کرے گا۔

فرمایا کہ وہی ایک اللہ ہے جو انسان کو رلاتا ہے وہی اس کو ہنساتا بھی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں زندگی ہے، وہی موت دیتا ہے، اسی نے نر اور مادہ کو ایک حقیر نطفہ کے ذریعہ پیدائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ وہی دوسری زندگی عطا کرتا ہے وہی مال اور جائیداد دیتا ہے، وہی شعریٰ (ستارہ جس کی کفار عبادت کرتے اور ہر اچھائی اور برائی کا سبب سمجھتے تھے) کا پروردگار ہے۔ اسی اللہ نے عاد اولیٰ (یعنی قدیم عاد جن کی طرف حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا) ان کے برے اعمال کے سبب ہلاک اور برباد کیا۔ اسی نے ثمود جیسی ترقی یافتہ قوم کو اس طرح صفحہ ہستی سے مٹادیا کہ ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔ اسی نے قوم نوح کے ظالم و جابر اور سرکش لوگوں کو پانی میں غرق کر دیا۔ اسی نے قوم لوط کی بستیوں کو اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ ان پر بارش کی طرح پتھر برسائے گئے اور پھر ان بستیوں پر سمندر کا پانی اس طرح چھا گیا کہ آج بھی وہ بستیاں سمندر کی تہہ میں عبرت کا نشان بنی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے مخاطب تو اللہ کی کس کس نعمت میں شک و شبہ کرتا رہے گا۔ فرمایا کہ جس طرح اللہ نے اپنے بہت سے پیغمبر بھیجے اور وہ اپنی قوم کو ان کے برے انجام سے ڈرانے کے لئے آتے رہے جب انکار کرنے والے سمجھانے کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہا اور وہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکے اسی طرح اب اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول کو بھیجا ہے جن کے بعد قیامت کا ہولناک دن تو ہے جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں ہے لیکن ان کے بعد نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ رسول اور نہ کوئی نئی کتاب لہٰذا اس میں تعجب کرنے کے بجائے اس کو مان لینے ہی میں عافیت ہے۔ یہ مذاق اڑانے یا ہنسنے کی چیز نہیں ہے بلکہ اپنا تکبر اور غرور چھوڑ کر اپنے برے اعمال پر رونے کا مقام ہے۔ لہٰذا اس قرآن کریم کو مان کر صرف اسی ایک اللہ کی بندگی اور عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے سجدہ کیا جائے۔

اس سورت کو آیت سجدہ پر ختم کیا گیا ہے۔ سورۃ النجم وہ پہلی سورت ہے جسے نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے اس مجمع میں تلاوت فرمایا جہاں اہل ایمان کے علاوہ کفار و مشرکین بھی موجود تھے۔ اس آیت سجدہ کے آتے ہی آپ نے اور اہل ایمان نے اللہ کو سجدہ کیا۔ حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ کفار و مشرکین ان آیات کی کیفیات میں اس طرح گم ہو گئے تھے کہ جیسے ہی آپ نے سجدہ کیا تو کفار و مشرکین بھی سجدہ میں گر پڑے۔

زیر مطالعہ آیات کا ایک مفہوم تو وہ ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے لیکن بعض مفسرین نے ان آیات کے پس منظر میں ولید ابن مغیرہ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ولید قریشی سردار تھا اس نے نبی کریم ﷺ کے دین کو قبول کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب اس کے کسی مشرک دوست کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑو۔ اگر تمہیں یہ ڈر ہے کہ تم آخرت میں عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے تو مجھے اتنی اتنی رقم دے دو میں تمہارے بدلہ میں وہاں عذاب بھگت لوں گا اور تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ ولید اس بات کو مان گیا اور اس نے جو رقم دینے کا وعدہ کیا تھا اس میں سے کچھ رقم تو دیدی باقی گول کر گیا۔ ممکن ہے ولید کی فطری کنجوسی آڑے آگئی ہو اور اس نے بقیہ رقم دینے سے انکار کر دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شاید ولید جیسے لوگوں کو حضرت ابراہیمؑ جیسے دین کے وفادار شخص جنہوں نے اپنی پوری زندگی اسی وفا کی نظر کر دی اور حضرت موسیٰؑ جنہوں نے حق و صداقت کے لئے فرعون جیسے متکبر اور ظالم، طاقت ور سے ٹکر لی تھی واقعات نہیں پہنچے؟ کیونکہ ان کے صحیفوں میں یہ بات صاف صاف لکھ دی گئی ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے (گناہوں کا) بوجھ نہ اٹھائے گا۔ انسان کو صرف وہی ملے گا جس کی اس نے (اپنے اعمال کے ذریعہ) جدوجہد کی ہے اور انسان کی ہر کوشش اور جدوجہد اللہ کے ریکارڈ پر موجود ہے وہ اس کو آدمی کے سامنے رکھ دے گا۔ فرمایا کہ اسی نے قوم عاد، قوم ثمود، قوم نوح، قوم فرعون اور قوم لوط کی مسلسل نافرمانیوں اور انبیاء کرامؑ کی بات نہ ماننے کی وجہ سے اس قدر شدید عذاب میں مبتلا کیا کہ آج ان کی زندگیاں قصے کہانیاں بن کر رہ گئی ہیں۔

فرمایا کہ ان تمام کفار و مشرکین کے لئے یہ ایک آخری موقع ہے کہ اللہ کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کر کے اپنی آخرت بنالی جائے۔ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر دوسرا کوئی ایسا موقع نہ ملے گا کہ جب ان جیسے لوگوں کی اصلاح ہو سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ آیات کا ایک تو عام مفہوم ہے جس کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرا مفہوم وہ بھی ہو سکتا ہے جو ایک خاص شخص (ولید ابن مغیرہ) سے متعلق ہے۔ بہر حال عام مفہوم ہو یا شخص واحد سے متعلق دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ اب ساری دنیا کے لوگوں کے لئے یہ ایک آخری موقع ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے دامن رحمت سے وابستگی اختیار کر لی جائے۔ اسی میں ساری انسانیت کا فائدہ ہے۔ اگر آپ ﷺ کی تعلیمات کو نظر انداز کیا گیا تو موجودہ دنیا ہزاروں ترقیات کے بعد پھر اللہ کے عذاب سے دو چار ہو سکتی ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۴

اَلْقَمَر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القمر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	54
کل رکوع	3
آیات	55
الفاظ وکلمات	348
حروف	1482
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے قوم نوحؑ، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور آل فرعون کی مسلسل نافرمانیوں کے بدترین انجام کو بیان کرنے کے بعد بتایا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ان کو مہلت دے کر اس بات کا موقع دیتا ہے کہ وہ دونوں راستوں میں سے کسی ایک راستہ کا انتخاب کرلیں دونوں راستوں کا انجام اور قوموں کی تاریخ کو دیکھ کر اس بات کا فیصلہ کرلے کہ وہ کون سے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام بتا دیا گیا ہے۔ ایک نجات کا راستہ ہے اور دوسرا تباہی کا۔

''قیامت قریب آپہنچی اور چاند پھٹ گیا'' چاند کا پھٹ جانا اور بے نور ہو جانا اس بات کی نشانی ہے کہ اب قیامت دور نہیں ہے اور اس دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہو بلکہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ جن کفار کے مطالبہ پر نبی کریم ﷺ کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف چلا گیا اور پھر فوراً ہی مل گیا۔ اس کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے اور باہر سے آنے والوں کی تصدیق کے باوجود انہوں نے اس کو جادو قرار دے دیا اور اپنے کفر وشرک پر پہلے کی طرح اڑے رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کفار اپنے نفس اور خواہشات کے غلام بن کر رہ گئے تھے۔ حالانکہ اتنا بڑا واقعہ ان کی نصیحت کے لیے بہت کافی تھا مگر جن لوگوں نے اس بات کی قسم کھا رکھی ہو کہ نہ تو وہ انسانی تاریخ، گناہ گاروں کے برے انجام اور قوموں کے عروج وزوال سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں گے اور نہ وہ آخرت کی ابدی زندگی کی فکر کریں گے ان کے لیے تو کوئی ہولناک حادثہ ہی عبرت دلانے کا سبب بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ وہ عبرت ناک اور ہولناک واقعہ یعنی قیامت کے آنے میں بہت دیر نہیں ہے۔ جب پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا تو اس وقت ان کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور وہ زمین سے اور قبروں سے نکل کر بدحواسی میں اس طرح زمین پر بکھر جائیں گے جس طرح ٹڈی دل ہر طرف پھیل جاتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت سوں کو قیامت کا یہ منظر قیامت آنے سے پہلے ہی دکھا دیتا ہے چنانچہ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور آل فرعون جو اپنے زمانے میں بہت زبردست قوت وطاقت رکھتے تھے لیکن جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں اور انہوں نے

اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے بلکہ اللہ ہر شخص کے تمام اعمال سے پوری طرح واقف اور باخبر ہے اور اس کے حکم سے اس کے فرشتے آدمی کے ایک ایک عمل کو لکھ رہے ہیں جو قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور کوئی اس سے انکار نہ کر سکے گا۔

اللہ کے نبیوںؑ اور ان کی تعلیمات کا انکار کیا تو ان پر دنیا کا عذاب قیامت بن کر ٹوٹ پڑا۔
فرمایا حضرت نوحؑ جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کی کئی نسلوں کو سمجھایا مگر ان کی قوم نے ان کا مذاق اڑایا۔ ان کو دیوانہ اور مجنون کہا۔ طرح طرح سے ستایا، ان کو دھمکیاں دی گئیں لیکن وہ ان کی نافرمانیوں کے باوجود انؑ کے عبرت ناک انجام سے ڈراتے رہے۔
جب حضرت نوحؑ نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ جن لوگوں کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آئے اور اب ان کی قوم میں ماننے کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ''الٰہی میں ان سے مغلوب و مجبور ہو گیا اب آپ ہی ان سے بدلہ لے لیجیے۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے زمین و آسمان میں جتنے پانی کے سوتے ہیں ان کو ڈبونے کے لیے کھول دیا۔ حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو ایک ایسی کشتی میں سوار کر کے جو تختوں اور کیلوں سے بنی ہوئی تھی نجات عطا فرمادی اور ان کی پوری قوم کو اللہ نے پانی کے اس طوفان میں ڈبو دیا جس سے کوئی بھی کافر و مشرک زندہ نہ رہ سکا۔

اسی طرح قوم عاد جو دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ قوم تھی جس نے اپنی طاقت کا لوہا ساری دنیا سے منوا رکھا تھا جب انہوں نے اپنے نبی حضرت ہودؑ اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلایا اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان پر زبردست طوفانی ہواؤں کو بھیجا جن سے ان کے گھر بار اور ہر چیز تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔ ہوا اس قدر تیز تھی کہ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پتھروں پر پٹک رہی تھی جیسے ان کے وجود کی کوئی حیثیت ہی نہ ہو اور ہر طرف میدانوں میں ان کی لاشیں اس طرح بکھری پڑی تھیں جیسے کھجور کے بڑے بڑے تنے کاٹ کر بکھیر دیئے گئے ہوں۔

قوم ثمود جو پہاڑوں کو تراش کر بلند ترین عمارتیں بنانے کے ماہر تھے، مال و دولت سے مالا مال اور ہر نعمت ان کے چاروں طرف بکھری ہوئی تھی جب انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالحؑ کو جھٹلایا ان سے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی نہیں ملا جس کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اگر ہم تمہیں نبی مان لیں تو ہم سے بڑا بے وقوف کون ہوگا۔ انہوں نے حضرت صالحؑ کو جھوٹا اور شیخی باز تک کہنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ انہوں نے معجزہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ ایک گابھن اونٹنی اس پہاڑ میں سے باہر آئے اور وہ ہمارے سامنے ایک بچہ دے تو ہم تمہیں نبی ماننے پر غور کر سکتے ہیں۔ جب اللہ نے وہ معجزہ عطا کر دیا تب بھی وہ ایمان نہ لائے۔ پھر اللہ نے اس اونٹنی کے متعلق فرما دیا تھا کہ اس کو کوئی نہ

ستائے تمہارے کنویں سے ایک دن وہ پانی پئے گی دوسرے دن اپنی باری پر تم پانی پی سکتے ہو اور اپنے مویشیوں کو پلا سکتے ہو۔ اس قوم نے تنگ آ کر ایک شخص کو تیار کیا اس نے اس اونٹنی کو مار ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک زوردار دھماکے سے پوری قوم کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہ مرے ہوئے ایسے پڑے تھے جیسے وہ بھوسا جسے جانوروں نے کھا کر بکھیر دیا ہو۔

قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود کے عبرت ناک انجام کے بعد قوم لوط کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب حضرت لوطؑ کی قوم نے اپنے خلاف فطرت فعل کو نہ چھوڑا بلکہ وہ فرشتے جو انسانی شکل میں لڑکوں کی صورت میں آئے تھے اور حضرت لوطؑ کے مہمان تھے ان کی بے عزتی کرنا چاہی تو اللہ نے اس قوم کو اندھا کر دیا اور اسی حالت میں اس پوری قوم پر ہوا کے جھکڑ اور طوفانوں سے ان کی بستیوں کو الٹ کر اس پوری قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور حضرت لوطؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دی۔

فرعون اور آل فرعون کے متعلق فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ معجزات اور دلائل سے قوم فرعون کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے بھی گزری ہوئی قوموں کی طرح نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب فرعون اور اس کی پوری قوم کو تباہ کر کے حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور ایمان لانے والے بنی اسرائیل کو نجات عطا فرما دی۔

اللہ کا یہی دستور ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں آتی کہ وہ نافرمانوں کو ختم کر دیتا ہے اور اپنے نبیوں، رسولوں اور ایمان رکھنے والوں کو نجات عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے انجام کو بیان کرنے کے بعد مکہ والوں سے پوچھا ہے کہ آج اللہ کے نبی ﷺ تمہاری رہنمائی کے لیے قرآن کریم جیسی کتاب دے کر بھیجے گئے ہیں اگر تم نے بھی نافرمان قوموں جیسا طریقہ اختیار کیا تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ اللہ نے پوچھا ہے کہ تم تو ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے تمہارے اوپر آسمان سے کوئی ایسا معافی نامہ نازل ہو گیا ہے۔ جس کے ذریعہ تمہیں پوری طرح معاف کر دیا گیا ہے۔ فرمایا کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بہت مضبوط جماعت ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اگر ان کا یہ گمان ہے تو ان کی جماعت اور جتھا بہت جلد اللہ کے فیصلے کے سامنے بری طرح شکست کھا جائے گا اور ان کا یہ گھمنڈ ان کے کسی کام نہ آسکے گا اور قیامت کے دن کا ان کو کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑے گا۔ فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس قوم کی عقل ماری گئی ہے جب قیامت کے دن منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کا تم انکار کیا کرتے تھے اور اب اس آگ کی لپیٹ کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ جب ہم کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں تو اس میں دیر نہیں کی جاتی بلکہ ہم جیسے ہی حکم دیتے ہیں پلک جھپکتے ہی وہ کام ہمارے حکم کے مطابق ہو جاتا ہے۔

یہ بھی فرمادیا کہ یہ لوگ اس گمان میں نہ رہیں کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ ان کے کرتوتوں سے بے خبر ہے بلکہ ان کے ایک ایک عمل کو اللہ کے فرشتے لکھ رہے ہیں جو قیامت میں لکھا لکھایا ان کے سامنے آجائے گا۔

البتہ وہ لوگ جو اللہ کے فرمانبردار اور تقویٰ و پرہیزگاری کو اختیار کرتے ہیں وہ جنت کی ابدی راحتوں اور پانی کے بہتے چشموں سے لطف اندوز ہوں گے اور وہ ان کے لیے انتہائی اعلیٰ عزت کا مقام ہوگا۔ سب سے بڑی نعمت انہیں اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی۔ وہ اللہ جو ہر چیز پر پوری پوری قدرت و طاقت رکھنے والا ہے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بات کو بار بار دہرایا ہے کہ ان تمام باتوں کو سمجھانے کے لیے اللہ نے جس قرآن کو نازل کیا ہے وہ انتہائی آسان اور سہل ہے۔ اللہ کی آیات سے اگر کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہے تو یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو مہلت اور مدت عطا کرتا ہے۔ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ ان کو ہر طرح سمجھاتا ہے۔ اگر کوئی سنبھل جاتا ہے تو اس کو جنت اور اس کی ابدی راحتوں کی خوش خبری سنائی جاتی ہے اور اگر وہ سمجھانے کے باوجود مسلسل نافرمانیوں میں لگا رہتا ہے تو پھر اس قوم کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔ دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کون سا راستہ اختیار کرتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام قوموں کی تاریخ سے اور اللہ کی آیات سے سمجھنا دشوار نہیں ہے۔

سورۃ القمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿١﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٢﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿٤﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿٥﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ (کفار) کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر کر یہ کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ختم ہو جانے والا ہے۔ اور انہوں نے اس کو جھٹلایا اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں اور ہر بات کو قرار آ جانے والا ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس بہت سے واقعات آ گئے ہیں جن میں عبرت کا سامان ہے اور حکمت و دانائی کی باتیں ہیں لیکن ان کو وہ باتیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کی طرف سے منہ پھیر لیں وہ دن (آنے والا ہے) جب ایک پکارنے والا (فرشتہ) ان کو ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ (اس دن) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح ٹڈی دل (بکھری ہوئی ٹڈیاں) نکلتا ہے۔ وہ پکارنے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اِنْشَقَّ	پھٹ گیا
مُسْتَمِرٌّ	گذرنے والا
مُسْتَقِرٌّ	ٹھہرا ہوا ہے
مُزْدَجَرٌ	ڈانٹ۔ ڈپٹ
اَلنُّذُرُ	ڈرانے والے۔ آگاہ کرنے والے
اَلدَّاعِ	پکارنے والا
نُكُرٌ	ناگوار
خُشَّعٌ	جھکا ہوا
اَلْاَجْدَاثُ	قبریں
جَرَادٌ	ٹڈیاں
اَلْمُنْتَشِرُ	پھیلی ہوئیں
مُهْطِعِيْنَ	دوڑنے والے
عَسِرٌ	سخت

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

سورۃ النجم کے آخر میں قیامت کے بارے میں فرمایا گیا تھا۔ یہاں ارشاد ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔ یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ اب قیامت بہت دور نہیں ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی بعثت و نبوت دونوں ہی اس بات کی علامت ہیں کہ اب آپ کی نبوت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اس کے بعد صرف قیامت ہی آئے گی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میرا آنا اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں یعنی قریب قریب ہیں جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ملی ہوئی اور قریب قریب ہیں۔

ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک رات جب کہ چودھویں رات کا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا کچھ کفار و مشرکین نے یہودیوں کے سکھائے ہوئے ایک سوال کو دھرایا کہ اے محمد ﷺ! آپ جس نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس کی کوئی نشانی دکھائیے اور کہنے لگے کہ اگر آپ واقعی نبی ہیں تو یہ چاند جو آسمان پر چمک رہا ہے اس کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیے۔ یہودیوں نے مشرکین کو بتایا تھا کہ اگر یہ شخص (حضرت محمد ﷺ) کوئی جادوگر ہیں تو ان کا جادو دنیا والوں پر چل سکتا ہے آسمان پر نہیں لہٰذا ان سے چاند کو دو ٹکڑے کر دینے کا مطالبہ کرو۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو وہ چاند اسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور ایک ٹکڑا مغرب کی طرف چلا گیا اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان پہاڑ نظر آنے لگا۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ دیکھو اور گواہ رہو۔ حالانکہ تمام موجود مشرکین نے اس شق قمر کے واقعہ کو صاف طور پر دیکھا تھا لیکن پھر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ شاید ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا تھا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اب ہم اس بات کو اس وقت تسلیم کریں گے جب کچھ باہر کے لوگ آکر بتائیں گے۔ روایات میں آتا ہے کہ باہر سے آنے والے کچھ مسافروں نے اس واقعہ کی تصدیق کی لیکن جن لوگوں کو کسی سچائی کو ماننے سے ضد ہوتی ہے وہ کوئی نہ کوئی تاویل کر کے اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور پھر سے اپنی شرارتوں میں لگ جاتے ہیں۔

شق قمر کا یہ واقعہ قرآن کریم کے علاوہ متواتر احادیث اور قطعی دلائل سے بھی ثابت ہے جس کو بخاری مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ میں نہایت معتبر راویوں سے بیان کیا گیا ہے اور امت کا اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اور بہت سے معجزات کے علاوہ یہ ایک کھلا ہوا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس مطالبہ کو خود ان پر ہی الٹتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح چاند پھٹ گیا اسی طرح ایک دن زمین و آسمان اور سارے ستارے اور سیارے بھی ٹکڑوں میں بٹ کر پھٹ جائیں گے اللہ ہی ان تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی جب چاہے گا اس کائنات کی بساط کو لپیٹ دے گا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے جو ایسے کھلے معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ جو لوگ سچائی کو بھی جادو قرار دے دیں اور اپنی خواہشات پر چلنے کو زندگی سمجھتے ہوں تو ان سے اس سے زیادہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

آج کفار و مشرکین اس کا یقین کریں یا نہ کریں وہ وقت دور نہیں ہے جب ایک زبردست چنگھاڑ سے تمام لوگ اپنے دفن ہونے کی جگہ سے زندہ ہو کر اس طرح نکلیں گے جیسے ٹڈی دل نکل کر ہر طرف بکھر جاتا ہے جب وہ عذاب الٰہی کو سامنے دیکھیں گے تو شرمندگی، ندامت اور شدت احساس سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنے مدفن سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوئے کہیں گے کہ واقعی یہ دن تو بڑا ہی سخت دن ہے۔ اس دن ان کی ضد، ہٹ دھرمی، تکبر اور غرور سب کا سب دھرا رہ جائے گا اور ان کے کسی کام نہ آ سکے گا۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

۱۔ کفار و مشرکین شق قمر کے کھلے ہوئے معجزے کو دیکھ کر بھی اپنی ضد پر قائم رہے اور کہنے لگے کہ یہ سب کچھ جادو کا اثر ہے

جس کی وجہ سے ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ جادو ہے جس کا اثر بہت جلد دور ہو جائے گا کیونکہ جادو کا اثر دیر تک نہیں چلا کرتا بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔

اصل میں جس شخص کو ایمان لانا ہوتا ہے اس کو کسی معجزے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس کو انکار کرنا ہوتا ہے وہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود طرح طرح کے مطالبے کرتا رہتا ہے درحقیقت یہ اس کا راہ فرار ہوتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مخلص صحابہ کرامؓ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر ایمان قبول کیا تھا انہوں نے کبھی کسی معجزے کا مطالبہ نہیں کیا کیونکہ ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات اور قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کی آیات تھیں جو کسی طرح معجزے سے کم نہ تھیں۔ اس کے بعد بھی کسی معجزہ کا مطالبہ عقل وفہم سے بہت دور کی بات ہوتی۔

۲۔ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے غلام بن جاتے ہیں ان کے لئے بڑے سے بڑا واقعہ بھی نصیحت وعبرت کا ذریعہ نہیں بنتا اور جو لوگ اللہ ورسول کی غلامی قبول کر لیتے ہیں ان کے لئے چھوٹی سے چھوٹی بات بھی کسی معجزے سے کم نہیں ہوتی۔

۳۔ قیامت کا دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا۔ اس دن اہل ایمان ہر طرح کی راحتوں اور سکون میں ہوں گے اور اللہ ورسول کا انکار کرنے والے، اپنی خواہشات کے غلام، ضدی اور ہٹ دھرم لوگ شرمندگی اور ندامت سے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ وہ دن ان کے لئے انتہائی سخت، کٹھن اور مصیبتوں بھرا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سب پر اپنا رحم وکرم نازل فرمائے اور ہمیں ہر طرح کی رسوائیوں، ندامت اور شرمندگی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَّفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنَٰهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَٰهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۷

ان سے پہلے قوم نوح نے بھی جھٹلایا تھا۔ پھر انہوں نے ہمارے بندے (نوحؑ) کو جھٹلاتے

ہوئے کہا تھا کہ یہ دیوانہ ہے اور دھمکایا بھی گیا تھا۔ پھر اس نے (نوحؑ نے) اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہو چکا ہوں بس آپ ہی ان سے انتقام لے لیجئے۔ تب ہم نے کثرت سے برسنے والے (پانی کے لئے) آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور ہم نے زمین سے چشمے بہا دیئے پھر (زمین و آسمان کا) پانی مل کر اس کام کے لئے جمع ہو گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ پھر ہم نے نوحؑ کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی پر) سوار کیا۔ وہ کشتی ہماری نگرانی میں چل رہی تھی یہ اس شخص کا بدلہ تھا جس کی ناقدری کی گئی تھی۔ پھر ہم نے اس واقعہ کو نشان عبرت بنا دیا۔ ہے کوئی دھیان دینے والا۔ پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۷

اِزْدُجِرَ	جھڑک دیا گیا
مَغْلُوْبٌ	بے بس کر دیا گیا
اِنْتَصِرْ	تو بدلہ لے
مُنْهَمِرٌ	زور سے گرنے والا
فَجَّرْنَا	ہم نے پھاڑ دیئے
ذَاتُ اَلْوَاحٍ	تختوں والی
دُسُرٍ (دِسَارٌ)	میخیں۔ کیلیں
مُدَّكِرٌ	دھیان دینے والا
يَسَّرْنَا	ہم نے آسان کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ ان بہت سے واقعات کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں جو عبرت و نصیحت کا ذریعہ ہیں۔ ان میں سب سے پہلے حضرت نوحؑ کے واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کے ایک ایک فرد کو سمجھایا اور تبلیغ دین کی

جدوجہد فرمائی مگر ان کی قوم کے وہ عیش پسند کفار ومشرکین جو اپنی جھوٹی عظمتوں میں گم تھے انہوں نے ان کی عظمت کا اعتراف کرنے کے بجائے ان کو دیوانہ کہا۔ ان کو یہ دھمکی بھی دی کہ اگر انہوں نے تبلیغ دین کی باتوں کو نہ چھوڑا تو وہ ان کو پتھر مار مار کر ہلاک کردیں گے۔ جہاں موقع ہوتا وہ حضرت نوحؑ پر حملہ کر کے ان کو شدید اذیتیں پہنچاتے۔ آخر کار اللہ نے حضرت نوحؑ کو ایک ایسی بڑی کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں ان پر ایمان لانے والے اور زمین کے جانور سما سکیں۔ حضرت نوحؑ نے تختے اور لکڑیوں کو کیلوں سے جوڑ کر اللہ کی نگرانی میں ایک بہت بڑی کشتی بنائی جو موجودہ دور کے جہازوں سے کم نہ تھی۔ جب حضرت نوحؑ کشتی بنا رہے تھے تو کفار نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کو دیوانہ کہنا شروع کیا اور کہا کہ کیا خشکی پر بھی کشتیاں چلیں گی؟ حضرت نوحؑ کشتی بناتے جارہے تھے اور قوم کے مذاق اڑانے سے بے پرواہ ہو کر قوم کو سمجھاتے بھی جارہے تھے مگر وہ قوم حضرت نوحؑ کی قدر کرنے کے بجائے مسلسل ان کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ ان کو ذلیل کرتی جارہی تھی۔ ایک دن حضرت نوحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کردیا الٰہی! میں نے دن اور رات نرمی، سختی اور ہر طرح کی جدوجہد سے اس قوم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے میری کوئی بات نہ مانی اب آپ اس قوم کے لئے سخت سے سخت فیصلہ فرما دیجئے کیونکہ اس قوم کے بڑے اور چھوٹے اطاعت اور فرماں برداری کی سعادت سے محروم ہو چکے ہیں۔ میں مغلوب ہو چکا ہوں میری مدد فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی فریاد سن کر حکم دیا کہ جتنے اہل ایمان ہیں وہ اور خشکی کے جانور ہیں ان کا ایک ایک جوڑا اپنی کشتی میں سوار کرلیجئے جب وہ سوار ہو گئے تو زبردست سیلابی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تنور اور چشمے ابل پڑے۔ ایسا لگتا تھا کہ زمین وآسمان کی بارشوں سے پوری زمین سمندر بن چکی ہے وہ پانی بڑی تیزی سے بڑھا۔ کشتی نوح پانی پر چلنا شروع ہو گئی۔ پانی اس قدر تیزی سے بڑھ رہا تھا کہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لینے والے بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ جیسی مخلص ہستی کا مذاق اڑانے والوں اور اذیتیں دینے والوں سے زبردست انتقام لے کر اس پوری قوم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور اہل ایمان کو بچالیا گیا۔ سچ ہے اللہ کے نیک بندوں کو ستانے والے اللہ کے انتقام سے نہیں بچ سکتے یہ وہ عبرت ونصیحت کی باتیں ہیں کہ اگر ان واقعات کو دیکھ کر بھی لوگ عبرت حاصل نہ کریں تو پھر کن باتوں سے سبق سیکھیں گے؟ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس قرآن اور اس میں بیان کئے گئے واقعات کو سمجھنا آسان کر دیا ہے پھر بھی اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اتنی بات اس کی سمجھ میں آجانی چاہیے کہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو اس سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾

ع ۴۳ ۸

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾
ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ
غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ
فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ
كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً
وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ ۙ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ
كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا
بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ
مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا
فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲

قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا تو پھر (دیکھو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک

نحوست والے دن میں نہایت تند و تیز ہوا کو بھیجا۔ وہ لوگوں کو (اور ان کے گھروں کو) اس طرح اکھاڑ کر پھینک رہی تھی جیسے کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے (دیکھو) کیسا میرا عذاب اور کیسا ہوا میرا ڈرانا۔ ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لئے اس قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ تو کیا ہے کوئی دھیان دینے والا۔

ثمود نے بھی (برے اعمال کے برے انجام سے) ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ اور کہنے لگے کہ وہ شخص جو ہم ہی میں سے ایک بشر ہے کیا ہم اس کے پیچھے چلیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے۔ کیا ہم میں سے یہی ایک شخص (رہ گیا) تھا جس پر وحی اتاری گئی ہے۔ بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت جھوٹا اور خود پسند شخص ہے۔ (اللہ نے فرمایا کہ) انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا اور شیخی خورہ ہے۔ (فرمایا کہ اے صالحؑ) ہم ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی (معجزہ کے طور پر) بھیجنے والے ہیں تم اسے سمجھ داری سے دیکھو اور صبر سے کام لو۔ اور (اپنی قوم کے لوگوں کو) آگاہ کر دو کہ پانی کو ان میں تقسیم کر دیا گیا ہے (ایک دن اونٹنی پیئے گی اور ایک دن بستی والے) ہر شخص کو اپنی باری میں اس گھاٹ پر جمع ہونا ہے۔ پھر (اس قوم نے ایک ظالم شخص قدار کو) پکارا جس نے اس اونٹنی پر زیادتی کی (وار کیا) اور اس کی کونچیں (پاؤں) کاٹ ڈالیں۔ پھر دیکھو کہ میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز کو مسلط کیا پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑہ لگانے والے کی باڑ کا چورا ہو جاتا ہے۔ اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قوم لوط نے (ہمارے) ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ بے شک ہم نے صبح کے وقت ان پر پتھر برسانے والی ہوا کو بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے (جن کو نجات دی گئی) جو ہماری طرف سے ایک نعمت تھی۔ ہم شکر ادا کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور یقیناً (لوطؑ نے) ان کو ہماری پکڑ اور گرفت سے آگاہ کر دیا تھا مگر وہ آگاہ کرنے والے سے لڑنے جھگڑنے لگے۔ اور وہ (بری نیت سے) اس کے مہمانوں کو طلب کرنے لگے۔ پھر ہم نے ان (ظالموں) کی آنکھیں بے نور کر دیں۔ اور کہا گیا کہ میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

اور صبح سویرے ہی ان پر دائمی عذاب مسلط ہو گیا۔ اور (فرمایا گیا کہ) تم میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور البتہ یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ کیا ہے کوئی دھیان دینے والا۔ اور یقیناً قوم فرعون کے پاس بھی آگاہ کرنے والی چیزیں آئیں۔ پھر

انہوں نے ہماری نشانیوں (معجزات) کا انکار کیا۔ پھر ہم نے ان کو ایسا زبردست پکڑا جیسے ایک زبردست صاحب اقتدار پکڑتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲

صَرْ صَرٌ	تیز و تند۔ سخت
یَوْمُ نَحِسٍ	منحوس دن
تَنْزِعُ	وہ کھینچتا ہے
اَعْجَازٌ	تنے
سُعُرٌ	اکھڑنے والا
اَشِرٌ	جنون
اَلنَّاقَةُ	اونٹنی
اِرْتَقِبْ	تو نگرانی کر
اِصْطَبِرْ	تو برداشت کر۔ تو صبر کر
مُحْتَضَرٌ	حاضر ہونے کا وقت
تَعَاطٰی	اس نے حملہ کیا
عَقَرَ	اس نے کاٹ ڈالا (ذبح کر دیا)
هَشِيْمٌ	چور چور ہو جانا
اَلْمُحْتَظِرُ	باڑہ لگانے والا
حَاصِبٌ	پتھراؤ کرنے والا
رَاوَدُوْا	انہوں نے مانگا

طَمَسْنَآ — ہم نے مٹا ڈالا

مُسْتَقِرٌّ — مقرر کیا ہوا

مُقْتَدِرٌ — قابو کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲

قرآن کریم اللہ کی وہ آخری مقدس و محترم کتاب ہے جو معانی اور حقائق کے اعتبار سے تو ایک گہرا سمندر ہے لیکن اس کا انداز بیاں اس قدر سادہ، صاف اور روشن و منور ہے کہ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں نہ تو عام آدمی کو کسی طرح کی دشواری ہوتی ہے اور نہ کسی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص کو۔ مثلاً قرآن مجید میں اس اصول کو بار بار دھرایا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو حق و صداقت کی آواز کو لے کر اٹھتا ہے مشکلات، پریشانیوں اور کانٹوں بھرے راستوں کے باوجود آخر کار اس کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں اور نجات عطا کی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جو بھی دین کی سچائیوں کو جھٹلا کر اور اس کے پاکیزہ نفوس پیغمبروں کی تعلیمات اور ان کی ذات سے ٹکراتا ہے وہ دنیاوی اعتبار سے کتنا ہی مضبوط اور طاقت ور کیوں نہ ہو اس کو دنیا کی ذلت اور آخرت کی بربادی سے کوئی بچا نہیں سکتا۔

افراد کی طرح قوموں کا معاملہ بھی یہی ہے کہ ان کی نجات کا دار و مدار اللہ کی فرماں برداری اور پیغمبروں کا کہا ماننے میں ہے۔ اگر دنیاوی ترقیات نے کسی قوم کو متکبر اور مغرور بنا دیا ہو اور وہ کفر و شرک اور اللہ کے رسول کی نافرمانیوں میں حد سے آگے بڑھ گئی ہو تو اس قوم کی اصلاح کے لئے اللہ اپنے پیغمبروں کو بھیجتا ہے چنانچہ قرآن حکیم ان انبیاء کے واقعات کو بیان کرتا ہے کہ جن لوگوں نے ان کی بات مان کر اپنی اصلاح کر لی تو وہ دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچ گئے۔ اب اللہ نے سارے نبیوں اور رسولوں کے آخر میں اپنے محبوب رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی اصلاح و تربیت کا کام مکمل کر لیا جائے۔ اگرچہ دنیاوی اعتبار سے آپ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور روضہ پاک میں آپ کو حیات برزخی حاصل ہے لیکن آپ کی تعلیمات موجود ہیں جن کو امت کے مخلص علماء کرام ہمیشہ سے دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں اور کریں گے۔ زیر مطالعہ آیات میں ان تمام حقائق کو بیان کرنے کے لئے خاص طور پر ان چار قوموں قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے زمانہ میں انتہائی طاقت ور غرور و تکبر کا پیکر، حکومت و سلطنت اور مال و دولت پر ناز کرتے ہوئے اپنے علاوہ سب کو حقیر اور ذلیل سمجھا کرتے تھے لیکن جب کفر و شرک، اللہ کے بندوں پر ظلم و ستم اور طرح طرح کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آیا تو وہ معمولی کیڑے مکوڑوں کی طرح مار ڈالے گئے جن کے اونچے اونچے محلات، تجارتی مراکز، مال و دولت کے ڈھیر کھنڈر بن کر عبرت کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ وہی شہر جو کبھی دن رات عیش و عشرت اور لوگوں کی آمد و رفت سے آباد رہا کرتے تھے اب ایسے ویران ہو گئے ہیں کہ دن کی روشنی میں بھی جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

قوم عاد جنہوں نے دنیا پر سیکڑوں سال تک حکومت کی تھی اور ہر طرح کی دنیاوی ترقیات میں وہ سب سے آگے تھے وہ اپنی طاقت وقوت کے سامنے کسی قوم اور ملک کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے جب کفر وشرک اور لوگوں پر ظلم وزیادتی کی انتہاؤں پر پہنچ گئے تو اللہ نے اس قوم کی اصلاح کے لئے حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے دن رات ان کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان کو کفر وشرک اور اللہ کی مخلوق پر ظلم وستم کرنے سے روکا تو پوری قوم ان کی دشمن بن گئی اور انہوں نے حضرت ہودؑ کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور ان کی ہر بات کا مذاق اڑایا۔ جب اس قوم نے کفر وشرک کا راستہ چھوڑنے سے انکار کر دیا تو اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اس قوم کی تباہی کا آغاز ایک ایسی تیز وتند آندھی سے ہوا جس سے لوگوں کا زمین پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔ آندھی تیز ہوتی گئی اور کوئی دیوار سے ٹکرا کر، کوئی درخت سے، کوئی پتھر سے مر گیا اور کسی پر اس کی چھت آ گری۔ وہ لوگ لمبے تڑنگے اور طاقت ور تھے مگر تیز ہوا ان کو اس طرح اٹھا کر پھینک رہی تھی جیسے کھجور کے تنے اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوئے ہوں۔ اس طرح وہ تمام عرصہ اور مدت جب ان پر عذاب نازل ہو رہا تھا ہمیشہ کے لئے نحوست بھرا یادگار دن بن گیا۔

اسی طرح قوم ثمود جن کی ترقیات، مال ودولت کے ڈھیر اور عیش وعشرت کے سامانوں کے ساتھ ہر طرف خوشحالی تھی وہ پہاڑوں کو تراش کر اس زمانہ میں بیس بیس منزلہ عمارتیں بناتے تھے جب دو منزلہ مکان بنانا مشکل تھا لیکن کفر وشرک اور اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا تک پہنچ گئے تھے۔ جب حضرت صالحؑ نے ان تک سچائی کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے نہ صرف ان کو جھٹلایا بلکہ ان کی توہین کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم یہ کیسے مان لیں کہ اے صالحؑ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ تو ہمارے جیسے ہی ہیں۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور ہم آپ کی اطاعت کر لیں تو ہم سے بڑا بے وقوف اور نادان کون ہوگا؟ انہوں نے ان کو جھوٹا اور شیخی باز تک کہہ دیا۔ ایک دن کہنے لگے کہ اگر تم واقعی اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو تو اس سامنے کی پہاڑی سے ایک ایسی گابھن اونٹنی نکال کر دکھاؤ جو ہمارے سامنے بچہ جنے اور ہم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ حضرت صالحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست پیش کر دی۔ اللہ نے اپنی قدرت سے پہاڑی چٹان سے اونٹنی کو پیدا کیا۔ اس نے آتے ہی بچے کو جنم دیا۔ کچھ لوگوں نے تو ایمان قبول کر لیا لیکن اکثر نے اس کا انکار کر دیا۔ جب ان کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ تمہارے کنویں سے ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن تم پانی لے سکتے ہو۔ شروع میں تو انہوں نے اس تقسیم کو قبول کر لیا مگر جب پانی کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے عاجز آ کر ایک شخص قدار بن سالت جو کہ بڑا ہی بدبخت ظالم تھا اس کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس اونٹنی کو قتل کر دے تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح کی طرف وحی بھیجی کہ وہ صبر سے کام لیں اب یہ لوگ عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو نجات عطا فرمائے گا اور اس پوری قوم کو تباہ وبرباد کر دے گا چنانچہ ایک ایسی ہیبت ناک چنگھاڑ سنائی دی جس سے ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور پوری ظالم قوم کے لوگ اس طرح پڑے نظر آئے جیسے باڑہ لگانے والوں کی وہ باڑہ جو جانوروں کی حفاظت کے لئے بنائی جاتی ہے اور وہ ٹوٹ کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

قوم عاد اور قوم ثمود کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کی نافرمان قوم کے متعلق فرمایا ہے کہ اس قوم کا یہ عالم تھا کہ حضرت لوط نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی غیر فطری خواہشوں میں لگے رہے۔ ایک مرتبہ جب اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو نوجوان لڑکوں کی شکل میں بھیجا اور اس قوم کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ حضرت لوط کے پاس پہنچ گئے اور اس بات پر زبردستی کرنے لگے کہ وہ نوجوان لڑکے جو آپ کے مہمان ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوطؑ جو اپنی قوم سے اچھی طرح واقف تھے یہ سن کر گھبرا گئے اور ان کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ ہرگز پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم اللہ کی طرف سے اس ظالم و بدکار قوم کے لئے بھیجے گئے ہیں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب اس قوم کے لوگوں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اللہ نے ان کو اندھا کر دیا۔ ان کی آنکھیں چوپٹ ہوگئیں اور وہ اندھے ہو کر ادھر ادھر دھکے کھانے لگے۔ فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ صبح ہونے سے پہلے آپ (سوائے اپنی نافرمان بیوی کے) گھر کے سارے افراد اور اہل ایمان کو لے کر اس شہر سے نکل جایئے اور پلٹ کر نہ دیکھئے۔ جب حضرت لوطؑ ان کے گھر والے اور اہل ایمان ان بستیوں سے نکل گئے تو حضرت جبرئیل نے قوم لوط کی بستیوں کو اٹھایا اور آسمان کی بلندیوں تک لے جا کر پٹک دیا۔ پھر ان پر پتھروں کی زبردست بارش کر دی گئی۔ سمندر کا پانی ان کی بستیوں پر چڑھ دوڑا اور اس طرح اللہ کے عذاب نے اس پوری قوم اور ان کی آبادیوں کو سمندر میں ڈبو دیا۔ بحر مردار (ڈیڈ سی) ان ہی بستیوں پر چھایا ہوا ہے۔ یہ سمندر کا وہ حصہ ہے کہ اس پانی میں چھوٹے سے چھوٹا جان ور بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط کے بدترین انجام کو بیان کرنے کے بعد قوم فرعون کا ذکر فرمایا۔ فرعون اپنے وقت کا انتہائی طاقت ور بادشاہ تھا۔ اپنے آپ کو معبود بنا بیٹھا تھا۔ ہر طرف اس کی حکومت کا ظلم و ستم اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو ماؤں کی گود سے چھین کر ان کے سامنے ان کے بیٹوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر ان ماؤں کو اس ظالمانہ کاروائی پر اف تک کرنے یا احتجاج کرنے کی ہمت و طاقت اور اجازت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارون کو بہت سی نشانیوں کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو بنی اسرائیل پر ظلم و ستم سے روکنے کی کوشش کی تو اس نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو جادو قرار دے کر ان کو ذلیل کرنے کی کوشش کی۔ اس کفر و انکار اور ظلم و ستم کی وجہ سے فرعون اس قدر بے قیمت ہو چکا تھا کہ جب اس پر اور اس کی قوم پر اللہ کا عذاب آیا اور اس کو اور اس کی قوم کو سمندر میں ڈبو دیا گیا تو وہ انتہائی مجبور اور بے بسی کے عالم میں اس طرح سمندر میں غوطے کھا رہا تھا کہ اس کی سلطنت، حکومت، مال و دولت اور فوج اس کے کسی کام نہ آسکی یعنی جب اللہ نے ایک زبردست طاقت ور بادشاہ کی طرح پکڑا تو پھر کوئی بھی اس کی گرفت سے اسے چھڑا نہ سکا۔

اللہ تعالیٰ نے ان ظالم قوموں پر عذاب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہ سچائیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نہایت آسان اور سہل زبان میں بیان کر دیا ہے۔ جس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ سن کر دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ دھیان دینے والا

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے گا کہ اللہ جس برے انجام سے نافرمانوں کو ڈرا رہا ہے وہ ڈرانا کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔

اللہ نے اپنے اس دستور کو بار بار بیان کیا ہے کہ جس سرزمین پر اللہ کے بندوں پر ظلم وستم کیا جائے گا اور اللہ کی بندگی کے بجائے غیر اللہ کی عبادت وبندگی کی جائے گی اللہ ایسی قوموں کو مٹا کر دوسروں کو ان کی جگہ دے کر کامیاب کردے گا۔ اسی طرح ہر وہ قوم جو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کرے گی اس کو نجات عطا کر کے دنیا اور آخرت میں سربلند کر دیا جائے گا۔

اللہ کا یہ ایسا دستور ہے جو ابتدائے کائنات سے ہے اور قیامت تک رہے گا اس میں کبھی تبدیلی آئی ہے اور نہ کبھی آئے گی۔

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰٓئِكُمْ
أَمْ لَكُم بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ
فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ
بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا
أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَ
كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾
فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

(اہل قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا) کیا تم میں سے کافران سب پہلے کافروں سے بہتر ہیں یا کتابوں میں ان کے لئے معافی کا پروانہ ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں۔ (یاد رکھو) بہت جلد یہ جماعت شکست دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

بلکہ ان کے اصل وعدے کا وقت تو قیامت کا ہے جو قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے۔ بے شک یہ (مشرک) مجرم بڑی گمراہی اور جہالت میں مبتلا ہیں۔ بلکہ جب یہ (مجرمین) منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم جہنم کی آگ کی لپٹ کا مزہ چکھو۔ بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی ہے۔ اور ہمارا حکم تو اس طرح ہوتا ہے جیسے پلک کا جھپکنا۔ اور بے شک ہم تمہارے بہت سے ہم مذہب لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ اور انہوں نے جو کچھ کہا وہ سب کا سب کتابوں میں (نامہ اعمال میں) لکھا ہوا ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے۔ بے شک اہل تقویٰ (جنت کے) باغوں اور نہروں میں (عیش و آرام سے) ہوں گے۔ ان کو عزت کا ایک مقام حاصل ہوگا اور ان کو ایک ایسے بادشاہ کا قرب نصیب ہوگا جو بہت قدرت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

بَرَآءَ ةٌ	معافی ہے
اَلزُّبُرُ	کتابیں۔ صحیفے
مُنْتَصِرٌ	غالب رہنے والا
سَيُهْزَمُ	بہت جلد وہ شکست کھائے گا
اَدْهٰی	زیادہ مصیبت والا
سُعُرٌ	پاگل پن
يُسْحَبُوْنَ	وہ گھسیٹیں گے
سَقَرٌ	جہنم کی آگ
كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ	جیسے آنکھ کا جھپکنا
اَشْيَاعٌ	ساتھی

مُسْتَطَرٌ	لکھا گیا
مَقْعَدٌ	بیٹھنے کی جگہ۔ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چار ایسی طاقت ور اور دنیاوی وسائل سے بھر پور قوموں قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کا ذکر کرنے کے بعد مکہ کے رہنے والے کفار و مشرکین سے فرمایا ہے کہ اتنی طاقت ور قوموں کا بدترین انجام اور ان کے کھنڈرات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے نظام قدرت کے سامنے دنیا کی کسی طاقت کی مجال نہیں ہے کہ اس کا فیصلہ آنے کے بعد ایک لمحے بھی اپنا وجود برقرار رکھ سکے۔ فرمایا کہ ان طاقت ور قوموں کے سامنے تمہاری معمولی سرداریوں اور مال و دولت کی کیا حیثیت ہے؟ بتاؤ طاقت وقوت کے لحاظ سے وہ بہتر تھے یا تم ہو؟ تم اپنی شرارتوں اور کفر و شرک کے باوجود اتنے مطمئن بیٹھے ہو اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کر رہے ہو کیا تمہارے پاس تمہاری کتابوں میں کوئی ایسا معافی نامہ لکھا ہوا موجود ہے کہ ہر ایک پر عذاب آئے گا اور تمہاری نافرمانیوں کے باوجود تم پر اللہ کا وہ عذاب نہیں آئے گا جو گذری ہوئی قوموں پر آیا تھا۔ فرمایا کہ شاید تمہاری یہ غلط فہمی ہے کہ تمہاری جماعت، جتھا اور گروہ بہت مضبوط ہے اور تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا تو یاد رکھو بہت جلد تمہارا یہ جتھا زبردست شکست سے دو چار ہوگا اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آؤ گے۔ جب اللہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ آخر یہ کون سی جماعت اور جتھا ہوگا جو شکست کھائے گا۔ مگر غزوہ بدر کے موقع پر جب کفار مکہ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زرہ پہنے ہوئے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ" حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ تب میں سمجھا کہ یہ تھی کفار کی وہ شکست جس کی پہلے سے خبر دیدی گئی تھی۔ فرمایا کہ یہ تو کفار مکہ کے کفر و شرک کی وہ سزا ہے جو غزوہ بدر اور غزوہ احزاب میں دی گئی اصل سزا تو قیامت کے دن دی جائے گی جب ان کافروں کو اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا جائے گا کہ لو اب اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

قیامت کے دن کا انکار کرنے والوں سے فرمایا ہے کہ اس دنیا میں ہم نے ایک قانون اور ضابطہ بنا رکھا ہے جو "تقدیر الٰہی" ہے۔ اس دنیا میں ہر چیز پیدا ہوتی ہے بڑھتی، گھٹتی اور آخر کار ختم ہو جاتی ہے۔ یہی تقدیر الٰہی اس دنیا کے ساتھ بھی مقرر ہے کہ یہ دنیا چلتی رہے گی لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب اس دنیا کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی کیوں کہ جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے ہونے کا حکم دیتا ہے اور جتنی دیر میں پلک جھپکتی ہے اس سے بھی پہلے وہ چیز واقع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون اور دوسری نافرمان قوموں کو تباہ و برباد کر دینے کا فیصلہ کیا گیا تو اللہ کے ایک حکم سے پلک جھپکتے ان قوموں اور ان کی طاقتوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ فرمایا کہ ان تاریخی واقعات سے اور قرآن کریم کی آیات سے اگر کوئی نصیحت حاصل کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے ورنہ ہر وہ کام جو انہوں نے دنیا میں کئے ہیں جن کا پورا پورا ریکارڈ اللہ کے پاس محفوظ ہے خواہ وہ بات چھوٹی تھی یا بڑی ہر چیز لکھی لکھائی محفوظ ہے اس کے مطابق اس قیامت کے دن سزا یا جزا دی جائے گی۔

آخر میں فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی گذاری ہوگی وہ قیامت کے دن جنت کے خوبصورت باغوں اور بہتے ہوئے حسین چشموں کے درمیان عیش و آرام سے ہوں گے۔ انہیں عزت کا مقام عطا کیا جائے گا اور ان کو ایک ایسے بادشاہ (یعنی اللہ) کا قرب نصیب ہوگا جو بڑی قدرت و طاقت والا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۵

الرَّحْمٰن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	55
کل رکوع	3
آیات	78
الفاظ وکلمات	351
حروف	1683
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ جب نبی کریم ﷺ اللہ کی صفت ''رحمٰن'' کا ذکر فرماتے تو کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ کون رحمٰن؟ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے اور یہ کیا بات ہوئی کہ آپ ﷺ کبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو اور کبھی رحمٰن کا ذکر کرتے ہیں۔ کیا ہم اسی کو سجدہ کریں گے جس کے متعلق تم بیان کرتے رہو گے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمٰن کو نازل فرمایا اور بتایا کہ اللہ اور رحمٰن دو نہیں بلکہ لفظ اللہ اس کا اسم ذات ہے اور رحمٰن اس کا صفاتی نام ہے۔ جس کے معنی نہایت رحم کرنے والے کے آتے ہیں۔

ایک دن نبی کریم ﷺ نے سورہ رحمٰن کی تلاوت فرمائی تو صحابہؓ نے نہایت ادب اور خاموشی سے اس سورۃ کو سنا۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے اچھے تو جنات ہی رہے جب میں نے ان کے سامنے اس سورۃ کی تلاوت کی اور جب یہ آیت آتی ''فبای الاء ربکما تکذبان'' تو وہ کہتے ''لَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ''
علماء نے فرمایا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب بھی سورۂ رحمٰن میں یہ آیت آئے تو اس پر اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے جس طرح جنات نے ادا کیا تھا۔

فرمایا رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن کریم کی تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسی نے اس کو بولنے کی صلاحیت اور طاقت عطا فرمائی ہے۔ اسی نے چاند اور سورج کو ایک خاص نظام کے تحت حساب اور توازن سے قائم کر رکھا ہے۔ ستارے ہوں یا درخت ہر ایک اسی رحمٰن کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ اسی نے آسمان کو بلند کر کے اس میں ایک توازن پیدا کیا۔ اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم بھی اس میزان میں خلل نہ ڈالو۔ تم عام زندگی کے لین دین میں ٹھیک ٹھیک تولو اور ماپ تول میں کسی طرح کی کمی نہ کرو۔

اس رحمٰن نے زمین کو ساری مخلوق کے لیے بنایا ہے۔ آدمی کے لیے غلافوں میں لپٹے ہوئے پھل اور کھجوریں پیدا کیں۔ طرح طرح کے غلے پیدا کیے اور اسی میں جانوروں کی غذا بھوسہ بھی پیدا فرمایا۔

اسی رحمٰن نے دو دریاؤں کو اس طرح بنایا کہ وہ آپس میں ملے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور آڑ بنادی جس سے وہ آپس میں نہیں ملتے۔

اسی نے سمندر سے اور دریاؤں سے موتی اور مونگے نکالے۔ اسی رحمٰن کے اختیار میں وہ اونچے اونچے جہاز ہیں جو پہاڑوں کی طرح سمندر میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس دنیا میں سوائے

اس سورۃ میں شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے فضل وکرم اور ہر طرح کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اکتیس مرتبہ ایک ہی آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کو دہرایا گیا ہے جس میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر جو بے شمار نعمتیں نازل کی ہیں ان کی قدر کر کے ہر آن اس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ نعمتوں میں اور اضافہ فرمادیتا ہے۔

اللہ رب العالمین کی کریم ذات کے اور کسی چیز کو بقا حاصل نہیں ہے۔ ہر چیز کو ایک دن فنا ہونا ہے۔ زمین و آسمان میں جتنی بھی مخلوقات ہیں اپنی حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہونے کے لیے اسی کے آگے سوالی ہیں اسی سے مانگ رہے ہیں۔ اس کی ذات بھی ہر آن کسی نئی شان سے جلوہ گر ہے۔

فرمایا کہ اے انسانوں اور جنات ہم بہت جلد تم سے حساب لینے ہی والے ہیں۔ اے انسانو! اور جنات کے گروہو! اگر تم زمین و آسمان کے کناروں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ کر دیکھ لو۔ اس کے لیے بڑی طاقت وقوت کی ضرورت ہے (جو تمہارے اندر موجود نہیں ہے)۔ فرمایا کہ ہم نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر تم بھاگنے کی کوشش بھی کرو گے تو تمہارے اوپر اس شعلے اور دھویں کو چھوڑ دیا جائے گا جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔

فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب (اللہ کے خوف سے) آسمان پھٹ کر لال چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی کیونکہ اس دن وہ اپنی پیشانیوں اور پریشان چہروں سے پہچان لیے جائیں گے۔ اگر وہ ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش کریں گے تو اللہ کے فرشتے ان کو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے آئیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کو تم زندگی بھر جھٹلاتے رہے۔ وہ جہنم والے اس دن کھولتے ہوئے گرم پانی کے چکر کاٹ رہے ہوں گے۔

اس دن وہ خوش نصیب لوگ بھی ہوں گے جو زندگی بھر اللہ کا خوف رکھتے ہوئے اپنے اعمال سرانجام دیتے تھے۔ ان کے لیے دو باغ ہوں گے۔ ہرے بھرے خوبصورت اور ان باغوں میں دو ایسے چشمے ہوں گے جو بہہ رہے ہوں گے۔ ان میں ہر طرح کے پھل اور میوے ہوں گے اور وہ بھی دو قسم کے یعنی طرح طرح کے پھل ہوں گے۔ اہل جنت ایسے فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور باغوں کی ڈالیاں ان پر جھکی پڑ رہی ہوں گی۔ ان ہی نعمتوں کے درمیان وہ خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی شرمیلی حوریں ہوں گی جنہیں کبھی کسی انسان یا جن نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ ایسی حسین وجمیل جیسے ہیرے موتی۔ ان نیکوکاروں کا بدلہ تو یہی ہو سکتا ہے۔

فرمایا کہ ان دو باغوں کے علاوہ دو باغ اور بھی ہوں گے گھنے سرسبز و شاداب، ان جنتوں میں ابلتے ہوئے فوارے کی طرح پانی کے دو چشمے ہوں گے۔ کثرت سے پھل، کھجوریں اور انار ہوں گے۔ خوبصورت اور خوب سیرت بیویاں ہوں گی، خیموں میں ٹھہرائی ہوئی حوریں جنہیں کسی انسان یا جن نے اس سے پہلے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ وہ جنتی سبز قالینوں اور حسین وجمیل فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ بلاشک وشبہ اے نبی ﷺ! آپ کے پروردگار کا نام بڑی برکت والا ہے جو بڑی عظمتوں والا اور کرم کرنے والا ہے۔

اس سورۃ میں شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کے فضل وکرم اور ہر طرح کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک ہی آیت کو اکتیس مرتبہ دہرا کر پوچھا ہے کہ انسانو! اور جنات تم پر اللہ کی اتنی زیادہ نعمتیں ہیں کہ تم ان کا شکر ادا کرنا تو بڑی بات ہے تم ان کو شمار بھی نہیں کر سکتے کیا تم اس کی نعمتوں کا انکار کر سکتے ہو۔ ہر انصاف پسند شخص کی زبان سے یہی الفاظ ادا ہوں گے الٰہی! ہم آپ کی کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کر سکتے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن سورہ رحمٰن کی تلاوت فرمائی تو صحابہ کرامؓ جو ادب واحترام کا پیکر تھے وہ اس سورۃ کو بڑے احترام سے سنتے رہے اور خاموش رہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے تو جنات ہی اچھے رہے۔ جب ان کے سامنے میں نے سورہ رحمٰن کی تلاوت کی اور یہ آیت آئی "فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن" تو وہ جنات کہتے جاتے تھے کہ "لَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ" یعنی اے ہمارے رب ہم آپ کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں۔

علماء نے فرمایا کہ جب بھی آدمی اس سورۃ کو پڑھے یا (نماز باجماعت کے علاوہ) کسی سے سنے تو اس وقت اس دعا کو پڑھنا سنت ہے۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ﴿١﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿٢﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿٣﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿٤﴾
اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءَ
رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿٧﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ﴿٨﴾ وَاَقِيْمُوا
الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿٩﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْاَنَامِ ﴿١٠﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿١١﴾ وَالْحَبُّ
ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٣﴾
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ
مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ
وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ
يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾
يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾

النصف — ع ١ ٢٥ ١١

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

رحمٰن جس نے قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسی نے بولنا اور کلام کرنا

سکھایا۔سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں۔ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت سب اسی کو سجدے کرتے ہیں (اسی کی اطاعت کرتے ہیں) اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے توازن (ترازو) رکھ دی۔ تاکہ تم وزن میں بے اعتدالی نہ کرو۔ اور انصاف سے سیدھی ترازو تو لو اور نہ گھٹاؤ (کم مت تولو) اور اس نے زمین کو مخلوق کے فائدے کے لئے پھیلا دیا۔ جس میں میوے اور کھجوروں کے درخت ہیں جن کے پھلوں پر غلاف ہیں اس میں بھوسہ اور اناج اور خوشبودار پھول ہیں۔ اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے انسان کو ایک خشک مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکرے کی طرح کھن کھن بولتی تھی۔ اور اسی نے جان (ابوالجنات) کو بے دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔ پھر تم اے جن وانس اس کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا پروردگار ہے پھر تم اس کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ اسی نے دو دریاؤں کو اس طرح بہا دیا کہ وہ دونوں ملے ہوئے ہیں جن کے درمیان ایک پردہ ہے۔ پھر تم اے جن وانس اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ ان دو دریاؤں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ پھر تم اے جن وانس اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ سمندر میں چلنے والے جہاز جو پہاڑ کی طرح بلند ہیں اسی کے اختیار میں ہیں۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۵

عَلَّمَ	اس نے سکھایا
اَلْبَیَانُ	بولنا
بِحُسْبَانٍ	ایک حساب سے۔ ایک طریقے سے
اَلنَّجْمُ	بے تنے کے درخت۔ پودے
وَضَعَ	اس نے رکھا۔ اس نے بنایا
اَلَّا تَطْغَوْا	یہ کہ تم نہ گھٹاؤ
اَنَامٌ	مخلوق

اَلْاَكْمَامُ (كِمٌّ)	غلاف۔ چھلکا
اَلْعَصْفُ	بھوسہ (جانوروں کی غذا)
اَلرَّيْحَانُ	خوشبودار
اَلْآءٌ (اِلًى)	نعمتیں
صَلْصَالٌ	خشک مٹی جو کھن کھن بجتی ہو
اَلْفَخَّارُ	ٹھیکرا
اَلْجَانُّ	جن۔ ابوالجنات
مَارِجٌ	شعلہ جس میں دھواں نہ ہو
مَرَجٌ	(خوب بہتا ہے) جاری کیا
اَلْبَحْرَيْنِ	دو دریا۔ دو سمندر
بَرْزَخٌ	پردہ۔ رکاوٹ
لَا يَبْغِيٰنِ	دونوں کو ملنے نہیں دیتا
اَللُّؤْلُؤُ	موتی
اَلْمَرْجَانُ	مونگا۔ سفید موتی
اَلْمُنْشَئٰتُ	بلند کئے ہوئے
اَلْاَعْلَامُ (عَلَمٌ)	پہاڑ۔ جھنڈا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسان کو ایسی ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے جن کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ طرح طرح کی بے شمار نعمتیں اس کے اپنے وجود کے اندر اور اس کے اردگرد بکھری ہوئی ہیں لیکن انسان کو ان نعمتوں کی اس وقت تک قدر نہیں ہوتی

جب تک وہ اس کے ہاتھ سے نکل نہیں جاتیں۔ زوال نعمت کے بعد نعمتوں کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں بار بار ایک ہی آیت کو دھرایا ہے اور کائنات کی دو صاحب اقتدار اور ذمہ دار مخلوقات جنات اور انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ'' یعنی (اے جن وانس) تم دونوں اللہ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ایک ہی آیت کو ۶۸ آیات میں اکتیس مرتبہ دھرانا اس بات کی علامت ہے کہ جب تک اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا جائے اس وقت تک انسان اور جنات کی تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اگر تم اللہ کی نعمتوں پر شکر کرو گے تو (ہمارا یہ وعدہ ہے کہ) ہم ان نعمتوں کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔'' اور اس کے ساتھ ہی فرمادیا کہ ''اگر تم نے ناشکری (کا طریقہ اختیار) کیا تو (ناشکری پر) میرا عذاب بھی شدید تر ہے''۔

اس سورت کی ابتدا ''رحمٰن'' سے کی گئی ہے جس کے معنی ہیں ''بہت رحم کرنے والا'' یہ اللہ کا صفاتی نام ہے۔ لیکن کفار مکہ کے لئے رحمٰن کا لفظ بالکل نیا تھا بلکہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ اور رحمٰن دو الگ الگ معبود ہیں اسی لئے وہ کہنے لگے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے اور یہ کیا بات ہوئی کبھی تم کہتے ہو کہ اللہ کی عبادت کرو اور کبھی کہتے ہو رحمٰن کی قدر پہچانو اور اس کو سجدہ کرو۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بس جس کو تم کہہ دو وہی معبود ہے اور اسی کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کی احمقانہ اور جاہلانہ بات کا جواب دینے کے بجائے پوری سورۂ رحمٰن نازل کر کے بتادیا کہ اللہ اور رحمٰن دو معبود نہیں بلکہ ایک ہی معبود ہے۔ اللہ ہی رحمٰن ہے جس نے قرآن جیسی باعظمت کتاب کی تعلیم دی۔ انسان کو وجود بخشا، اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لئے اس کو بولنے اور کلام کرنے کی صلاحیتوں سے نوازا اور پوری کائنات کو اس کی خدمت پر لگادیا چاند، سورج اور ستاروں کے راستے مقرر کر دیئے جو ایک خاص حساب سے گھوم رہے ہیں اور فضا میں تیر رہے ہیں۔ اس نے بیلوں، پودوں، بڑے بڑے سائے دار گھنے درختوں کو اس کے رزق کا ذریعہ بنادیا۔ اسی نے نظام کائنات کو عدل وانصاف اور ایک خاص توازن سے خوبصورتی عطا فرمائی اور لوگوں کے ہاتھوں میں ترازوئے عدل دے کر حکم دیا کہ وہ اس کائنات میں اپنے عمل کردار اور تجارتی بددیانتیوں سے اس توازن اور اعتدال کو ضائع نہ کریں اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے معاملات زندگی کو حسین تر بنائیں۔ اس نے زمین کو اس پر بسنے اور آباد رہنے والی مخلوق کے فائدوں کے لئے بنایا ہے۔ خوشبودار چیزیں، طرح طرح کے لذیذ پھل، سبزیاں، ترکاریاں اور غلہ پیدا کیا۔ اسی غلے میں جانوروں کی غذا بھوسے کو پیدا کر کے انسانی ہاتھوں کو جانوروں تک رزق پہنچانے کا ذریعہ بنادیا۔ اسی نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا اور آگ بھی ایسی کہ جس میں دھواں نہ تھا۔ انسان اور جنات کو کائنات میں بااختیار بھی بنایا اور ذمہ دار مخلوق بھی اور ان کو پیدا کر کے ان کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ ان کی رہنمائی کے تمام اسباب بھی پیدا کئے تاکہ جب بھی وہ سیدھی ڈگر سے ہٹ کر غلط راستوں پر چل پڑیں تو ان کو صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین کی جائے۔ اسی رحمٰن نے سورج کے نکلنے، ڈوبنے اور مختلف منزلوں سے گذرنے کے قاعدے طریقے اور قانون بنائے تاکہ دنوں، تاریخوں اور ماہ وسال کے حساب کو متعین کیا جاسکے اور مختلف موسم آتے جاتے رہیں تاکہ موسم کی یکسانیت سے انسان اکتانہ جائے۔ زمین سے چاند اور سورج کا فاصلہ اس حساب سے رکھا گیا کہ اس میں

فرق نہ آنے پائے کیونکہ اگر یہ فاصلہ ذرا بھی گھٹ جائے یا بڑھ جائے تو اس زمین پر انسان کو زندگی گذارنا مشکل ہو جائے فرمایا کہ وہ ہر مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے اسی نے سمندر اور دریا پیدا کئے جن میں سے بعض تو ایسے دریا اور سمندر ہیں کہ دو دریا اور سمندر مل رہے ہیں مگر ہر پانی کا رنگ اور مزہ بالکل مختلف ہے آدمی دور سے دیکھ کر اس فرق کو صاف محسوس کر سکتا ہے۔ اسی رحمٰن نے ایک ہی زمین میں کھارے اور میٹھے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ اسی سے میٹھا اور کھارا پانی نکل رہا ہے، اسی سے تیل اور گیس نکل رہا ہے لیکن سب الگ الگ وہ ایک دوسرے میں ملتے نہیں ہیں۔ یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ سمندر اور دریاؤں کے پانیوں سے قیمتی موتی اور مونگے نکلتے ہیں جن سے زیور بھی بنتے ہیں اور تجارت کے کام بھی آتے ہیں۔ سمندر کی چھاتی پر پہاڑوں کی طرح کھڑے ہوئے اور چلتے ہوئے جہاز جن کی سمندر میں ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں ہوتی ان کے لئے اللہ موافق ہوا چلا کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس نے انسانوں کے رزق کا اور آنے جانے کا راستہ ہموار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب اس اللہ رحمٰن و رحیم کا کرم ہے جس نے انسانوں اور جنات کو ان نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ فرمایا کہ اے جن و انس تم اللہ کی کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ یہ ہر نعمت اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

۱)۔ ان آیات میں پہلے تعلیم قرآن کا اور پھر انسان کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ کلام کی اس ترتیب سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت قرآن کریم اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔ اگر ایک شخص اللہ کے پاک کلام کی پوری طرح اتباع کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنے مقصد تخلیق کی تکمیل کرتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور خیر کا اپنے آپ کو مستحق بنا لیتا ہے۔

۲)۔ اس نے بولنا اور کلام کرنا سکھایا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور، سمجھ، دانائی اور فہم و فراست کی دولت سے انسان کو نوازا ہے۔ انسان سوچتا ہے، سمجھتا ہے، تجربے کر کے نئی سے نئی بات پیدا کرتا ہے اور اپنے دل کی ہر بات اور اپنے دماغ اور تجربات کی ہر سوچ اور عمل کو الفاظ کے سانچوں میں ڈھال کر بیان کر دیتا ہے۔ دلی جذبات کا زبان سے اظہار اتنی بڑی نعمت ہے جو اس کائنات میں کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہے۔ اس جگہ اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کی ہر سوچ اور فکر ضروری نہیں ہے کہ اس کو منزل تک پہنچا دے اگر اس کی سوچ اور فکر کو قرآن کریم کی روشنی اور ہدایت نصیب ہو جائے اور سنت رسول ﷺ سے جلا مل جائے تو پھر اس سے انسانی ذہن و فکر میں وہ انقلاب برپا ہو جاتا ہے جو اس کو دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد کر دیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت اور تعلیم و تربیت کی برکت سے جب اپنے جذبات کے اظہار کیلئے قرآن کریم کی زبان مل گئی تو انہوں نے زبان و بیان سے ساری دنیا میں بے مثال انقلاب برپا کر کے ساری دنیا کے اندھیروں کو دور کر دیا تھا۔

۳)۔ تجارتی بد دیانتی بھی کفر و شرک کی طرح ایک بدترین عادت ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم کو تجارت میں بد دیانتی کی وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا۔ ان کے لینے کے پیمانے اور ہوتے تھے اور دینے کے کچھ اور۔ فرمایا کہ اللہ نے کائنات میں جس توازن کو قائم کیا ہے اور ہر چیز سے عدل و انصاف کیا ہے تم بھی ان اصولوں کا خیال رکھو۔ جن لوگوں کے حقوق تمہارے ہاتھوں میں سونپے

گئے ہیں اگر تم نے ان میں بے اعتدالی، بے انصافی اور ظلم وزیادتی کو رواج دیا تو نہ صرف قانون فطرت سے بغاوت ہوگی بلکہ عذاب اور سزا کا سبب بھی ہو سکتی ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

وقف لازم ع ۲ / ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

جو بھی (روئے زمین پر ہے) وہ فنا ہونے والا ہے۔ صرف آپ کے رب کی ذات جو عظمت واحسان والی ہے وہی باقی رہ جائے گی۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ زمین اور آسمان میں بسنے والے سب ہی لوگ اس سے سوال کرتے ہیں وہ ہر روز ایک نئی شان (نئے کام) میں ہے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اے جن وانس کی دونوں جماعتوں ہم بہت جلد (حساب کتاب کے لئے) فارغ ہوئے جاتے ہیں پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اے گروہ جن وانس اگر تم آسمان وزمین کی حدوں سے باہر نکل جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔ لیکن تم کسی زور اور طاقت کے بغیر باہر نہیں نکل سکتے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم دونوں پر خالص آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر تم اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

پھر جب آسمان پھٹ کر ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے تیل کی تلچھٹ۔ تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ پھر اس دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اس کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہ جائے گا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

گناہ گار اپنے چہروں کی علامت سے پہچان لئے جائیں گے۔ پھر ان کو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیا جائے گا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم (گناہ گار) جھٹلایا کرتے تھے۔ یہ مجرم آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان میں پھرتے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

فَانٌ — فنا ہونے والا

وَجْهُ	چہرہ۔ذات
ذُو الْجَلَالِ	عزت وعظمت والا
يَسْئَلُ	سوال کرتا ہے
شَأْنٌ	ضروری کام۔شان
اَلثَّقَلٰنُ	دو بڑی بھاری مخلوق
مَعْشَرٌ	گروہ۔جماعت
تَنْفُذُوْا	تم نکل بھاگو
اَقْطَارٌ	کنارے
سُلْطَانٌ	طاقت وقوت
شُوَاظٌ	شعلے
نُحَاسٌ	دھواں
لَا تَنْتَصِرَانِ	تم بدلہ نہ لے سکوگے
اِنْشَقَّتْ	پھٹ پڑی
وَرْدَةٌ	سرخ
اَلدِّهَانُ	رنگا ہوا سرخ چمڑا
يُعْرَفُ	پہچان لیا گیا

اَلنَّوَاصِیُ	پیشانیاں
یَطُوْفُوْنَ	وہ گھومیں گے
حَمِیْمٌ	کھولتا ہوا
اٰنٍ	بہت کھولتا ہوا گرم پانی

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر سب سے بڑا کرم اور نعمت یہ ہے کہ اس نے قیامت قائم ہونے سے پہلے ہی انسانوں اور جنات کو اس بات سے پوری طرح آگاہ کر دیا ہے کہ اس کے بندوں نے جو بھی نیکی اور بھلائی کی ہے وہ ضائع نہ ہوگی اور جس نے برے اعمال کئے ہوں گے اس کا حساب بھی اس کے پاس موجود ہے جو قیامت کے دن اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ نیک اعمال پر بہترین اجر وثواب اور برے اعمال پر سخت سزا اور عذاب دیا جائے گا۔ قیامت قائم ہونے اور موت کے فرشتوں کے آنے سے پہلے پہلے جس نے اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے توبہ کر لی اور اللہ و رسول کے احکامات کے مطابق حسن عمل پیش کیا اس کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی لیکن اگر کسی نے اپنی روش زندگی کو نہ بدلا اور وہ اپنے کفر و شرک اور گناہوں پر اڑا رہا تو پھر اس کو جنت کی ہوا تک نہ لگے گی۔

فرمایا کہ تم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ اس دنیا میں کسی چیز کو بقا نہیں ہے۔ ہر آن ٹوٹ پھوٹ اور فنا کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک چیز آج موجود ہے جو خوب پھل پھول رہی ہے لیکن کچھ دن کے بعد وہی چیز بوسیدہ اور کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہے پھر کوئی نئی چیز اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ فرمایا کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب اس پوری کائنات کو اور اس میں بسنے والی ہر ایک مخلوق کو فنا کر دیا جائے گا۔ اللہ کی ذات کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ اللہ کے غضب اور جلال سے آسمان کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔ زمین و آسمان، چاند سورج اور ستارے سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جس مخلوق کو چاہیں گے دوبارہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ وہ میدان حشر قائم ہوگا جس میں اولین و آخری ساری مخلوق کو جمع کیا جائے گا۔ میزان عدل قائم کی جائے گی اور پھر ہر شخص کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ ایک طرف کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمان گناہ گار لوگ ہوں گے دوسری طرف زندگی بھر

نیکی، تقویٰ اور پرہیز گاری سے وقت گذارنے والے ہوں گے۔

کفار و مشرکین جب اس میدان حشر میں اللہ کے عذاب کو دیکھیں گے تو اس سے نظریں چرائیں گے۔ ایک دوسرے کی آڑ میں چھپنے کی کوشش کریں گے لیکن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم کہیں چھپ نہ سکو گے زمین و آسمان کے کنارے بھی تمہیں پناہ نہ دیں گے۔ جہاں بھی چھپو گے اللہ کے فرشتے تمہیں سر کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اللہ کے سامنے پیش کر دیں گے۔ پھر تمہارے اعمال کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ان کفار و مجرمین پر عذاب الٰہی کو دیکھ کر ایسی گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ طاری ہوگی کہ ان کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ بے رونق آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ پیاس کی شدت سے بوکھلا کر پانی تلاش کریں گے۔ ان کو کھولتا ہوا پانی ملے گا جسے وہ بے قراری سے پی جائیں گے۔ لیکن اس کھولتے گرم پانی کے پینے سے ان کی آنتیں بھی باہر نکل پڑیں گی۔ یہ مجرمین اپنے اعمال کے سبب پہچان لئے جائیں گے۔ ان کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ وہ جھوٹے معبود جن کے سہارے کی ان کو امید ہوگی وہ ان سے یہ کہہ کر دامن چھڑا لیں گے کہ الٰہی! ان لوگوں کو ہم نے گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ہر گمراہی کی طرف بڑی تیزی سے دوڑ دوڑ کر آیا کرتے تھے۔ اگر انہوں نے ہماری بات مان لی ہے تو یہ ان کی فطرت کی خرابی تھی اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ اپنے معبودوں کو پکاریں گے مگر ان کو کوئی جواب نہ ملے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کفار و مشرکین کو سر کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ گھسیٹا جائے گا اور ان کو جہنم کی اس آگ میں جھونک دیا جائے گا جس سے کسی حال میں چھٹکارا نہ مل سکے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

اس کے برخلاف جو لوگ نیکی، تقویٰ، پرہیز گاری اور بھلائی کی زندگی گذارتے رہے ہوں گے ان کو اس دن انتہائی عزت و احترام کا اعلیٰ مقام عطا کیا جائے گا۔ فرشتے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کریں گے۔ ان کو سلام کریں گے۔ اللہ کی طرف سے سلامتی کی خوش خبریاں دیں گے ان کا حساب کتاب ہونے کے بعد ان کو جنت کی ابدی راحتوں میں داخل کر دیا جائے گا۔

ان جنتوں میں ہر طرف خوشی و مسرت، عزت و سربلندی، سرسبزی و شادابی ہوگی، بہتے ہوئے چشمے، خوبصورت باغات، دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی، حسین و خوبصورت حوریں اور ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہ جو بھی خواہش کریں گے ان کی وہ خواہش اور تمنا اسی وقت پوری کر دی جائے گی۔ ان جنتوں میں کسی طرح کی لغو، فضول باتیں، دشمنیاں، مخالفت، بغض و حسد اور کسی طرح کے گناہ کا کوئی کام نہ ہوگا ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ کیا یہ نعمت نہیں ہے کہ کفار و مشرکین اور ظالم و گناہ گار جہنم میں اور تقوی و پرہیز گاری کی زندگی گذارنے والے جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہو چکے ہوں گے۔ اگر زمین و آسمان اور چاند سورج ستارے فنا نہ کئے جاتے تو تمہیں جنت کی یہ راحتیں کیسے نصیب ہوتیں۔ اور وہ کفار و مشرکین جنہوں نے پوری زندگی تمہاری مخالفت اور دشمنی میں گذاری ہے ان کو سزا کیسے ملتی کائنات میں فنا اور بقا سب اللہ کی نعمتیں ہیں جو اس نے اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ اور گناہ گاروں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے کا ذریعہ بنائی ہیں۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِيْهِمَا
عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ
فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ
بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ
وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ
الْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا
جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿٦٨﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

ع ٣ ٣ ١٣

ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے بہت عمدہ دو باغ ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں باغ بہت زیادہ شاخوں والے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر طرح کے میوے دو دو قسموں پر ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (اہل جنت) فرش پر تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ رکھنے والی ایسی (حوریں ہوں گی) جنہیں اہل جنت سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہ ہوگا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے یاقوت اور مونگے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ نیکی کا بدلہ سوائے نیکی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دو باغوں کے علاوہ (ذرا کم درجہ کے) دو باغ اور ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے وہ دونوں خوب گہرے سبز رنگ کے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں دو ابلتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیک سیرت اور خوبصورت حوریں ہوں گی۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں خوبصورت رنگت والی اور خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان اہل جنت سے پہلے ان کو نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا نہ کسی جن نے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ اہل جنت بہترین اور خوش نما فرش پر سبز رنگ کے تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کے پروردگار کا نام بڑا برکت والا ہے جو صاحب عظمت اور صاحب کرم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ	بہت شاخوں والے
بَطَآئِنُ (بَطْنٌ)	استر۔ پیٹ
اِسْتَبْرَقٌ	سبز ریشم
دَانٌ	قریب قریب
قٰصِرٰتٌ	روکنے والیاں
لَمْ يَطْمِثْ	ہاتھ نہ لگایا ہوگا
مُدْهَآمَّتٰنِ	دو گہرے سبز
نَضَّاخَتٰنِ	دو چشمے جوش مارتے ہوئے
رُمَّانٌ	انار
خَيْرٰتٌ	بہت عمدہ
حِسَانٌ	خوبصورت وحسین
اَلْخِيَامُ	خیمے
رَفْرَفٌ	مسند۔ مسہریاں
عَبْقَرِيٌّ	قیمتی
تَبٰرَكَ	برکت والا
اَلْاِكْرَامُ	بہت بزرگی اور عظمت والا

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ تقویٰ، پرہیزگاریوں اور نیکیوں کے ساتھ زندگی گذارنے والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

چنانچہ کفار و مشرکین اور گناہ گار مجرموں کی سزا کو بیان کرنے کے بعد ان صالح مومنین کے لئے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا جا رہا ہے جنہوں نے زندگی بھر اللہ کی رضا و خوشنودی کے سامنے زندگی کی تمام لذتوں اور آسائشوں کو چھوڑ کر حق و صداقت کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ جنت میں ان کا سب سے بڑا اعزاز و اکرام یہ ہوگا کہ ان کو دو ایسے باغ دیئے جائیں گے جن کی خوبصورتی اور حسن و جمال کا تصور ناممکن ہے۔ خوبصورت ہرے بھرے باغات جن کے درختوں کا گھنا سایہ، کثرت سے طرح طرح کے پھل، صاف شفاف پانی کے ایسے دو چشمے جو دور تک بہتے چلے جائیں گے۔ لذت اور مٹھاس کے اعتبار سے ان کے پھلوں کی بھی دو قسمیں ہوں گی تاکہ یہ ہر طرح کے پھلوں کی مٹھاس اور لذت سے اچھی طرح لطف اندوز ہوسکیں۔ یہ لوگ ان باغوں میں تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کی ظاہری خوبصورتی تو اپنی جگہ اس کے استر بھی دبیز ریشم کے ہوں گے۔ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی شاخیں اتنے قریب کر دی جائیں گی کہ کسی بھی پھل کو کھانے میں کسی طرح کی مشقت نہ اٹھانی پڑے گی۔ شرم و حیا کی پیکر، شرمیلی نیچی نظریں رکھنے والی کنواری حوریں ہوں گی جنہیں جنات یا انسانوں میں سے کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ وہ حوریں حسن و جمال، صفائی ستھرائی اور چمک دمک میں یاقوت کی طرح اور سرخی و سفیدی میں مرجان موتی کی طرح ہوں گی۔ اہل تقویٰ کی نیکیوں اور بہترین اعمال کا بدلہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا۔

یہ اجر و مقام تو ان لوگوں کے لئے ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور حساب کتاب کے ڈر سے لرزتے کانپتے ہوں گے وہ اللہ کے خاص بندے ہیں لیکن عام مومنین صالحین کے بھی دو باغ ہوں گے جو اگرچہ ان کے اعمال کے لحاظ سے پہلے والے باغوں کی طرح نہیں ہوں گے لیکن اعزاز و اکرام اور جنت کی کیفیات، لذت اور حسن و جمال میں ان کے قریب قریب ہی ہوں گے۔ وہ دونوں باغ بھی سرسبز و شاداب ایسے گہرے سبز رنگ کے ہوں گے جن میں ہلکی سی سیاہی جھلکتی ہوگی۔ ان کے لئے جوش مارتے ابلتے ہوئے دو چشمے ہوں گے جو غالباً سلسبیل اور تسنیم کے ہوں گے۔ اتنے لذیز اور عمدہ میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے جن کے مزے اور لذت کا اس دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے ایسی نیک سیرت، حسین و خوبصورت کنواری حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی جنہیں کسی جن یا انسان نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ یہ اہل جنت خوبصورت سبز رنگ کے تکیے لگائے شاہانہ انداز سے بیٹھے ہوں گے اور یہ سب کچھ اس پروردگار کی طرف سے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذارنے والوں کا انعام ہوگا جس پروردگار کا نام ہی برکت والا ہے۔ وہی صاحب عظمت اور صاحب کرم ہے۔ اللہ نے ان چیزوں کو نعمت قرار دے کر بار بار ایک ہی سوال کیا ہے کہ اے انسانو! اور جنات یہ اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں ان میں سے تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۶

الوَاقِعَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الواقعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	56
کل رکوع	3
آیات	96
الفاظ وکلمات	384
حروف	1768
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں قیامت، آخرت، توحید، قرآن کریم کی عظمت اور اس کے متعلق کفار و مشرکین کے شبہات کو دور کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ قیامت کا آنا یقینی ہے وہ دن کسی کو بلند اور کسی کو ذلیل و رسوا کر دے گا اور کوئی اس کو جھٹلا نہ سکے گا۔ زلزلوں سے زمین ہلا دی جائے گی۔ یہ بڑے بڑے پہاڑ، ریزہ ریزہ اور غبار بن کر فضاؤں میں بکھر جائیں گے۔

فرمایا کہ اس وقت تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

(۱) داہنے ہاتھ والے جن کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔

(۲) بائیں ہاتھ والے جن کی بد نصیبی کا کیا ٹھکانا۔

(۳) اور آگے والے تو آگے ہی رہیں گے۔ وہ اللہ کے مقرب بندے نعمتوں بھری جنت میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ قرآن جسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیش کر رہے ہیں یہ اللہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا قرآن ہے۔ اس کی عظمت یہ ہے کہ اللہ نے اس کو ایک لوح میں محفوظ کر دیا ہے جسے صرف پاکیزہ فرشتے ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ فرمایا کہ قرآن کریم اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن کیا نعمت کے حق ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ تم اس سے نعمت حاصل کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیر رہے ہو؟

اگلوں میں سے بہت اور پچھلے والوں میں سے کم ہوں گے۔ وہ حسین ترین جڑاؤ تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لیے ہمیشہ جوان رہنے والے لڑکے شراب کے چشموں سے لبریز گلاس، برتن اور ساغر لیے دوڑتے ہوں گے۔ یہ وہ شراب ہوگی جسے پینے کے بعد نہ تو سر درد ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے۔ ان کے سامنے قسم قسم کے پھل اور مزیدار چیزیں ہوں گی وہ جس چیز کو چاہیں گے ان کو دی جائے گی۔ پرندوں کا گوشت ہوگا اور وہ جس پرندے کو کھانے میں جیسے چاہیں گے استعمال کریں گے۔ ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی وہ ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے چھپا کر رکھے گئے قیمتی موتی۔ یہ سب کچھ ان کے اعمال کے

فرمایا کہ ہر شخص کو ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے لیکن اگر اس دنیا سے جانے والا اللہ کا مقرب بندہ ہے تو اس کے لیے راحت بھری جنتیں اور بہترین رزق ہے اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو اس کے لیے اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔لیکن اگر وہ بائیں ہاتھ والوں میں سے ہے تو سچائیوں کو جھٹلانے والے کا بدترین انجام یہ ہے کہ اس کو کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے دیا جائے گا اور اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔لہٰذا اس دنیا سے رخصت ہونے کے لیے بہتر انجام کی جدوجہد کی جائے ورنہ برے انجام سے اس کو بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

بدلے میں دیا جائے گا جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔اس جنت میں کوئی فضول، بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنائی دے گی۔ جو بات بھی ہوگی وہ ایک دوسرے کی سلامتی کی بات ہوگی۔

اور داہنے ہاتھ والے خوش نصیبوں کو بھی بے شمار نعمتیں عطا کی جائیں گی۔بغیر کانٹے کی مزیدار بیریاں، تہہ در تہہ چڑھے ہوئے کیلے، گھنی چھاؤں، ہر وقت پینے کے لیے صاف شفاف پانی، کبھی نہ ختم ہونے والے اور بغیر کسی روک ٹوک کے کثرت سے ملنے والے پھل، اونچی اونچی نشستیں، ان کی بیویوں کو دوبارہ جوان اور کنواری بنا دیا جائے گا جو اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ہم عمر بیویاں ہوں گی۔ان داہنے ہاتھ والوں کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔فرمایا بائیں ہاتھ والے جو اپنے بدترین انجام سے دو چار ہوں گے۔ جھلسا دینے والی گرم ہوائیں، کھولتا ہوا پانی، دھوئیں کے کالے بادل، کھانے کے لیے زقوم اور طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ان پر کالے دھوئیں کے ایسے سائے ہوں گے جن میں نہ ٹھنڈک ہوگی اور نہ آرام وسکون۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بڑے عیش وآرام سے رہا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی چورہ چورہ ہو جائیں گی کیا ہم دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے وہ باپ دادا (جو ہزاروں سال پہلے گزرے ہیں) بھی دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان شکی مزاج لوگوں سے کہہ دیجیے کہ ہاں سب اگلے پچھلے لوگ زندہ کر کے اس متعین ومقرر دن جمع کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے گمراہو! اور جھٹلانے والو! تم زقوم کا درخت ضرور کھاؤ گے۔تمہیں اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔اس پر اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اور اس دن تم پیاس کی شدت سے اس قدر بے حال ہو گے کہ اس طرح پانی پیو گے جیسے پیاسا اونٹ پانی پیتا ہے۔یہ ہے ان ظالموں کی مہمان داری جو اس دن کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا۔(جاننے کے باوجود) پھر بھی تم اس سچائی کو تسلیم نہیں کرتے۔اچھا یہ بتاؤ نطفہ جسے تم ڈالتے ہو اس سے جیتا جاگتا آدمی ہم بناتے ہیں کہ تم بناتے ہو؟ تم ایک بیج بوتے ہو اور ہم اس سے کھیت اگاتے ہیں، زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں؟ تم جس پانی کو استعمال کرتے ہو اس کا بادل ہم اٹھا کر تم پر برساتے ہیں جو میٹھا پانی ہوتا ہے

اگر ہم چاہیں تو اس کو کھارا اور کڑوا بنا ڈالیں۔تم جس آگ کو سلگاتے ہو اس کا درخت ہم نے پیدا کیا ہے یا تم نے پیدا کیا ہے۔فرمایا کہ یقیناً تمہاری پیدائش، کھیتوں کا اگنا، بارش کا برسنا اور آگ کا جلنا یہ سب اللہ کی قدرت کے نشانات ہیں اگر وہ چاہے تو ان میں سے ہر چیز کی تاثیر کو بدل کر رکھ دے مگر اس کا کرم ہے کہ اس نے ہر چیز کو اپنے بندوں کے لیے بنایا ہے پھر بھی وہ شکر ادا نہیں کرتے۔

آخر میں اللہ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم جسے نبی کریم ﷺ پیش فرمار ہے ہیں یہ تو آپ ﷺ نے خود گھڑا ہے نہ کسی شیطان نے اس کو نازل کیا ہے بلکہ یہ تو وہ قرآن کریم ہے جسے اللہ نے ایک محفوظ مقام (لوح محفوظ) میں رکھا ہوا ہے اس کو پاکیزہ فرشتوں کے سوا کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا اور اس کو رب العالمین نے نازل فرمایا ہے لیکن تم پھر بھی اس سے منہ پھیر رہے ہو کیا نعمت کے حق ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ کہ تم اس کو جھٹلا رہے ہو۔فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہے۔فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی شخص مر رہا ہے اور اس کی جان حلق تک پہنچ گئی ہے تم اس اپنے عزیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ وہ رخصت ہو رہا ہے۔اپنی سی پوری کوشش کرتے ہو کہ اس کی جان بچالو مگر تم اس وقت بالکل بے بس نظر آتے ہو۔وہ تم سے دور جا رہا ہوتا ہے لیکن ہم اس کے بہت قریب ہوتے ہیں مگر تمہاری نظریں ہمیں دیکھ نہیں سکتیں۔اگر وہ مرنے والا مقربین میں سے ہے تو اس کے لیے راحت بھری جنتیں اور بہترین رزق ہوتا ہے اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو اس پر سلامتی بھیجی جاتی ہے اگر وہ بائیں ہاتھ والوں میں سے ہے، سچائیوں کو جھٹلانے والا اور گمراہ ہے تو اس کو کھولتا ہوا پانی دے کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ سب کچھ روز روشن کی طرح کھلی حقیقت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جزا یا سزا دے گا۔آپ ﷺ اپنے مقصد کے لیے جدوجہد کرتے رہیے اور اپنے عظیم پروردگار کی حمد و ثنا کرتے رہیے۔یہی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے۔

سُورَةُ الْوَاقِعَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ
رَّافِعَةٌ ۙ ﴿٣﴾ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۙ ﴿٤﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ ﴿٥﴾
فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ۙ ﴿٦﴾ وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۗ ﴿٧﴾ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ
مَآ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۗ ﴿٨﴾ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۗ ﴿٩﴾
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۚۙ ﴿١٠﴾ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ ﴿١١﴾ فِيْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۙ ﴿١٣﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۗ ﴿١٤﴾
عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۙ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ ۙ وَكَأْسٍ
مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۙ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۗ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۙ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ
اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ ﴿٢٣﴾ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا
لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ۙ ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ
الْيَمِيْنِ ۗ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ ﴿٢٩﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ ﴿٣٠﴾ وَّ
مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ ﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ ﴿٣٣﴾ وَّ

وقف لازم

فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۸

جب واقع ہو جانے والی واقع ہو جائے گی۔ (یعنی قیامت)
اس کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلا نہ سکے گا۔ وہ کسی کو پست اور کسی کو بلند کر دے گی۔ جب زمین زور زور سے ہلا دی جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پھر وہ پہاڑ بکھرے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔ اس دن تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ پھر داہنے ہاتھ والے کیا اچھی حالت میں ہوں گے داہنے ہاتھ والے۔ اور بائیں ہاتھ والے وہ کیا بری حالت میں ہوں گے۔ اور آگے رہنے والے تو آگے ہی رہنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (اللہ کے) بہت قریب والے ہوں گے۔ راحت بھری جنتوں میں ہوں گے
(ان مقربین کا) ایک بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے لوگ بعد والے ہوں گے یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ تخت پر (بیٹھے) ہوں گے۔ تکیئے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے سامنے ہمیشہ جوان رہنے والے لڑکے ہوں گے جو لبریز پیالے، کوزے اور صاف شراب کے جام (ان کو پلاتے) ہوں گے۔ اور ان کے پسندیدہ پھل اور میوے ہوں گے۔ اور پرندوں کا گوشت جس کی وہ خواہش کریں گے۔ حسین رنگت اور بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی جیسے سیپ میں حفاظت سے رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے تھے۔ ان (جنتوں) میں نہ وہ کوئی فضول اور بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات۔ سوائے سلام سلام کے دوسری کوئی آواز نہ ہوگی۔ داہنے ہاتھ والے۔ وہ داہنے ہاتھ والے کیا خوش نصیب ہوں گے۔ ان (جنتوں) میں بغیر کانٹوں والی بیریاں ہوں گی۔ تہہ در تہہ کیلے ہوں گے۔ اور لمبے سائے ہوں گے۔ بہتا پانی صاف شفاف ہوگا۔ بڑی تعداد میں پھل اور میوے ہوں گے۔ نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان کے استعمال پر کوئی پابندی ہوگی۔ اونچے اونچے بچھونے ہوں گے۔ بے شک ہم نے (جنت کی حوروں کو) خاص طور پر (ان کے لئے) بنایا ہے۔ ہم نے ان کو باکرہ (کنواری) بنایا ہے۔ جو ہم عمر اور محبوب ہوں گی۔ یہ سب داہنے ہاتھ والوں کے لئے ہوں گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳۸

وَقَعَتَ	ہونے والی
خَافِضَةٌ	نیچا کرنے والی
رَافِعَةٌ	اونچا کرنے والی
رُجَّتْ	ہلا دی گئی
بُسَّتْ	ریزہ ریزہ کر دی گئی۔ توڑ دی گئی
هَبَآءً	گرد و غبار
مُنْبَثٌّ	پھیلا دیا گیا
اَزْوَاجٌ	جوڑے۔ قسمیں
اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ	داہنے ہاتھ والے (جنتی)
اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ	بائیں ہاتھ والے (دوزخی)
اَلسّٰبِقُوْنَ	آگے بڑھنے والے
ثُلَّةٌ	جماعت۔ گروہ
مَوْضُوْنَةٌ	جڑاؤ
اَكْوَابٌ (كُوْبٌ)	پیالے
اَبَارِيْقُ (اِبْرِيْقٌ)	صراحیاں
كَاْسٌ	گلاس
مَعِيْنٌ	صاف چشمہ کی شراب
لَا يُصَدَّعُوْنَ	نہ ان کے سر میں بھاری پن ہوگا
لَا يُنْزِفُوْنَ	نہ وہ بہکیں گے

یَتَخَیَّرُوْنَ	وہ پسند کرتے ہیں
سِدْرٌ	بیری
مَخْضُوْدٌ (خَضْدٌ)	کانٹے کاٹ دیئے گے
طَلْعٌ مَنْضُوْدٌ	کیلے اوپر تلے (تہہ در تہہ)
ظِلٌّ	سایہ
مَمْدُوْدٌ	پھیلائے گئے (پھیلے ہوئے)
مَاءٌ مَسْکُوْبٌ	بہتا صاف پانی
لَا مَقْطُوْعَةٌ	نہ توڑا گیا
لَا مَمْنُوْعَةٌ	نہ روکا گیا
اَنْشَاْنٰهُنَّ	ہم نے ان (عورتوں کو) اچھی طرح پیدا کیا
اَبْکَارٌ	کنواری
عُرُبٌ	پسندیدہ
اَتْرَابٌ	ہم عمر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳۸

نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اس میں قیامت آنے اور آخرت میں دوبارہ اٹھائے جانے کی باتیں ارشاد فرماتے تو وہ حیرت سے کہتے کہ ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ کائنات کا اتنا زبردست چلتا ہوا نظام زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ اور دریا سب کے سب ایک دم ختم کر دیئے جائیں گے اور جب ہماری اور ہمارے باپ دادا کی ہڈیاں بھی چورہ چورہ ہو کر بکھر جائیں گی تو ان میں زندگی کے آثار کیسے پیدا ہو جائیں گے۔ ہمیں ان باتوں پر یقین نہیں آتا یہ سب خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ ایسے لوگوں کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا زبردست حادثہ اور واقعہ اچانک آجائے گا تو وہ آنکھوں سے نظر آنے والی ایسی سچائی ہوگی جس کا کوئی شخص انکار نہ کر سکے گا۔ یہ قیامت اس قدر اچانک

اور بھیانک ہوگی جو ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گی۔ زمین زلزلوں کے جھٹکوں سے ہلا ماری جائے گی۔ یہ بلند و بالا اور مضبوط پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھرے غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس دن تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو کر بارگاہ الٰہی میں پہنچیں گے۔ جن کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ اصحاب الیمین ہوں گے اور جن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ اصحاب الشمال کہلائیں گے جو نہایت بری حالت میں ہوں گے۔ ان ہی میں تیسرا گروہ ہوگا جس کی شان ہی نرالی ہوگی یہ ان لوگوں کا گروہ ہوگا جو تقویٰ، پرہیز گاری، نیکی، حق پرستی اور بھلائی کے ہر کام میں مصلحتوں سے بالاتر ہو کر سب سے آگے بڑھ کر پہل اور سبقت کیا کرتے تھے جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب ان کے سامنے حق و صداقت کی کوئی بات پیش کی جاتی تھی تو وہ فوراً ہی اس کو قبول کر لیتے تھے۔ جب ان سے حق مانگا جاتا تھا تو وہ حق فوراً ہی ادا کر دیا کرتے تھے۔ جو دوسروں کے لئے فیصلے کرتے وہی فیصلے اپنے بارے میں بھی کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد) اللہ نے ان کو اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (آگے رہنے والے آگے ہی رہنے والے ہیں) کہا ہے۔ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو عرش الٰہی کے سائے میں اللہ کے بہت قریب ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جو راحت بھری جنتوں کی نعمتوں سے پوری طرح لطف اندوز ہوں گے۔ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ تخت پر آمنے سامنے تکیہ لگائے شاہانہ انداز سے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لئے ہمیشہ جوان رہنے والے نوجوان لڑکے موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے جو صاف ستھری اور پاکیزہ شراب سے لبریز پیالے، کوزے اور جام بھر بھر کر ان کو پلا رہے ہوں گے۔ ان کے سامنے ان کے پسندیدہ پھل، حسب خواہش پرندوں کا مزیدار گوشت ہوگا۔ ان کی دل بستگی کے لئے خوبصورت رنگت اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو ایسی حسین و خوبصورت اور صاف ستھری ہوں گی جیسے سیپ میں حفاظت سے رکھے ہوئے موتی۔ وہ لوگ ان جنتوں میں سوائے سلام سلام کی آوازوں کے کوئی فضول، بے ہودہ اور گناہ کا کلام نہ سنیں گے۔ یہ اللہ کے وہ مقرب بندے ہوں گے جن میں سے ایک بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے لوگ بعد والے ہوں گے۔

یہ پہلے اور بعد والے گروہ کون سے ہوں گے؟ ان سے علماء مفسرین نے بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری تک جتنی بھی امتیں گذری ہیں وہ اولین ہیں اور نبی مکرم ﷺ کے بعد قیامت تک آنے والے نیک بندے آخرین ہیں۔

☆ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اولین اور آخرین سے مراد نبی کریم ﷺ کی امت کے اولین و آخرین ہیں جن میں سے مقربین و سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور بعد میں آنے والے آخرین ہیں جن کی تعداد کم ہوگی۔ بہر حال اللہ کے نزدیک مقربین وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ آگے بڑھ کر اللہ کے نبیوں کے ہر حکم پر سبقت کی یعنی آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔

دوسرا گروہ اصحاب الیمین کا ہوگا۔ یعنی وہ خوش نصیب صاحبان ایمان جن کے داہنے ہاتھ میں ان کے نامہ اعمال دیئے جائیں گے۔ ان کو بھی جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی لیکن سبقت کرنے والے گروہ سے ذرا کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ

والے بھی کیا خوب ہوں گے۔ان خوش نصیبوں کو ان جنتوں میں بے کانٹوں والے بیر دیئے جائیں گے یعنی دنیا کے کھٹے میٹھے بیروں کی طرح نہیں بلکہ وہ بیر اتنے لذیز، خوشبودار اور میٹھے ہوں گے جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بہترین کیلے ہوں گے جو تہہ در تہہ ہوں گے۔ صاف شفاف بہتے چشموں کا پانی اور بڑی تعداد میں طرح طرح کے لذیز ترین پھل اور میوے ہوں گے۔ یہ موسمی پھل نہ ہوں گے کہ موسم کے جاتے ہی پھل ختم ہو جاتے ہیں بلکہ سدا بہار پھل ہوں گے جن کے استعمال پر کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔ ان اہل جنت کے لئے اونچے اونچے بچھونے ہوں گے۔ اور ایسی پاکیزہ، کنواری اور حسین ہم عمر محبوب حوریں ہوں گی جو خاص طور پر ان ہی کے لئے بنائی گئی ہوں گی۔ یہ اور اسی قسم کی ہزاروں نعمتیں ان اصحاب الیمین جنتیوں کے لئے مخصوص ہوں گی۔ ہر نیکی میں سبقت لے جانے والے اور جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے ان دونوں گروہوں کا ذکر فرمانے کے بعد اس کے بعد کی آیات میں ان لوگوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے جو اصحاب الشمال (بائیں ہاتھ والے) ہیں۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَّحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۙ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ ۙ إِلٰى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۹ تا ۵۶

ان (داہنے ہاتھ والوں میں سے) ایک گروہ تو پہلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور ایک گروہ بعد والوں میں سے ہوگا۔ اور بائیں ہاتھ والے۔ وہ کیسی (بدترین) حالت میں ہوں گے۔ آگ اور کھولتے پانی اور سیاہ دھویں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ تو ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دینے والا۔ بے شک اس سے پہلے وہ (دنیا میں) عیش و آرام کی (زندگی) گذار رہے تھے۔ اور وہ ایک بہت بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم مرکر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے جو گذر چکے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ بے شک اگلے پچھلے لوگ ایک ایسے مقرر دن میں جمع کئے جائیں گے جس کی مدت معلوم ہے۔ پھر بے شک اے گمراہو! اور اے جھٹلانے والو! البتہ تمہیں زقوم کے درخت سے کھانا ہوگا جس سے تم اپنا پیٹ بھرو گے۔ پھر اس زقوم کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی پینا ہوگا۔ پھر تم اس طرح پیو گے جیسے وہ اونٹ پانی پیتے ہیں جن کو پانی پینے کی بیماری ہوتی ہے۔ یہ قیامت کے دن ان کی مہمان داری ہوگی۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۳۹ تا ۵۶

اَصۡحَابُ الشِّمَالِ — بائیں (ہاتھ) والے

سَمُوۡمٌ — گرم ہوا۔ گرم بھاپ

یَحۡمُوۡمُ — کالا سیاہ دھواں

لَا بَارِدٌ — نہ تو ٹھنڈا

لَا کَرِیۡمٌ — نہ آرام دینے والا

مُتۡرَفِیۡنَ — عیش سے زندگی گذارنے والے

یُصِرُّوۡنَ — وہ ضد کرتے ہیں۔ اڑ جاتے ہیں

اَلۡحِنۡثُ — گناہ

زَقُّوۡمُ — جہنم میں دوزخیوں کی غذا (جہنم میں اگنے والا درخت)

مَالِئُوْنَ	بھرنے والے
شَارِبُوْنُ	پینے والے
شُرْبَ الْھِیْمِ	پیاسے اونٹ کی طرح پینا

تشریح: آیت نمبر ۳۹ تا ۵٦

سب سے آگے بڑھ جانے والے اور داہنے ہاتھ والے خوش نصیبوں کے بہترین انجام کا ذکر کرنے کے بعد بائیں ہاتھ والے لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو بدترین حالات میں ہوں گے۔ دنیا میں ان کو جو عیش و آرام کا سامان دیا گیا تھا اس نے انہیں ایسے دھوکے میں ڈال دیا تھا کہ وہ اللہ کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرنے لگے تھے اور اس پر اصرار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر دنیا میں بکھر جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے اور ہمارے باپ دادا جو مر کر خاک ہو چکے ہیں جن کی ہڈیوں تک کا پتہ نہیں ہے کیا وہ بھی زندہ کئے جائیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ آج تک ان میں سے کوئی زندہ ہو کر تو آیا نہیں ہم کیسے یقین کر لیں کہ ہم دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے اگلے پچھلے سب لوگوں کے لئے ایک دن مقرر کر دیا ہے جب وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر ہمارے سامنے حاضر ہوں گے۔ لیکن وہ دن ان لوگوں کے لئے بڑا سخت اور ذلیل کر دینے والا ہو گا جب ان کو جہنم میں دھکیلا جائے گا وہاں ہر طرف آگ ہی آگ، کھولتا ہوا پانی اور سیاہ دھویں کے ایسے سائے ہوں گے جس میں نہ تو ٹھنڈک ہو گی اور نہ دل اور بدن کو راحت و آرام پہنچانے والا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے اے گمراہو! اور ہر سچی بات کو جھٹلانے والو! جہنم میں تمہاری غذا زقوم ہو گی جو ایک بڑا زہریلا کڑوا انتہائی بدمزہ اور بدبودار درخت ہو گا جو جہنم ہی میں پیدا ہو گا۔ جب وہ بھوک اور پیاس سے تڑپنے لگیں گے اور زقوم کو کھائیں گے تو وہ ان کے حلق میں پھنس جائے گا۔ پھر وہ پانی کی طرف دوڑیں گے وہ پانی گرم اور کھولتا ہوا ہو گا وہ پانی پر بری طرح گریں گے لیکن اس کے پیتے ہی ان کی آنتیں کٹ کر باہر نکل پڑیں گی۔ وہ پانی کی طرف اس طرح جھپٹیں گے جیسے پیاسے اونٹ جو استسقا کی بیماری میں مبتلا ہوں وہ پانی کی طرف جھپٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے طنز کے طور پر فرمایا کہ ان جیسے نافرمانوں کی مہمان داری تو اسی طرح ہو سکتی تھی۔

استسقا اونٹوں کی ایسی بیماری کو کہتے ہیں کہ اونٹ پانی پیئے چلا جاتا ہے اور پیاسا ہی رہتا ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح قیامت کے دن کفار و مشرکین کا حال ہو گا کہ وہ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے اور جب گرم کھولتا ہوا پانی پئیں گے تو ان کی پیاس نہ بجھے گی اور وہ پانی کے لئے تڑپتے ہی رہ جائیں گے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ

نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ

الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا

تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ

اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً

وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

ع ۲ ۳۶ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۷۴

ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے پھر تم یقین کیوں نہیں کرتے؟ یہ بتاؤ کہ وہ نطفہ جسے تم (ماں کے رحم میں) ڈالتے ہو۔ کیا تم اس (شخص) کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ بے شک ہم نے ہی تم میں موت (کا ایک دن) مقرر کیا ہے اور ہم اس سے عاجز و بے بس نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تم ہی جیسی ایک اور مخلوق کو لے آئیں اور تمہیں وہاں اٹھا کھڑا کریں جہاں تم

جانتے نہیں۔ بے شک تم پہلی مرتبہ پیدا کرنے کو تو جان چکے ہو۔ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔ کھیتوں کو تم اگاتے ہو یا ہم ان کو اگاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو (اس پیداوار کو) سوکھا ہوا چورہ بنا دیں اور پھر تم شرمندہ اور پریشان ہو کر رہ جاؤ کہ ہم پر تو مفت کا تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم تو بالکل ہی محروم رہ گئے۔ پھر (یہ بتاؤ کہ) جو پانی تم پیتے ہو کیا تم اس بادل سے برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس (بارش کے پانی) کو کھارا (نمکین) بنا دیں۔ پھر بھی تم شکر ادا نہیں کرتے۔ تو کیا اس آگ کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

ہم نے اس (آگ) کو یاددہانی کا ذریعہ اور ضرورت مندوں کے لئے بڑے فائدے کی چیز بنایا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ اپنے عظیم ترین پروردگار کی تسبیح کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۷۴

تُمْنُوْنَ	تم ٹپکاتے ہو
تَحْرُثُوْنَ	تم کھیتی کرتے ہو
حُطَامٌ	چورہ چورہ
مُغْرَمُوْنَ	تاوان بھرنے والے
اَلْمُزْنِ	بادل
اُجَاجٌ	کھارا
تُوْرُوْنَ	تم سلگاتے ہو۔ تم جلاتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۷۴

ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، زندگی اور موت، زمین سے کھیتی کا اگنا ابھرنا، بارش سے پانی کا برسنا اور ندی نالوں کی شکل

اختیار کرنا، آگ اور اس سے ایندھن کا حاصل ہونا یہ سب اللہ کی وہ نعمتیں ہیں کہ اگر ان پر غور وفکر سے کام لیا جائے تو انسان کی جبین نیاز اللہ کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائے گی۔ کیونکہ اسی نے اپنے رحم وکرم سے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور اگر وہ چاہے تو ان نعمتوں کو چھین بھی سکتا ہے۔ اگر وہ دینا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور اگر نہ دینا چاہے تو اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ اس نے رزق عطا فرمایا جس کے حاصل کرنے میں انسان کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی بلکہ ایک کام وہ کرتا ہے اور ننانوے کام اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مثلاً نطفہ جو ایک معمولی سا بے جان قطرہ ہے وہ میاں بیوی کے تعلق کے بعد رحم مادر میں ٹھہر جاتا ہے جو اللہ کے نظام کے تحت آہستہ آہستہ انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ہڈیاں، گوشت پوست بننے کے بعد اللہ اس کو جیسی صورت شکل دینا چاہتا ہے وہ بن جاتی ہے اللہ کی یہ قدرت وطاقت ہے کہ وہ نطفہ کو کوئی اور شکل صورت دے سکتا تھا لیکن یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانی شکل وصورت عطا فرما دی۔ رحم مادر میں یہ سارا عمل محض اللہ کے نظام کے تحت تکمیل تک پہنچا ہے اس میں انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ آدمی کے دنیا میں قدم رکھنے کے بعد اس کی عمر کتنی ہے وہ کب تک دنیا میں زندہ رہے گا اور کب اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا یہ سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک ڈاکٹر اور حکیم بھی اس وقت تک اپنی جدوجہد کر سکتا ہے جب تک آدمی زندہ ہے لیکن اس کے مرنے کے بعد ہر ایک بڑے سے بڑا ماہر ڈاکٹر اور انسانی ہاتھوں سے بنائی گئی دوائیں سب بیکار ہو جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش اور موت کا سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ اسی طرح زندگی گذارنے کے تمام اسباب کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں انسانی کوششوں کا دخل بہت کم ہے مثلاً جب آدمی کھیتی اگانا چاہتا ہے تو زمین کو تیار کر کے اس میں دانہ، کھاد اور پانی ڈالتا ہے لیکن اس کے بعد اس دانہ کا زمین میں ایک عرصہ تک محفوظ رہنا، نرم ونازک کونپل کا سخت زمین کو پھاڑ کر باہر نکلنا، پھر ایک پودے کی شکل اختیار کرنا اور پھل دینا یہ سب انسانی ہاتھوں کا کمال نہیں ہے بلکہ اللہ کی کامل قدرت ہے کہ وہ ایک بے جان نطفہ کو انسان اور ایک بے جان دانے سے زندگی کو پیدا کرتا ہے۔ فرمایا کہ تم اس پودے کو ابھرتے دیکھتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے پھر تم اس میں کیوں شک کرتے ہو کہ آدمی کے مر جانے کے بعد اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا؟ یقیناً اللہ اپنے حکم سے تمام مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع فرمائے گا اور پھر ہر ایک کا حساب کتاب ہوگا۔

فرمایا کہ یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ چند دانوں سے ایک لہلہاتا کھیت اور بلند وبالا درخت اور پودے بنا دیتا ہے اگر وہ چاہے تو انسانی کوششوں کو ایک لمحے میں راکھ کا ڈھیر بنا دے پھر انسان کو پچھتانے کے سوا اور کوئی کام نہ ہوگا اور وہ یہ کہہ اٹھے گا کہ سارے موسم میں محنت کرنے کے باوجود میں تو سخت نقصان اور گھاٹے میں آ گیا اور بجائے کچھ ملنے کے دوسروں کا قرض دار ہو گیا۔ فرمایا کہ انسان کی محنت اور اس کے بہترین نتائج یہ بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اس کے سوا کوئی کارساز اور مشکل کشا نہیں ہے۔

فرمایا کہ یہ پانی جس کو تم پیتے ہو جمع کر کے رکھتے ہو جس سے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہو یہ کس نے پیدا کیا؟ درحقیقت اللہ نے ایک ایسا نظام بنا دیا ہے کہ سمندر جیسے کڑوے اور نمکین پانی میں حرارت اور گرمی پیدا ہوتی ہے اس سے ایک بھاپ بن کر بلندیوں کی طرف بادلوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور پھر اللہ جہاں چاہتا ہے اس کو برسا دیتا ہے۔ یہ اس کی قدرت کا کمال ہے کہ کڑوے اور نمکین پانی سے ابھرنے والی بھاپ میں کوئی کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ بادلوں سے برسنے والا پانی میٹھا ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ پانی نمکین اور کڑوا ہوتا تو نہ انسانوں کے کام آتا اور نہ کھیتیاں ابھرتیں پھر اس پانی سے ندی نالے بنتے ہیں جو دریاؤں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور وہی پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف بن کر جم جاتا ہے جس سے انسانی ضروریات اور اس کے کھیتوں کو زندگی ملتی ہے۔ اگر اللہ اس پانی کو کھارا ہی بنا دیتا تو انسانی زندگی ویران ہو جاتی لہٰذا اس پانی کے پیدا کرنے میں بھی انسان کا کوئی دخل نہیں ہے یہ سب اللہ کی قدرت سے انسان کو نعمت کے طور پر عطا کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ آگ اور اس کا درخت کس نے پیدا کیا؟ اللہ ہی نے سبز درختوں سے ایک آگ (آکسیجن) پیدا کی، پتھروں اور سوکھی لکڑیوں میں آگ کا عنصر رکھ دیا۔ پہلے جب انسان کا ابتدائی دور تھا تو وہ پتھروں کو رگڑ کر یا بعض درختوں کو ٹکرا کر اس میں دبی ہوئی چنگاریوں کو ابھارتا اور اس سے آگ بنا لیتا تھا۔ پھر آدمی نے ترقی کی اور اب تو انسان نے آگ کی بہت سی شکلیں معلوم کر لیں لیکن سب چیزوں میں صلاحیت اللہ ہی نے پیدا کی ہے اگر وہ ان میں آگ کی صلاحیت پیدا نہ کرتا تو آگ کیسے پیدا ہوتی۔ اب آدمی آگ سلگاتا ہے اپنے گھر کے چولہے جلاتا ہے اپنی بھٹیاں روشن کرتا اور اپنے کارخانے اسی آگ سے چلاتا ہے یہ سارا ایندھن اور آگ اللہ ہی نے پیدا کی ہے جس سے مقیم ہو یا مسافر ہر ایک فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ کائنات کی ہر چیز کو پیدا کرنے والے رب کی حمد و ثنا کیجئے اور یہ اعلان عام کر دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق، مالک اور ان تمام عیبوں سے پاک ہے جو کفار و مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿٧٦﴾ إِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٧﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ أَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿٨١﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَوْلَآ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾ وَأَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا

تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ غَیۡرَ مَدِیۡنِیۡنَ ﴿۸۶﴾ تَرۡجِعُوۡنَہَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوۡحٌ وَّ رَیۡحَانٌ ۬ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِیۡمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ﴿۹۱﴾ وَ اَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُکَذِّبِیۡنَ الضَّآلِّیۡنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصۡلِیَۃُ جَحِیۡمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ حَقُّ الۡیَقِیۡنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ ﴿۹۶﴾

۳ ع ۲۳ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶

پھر میں ستاروں کے چھپنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ ایک بہت بڑی قسم ہے۔ بے شک وہ قرآن ایک عظیم ترین (قابل قدر) کتاب ہے۔ جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ اس کو سوائے پاک (فرشتوں کے) کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ یہ قرآن رب العالمین نے نازل کیا ہے۔ کیا تم اس کے کلام (قرآن مجید) کے بارے میں بے نیازی دکھا رہے ہو۔ اور کیا تم نے اپنا طریقہ یہ بنا لیا ہے کہ تم جھٹلاتے ہی رہو گے۔ جب روح گلے تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت اس کو دیکھتے ہو کہ (وہ مر رہا ہے) اور ہم (اس مرنے والے کے) تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔ اور اگر تم کسی کے زیر فرماں نہیں ہو اور اگر تم سچے ہو تو (اس مرنے والے کی روح) کو واپس کیوں نہیں لے آتے۔

پھر اگر وہ مقربین میں سے ہوگا تو اس کو بہترین رزق، اور راحت و آرام والی جنت ملے گی۔ اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہوگا تو (اس سے کہا جائے گا کہ) تیرے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اور اگر وہ جھٹلانے اور گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے گرم پانی سے اس کی

مہمان داری ہوگی۔ اور اس کو دوزخ میں جھونکا جائے گا بے شک یہ سراسر حق اور یقینی ہے۔ تو (اے نبی ﷺ) آپ ایسے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرتے رہیے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶

لَا . اُقْسِمُ	نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں
مَكْنُوْنٌ	محفوظ
اَلْمُطَهَّرُوْنَ	پاک وصاف رہنے والے
مُدْهِنُوْنَ	سستی کرنے والے
غَيْرُ مَدِيْنِيْنَ	حساب ہونے والا نہیں
رَوْحٌ	راحت وآرام
رَيْحَانٌ	عیش وآرام کا سامان
تَصْلِيَةٌ	ڈال دینا
حَقُّ الْيَقِيْنُ	سچائی کا پورا یقین

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶

کفار قریش اس بات کو خوب اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی مقناطیسی اور مقبول ومحبوب شخصیت اور قرآن کریم کے ابدی اصولوں کی سچائی اور کلام کی عظمت ایک نا قابل انکار حقیقت ہے لیکن کفار مکہ رسول دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھ چکے تھے کہ آپ کو اور آپ کی سیرت کو زندگی بھر بہت قریب سے دیکھنے اور اس کا اعتراف کرنے کے باوجود کبھی آپ کو شاعر، کاہن اور مجنون کہتے اور کبھی یہ الزام لگاتے کہ آپ جس کلام کو اللہ کا کلام کہہ کر اس کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ

(نعوذ باللہ) اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی جن یا کوئی شیطان آ کر آپ کو سکھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان بے ہودہ، بے بنیاد، جھوٹی اور من گھڑت باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نظام کائنات میں ستاروں اور سیاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی قسم کہ یہ قرآن حکیم وہ باعظمت کلام ہے جس کو جن یا شیطان تو ایک طرف لوح محفوظ سے نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر جو فرشتے لے کر نازل ہوتے ہیں وہ اللہ کے پاک فرشتے ہیں۔ ان پاک فرشتوں کے سوا کوئی اس کو ہاتھ تک نہیں لگا سکتا اور اسی لئے قرآن کریم کا یہ ادب ہے کہ جو بھی اس کو ہاتھ لگائے اس کو ہر طرح کی ظاہری نجاست اور گندگی سے پاک ہونا چاہیے۔

ستاروں اور سیاروں کے چھپنے، ڈوبنے اور روشن ہونے کی قسم اس لئے کھائی گئی ہے کہ اس کائنات میں اللہ کا ایک نظام ہے جس کو ہر انسان ہر رات میں کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ ستارے کبھی سامنے ہوتے ہیں اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کا کلام بھی ہے کہ اللہ نے اس کو اپنے نبی ﷺ کے دل پر آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔ کبھی وحی آتی ہے اور کبھی رک جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح آسمان پر چمکنے والے ستارے بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ایک نظام میں بندے ہوئے مرتب اور منظم ہیں اسی طرح قرآن کریم کی آیات ظاہری طور پر بکھری ہوئی نظر آتی ہیں لیکن وہ ایسی مرتب اور منظم ہیں کہ ایک آیت کا دوسری آیت سے انتہائی ربط اور تعلق واضح ہے۔ اسی لئے قرآن کریم پر بہت سے اعتراضات کئے گئے مگر کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو ایک بے ترتیب آیات اور بے ربط مضامین ہیں بلکہ عرب جو اہل زبان تھے وہ جانتے تھے کہ ایک آیت کا دوسری آیت سے اور ایک مضمون کا دوسرے مضمون سے کیا تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس ذات کے ہاتھ میں پورا نظام کائنات ہے اسی نے اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے تاکہ راستہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی جا سکے۔ لیکن دنیا پرستوں اور ہر چیز کو مال و دولت اور پیٹ کے دھندوں کی ترازو پر تولنے والوں نے اس قرآن کریم کو جھٹلانے اور تردید کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ ایسے لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم کی سچائیوں سے بے توجہی اور انکار ایک بری عادت ہے۔ شاید ان کو اس دنیا میں اس کے نقصان کا اندازہ نہ ہو لیکن موت کے بعد جب وہ قیامت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان کو پچھتانے اور شرمندگی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ فرمایا کہ تم دن رات دیکھتے ہو کہ تمہارے وہ رشتہ دار جن پر موت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے ان کی جان گلے میں اٹک جاتی ہے تم ان کی محبت میں ہر طرح ان کو مرنے سے بچانے کی کوشش کرتے ہو دواؤں اور علاج میں کمی نہیں کرتے ہو لیکن جب تم دیکھتے ہو کہ ہر طرح کی کوششوں کے باوجود تمہارا کوئی عزیز اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اور اس کو ساری دنیا مل کر بھی موت کے منہ سے واپس نہیں لا سکتی تو تمہارے اوپر

کیسی ناامیدی اور بے بسی چھا جاتی ہے لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر بھی تمہیں ہوش نہیں آتا اور تمہیں اپنی موت یاد نہیں آتی۔ اللہ نے فرمایا کہ اس مایوسی اور بے بسی کے وقت ہم اور ہمارے فرشتے اس شخص سے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ تم بھی نہیں ہوتے۔ تم مرنے والے کو دیکھتے ہو لیکن ہمیں اور ہمارے فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ تم زندگی بھر اپنے آپ کو مضبوط اور بہادر سمجھتے رہے ہو جس نے تمہیں غرور و تکبر کا پیکر بنا دیا ہے آج تم موت کے سامنے اتنے بے بس کیوں ہو؟ کوشش کر کے دیکھ لو کہ دنیا سے جانے والا شخص بچ جائے۔ فرمایا کہ جب تم دوسروں کو موت کے پنجے سے نہیں بچا سکتے تو پھر تم اپنے آپ کو اللہ کی گرفت سے باہر کیوں سمجھتے ہو۔ اگر ان حقائق کی موجودگی میں تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں رکھتے تو یہ صرف تمہاری نادانی، جہالت اور بے عقلی کے سوا اور کیا ہے؟

فرمایا کہ اصل بات جس پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ ہونا ہے وہ بہتر یا بدترین انجام پر ہے۔

(۱)۔ اگر ایک شخص تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکیوں میں سب سے آگے ہونے کی وجہ سے ان لوگوں میں شامل تھا جو اللہ کے مقربین میں تھا تو اس کو آخرت میں ہر طرح کا سکون و اطمینان اور راحت و آرام نصیب ہوگا اور جنت کی وہ راحتیں نصیب ہوں گی جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا اللہ کے ہاں بہترین اور اعلیٰ ترین مقام ہوگا۔

(۲)۔ اور اگر وہ اپنی نیکیوں اور زندگی بھر بھلائیوں اور اللہ و رسول کی اطاعت میں رہنے کی وجہ سے اصحاب الیمین (جن کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے) تھے تو وہ بھی جنت کی تمام راحتیں اور نعمتیں حاصل کریں گے اور ان پر سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

(۳)۔ لیکن اگر وہ ان لوگوں میں سے تھے جو زندگی بھر اللہ کے دین اور رسول کی رسالت کو جھٹلاتے جھٹلاتے خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہوگا تو ان کی آؤ بھگت جہنم کی آگ اور کھولتے پانی سے کی جائے گی جو ان کی انتہائی بدنصیبی ہوگی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے وہ سراسر حق اور سچ ہے آپ اس سچائی کو پھیلاتے رہیے۔ کسی کی پرواہ نہ کیجئے اور اپنے عظیم رب کی حمد و ثنا کیجئے۔ ہر کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" یعنی اس کو صرف وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔ اگرچہ یہاں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ کلام جنات یا شیاطین کے ناپاک ہاتھوں سے نہیں بلکہ اللہ کے پاک فرشتوں کے ہاتھوں سے آپ تک پہنچا ہے لیکن مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں چند احادیث کو نقل فرمایا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے پاکیزہ فرشتوں کے ذریعہ اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے لیکن اب وہ لوگ جو حامل قرآن ہیں ان کو بھی اس قرآن کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہر طرح کی ظاہری نجاستوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے بہت سی روایات نقل کر کے ان سے مسائل پیش فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عمرو ابن حزامؓ کو ایک خط لکھوایا جس میں یہ حکم بھی دیا تھا کہ **"لَا یَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاھِرٌ"** (ابن کثیر روح المعانی) یعنی قرآن کو وہ شخص ہاتھ نہ لگائے جو پاک نہ ہو۔ پاکی کیا ہے اس کی وضاحت بھی مفسرین نے ہی فرمائی ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کی شرط یہ ہے کہ وہ جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہو اور باوضو ہو۔ بغیر وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگایا جائے تو یہ ایک ناجائز حرکت ہوگی۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر چاروں اماموں کا مکمل اتفاق ہے۔

اگر ایک شخص پر غسل واجب ہے یا کوئی خاتون اپنے ایام میں ہے تو وہ پہلے غسل کرے اور پھر قرآن شریف کو ہاتھ لگائے۔ اگر وہ شرعی طور پر پاک ہے اور اس کا وضو نہیں ہے تو اس کو زبانی قرآن کریم پڑھنے کی اجازت ہے۔ ہاتھ لگانے کے لئے وضو ہونا شرط ہے۔

وہ بچے جو قرآن کریم حفظ کرتے ہیں یا قرآن کریم پڑھتے ہیں اسی طرح سے وہ لوگ جو کسی ایسے چھاپے خانے میں کام کرتے ہیں جہاں قرآن کریم چھپتا ہے ان کو چاہیے کہ جب وہ قرآن کریم پڑھنے آئیں یا کوئی اپنے پریس یا دوکان میں جہاں قرآن کریم ہی ہوتے ہیں آئیں تو وہ وضو کر لیں ہر وقت وضو کرنا ایسے لوگوں کے لئے شرط نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ وضو کا اہتمام کریں تو ان کو بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆